# باب الستر ٧٢

اب تک مصنف علیہ الرحمۃ شرائط الصلوٰۃ کا ذکر فرما رہے ہیں درمیان میں اگرچہ مواقیت صلوٰۃ ٧٢/٢٠
اور مساجد شرائط الصلوٰۃ میں سے نہیں لیکن اس سے متعلق ہے ستر بھی شرائط الصلوٰۃ میں سے ہے
لیکن اسکا شرط ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اسحاق بن
راھویہ کے نزدیک شرائط صحۃ صلوٰۃ میں سے ہے امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ
شرط صلوٰۃ نہیں دوسری یہ ہے کہ اگر کوئی قصداً ننگا کردے تو حرام ہے اور سہواً ننگا کردے
تو کوئی حرج نہیں ان کے متبعین نے استدلال کیا ہے اگر شرائط صحۃ صلوٰۃ میں سے ہوتا
تو صلوٰۃ کیساتھ مختص ہوتا حالانکہ اس کے ساتھ مختص نہیں ابن قدامہ حافظ ابن حجر
اور جمہور نے اسکا جواب دیا ہے ایمان بھی شرائط صحۃ صلوٰۃ میں سے ہے حالانکہ وہ نماز کیساتھ
مختص نہیں۔ دوسرا استدلال مالکیہ نے کیا ہے اگر یہ شرائط میں سے ہوتا تو نیت شرط ہوتی
جواب دیا گیا ہے استقبال قبلہ بھی شرائط میں سے ہے لیکن اس میں نیت شرط نہیں۔
دوسرا اختلاف احناف میں حکم ستر کی مقدار کتنی ہے علامۃ الشوکانی یہ حکم امام
ابو حنیفہؒ کے نزدیک مابین السرۃ والرکبۃ مستور ہے لیکن رکبہ اور سرۃ داخل ہے یا نہیں امام صاحبؒ
کے نزدیک رکبہ داخل ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سرہ کی طرح رکبہ بھی داخل نہیں ہے
داؤد ظاہری اور جمہور ظاہریہ کے نزدیک سوأتین (دُبر وقُبل) مستور ہے باقی ستر نہیں
لہذا یہ لوگ استدلال کرتے ہیں بخاری کی روایت [illegible] ہے فقف البیر پر آپؐ بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ
کی رانیں کھلی ہوئی تھیں ایک روایت میں ہے کہ آپؐ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان مبارک میں
بیٹھے ہوئے تھے اور رانیں کھلی ہوئی تھیں ایک روایت میں ہے آپ زقاق خیبر کے اندر
چل رہے تھے اور آپ کی رانیں کھلی ہوئی تھیں جمہور کہتے ہیں ان روایات کی وجہ سے تشدید کی
ہوگی دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایات محتمل ہیں یعنی ہوسکتا ہے [illegible] کا [illegible] رانوں
وغیرہ ہو اور اوپر کوئی کپڑا نہ پہنا ہو جو رانوں کو اوپر سے ڈھانک دے تو اسکا اشتباہ
[illegible] یا وہ فی الحقیقہ رانیں ایک کپڑے سے مستور تھیں تیسرا جواب یہ ہے کہ زقاق خیبر
کی روایات مختلف ہیں بخاری کے اندر تو ہے حسر عن فخذہ ہے اور مسلم میں ہے فانحسر الازار عن
فخذہ نیز فخذ کا ستر میں داخل ہونا جرہد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اس میں ہے
الفخذ عورۃ اسی طرح دارقطنی کے اندر ہے لا تنظر یا علی الی فخذ حی ولا میت
حنفیہ کے نزدیک رکبہ داخل ہے کیونکہ ایک روایت میں صراحۃ ہے الرکبۃ من العورۃ اور بھی دوسری روایات وارد ہیں

754 **الفصل الاول: عن عمر بن ابی سلمۃ قال رأیت … عن ابی ھریرۃ لا یصلین احد** ٢٠

حضرت ابو سلمہؓ کے … یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب ہیں اس حدیث کے اندر مسئلہ یہ
ہے ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ، مجاہدؒ کے نزدیک
ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور استدلال کرتے ہیں ایک روایت جو ابن ابی شیبہ نے
حضرت ابن مسعودؓ سے نقل کی ہے لا یصلین فی ثوب واحد وان کان اوسع مما بین السماء والارض

754 لیکن دوسری روایات سے مسح کو ثابت ہوا جائز ہے لہذا یہ کیا جائیگا۔ اس حدیث ابن مسعود کے ۴۲/۲۰
اندر تسامح ہے اور ایسے ہی جن جن احادیث کے اندر مخالفت وارد ہوئی ہے وہ مجروح و مخدوش ہیں
چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ابن عباس، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، علی، انس، ابن عمر،
عائشہ، اسماء، ام ہانی، عمرو بن ابی سلمہ، سلمہ بن الاکوع اور تابعین میں سے حسن بصری
محمد بن سیرین، شعبی، نخعی، امام ابو حنیفہ اور ائمہ میں سے صاحبین، امام مالک، امام شافعی، امام
احمد کی ایک روایت، امام اسحاق بن راھویہ ان تمام کے نزدیک صلوۃ فی ثوب واحد جائز ہے
تابعین کی ایک جماعت جیسے طاؤس وغیرہ امام احمد کی دوسری روایت ہے اور نخعی کا قول [illegible]
مکروہ ہے اور یہ تمام اختلاف اسصورت میں ہے کہ وہ دو کپڑوں پر قادر ہو ورنہ تو جائز ہے تمام کے نزدیک
جو لوگ کراہت یا مطلقاً عدم جواز کے قائل ہیں انکے پاس کوئی قوی دلیل نہیں ہے اللہ تعالی [illegible]
اختیار کرنی چاہیے۔ ہماری دلیل روایات کثیرہ ہیں اور اس باب کی روایات بھی تعامل [illegible]
۲۶ دوسرا مسئلہ اس حدیث سے پیدا ہوا وہ ثوب واحد جسکے اندر نماز پڑھ رہا ہے
اسکا عاتقین (کندھوں) پر باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟ جمہور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضروری
نہیں ہے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ عاتقین پر باندھنا شرط کمال صلوۃ میں سے
اور اگر وہ باندھے بغیر پڑھ رہا ہے تو ترک کی وجہ سے نماز صحیح نہیں ہوگی علامہ ابن حزم ظاہری اور
ابن وھب مالکی، شیخ تقی الدین سبکی انکا مسلک یہی مذہب ہے دوسری روایت یہ ہے کہ عاتقین پر باندھنا
ضروری اور واجب تو ہے مگر شرط صحت صلوۃ نہیں۔ ابن المنذر اور امام بخاری نیز امام احمد کی ایک روایت
یہ ہے کہ اگر کپڑا وسیع ہوگا تو باندھنا واجب اور اگر وسیع نہیں تو اتزار کرے۔ اور روایات
مختلف ہیں بعض سے کچھ سمجھ میں آتا ہے اور بعض کے مضمون سے کچھ مفہوم ہوتا ہے ایک روایت
یہی معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے کے وسیع ہونے کی صورت میں عاتقین پر ڈالا جائے اور تنگ ہونے کی
صورت میں اتزر کافی ہے اور اسی روایت سے امام احمد وغیرہ نے استدلال کیا جمہور نے اسکا جواب
یہ دیا کہ یہ استحباب پر محمول ہے۔ ابن بطال نے بھی عدم وجوب پر استدلال کیا حضرت عائشہ کی حدیث
کہ فرماتی ہیں وہ کہ حضور ایک چادر کے اندر نماز پڑھ رہے تھے اور اسکا ایک طرف جسم پر ہوتا اور ایک آپ کے
اوپر ہوتا تھا دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے لیکن الاصلین صحیحین کا لفظ نہیں بلکہ ان دونوں میں [illegible] ہے
757 عن عائشة قالت صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في خميصة لها اعلام فنظر الى اعلامها
اس حدیث سے معلوم ہوا منقش کپڑے میں نماز جائز ہے اور اس کا اعادہ نہیں ہوگا۔ خمیصۃ بعض کہتے ۲۳
ہیں اونی کپڑا ہوتا ہے اور بعض نے اسکی تفسیر کی ہے کہ منقش سیاہ چادر۔ الی جهیم ان کا
اسم گرامی بعض نے عبید اور بعض نے عامر بتلایا ان کے والد کا نام حذیفہ ہے۔ اب یہ کہ حضور نے خاص طور ۲۴
وہ چادر ان کو کیوں بھجوائی ہے جواب یہ دیا گیا کہ موطا کے اندر ہے کہ ان اھداہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی انہوں نے آپ کی خدمت میں ہدیہ دیا تھا اسی چادر کو اب اشکال ہوا ہدیہ کو واپس کرنے سے تو
مہدی کو ایذاء ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ حضور کو اس ایذاء کا علم ہو گیا [illegible]

757 ہو اشتمونی بانبجانیۃ ابی جہم یعنی اسکو بدلے میں دوسری منگالی۔ اب اشکال ثانی ہوا حضورؐ نے جب اسکو ٢٣ / ٢٤
اپنے لئے پسند نہیں فرمایا تو دوسرے کیلئے کیوں محبوب رکھا؟ اسکا جواب علامہ خطابی نے دیا کہ ابو جہم
(نماز نہ پڑھے) کیلئے فرمایا۔ اشکال ثالث ہوا کہ آپ کو اس چادر نے مشغول کیسے کر دیا آپ تو
بالکل منقطع عن الخلق ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ آپ کی دو حیثیتیں ہیں بشر ہونے کی حیثیت سے
آپ کو ایسا ہو گیا اگرچہ نبوت اسکا مقتضی نہیں ہے۔ الفا۔ اس سے معلوم ہوا اشتغلت الہا
پایا گیا حالانکہ بخاری کے اندر ہے فاخاف ان یفتنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الہاء کا وقوع نہیں ہوا ٢٥
بلکہ صرف خوف تھا اسکا جواب ہے کہ فانما الہتنی کادت ان تلہینی کے معنی میں ہے نیز یہ اور ایسے ہی
کادت ان یفتنی دونوں اپنے معنی میں محکم ہیں بخلاف حرف الہتنی کے اس سے مراد دونوں اقوال ہیں ٢٥
ارادہ اپنے معنی میں ہو یا کادت الخ کے معنی ہو لہذا المحتمل کو محکم کی طرف راجع کریں گے
جواب ۲: الہاء کا وقوع ہو گیا تھا اور کادت ان یفتنی اور اخاف ان یفتنی میں افتتان سے
مقدرہ افتتان مراد ہو۔ یہ حدیث بخاری کے اندر اسطرح ہے کہ حافظ نے فرمایا یہ معلق ہے لیکن
علامہ کرمانی نے دونوں اقوال ذکر کئے التعلیق ہے اور ممکن ہے کہ متصل ہو سند مذکور کیساتھ۔
758 عن انس قال کان قرام الحدیث اس سے معلوم ہوا کہ تصاویر کا رکھنا مکروہ ہے امام صاحب امام مالک امام احمد ٢٦
نخعی، ثوری کے نزدیک کراہت اسوقت نہیں جبکہ وہ پامال ہو اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً کراہت ہے
759. عن عقبة بن عامر قال اُهدي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فروج حرير فلبسه ثم صلى فيه ٢٧
اهدی الخ یہ ہدیہ کس نے بھیجا؟ غزوات اکیدر ابن الملک شاہ دومۃ الجندل نے یہ ہدیہ بھیجا تھا مسند احمد صحیح مسلم میں
اسکی تصریح موجود ہے۔ جمہور اہل رجال کے نزدیک یہ مقتول ہیں (مسلمان بھی) اور بعض کی رائے ہے کہ مسلمان ہیں
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حریر کا آپ نے استعمال فرمایا حالانکہ ایک مرتبہ آپ آئے اور آپ کے ہاتھ میں
سونا اور حریر تھا آپ نے فرمایا ان ہذان حرام لذکور امتی وحلال للاناث امتی اسکا جواب یہ ہے کہ آپ کا
نماز اسکے اندر پڑھنا قبل التحریم ہے اور یہی حدیث اس حالت کیلئے ناسخ ہے۔ دوسری بات اس حدیث
سے معلوم ہوئی کہ حریر کے کپڑے کے اندر نماز جائز ہے یہی مذہب ہے احناف امام شافعی کا
ابو ثور کا ہے۔ امام مالک کا مشہور قول ہے کہ اعادہ فی الوقت ضروری ہے اور حنابلہ کے نزدیک مطلقاً
نماز صحیح نہیں ہوگی خواہ وقت ہو یا نہ ہو۔ علامہ ابن العربی مالکی نے حریر کے جواز اور عدم جواز کے متعلق
دس قول نقل کئے ہیں ۱ محرم مطلقاً ۲ محرم الا فی السفر ۳ محرم الا فی المرض ۴ محرم الا
فی الحرب ۵ محرم الا فی الغزوۃ اور اس قول اور اس سے پہلے ۴ میں یہ فرق ہے کہ حرب عام ہے اور غزوہ خاص
۶ محرم الا فی العلم یعنی علم حاصل کرنے والوں کیلئے علم کے زمانے میں جائز ہے ۷ محرم علی الرجال الا
۸ اوپر پہننا حرام ہے اور اندر پہننا جائز ہے مثلاً اگر دو چادر ہے تو اندر کا نیچے اگر
ریشم کا اور اوپر کا غیر حریر ہے تو جائز ہے یہ مذہب ہے امام صاحب اور ابن ماجشون مالکی کا۔
۹ مباح مطلقاً ۱۰ اگر ریشم دوسرے اسوقت مخلوط ہو جائے تو اسکا حکم خز کا حکم
ہو جاتا ہے یعنی جائز ہے جیسے خز جائز ہے۔

# الفصل الثانی

760 عن سلمۃ بن الاکوع قال قلت الخ عن ابی ھریرۃ قال بینما رجل یصلی مسبل ازارہ ٤٣/٢
ایک حدیث کے اندر نماز پڑھا رہی معلوم ہوا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر گریبان چاک ہو یا بڑا ہو
تو اسکو باندھنا چاہئے علامہ محمد بن شجاع حنفی۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی
اور امام صاحب امام مالک کے نزدیک نماز صحیح ہے اور اس حدیث کے اندر آپ نے احتیاطاً منع فرمایا
دوسری حدیث ابوھریرہ کی ہے مسبل ازار کی نماز مع الکراھۃ جمہور کے نزدیک جائز ہے اور حضور نے وضو
کا حکم اسلئے فرمایا کہ اسبال ازار خطاء ہے اور وضو مکفر خطاء ہے لیکن جمہور کے نزدیک اسکی نماز اور وضو صحیح
762 764 عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن السدل ٦
جمہور کے نزدیک اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ عورت کا ستر کتنا ہے اسکے اندر مختلف اقوال ہیں
اول یہ تمام ستر ہے امام احمد کی ایک روایت اور عبد الرحمن ابو بکر بن عبد الرحمن تابعی مذھب ہے
ثانی یہ کلھا عورۃ الا وجھھا امام احمد کی دوسری روایت ہے ثالث یہ کلھا عورۃ الا وجھھا
وکفیھا امام مالک امام شافعی کا مذھب ہے اور اسکی تعبیر یہی امام احمد کی روایت ہے
رابع یہ نماز کے اندر وجہ کے علاوہ تمام ستر ہے اور غیر نماز میں کفین اور وجہ کے علاوہ تمام ستر ہے
خامس یہ تمام ستر ہے مگر وجہ اور کفین اور رجلین یہ امام صاحب سے منقول ہے البتہ رجلین کے
اندر امام صاحب کے چند قول ہیں ١ رجلین ستر میں داخل ہے ٢ ستر سے خارج ہے
٣ ظاھر رجل ستر اور باطن رجل ستر سے خارج ہے امام طحاوی نے یہ فیصلہ کیا کہ نماز کے اندر رجلین
داخل ہے اور خارج نماز میں ستر نہیں دوسرے یہ کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے
امام شافعی کے نزدیک درع خمار دو کپڑوں میں پڑھے عطاء بن رباح کے نزدیک ان دو کپڑوں پر
ازار کا اضافہ ہے ابن سیرین مجاہد کے نزدیک ان تین پر ملحفہ کی زیادتی ہے گویا چار کپڑے
ابن المنذر کہتے ہیں کہ المقصود بالذات تمام بدن کا ستر ہے اگر ایک کپڑے سے بھی ہو جائے
تو کافی ہے اور جو لوگ اسکی زیادہ کی شرط لگاتے ہیں وہ استحباب کے قائل ہیں ذکر جماعۃ
اس سے مراد امام مالک حفص بن غیاث اسمعیل بن جعفر بکر بن نصر ابن اسحاق ابن زبیب ہیں
دوسری روایت حدیث ابوھریرہ کی ہے جسمیں کہ آپ نے سدل سے منع فرمایا سدل کی تصویر صاحب ہدایہ نے
بیان فرمائی کہ جانبین یا سر پر کپڑے کو ڈال دے اور ادھر ادھر سے اسکو لپیٹے نہیں اسکے قریب
قریب ابن قدامہ نے تفسیر کی ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اسبال ہے ڈالے کہ زمین پر لٹکنے لگے
یہی امام عینی نے نقل کیا ہمارے نزدیک مکروہ ہے اگر وہ کپڑا پہن رکھا ہو جیسے کہ الا ان یفعل الیھود ہے
اور اگر ایک کپڑا ہے کا سدل ہے تو کشف عورت کا خطرہ ہے سدل علماء کا مختلف فیہ ہے
امام مالک کے نزدیک جائز ہے اور یہی ابن سیرین کا مذھب ہے امام ثوری کے نزدیک مکروہ ہے
نماز کے اندر اور امام شافعی کے نزدیک نماز اور غیر نماز دونوں میں سدل مکروہ ہے ھمارے یہاں
اور حنابلہ کا بھی یہی مذھب نقل کیا گیا لیکن امام عینی فرماتے ہیں کہ علامہ فقہاء کے نزدیک سدل کی کراھت
نماز کیساتھ مخصوص ہے اور منہ کو چھپانا بھی حنابلہ شافعیہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے بعض تنزیہی اور بعض کراھۃ تحریمی کا قول

765 766 767 عن ابی ھریرۃ اذا صلی الخ ۔ عن ابی سعید قال ۔ عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا الیہود ٤٣/٩

حضور نے نماز کے اندر جوتا پہننے کا حکم دیا جمہور کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ اس پر نجاست نہ ہو۔ حضرت اقدس گنگوہی فرماتے ہیں آنحضور نے شاید یہود کی وجہ سے یہ حکم دیا تھا لیکن چونکہ اب نصاریٰ جوتے پہن کر عبادت کرتے ہیں لہذا اب ہم اگر [illegible] بغیر جوتے کے عبادت کر لیا جائے۔ دوسری حدیث ابو سعید خدری کی اس سے مالکیہ نے یہ مسئلہ مستدل کیا ہے اگر کسی کپڑے وغیرہ پر نجاست لگی ہوئی ہو اور اس کو علم نہ ہو تو نماز ہو جاتی ہے اور اگر نجاست کا علم ہے تو نماز نہیں ہوگی دوسرا قول مالکیہ کا ہے نماز ہو جائیگی مطلقاً یہی صحیح ہے خواہ نجاست کا علم ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام صاحب امام احمد اور امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ طہارۃ صحت صلوۃ کیلئے شرط ہے لہذا نجاست کا علم ہو اور عدم علم برابر ہیں اگر نجاست ہے تو نماز

نہیں ہوگی۔ اس حدیث کا جواب امام طحاوی نے دیا ہے اس میں ان فیہما قذراً ہے اور قذر ١٣
گندگی کو کہتے ہیں لہذا ممکن ہے کہ تھوک وغیرہ لگا ہوا ہو لہذا اس سے نجاست مراد لیکر مالکیہ کا استدلال کرنا درست نہیں ہے لیکن ابو داؤد کی روایت میں لفظ خبثاً واقع ہوا بجائے قذراً کے اور اس معنی نجاست کے ہیں نیز ایک روایت میں دم حلمۃ واقع ہوا اور دم بھی یہی ہے کہ اس کی نجاست مراد ہے لہذا امام طحاوی کا یہ جواب دینا اس سے بزاق مراد ہے صحیح نہیں دوسرا جواب امام نے دیا ہے تھوڑا سا خون لگا ہوا ہوگا جو معفو عنہ ہے دوسری بات یہ یاد رکھنی چاہیے جمہور کے نزدیک تھوڑی سی نجاست مانع ہے نہیں اور امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے مانع ہے امام صاحب کے نزدیک نجاست غلیظہ کے اندر بقدر درہم اور خفیفہ کے اندر ربع ثوب کے بقدر معاف ہے تیسری حدیث ابی ہریرہ کی ہے اس میں مصنف نے ابن ماجہ کی طرف نسبت کر دی لیکن اس کے الفاظ ابن ماجہ میں نہیں ہیں

768 **الفصل الثالث: عن ابی سعید، عن عمرو بن شعیب، عن محمد بن المنکدر، عن ابی بن کعب الخ**

حضرت ابی سعید کی روایت قابل توضیح نہیں دوسری روایت کے اندر وارد ہے حافیاً و منتعلاً اس سے مراد [illegible] ١٧
تیسری حدیث محمد بن المنکدر کی ہے المشجب زمین کے اندر تین لکڑیاں گاڑ دیتے ہیں اور اوپر باندھتے ہیں کسی رسی وغیرہ سے اور اس پر گھڑا وغیرہ رکھ دیتے ہیں فقال لہ قائل اس کے قائل عبادہ بن الولید ابن عبادہ ابن صامت ہیں۔ صحیح بخاری کے اندر ہے سعید بن الحارث سے نقل کیا ہم نے سوال کیا جابر سے اور صحیح مسلم میں عبادہ بن ولید سے مروی ہے کہ ہم نے جابر سے کہا تو ایک جگہ سوال اور ایک جگہ کہنا وارد ہوا اس کا حافظ نے جواب دیا ہے واقعہ متعدد ہے لیکن علامہ عینی کے نزدیک متعدد نہیں بلکہ رواۃ کا تصرف ہے دوسری حدیث ابی بن کعب کی محتاج تشریح نہیں ہے

## باب السترۃ

مصنف نے شروط الصلوۃ میں ایک شرط صلوۃ ستر کو ذکر فرمایا تھا اسی کی مناسبت سے سترہ کو ذکر کرتے ہیں ٢٢
سترہ لغۃً میں ما یستتر بہ کو اور اصطلاح میں کہتے ہیں اس شی کو جو مصلی کے سامنے قائم کی جاتی ہے تاکہ مصلی اور گذرنے والا (مار) گنہگار نہ ہو۔ اب یہ اس کا حکم کیا ہے؟ ابن العربی مالکی تین قول نقل کرتے ہیں ۱ واجب ہے یہ قول ہے امام احمد بن حنبل کا ۲ مستحب ہے یہ مذہب ہے امام صاحب امام شافعی کا

امام مالک کا مذہب مشہور جائز ہے یہ مذہب امام مالک سے ایک کتاب کا نام ہے مدونہ اس کے اندر نقل کیا گیا ہے
اور اس کے بعد جو امام مالک کا قول نقل کیا گیا وہ عتبیہ نامی ایک کتاب سے منقول ہے۔ [illegible]
شیم الحدیث میں علامہ ابن الجوزی پر تعاقب کیا اور اعتراض فرمایا اور وجوب کا قول حنابلہ کی طرف منسوب کرنا
غلط ہے بلکہ ان کا مذہب استحباب کا ہے چنانچہ علامہ شمس الدین حنبلی نے شرح مقنع کے اندر
تحریر فرمایا ہے اس کے استحباب میں کسی کا اختلاف نہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مقدار سترہ کتنی ہے؟
عطاء بن رباح، سفیان ثوری، امام محمد، قاضی ابو الطیب شافعی کے نزدیک طول اس کی مقدار ایک
ذراع ہے حافظ ابن عبد البر نے امام مالک اور امام شافعی سے یہ نقل کیا کہ مقدار عظم الذراع ہے
اس کو شافعیہ نے ضبط کیا ہے قدر ثلثی ذراع۔ امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں ہیں ایک مثل امام محمد
دوسری مثل امام شافعی کے۔ علامہ عینی نے شرح ہدایہ و بخاری کے اندر صاحب محیط سے یہ نقل کیا ہے
اس صورت میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو رہا ہے جبکہ ایک ذراع سے کم ہو اگر ایسا سترہ ہے تو
امام نووی فرماتے ہیں کہ مطلقاً خواہ دقیق ہو یا غلیظ دونوں برابر ہیں شمس الدین حنبلی فرماتے
ہیں اس کی غلظ کی صورت میں مجھے کوئی نص نہیں ملی کیونکہ سترہ کا اطلاق غلیظ جیسے جدار اور دقیق
جیسے سہم دونوں پر آتا ہے لیکن جتنا موٹا ہو اتنا ہی بہتر ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ایک انگلی
کی مقدار غلیظ ہونا چاہئے۔ امام مالک کے نزدیک نیزہ کی طرح غلیظ ہونا چاہئے

772 الفصل الاول:- عن ابن عمرؓ قال الخ عن ابی جحیفۃ عن نافع عن ابن عمر الخ عن طلحۃ بن عبید اللہ

اس حدیث کے اندر ہے کہ آپؐ نے نیزہ قائم کیا عیدگاہ کے اندر وہاں سترہ کی کیا ضرورت ہے
جواب یہ ہے کہ وہ جگہ چار دیواری سے محیط نہیں ہوتی تھی اس لئے سترہ کی ضرورت پیش آئی
773 دوسری حدیث ابو جحیفہ کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے سرخ جوڑا پہن رکھا تھا قبۃ حمراء پر اعتراض
وارد ہوا احناف کے یہاں سرخ کپڑے کا استعمال مکروہ ہے اور یہ حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہے
جواب یہ ہے کہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس سرخ جوڑے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر سرخ [illegible] دھاریاں
پڑی ہوئی تھیں کیونکہ وہ اکثر یمن سے آتی تھیں اور وہاں سرخ دھاری کا استعمال عام شائع ذائع ہے
نیز ایک روایت میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر ایسے ہی ایک روایت میں ہے
کہ ایک آدمی آپؐ کے پاس آیا جو سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھا آپؐ نے اس کو منع فرمایا تو یہ دونوں روایتیں
اس روایت کے منافی اور معارض معلوم ہوتی ہیں لہذا الحمراء سے مراد دھاری دار لیا گیا جیسا کہ
774 سرخ دھاریاں ہوں۔ رکعتین اس سے مراد یا تو ظہر کی نماز یا رباعیہ کا قصر ہے۔ تیسری حدیث سے
یہ بات معلوم ہوئی کہ حائضہ کا سترہ بنانا جائز ہے حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ اس کے جواز میں
علماء کا اختلاف معلوم نہیں ہوتا لیکن علامہ نے امام مالک کا مذہب یہ نقل کیا کہ عورت کے وقت
کو سترہ بنا سکتے ہیں۔ امام نووی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ عورت یا دابہ کا سترہ بنانا
جائز نہیں آگے چلکر فرماتے ہیں امام نووی کہ عورت کا مسئلہ تو درست ہے لیکن دابہ کا مسئلہ کچھ سمجھ میں نہیں
آتا کیونکہ یہ اس متن والی حدیث کے منافی ہے لہذا اس کا سترہ بنانا جائز ہے

774 ابن رسلان فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل ضرورت کا وقت ہے۔ ہمارے حضرت شیخ نور اللہ 42/3
مرقدہ نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے خلاصہ یہ بیان کیا کہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ضرورت کے وقت سترہ
بنانا جائز ہے اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ضرورت اور بلا ضرورت دونوں صورتوں میں جائز ہے
قلت افرائت قبلت کے قائل نافع ہیں لیکن ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ان کے شاگرد عبید اللہ 4
اور انہوں نے حضرت نافع سے سوال کیا تھا کہ اذا ھبت الرکاب ھبت کے معنی تحرکت کے ہیں 4
لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ جب سواری حرکت کرنے لگتی تو پالان کو سترہ بنا لیتے بلکہ اس کا مطلب
یہ ہے کہ جب وہ سواری جنگل کی طرف گھاس چرنے کیلئے جاتیں تو پھر کس کو سترہ بناتے
تھے انہوں نے فرمایا کہ پالانوں کو سترہ بنا لیتے تھے چوتھی حدیث حضرت طلحہ کی ہے جس سے معلوم ہوا
کہ سترہ مثل مؤخرۃ الرحل ہونا چاہئے اب آگے مسئلہ یہ ہے کہ سترہ اور مصلی کے مابین کتنا
فاصلہ ہونا چاہئے اس کے اندر تین قول ہیں ۱ ایک بالشت یعنی شبر ۲ تین ذراع ہونا
چاہئے امام شافعی امام احمد امام مالک امام اعظم چاروں کا یہی مذہب ہے اور اگر اس مقدار کم
فاصلہ ہو تو مستحب ہے لیکن اگر زیادہ ہو گیا تو سترہ باقی رہتا ہے یا نہیں اس سوال کو
چھوڑ دیا کوئی جواب نہیں دیا۔ ۳ بعض علماء کے نزدیک چھ ذراع ہونا چاہئے جیسا کہ
776 ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن مغفل سے روایت کیا کہ ایک دفعہ حضور نے نماز پڑھی تو چھ ذراع کا فاصلہ تھا
777 عن ابی جہیم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم المار الخ عن ابی سعید اذا صلی احدکم الی شیء الخ 6
اس حدیث کے اندر نماز کے آگے سے گذرنے والے پر وعید آئی ہے اب علماء کا اختلاف ہے کہ
کتنی مقدار کے اندر گذرنا جائز ہے؟ شمس الائمہ سرخسی، قاضی خان، خواہر زادہ یہ لوگ
فرماتے ہیں کہ مصلی کے موضع سجود کے علاوہ سے گذرنا جائز ہے دوسرا قول یہ ہے کہ دو صف کے بقدر
فاصلہ چھوڑ کر گذرنا جائز ہے تیسرا قول ہے کہ تین صف کے بقدر، چوتھا ہے کہ تین ذراع
کے بقدر، پانچواں قول ہے کہ پانچ ذراع کے بقدر، چھٹا قول ہے کہ چالیس ذراع کے بقدر فاصلہ
ہو اسکے بعد سے گذرنا جائز ہے ساتواں قول یہ ہے کہ اگر مصلی صلوۃ الخاشعین پڑھ رہا ہے
تو جہاں تک اسکی نظر ہے وہاں تک گذرنا ناجائز اور اسکے آگے سے جائز ہے اور
صلوۃ الخاشعین کی تفسیر یہ ہے کہ اسکی نظر قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ اور رکوع میں قدموں
پر اور سجدہ میں ناک پر اور قعود کی حالت میں اسکی نظر اپنی گود میں رہے اور سلام کے
وقت اپنے مونڈھوں پر نظر رہے یہ حنفیہ کے نزدیک سات قول ہیں جو کہ مسجد کبیر اور
صحراء کے متعلق ہے مسجد صغیر کا یہ حکم نہیں ہے۔ امام مالک کے نزدیک اس فاصلہ کی تحدید
مذکور نہیں۔ ابن عرفہ مالکی فرماتے ہیں کہ بیس ذراع ہونا چاہئے۔ ابن العربی مالکی کے نزدیک
جتنی دور میں وہ اپنا رکوع سجدہ کرے اتنی اندر اندر گذرنا جائز نہیں ہے حنابلہ شافعیہ کے نزدیک
تین ذراع کے اندر اندر نہ گذرے یہی حنفیہ سے منقول ہے ماذا علیہ اسکا بیان محذوف ہے اور وہ
گناہ ہے اور یہ ابہام تفخیم کیلئے ہے لکان ان یقف اربعین الخ علامہ کرمانی شارح بخاری فرماتے ہیں کہ 7

776 یہ تو تعلیم الامر کی جزا نہیں کیونکہ لازم آئیگا اگر ماذا علیہ تو اسکو علم ہو تو کھڑا ہونا بہتر ہیں اور ٧٤/٧
اگر علم نہ ہو تو کھڑا ہونا بہتر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے لہذا وہ فرماتے ہیں کہ اسکی جزا محذوف ہے اور وہ
یہ ہے لوقف اربعین مستند اربعین اکثر محدثین علماء کا خیال ہے کہ اسکی مراد تکثیر ہے تحدید نہیں ہے ٧
کیونکہ دوسری روایۃ میں مائۃ عام واقع ہے لہذا کثرت بیان کرنا مقصود ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ
یہ تحدید کیلئے ہے اب اعتراض ہوگا کہ جب اربعین سے تحدید ہوگی تو مائۃ عام کا کیا مطلب ہے وہ اسکا ٧
جواب دیتے ہیں کہ پہلے چالیس تھا پھر تشدید ہوگئی اور مائۃ عام فرمایا گیا قال ابو النضر لا ادری ٧
امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس روایت میں مائۃ عام وارد ہوا اسکی معلوم ہو گیا کہ یہاں بھی عام
مراد ہے مستہم ہے یوم وغیرہ مراد نہیں۔ علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ چالیس کی تخصیص اسلئے کی ہے کہ
کمال و ایک ہے کہ اسکے گزرنے کے بعد اشیاء میں تغیر ہوتا ہے مثلاً نطفہ سے پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ
777 دوسری روایت ابو سعید کی ہے جسکے اندر وارد ہے کہ اگر مصلی کے آگے کوئی گزرے تو فلیدفعہ ٩
تو اسکو روک دینا چاہئے علماء کا اسمیں اختلاف ہے کہ امر وجوب ہے اور ستره کا فائدہ
مصلی کو ہوتا ہے یا گزرنے والے کو بعض کے نزدیک مصلی کو ہوتا ہے کیونکہ اسکی نماز انتشار سے بچ گئی
اور بعض کے نزدیک مار کو ہوتا ہے وہ یہ کہ گناہ سے بچ گیا۔ اب مسئلہ کہ مصلی اور مار کے گنہگار
اور غیر گنہگار ہونے کے اندر چار صورتیں ہیں ۱ مصلی بغیر ستره کے نماز پڑھ رہا ہے اور مار بغیر ضرورت کے گزرے
تو اس صورت میں دونوں گنہگار ہونگے ۲ اور اگر وہ ستره لگا کر پڑھ رہا اور وہ ضرورت کی وجہ سے گزر رہا تو
کوئی گنہگار نہیں ہوتا ۳ اگر مصلی بغیر ستره کے پڑھتا ہے اور گزرنے والے کیلئے کوئی راستہ دوسرا نہیں
تو اس صورت میں مصلی صرف گنہگار ہوگا ستره قائم نہ کرنے کی وجہ سے ۴ مصلی ستره کیساتھ نماز پڑھ رہا
اور مار کیلئے دوسرا راستہ ہے پھر بھی وہ بلا ضرورت گزر رہا ہے تو صرف مار گنہگار ہوگا بلا ضرورت گزرنے کی وجہ سے
فلیقاتلہ حافظ ابن عبد البر علامہ زرقانی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اسکے حقیقی قتال مراد نہیں لیکن بعض شافعیہ ٩
علامہ ابن حجر علامہ مناوی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر قتال حقیقی تک نوبت پہنچے اور وہ مار نہ مانے تو ایسی
صورت میں حدیث ہدر ہے۔ لیکن جو لوگ اسکے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے ان کے اندر اسکی تاویل میں اختلاف ہے
اول امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شاذ ہے اور بجائے اسکے کہ وہ قتال میں مشغول ہو وہ اپنی نماز ہی پوری کرے
ثانی شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ یہ ابتداء اسلام پر محمول تھی اب یہ حدیث منسوخ ہے
ثالث حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ الحمل علی التشدید یعنی یہ حدیث تشدید پر محمول ہے
رابع ابو العباس قرطبی فرماتے ہیں کہ فلیقاتلہ کا مطلب یہ ہے کہ مبالغہ فی الدفع کریگا
خامس بعض علماء نے بیان کیا کہ نماز پوری کرنے کے بعد اسکے ساتھ قتال کرے۔ سادس بعض علماء کہتے ہیں کہ
ایسے ستره دار سے گزرنا پر محمول ہے جسکی عادت ہی یہ ہو گئی ہے کہ وہ گزرتا رہتا ہے یہ چھ قول جمہور کے
مذہب پر ہیں ورنہ بعض شافعیہ کا قول آپکو معلوم ہو چکا کہ وہ اسکے قتال حقیقی مراد لیتے ہیں
اب اگر قتال کی نوبت آجائے اور وہ گزرنے سے باز نہ آئے تو قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اسمیں علماء کے دو قول
ہیں ایک یہ کہ دیت واجب اور دوسرا یہ کہ کچھ واجب نہیں۔ یہ دونوں قول مالکیہ سے منقول ہیں اور امام شافعی کے

777 نزدیک واجب ہے اور امام محمد کے نزدیک موجب ہے یعنی اگر عمداً (القتل) تو قصاص اور اگر عمداً قتل نہیں کیا تو دیت واجب
حضرت شیخ مد ظلہ فرماتے ہیں عند بلا کا نفس معلوم نہیں **فانما هو شيطان** اشکال ہوتا ہے کہ وہ تو انسان 9
ہے اس کو شیطان کس اعتبار سے فرمادیا اس کے مختلف جواب ہیں اول شیطان من الانس مراد ہے
ثانی انہ یفعل فعل الشیطان ثالث انہ یحرضہ الشیطان چنانچہ مسلم میں ہے فان معه القرين

778 **عن ابی هريرة تقطع الصلوة المرأة والحائض الخ عن ابن عباس قال اقبلت راكبا الخ** 10

اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کسی شی کے گذرنے سے نماز قطع ہوتی ہے اور فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ ۱ جمہور کے نزدیک نماز کیلئے کسی شی کا مرور قاطع نہیں ہے ۲ ابن عمر سے منقول ہے کہ اگر کتا گذرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے ۳ ابن عباس، عطاء بن رباح فرماتے ہیں کہ اگر حائض یا کلب اسود گذرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے ۴ حکم بن عمر غفاری فرماتے ہیں کہ اگر گدھا گذرے تو فاسد ہو جاتی ہے ۵ انس بن مالک، مکحول، ابو الاحوص، حسن بصری اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت یہ ہے کہ مرأۃ، حمار، کلب یہ تینوں چیزیں نماز کو قطع کر دیتی ہیں اور اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں دوسری روایت امام احمد کی یہ ہے کہ کلب اسود بہیم کے علاوہ کوئی دوسری شی نماز کیلئے قاطع نہیں اور اسود بہیم کا مطلب یہ ہے کہ جس کے سیاہ رنگ میں دوسرا کوئی رنگ مخلوط نہ ہو۔ امام ترمذی نے امام احمد کی ایک تیسری روایت یہ نقل کی کہ کلب اسود بہیم تو قاطع ہے لیکن گدھے اور عورت میں ان کو تردد ہے ابن دقیق العید فرماتے ہیں تردد والی ان کی روایت راجح ہے ۶ عکرمہ فرماتے ہیں کہ گدھا، سور، کتا، یہودی، نصرانی، مجوسی یہ سب نماز کو فاسد کرتے ہیں چنانچہ ابن عباس کی ابوداؤد کے اندر روایت ان سے منقول ہے اور عطاء بن رباح۔ اور ابن عباس کا مستدل وہ حدیث ہے جو ابوداؤد میں مرفوعاً ابن عباس کی مروی ہے کہ مرأۃ حائض اور کلب اسود قاطع صلوۃ ہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ نماز کو کوئی شی قطع نہیں کرتی اور وہ لوگ استدلال کرتے ہیں ابوداؤد اور ابن عمر وغیرہ کی حدیث سے جو دارقطنی کے اندر مفصلاً اور مختصر بھی مجملاً ہے کہ نماز کو کوئی شی قطع نہیں کرتی بلکہ شیطان نماز میں گڑبڑ کرنا چاہتا ہے لہذا جتنا ممکن ہو دفع کیا کرو اس شیطان کو۔ ایسے ہی ابن عمر سے جہاں یہ منقول ہے کہ کتا نماز کو قطع کر دیتا ہے وہاں یہ بھی منقول ہے کہ نماز کیلئے کوئی شی قاطع نہیں ہے۔ ایسے ہی عورت کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کہا گیا تو انہوں رد فرمادیا اور کہا کہ میں حضور کے سامنے لیٹی رہتی تھی اور آپ جب سجدہ میں جاتے تھے تو مجھے اشارہ کر دیتے تھے اور نیز امام احمد کو اسود سے عورت اور حمار میں تردد ہو گیا کہ روایات متعارض ہیں لہذا یا تو کہا جائے کہ قطع کی جتنی روایات ہیں وہ سب ضعیف ہیں یا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کے محامل دوسرے ہیں اب ان محامل میں مختلف اقوال ہیں

اول وجہ۔ امام طحاوی کے نزدیک قطع والی روایات تمام منسوخ ہیں پہلے چونکہ سختی تھی اس لیے حکم دیدیا تھا

ثانی وجہ۔ امام شافعی، علامہ خطابی، امام نووی کہ قطع سے مراد قطع خشوع صلوۃ ہے۔

ثالث وجہ۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جب روایات میں تعارض ہو جاتا ہے تو آثار صحابہ کی طرف رجوع ہوتا لیکن اس کے بعد امام ابوداؤد خاموش ہو گئے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب فرماتے ہیں کہ آثار صحابہ سے بھی

778 معلوم ہوتا ہے اقطع بن گئے واللہ :۔ امام عینی فرماتے ہیں علماء قطع والی روایات پر اجماع نہیں کیونکہ ٧٧/١٠
قطع والی روایات افراد مسلم میں سے ہیں۔ دوسری روایت ابن عباس کی ہے جس میں فاھزت
الی قاربت الاحتلام آگے ہے یصلی لیکن سنن نسائی کے اندر ہے یصلی بعرفۃ سفیان بن عیینہ سے
یہ روایت مروی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں یہ تعدد واقعہ کی وجہ سے ایسا ہے حافظ فرماتے ہیں یہ
ابن عیینہ کی روایت شاذ ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ منیٰ میں تھے منیٰ کے معنی بہانے کے ہیں چونکہ وہاں خون
بہایا جاتا ہے ذبح کیا جاتا قربانی کے جانور اسلئے اسکو منیٰ کہتے ہیں الی غیر جدار اس سے معلوم ہوا ١٣
آپ نے بغیر سترہ کے نماز پڑھائی لیکن اسکا میں اختلاف ہے اسکی مراد یہی ہے یا اسکا اور کوئی مطلب ہے :۔
اول :۔ امام بخاری کا رجحان اسبات کی طرف ہے کہ وہاں سترہ موجود تھا اور اسی حدیث پر باب قائم کیا باب سترۃ الامام
سترۃ لمن خلفہ امام نووی کا میلان بھی اسی طرف ہے علامہ عینی کا رجحان بھی اسی طرف ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں
لفظ غیر ہمیشہ صفۃ واقع ہوا کرتا ہے لہٰذا اسکا موصوف محذوف ہے ای الی شیء غیر جدار یہی تاویل علامہ محقق
ابو الحسن سندی نے فرمائی۔ ثانی :۔ امام شافعی فرماتے ہیں الی غیر جدار کا مطلب ہے الی غیر سترۃ
اور اسی طرف امام بیہقی کا رجحان ہے۔ اسمیں اختلاف ہے نماز کا منیٰ کے اندر پڑھانا یہ واقعہ
کب پیش آیا حافظ ابن حجر فرماتے ہیں حجۃ الوداع میں واقع ہوا لیکن معمر نے زہری سے نقل کیا یا
حجۃ الوداع میں یا فتح مکہ کا سال تھا۔

781 **الفصل الثانی :۔ عن ابی ہریرۃ اذا صلی احدکم عن المقداد بن الاسود قال** ١٥
**فلیخطط خطا** اسکے اندر اختلاف ہے خط کافی ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبل سعید بن جبیر اور
عبد الرحمن اوزاعی کے نزدیک خط کھینچنا چاہیے۔ امام شافعی امام مالک امام لیث بن سعد کے نزدیک خط نہ کرے
امام شافعی کے دو قول ہیں قول قدیم امام احمد کے مثل اور قول جدید حنفیہ کی طرح ہے اب اعتراض ہوا
خط کا حکم تو اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے اسکا جواب اللہ کو گوبا یہ دیا یہ مضطرب ہے لیکن
ابن الہمام وغیرہ امام احمد نے اسکی تصحیح کی ہے اگر یہ ثابت ہو جائے تو ہم سب کے نزدیک اولیٰ یا مستحب (الا شرف)
چنانچہ اب متاخرین کے نزدیک اس مسئلہ میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا اور سب کے نزدیک خط کا سترہ
بنا سکتا ہے اور حکمت اس خط کے اندر یہ ہے کہ انتشار طبیعت کے اندر نہیں ہوگا اب یہ خط کیسے
کھینچیگا اسکے اندر تین قول ہیں اول چاند کے دائرہ کی طرح یہ قول ہے امام احمد کا دوم قبلہ کی طرف
لمبا خط کھینچیگا سوم چوڑائی اور عرض کے اندر کھینچیگا جیسے امام کے آگے جنازہ رکھا ہو۔
دوسری حدیث مقداد کی ہے جس سے معلوم ہوا سترہ ایک جانب میں ہونا چاہیے یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے

786 **الفصل الثالث :۔ عن عائشۃ قالت کنت انام الخ عن ابن عباس اذا صلی احدکم الخ** ٢٣
اس حدیث سے حنفیہ نے استدلال کیا اسی لئے مس مرأۃ ناقض وضو نہیں۔ اب حضرت عائشہ پر یہ اشکال وارد ہوتا تھا
حضور سردار دو جہاں تھے جب وہ سجدہ میں جاتے تو خود انکو اپنے پیر ہٹا لینے چاہیے تھے حضور کو اشارہ کیوں کرنا
پڑا اسکا جواب البیوت یومئذ لیس فیہا مصابیح یعنی گھروں میں چراغ وغیرہ نہیں ہوتا تھا اندھیرے میں پتہ نہیں ہوتا تھا
دوسری حدیث ابن عباس کی ہے جو جمہور کے نزدیک استحباب پر محمول ہیں۔ امام ابو داود نے اسکو منکر قرار دیا ہے

# باب صفة الصلوٰة

اس باب کے اندر دو بحثیں ہیں ۱ بحث اول یہ کہ اسکا ماقبل کے باب کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ جواب یہ ہے تحقیق
یہ ہے کہ مصنف نے شرائط صلوٰۃ کو ذکر فرمایا اور درمیان میں ان کے متعلقات اور مناسبات کو بھی ذکر
فرمایا اور اب مشروط کو ذکر کرتے ہیں۔ ۲ بحث ثانی یہ ہے کہ مصنف نے فرمایا باب صفۃ الصلوٰۃ
ہمارے فقہاء بھی عام طور سے اپنی کتب کے اندر یہی باب قائم کرتے ہیں اب یہ الصفۃ سے مراد کیا ہے اسمیں
ہمارے فقہاء و شارحین کا اختلاف ہے اول یہ ہے علامہ سغناقی صاحب نہایہ فرماتے ہیں کہ
صفت سے مراد نماز کے اجزاء النفس الامریہ ہیں لہذا یہ اضافت جزء کی کل کی طرف ہے اور مطلب
یہ ہے کہ باب اجزاء الصلوٰۃ۔ دوم یہ ہے علامہ حلبی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت علی حذف المضاف ہے
ای باب صفۃ اجزاء الصلوٰۃ اور صفت سے مراد فرضیت۔ وجوب سنیت وغیرہ ہے یعنی اس باب کے اندر نماز
کے ان اجزاء کا ذکر ہے جو فرض ہیں اور بعض واجب اور بعض نفل ہیں سنت ہیں۔ سوم یہ ہے علامہ اکمل بابرتی
فرماتے ہیں کہ یہاں پر صفت سے مراد ہیئۃ حاصلۃ للصلوٰۃ من ترکیب اجزائھا بعضھا ببعض۔
عبد ضعیف کے نزدیک یہی قول بہتر معلوم ہوتا ہے لیکن ملا علی قاری نے یہاں ابن ہمام کا قول نقل کیا ہے
اور وہ یہ کہ الصفۃ سے مراد اجزاء نفس الامریہ ہیں اور یہی قول علامہ صاحب نہایہ کا ہوا ہے۔
یاد رکھنا چاہئے کہ دو لفظ ہیں ایک وصف اور ایک صفۃ۔ صفۃ کہتے ہیں معنی قائم بالموصوف کو
اور وصف کہتے ہیں ذکر ذلک الصفۃ کو۔ اسی فرق کو ہمارے فقہاء نے بیان فرمایا۔

790 **الفصل الاول: عن ابی ہریرۃ ان رجلا الخ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** ٣

رجلا یہ خلاد بن رافع ہیں جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اسکی تصریح کی ہے لیکن اس موقع
پر اعتراض ہوگا کہ نسائی اور ترمذی میں واقع ہوا کالبدوی حالانکہ خلاد بن رافع مشہور صحابی بدری تھے
تھے لہذا ان کو کالبدوی کہنا غلط ہے یا پھر رجل کا مصداق ان کو بیان کرنا غلط ہے اسکا جواب
دیا کہ ان کو کالبدوی ان کے کسی فعل کی وجہ سے کہہ دیا گیا جیسا کہ اگر کوئی شہری آدمی بھی دیہاتی اور
گنواروں کا کام کرے تو اسکا نام گنوار رکھتے ہیں۔ **فصلی** نسائی میں ہے فصلی رکعتین حافظ فرماتے
ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے تحیۃ المسجد مراد ہے۔ اسی حدیث کے اندر ایک بات یہ بھی ہے کہ نفل شروع
کرنے سے واجب ہو جاتی ہے لیکن چونکہ شافعیہ کے نزدیک واجب نہیں ہوتی اسی بنا پر حافظ نے فرمایا کہ شاید
یہ نماز فرض رہی ہو اسلئے حضور نے دوبارہ کا حکم دیا اسکا جواب دیا کہ ابن آپ نے فصلی کے اندر
فرمایا کہ ظاہر یہ تحیۃ المسجد ہے اور یہاں کہہ دیا کہ شاید فرض ہو یہ احتمال بلا دلیل ہے جو اسلئے کافی نہیں

**فصل فانک لم تصل** قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ اسی سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص عبادت سے
ناواقف ہو اور بغیر علم کے خلاف واقع اس عبادت کو ادا کرے تو وہ ناکافی اور غیر معتبر ہوگی۔ حافظ فرماتے ہیں ٤
کہ قاضی عیاض کا یہ کلام جب صحیح ہے جبکہ لم تصل سے مراد عدم اجزاء لیا جائے اور اگر لم تصل سے مراد
نفی کمال ہو اور نفی اجزاء نہ ہو تو پھر یہ قول صحیح نہیں۔ اسی سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لم تصل کے اندر
دو احتمال ہیں حنفیہ کے نزدیک کمال صلوٰۃ کی نفی ہے اور دوسری جانب شافعیہ کے نزدیک نفس صلوٰۃ کی نفی ہے یعنی وہ نماز
کافی نہیں ہوئی تو جو لوگ نفی کمال اسکا مراد لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضور نے اعادہ کا حکم نہیں دیا تو

اگر وہ نماز ناکافی ہوتی تو آپ اعادہ کا حکم دیتے حافظ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ جب اس رجل نے آپ سے
کہا علمنی یا رسول اللہ تو آپ نے جو جواب دیا وہ دلالۃً اعادہ کا حکم ہے علامہ عینی نے حافظ پر اعتراض
کر دیا کہ تم ان کو نماز کا جو حکم آپ نے دیا وہ اعادہ علی وجہ الکمال کا حکم ہے لہذا اگر ہم مان لیں کہ اعادہ حکم
کیا تو علی وجہ الکمال ہے علی طریق الکمال آپ کا حکم ہوگا۔ لیکن یہ اشکال وارد ہوگا کہ حضور نے اس کو نماز
اور حکم دیا تو وجوب کا فائدہ دیتا ہے لہذا اعراف فریق کا ل کو ثابت کرنا حضرت روحی سے اسکا جواب یہ
دیا گیا کہ ابو داؤد میں سعید مقبری کی روایت ہے کہ حضور نے نماز کا طریق بتلا کر فرمایا کہ اذا انتقصت من هذا فانما انتقصت
من صلوتك او کما قال محمد ﷺ یہ فرمایا کہ من صلوتك یعنی نقص کے باوجود اسکا نام آپ نے صلوٰۃ رکھا ہے
نیز اگر حقیقت نماز کی ہی موجود ہوتی تو نقص کو منسوب نہ کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ تیری نماز فوت ہو جائیگی یا ختم
ہو جائیگی وغیرہ وغیرہ نیز یہ اختلاف اس مسئلہ پر مبنی ہے کہ نماز کے اندر طمانینت فرض ہے یا نہیں اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ طمانینت فرض ہے چنانچہ امام شافعی امام مالک امام احمد امام ابو یوسف کے نزدیک
فرض ہے امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک فرض نہیں ہے اب یہ کہ جب فرض نہیں تو کیا ہے اسمیں حضرات فقہاء
احناف کی عبارات مختلف ہیں ابو عبد اللہ جرجانی فرماتے ہیں کہ سنت ہے اور امام کرخی کہتے ہیں کہ واجب ہے
جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں ان کا استدلال تو یہ حدیث ہے اور جو لوگ قائل نہیں وہ استدلال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ
کے قول واركعوا واسجدوا سے کہ رکوع کے معنی مطلق انحناء اور سجود کے معنی مطلق وضع الجبهة على الارض کے
ہیں طمانینت ان کے مفہوم میں داخل نہیں ہے لہذا یہ معلوم ہو گیا کہ ایک جماعت کے نزدیک فرض اور دوسروں کے نزدیک
فرض نہیں۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف کے نزدیک فرض سے فرض عملی مراد ہے یعنی
واجب ہے تو گویا ان کے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ جیسے طرفین کے نزدیک طمانینت واجب ہے ایسے ہی ان کے
نزدیک بھی واجب ہے کوئی اختلاف آپس میں نہیں ہے۔ لیکن یہ بات برخلاف امام طحاوی کے کلام سے کچھ
اور معلوم ہوتا ہے اور ان کا کلام یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار کے اندر
ایک باب قائم فرمایا باب مقدار الرکوع والسجود اور اس کے اندر ایک حدیث نقل کی جو مشکوٰۃ کے ص ۸۳ پر ہے
شروع ہی میں حضرت عون بن عبد اللہ سے مروی ہے جس کے اندر حضور کا قول یہ نقل کیا گیا کہ اذا رکع احدکم
فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم رکوعه تو امام طحاوی نے ثلاث مرات کے متعلق فرمایا کہ
ایک جماعت کے نزدیک یہ واجب ہے اور اس جماعت کا مصداق امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری ہیں اور
آگے چلکر فرمایا کہ وخالفهم فی ذلك آخرون الخ یعنی دوسری جماعت طرف طمانینت کے قائل ہیں اور اس
جماعت میں امام مالک امام شافعی امام احمد ہیں اور آگے چلکر فرماتے ہیں کہ وهذا مذهب ابی حنیفة وابی یوسف
ومحمد رحمهم الله تو اس کلام سے معلوم ہوا کہ تمام ائمہ اور مجتہدین کا مذہب یہ ہے کہ طمانینت فرض ہے
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جب امام طحاوی نے یہ فرما دیا تو اب ان کا قول قابل قبول ہے اور تصدیق کے لائق ہے
کیونکہ ؎ اذا قالت حذام فصدقوها ۔ فان القول ما قالت حذام
او فی التی بعدها بخاری کے اندر ہے فی الثانیة او فی الثالثة اور ایک دوسری روایت بخاری کے اندر ہے السیٰ کہ
فقال اعد جميع صلاتك ... حافظ فرماتے ہیں کہ یہ بلا شک وارد ہوا لہذا معلوم ہوا کہ ... اعادہ کا حکم

790 آپ نے رد دیا ۔ اب اعتراض وارد ہوگا کہ اتنی مرتبہ اعادہ کے حکم کی کیا ضرورت تھی آپ نے اسکو پہلی ہی مرتبہ میں 25/5
کیوں نہ طریقہ بتلا دیا ۔ اسکا جواب ان لوگوں کو دینا پڑیگا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ لم تصل نفی صلوٰۃ
کی نفی ہے اور اعادہ کا حکم آپ نے دیا ہے ؟ وہ جواب یہ دیتے ہیں کہ اعادہ کا حکم اسلئے دیا تاکہ
تنبیہ ہوجائے جواب۲ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ شاید اسلئے حکم دیا تاکہ اسکو اپنی غلطی سمجھ میں آجائے
جواب۳ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں چونکہ اسنے اپنے علم پر اعتماد کر کے نماز پڑھی تو اعادہ کا حکم دیا
تاکہ تنبہ ہوجائے **فکبّر** اس کے اندر دو مسئلے ہیں اول یہ کہ تکبیر تحریمہ ایک مرتبہ ہے یا زائد ہے اور 6
دوسرا یہ کہ اسکا حکم کیا ہے ۔ قاضی ابو الطیب شافعی امام عینی نے روافض سے نقل کیا کہ تکبیر تحریمہ
نہیں مرتبہ ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ ہذا خطأ ظاہر ۔ چنانچہ تمام جمہور کا سلفاً خلفاً اس بات پر اجماع
ہے کہ تکبیر تحریمہ ایک مرتبہ ہے لیکن ان لوگوں میں اختلاف ہے کہ اس کا حکم کیا ہے ؟
ائمہ اربعہ ۔ ثوری ۔ ربیعہ کے نزدیک فرض ہے ۲ سعید بن المسیب ۔ حکم ۔ حسن بصری ۔ اوزاعی ۔
امام زہری کے نزدیک مسنون ہے ۳ ابوبکر اصم ۔ حسن بصری امام زہری سے نقل کیا گیا کہ بلا تکبیر تحریمہ
بھی نماز منعقد ہوجاتی ہے جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں پھر ان میں اختلاف ہے کہ آیا یہ رکن ہے یا شرط
امام محمد کے نزدیک شرط ہے اور ائمہ ثلاثہ ۔ ثوری ۔ ربیعہ کے نزدیک رکن ہے بعض شافعیہ نے
امام شافعی سے بھی نقل کیا کہ شرط ہے جو لوگ رکنیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں حضور کے
فرمان عالیشان تحریمہا التکبیر سے کہ تکبیر تحریمہ کی اضافت نماز کی طرف ہے اور یہ اضافت جزئیہ
ہے نہیں بلکہ اضافت منفیہ ہے جو جزئیت کو چاہتی ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا
فرمان عالیشان ہے وذکر اسم ربہ فصلی اور ذکر سے مراد لیا تکبیر تحریمہ ہے اور اس پر نماز کا عطف
ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ اور نماز دونوں متغائر ہیں یعنی شرط اور
مشروط ہیں ۔ جزء اور کل یعنی رکن اور ذی رکن نہیں ہیں ۔ اور اس اختلاف کا ثمرہ یہ نکلیگا کہ
اگر ایک آدمی ایک ہی تکبیر تحریمہ سے دوسری نماز شروع کرتا ہے تو حنفیہ کے نزدیک جائز اور بقیہ حضرات کے
نزدیک جائز نہیں ہوگی **ثم ارفع حتی تطمئن جالساً** آخر تک اس کے متعلق حافظ فرماتے ہیں کہ 8
معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ استراحت فرض ہے حالانکہ اسکی وجوب فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں ۔ حافظ فرماتے ہیں کہ
امام بخاری نے اس عبارت کو اتنی عبارت لاکر چھوڑ دیا قال ابو اسامۃ فی الاخیر حتی تستوی قائما اور
اس عبارت سے اس بات کی طرف امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ ثم ارفع الخ یہ عبارت وہم ہے لیکن
اگر جالساً کے اندر جلوس تشہد کا جلوس مراد لیں تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ واجب ہے
اب یہ کہ جب جلوس تشہد مراد ہو سکتا ہے تو حافظ اصلی توہیم کے پیچھے کیوں پڑ گئے اسکا جواب یہ
ہے کہ یہاں جالساً تشہد کا جلوس مراد لینا تاویل بعید کا درجہ ہے ورنہ صرف ایک ہی رکعت کا اب تک
ذکر ہوا تو ایک رکعت کے بعد جلوس تشہد کیسے مراد لینگے اس بنا پر حافظ نے وہم قرار دیا ہے
دوسری صورت عائشہ کی ہے جسکے اندر ہے **وکان ینہی عن عقبۃ الشیطان** اس سے اقعاء مراد ہے یعنی دونوں گھٹنوں 12
کو کھڑا کر کے اپنی ایڑیاں الیتین سے ملا لینا ۔ ایسے حضور نے دوسری روایت میں بھی نماز کے اندر جیسا کتا بیٹھتا ہے منع فرمایا ...

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل الخ

ان دونوں حدیثوں کے اندر ایک معرکۃ الآراء مسئلہ کو بیان کرتا ہے جس کا نام "مسئلہ رفع یدین" ہے یہ خلفاً اور سلفاً معرکۃ الآراء مسئلہ بنا رہا چنانچہ اسی سبب امام بخاریؒ نے قلم اٹھایا اس کے بعد اور بعض علماء نے اس کے متعلق کافی کلام کیا انہی میں سے ابو النصر بن محمد مروزی - امام طحاوی - محدث زماں علامہ انور شاہ کشمیری وغیرہ نے بسط سے کلام کیا - علامہ کوثری فرماتے ہیں اس سے زیادہ جامع اسباب میں محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری کا رسالہ ہے جس کا نام نیل الفرقدین ہے - اب سمجھنا چاہیے کہ رفع یدین کے چند مواضع ہیں جن کے اندر ہم کو کلام کرنا ہے غور سے سنیئے ؛

موضع اول :- رفع یدین کا موضع اول تکبیر تحریمہ ہے حافظ ابن عبد البر - ابن حزم ظاہری ابن سبکی - امام نووی ابو بکر بن المنذر ان تمام نے استحباب پر سلفاً خلفاً اجماع نقل کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے اندر رفع یدین ہے - ابو بکر بن المنذر - عبدری مالکی نے نقل کیا کہ شیعہ کا فرقہ "زیدیہ" تکبیر تحریمہ کے اندر رفع یدین کا منکر ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس فرقہ کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے - علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ ان کے امام زید بن علی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ ان لوگوں کے نزدیک رفع یدین مستحب ایسے ہی ان کے ائمہ متقدمین نے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے استحباب کا قول کیا ہے لہذا ان کی طرف انکار کو منسوب کرنا غلط ہے - بعض مالکیہ نے امام مالک سے یہ نقل کیا کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ میں مستحب ہی نہیں ہے ایسے ہی قاضی ابو الولید باجی نے بھی فرمایا کہ تکبیرۃ الاحرام میں رفع یدین نہیں ہے لیکن یہ نقل امام مالک سے ایسا ہی ہے - پھر استحباب میں اختلاف ہے کہ تکبیر تحریمہ رفع یدین کا کیا حکم ہے - داؤد ظاہری امام اوزاعی - امام حمیدی جو کہ امام بخاری کے استاد اور امام شافعی کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ فرض ہے قاضی حسین شافعی نے بھی امام احمد سے فرضیت کا قول نقل کیا ہے ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر ترک کر دے تو نماز [illegible] ہو جائیگی امام اوزاعی اور امام حمیدی کے نزدیک ترک تکبیر تحریمہ سے نماز کا بطلان ہو جائیگا - ابن حزم فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے اندر رفع یدین فرض اور اس کے ترک سے نماز باطل ہو جائیگی حافظ فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ کے کلام سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ نماز باطل ہو جائیگی - تیسرا قول یہ ہے کہ رفع یدین سنت ہے یہ ائمہ اربعہ کا مذہب ہے جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں مواظبت سے کہ آپ نے تمام عمر رفع یدین فرمایا اور اس پر مواظبت فرمائی اور آپ کا قول ہے صلوا کما رأیتمونی اصلی اور امر وجوب کے لیے ہے لہذا آپ کے افعال صلوۃ کا ہر واجب ہیں صاحب ہدایہ نے رفع یدین تکبیر تحریمہ کے اندر اس کی سنیت پر آپ کی مواظبت سے استدلال فرمایا امام زیلعی نے لکھا ہے کہ یہ مشہور ہی غلط ہے یعنی تکبیر الاحرام کے اندر آپ کا رفع یدین مشہور ہے آپ کی نماز میں - ایسے ہی بہت سی احادیث سے آپ کا رفع یدین کرنا نماز کے اندر ثابت ہے اور اسباب کے اندر بھی بہت سی احادیث مثلاً حضرت علی حضرت وائل بن حجر - مالک بن الحویرث وغیرہ کی [illegible] کی آئینگی اب اشکال ہوتا ہے کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ کسی شی پر مواظبت قرینہ وجوب کی دلیل ہے لہذا

قاعدہ کے مطابق رفع یدین واجب ہونا چاہیے حالانکہ بجز بعض کے کوئی بھی اس وجوب کا قائل نہیں
ابن ہمام فرماتے ہیں اگرچہ حدیث اعرابی صل فانک لم تصل کے اندر اسکا ذکر نہیں لہذا اسکی وجہ سے
وجوب ثابت نہیں ہوسکتا ۔ شمس الائمہ سرخسی ۔ امام نووی نے بھی حدیث اعرابی سے استدلال کیا اور واجب
نہیں ہے لیکن ان سب میں یہ اشکال ہے اگر حدیث اعرابی کے اندر اسکا ذکر نہیں تو اس کی نفی
لازم نہیں آتی لہذا اس حدیث سے جواب دیگر اشکال سے جان چھڑانا صحیح نہیں ہے لیکن حنفیہ کے
نزدیک مسئلہ اصول ہے کیونکہ ان کی دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ ترک سے گنہگار ہوگا اور ایک یہ کہ
گنہگار نہیں ہوگا تو دوسری روایت کا تقاضہ ہے کہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور پہلی روایت کا
تقاضہ ہے کہ واجب ہے لیکن بعض لوگوں نے اول روایت کا جواب یہ دیا کہ وہ محمول ہے ایسے شخص پر
جو ترک پر مداومت کرے ورنہ فی نفسہ کبھی کبھی ترک سے گنہگار نہیں ہوگا بہر حال ان دونوں روایتوں
سے یہ سمجھ میں آیا کہ حنفیہ کچھ کچھ وجوب کی طرف مائل ہیں لہذا اب قاعدہ کے خلاف ہونے کا
الزام ان پر نہیں رہا ۔ یہ پہلا موضع تھا جہاں رفع یدین ثابت ہے ۔

موضع ثانی :- دوسرا مقام جہاں رفع یدین کا ثابت ہونا نہ ہونے میں اختلاف ہے وہ یہ
رکوع کے اندر جاتے ہوئے اور ایک رکوع سے اٹھتے ہوئے یہی مسئلہ معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے
ائمہ ثلاثہ امام شافعی امام احمد ۔ اسحاق بن راہویہ ۔ عبد اللہ بن مبارک ۔ حسن البصری ۔ مجاہد ۔ طاؤس عطاء
کے نزدیک رفع یدین ہونا چاہیے اور صحابہ کے اندر حضرت ابو ہریرہ ۔ انس بن مالک ۔ جابر بن عبد اللہ
عبد اللہ بن زبیر ۔ عبد اللہ بن عمر ۔ مالک بن الحویرث ۔ ابو اسید ساعدی ۔ سہل بن سعد ساعدی ۔
ابو سعید خدری ۔ ابو حمید ساعدی ان تمام کا یہی مذہب ہے کہ رفع ہونی چاہیے ۔ اسکے برخلاف امام صاحب
صاحبین ۔ زفر ۔ ابن جریج ۔ سفیان ثوری ۔ نخعی ۔ مغیرہ ۔ قیس ۔ اسود ۔ علقمہ ۔ ابو اسحاق [illegible] سبیعی
شعبی ۔ خیثمہ ۔ وکیع ۔ عاصم بن کلیب کی رائے ہے کہ رفع یدین اس موضع میں نہ کرنا چاہیے یہی ایک
روایت ہے امام مالک سے اور یہی جمہور مالکیہ کا قول ہے ۔ صحابہ میں سے صاحب ہدایہ نے عشرہ مبشرہ
ابن مسعود ۔ جابر بن سمرۃ ۔ براء بن عازب ۔ ابو سعید خدری کا اور اسکے علاوہ بہت سے صحابہ اور تابعین کا
یہی مسلک بیان کیا ہے کہ رفع یدین ان کے نزدیک نہیں ہے ۔ عشرہ مبشرہ ان دس صحابہ کو کہتے
ہیں جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام کو جنت کی بشارت دی اور کسی کو
شاعر نے شعر میں جمع فرمایا ہے ۔ لقد بشر الہادی من الصحب عشرۃ بجنات عدن کلہم فضلہ اشتہر
سعید زبیر سعد وطلحۃ وعامر ابو بکر عثمان ابن عوف علی عمر ۔ عامر سے مراد ابو عبیدۃ بن الجراح ہیں
موضع ثانی کے اندر دو مذہب تو یہ ہوگئے ایک شافعیہ کا اور ایک حنفیہ کا اب تیسرا مذہب سنئے
[illegible] رفع اور عدم رفع دونوں برابر ہیں اسکو ابن حزم نے نقل کر کے کسی کو ترجیح
نہیں دی جس سے معلوم ہوا کہ دونوں کے درمیان مساوات ہے چوتھا مذہب یہ ہے کہ رفع یدین اس
موضع میں یعنی عند الرکوع وعند رفع الرکوع مبطل صلوٰۃ ہے یہ مذہب مکحول نسفی نے امام صاحب
سے نقل کیا ہے اور یہ مذہب قطعاً غلط ہے ۔ محقق ابن ہمام اور صاحب البحر علامہ محمود بن احمد

790 25/18

فرماتے ہیں کہ یہ مذہب شاذ ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ شافعیہ اور حنفیہ کا رفع یدین میں اختلاف
صرف افضلیت کے اندر ہے صلوٰۃ کی صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے

موضع ثالث :- تیسرا مقام جہاں رفع یدین کا ثبوت ہے وہ سجدہ کے اندر جاتے ہوئے ہے
یہ شافعیہ میں سے ابو علی طبری ، ابو بکر بن المنذر اور بعض کا مذہب ہے کہ اسوقت ہونا چاہیے ۔

موضع رابع :- قاعدہ اولیٰ کے بعد ہونا چاہیے یہ امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے اسکو ابو علی طبری
ابو بکر بن المنذر ، امام بیہقی امام بخاری اور اکثر اہل حدیث نے اختیار کیا ہے یہ تو بیان تھا
رفع یدین کے مواضع اور ان کے اندر مذاہب کا ۔ اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ رفع کہاں تک ہونا
چاہیے یعنی اسکی مقدار کتنی ہے ؟ حضرت امام محمدؒ کا مذہب صاحب محیط نے نقل کیا کہ
ان یرفع یدیہ حذاء اذنیہ وان یحاذی بابہامیہ فروع اذنیہ یعنی دونوں ہاتھوں کو کانوں کے
مقابل اسطور پر کرے کہ اسکی انگلیاں کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر ہو جائیں ۔
امام الحرمین نے امام شافعی سے بھی یہی مذہب نقل کیا امام نووی فرماتے ہیں کہ ھذا اشتباہ غریب یعنی
امام شافعی سے یہ مذہب منقول نہیں ہے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ فرماتے ہیں کہ
اذنین تک اٹھانیکا مذہب قاضی ابو الولید باجی اور شیخ خلیل مالکی سے نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا
ہے امام مالک سے بھی یہ ایک روایت ہے لیکن امام مالک سے رفع الی الاذنین تک کی روایۃ [illegible]
البتہ ابن شاش مالکی نے جواہر کے اندر متاخرین مالکیہ کا مذہب نقل کیا ہے کہ رفع کے وقت کف
مونڈھوں کے برابر اور انگلیاں کانوں کے برابر ہوں ۔ دوسرا قول مشہور امام مالک سے یہ ہے کہ رفع
منکبین تک ہے امام نووی نے تصریح کی ہے کہ امام شافعی کا مشہور مذہب یہی ہے امام احمد و اسحاق بن راہویہ
کا بھی یہی مذہب ہے ابو العباس قرطبی فرماتے ہیں کہ اصح روایۃ امام مالک سے یہی ہے کہ منکبین تک ہوگا
تیسری روایت امام مالک کی یہ ہے کہ صدر تک رفع ہوگا ۔ ابن المنذر محقق ابن قدامہ نے امام احمد سے
یہ نقل کیا کہ منکبین اور اذنین دونوں تک رفع میں اختیار ہے چنانچہ روایات بھی دونوں طرح
کی ہیں جیسا کہ وائل بن حجر اور دوسرے صحابہ کی روایتیں الی الاذنین تک ہیں ۔ مالک بن حویرث کی
روایت مسلم و نسائی میں الی المنکبین کی ہے ایسے ہی ابن عمر کی حدیث ابو حمید ساعدی کی حدیث اور
بہت سی روایتیں رفع الی المنکبین کی ثابت ہیں ۔ اسی اختلاف کی بناء پر بعض نے منکبین کو اور
بعض نے اذنین کو بعض نے دونوں کے اندر اختیار دیا اور بعض نے ان سب روایات کو جمع کیا
اور اس جمع و تاویل کے اندر مختلف اقوال ہیں عـ۱ صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ منکبین کی روایت
عذر پر محمول ہے عـ۲ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ سردی کی وجہ سے منکبین تک رفع کرتے تھے اور دلیل
پیش کرتے ہیں وائل بن حجر کی حدیث سے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا تو وہ لوگ ہاتھ اٹھاتے
تھے اذنین تک اور جب میں دوبارہ سردی کے اندر مدینہ آیا تو وہ گرم کپڑے اوڑھے ہوئے
ہوتے تھے اور ~~منکبین~~ صدور تک رفع کرتے تھے عـ۳ علامہ عینی نے امام طحاوی کی اس تاویل کو رد کر
اور جسمیں فرمایا کہ بات یہ ہے کہ روایات مختلف ہیں امام شافعی نے وائل بن حجر کی منکبین والی روایت

عـه اور صدور کے اندر منکبین بھی داخل ہے ۱۲

پر عمل کیا اور مالک بن حویرث کی روایت پر حنفیہ نے عمل کر لیا۔ آگے چل کر علامہ عینی ابن عبد البر کا قول نقل
کرتے ہیں کہ حضور سے مختلف افعال صادر ہیں کبھی رفع سر کے برابر کبھی اذنین کے برابر کبھی منکبین کے برابر
اور کبھی صدر کے برابر لہذا ان میں سے کسی کو اختیار کر لیا جائے تو درست ہے اس کلام سے معلوم ہوا کہ
ابن المنذر اور امام احمد کی طرح علامہ عینی اور ابن عبد البر بھی تخییر کے قائل ہیں لیکن شافعیہ کا ایک
گروہ کہتا ہے کہ رفع الی المنکبین راجح ہے (ع٤) امام نووی۔ علامہ قسطلانی نے امام شافعی سے نقل کیا
ہے کہ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلی (کف) منکبین تک اور انگلیاں اذنین کے محاذی ہو جائیں یہ
بھی جمع کی ایک صورت ہوگی (ع٥) محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جو لوگ تحریمہ اذنین کے قائل ہیں تو وہ
گویا وہ جمع بین الروایات کے قائل ہیں کیونکہ اگر راحتین کے منتہی کو منکبین کے برابر اور انگوٹھے کو
کانوں کی لو کے برابر اور انگلیوں کو فروع اذنین یعنی اوپر کے حصہ کی جانب کیا جائے تو اس کے اندر
تمام روایات کا جمع ہو جائیگا محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس جمع کی تائید سنن ابو داؤد کی ایک روایت
سے ہوتی ہے جو وائل بن حجر سے مروی ہے جو اسی جمع کی موید ہے (ع٦) حافظ نے امام شافعی سے ایک جمع یہ نقل کیا
کہ ظاہر کفین تو محاذی ہوں منکبین کے اور اذنین کے مقابل ہوں انامل یوں یہ جمع قول ہو گی روایات مختلفہ
کے اندر جمع اور تاویل کے بارے میں حافظ نے ماقبل میں بیان کیا تھا کہ امام مالک کی ایک روایت یہ
ہے کہ رفع الی الصدر ہوگا۔ صاحب بذل نے اس قول میں دلیل وائل بن حجر کی اس حدیث سے پیش کی اور
کہ وہ مدینہ میں سردی کے اندر آئے اور لوگ رفع الی الصدر کرتے تھے جیسا کہ اس کی بحث صفحہ پر آ رہا
علامہ نے امام طاؤس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے رفع یدین کیا اور سر سے بھی تجاوز کر دیا امام نووی فرماتے ہیں کہ
اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ باطل ہے۔ عبد ضعیف کہتا ہے کہ جو روایات اذنین کیلئے وارد ہوئی
تو اگر اس میں ذرا توسیع کی جائے اور یہ کہا جائے کہ ~~[illegible]~~ اور ساعد کو اذنین کے محاذی
کیا جائے تو یقیناً انامل سر سے متجاوز ہوں گی اور اس صورت میں یہ طاؤس کا مسلک بن جائیگا
ایسے ہی ایک روایت ابو داؤد و ترمذی، مسند احمد میں بھی ہے کہ رفع یدین مدا آئے یہ بھی طاؤس کی
موید ہے لہذا امام نووی کا طاؤس کے قول وفعل کو مطلقاً باطل کہنا غلط ہے چنانچہ حافظ ابن عبد البر
فرماتے ہیں کہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ رفع کرتے سر سے تجاوز کیا تو کہا یہ اقوال تو تمام
مردوں کے بارے میں۔ عورتوں کے بارے میں حنفیہ کے نزدیک رفع منکبین تک ہے دوسری روایت
غیر مشہور حنفیہ سے یہ ہے کہ مرد و عورت کا ایک ہی حکم ہے لیکن مشہور روایت پہلی ہے کہ دونوں میں فرق ہے
ابن رسلان نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تفریق کا مسئلہ مرد و عورت کے درمیان صرف حنفیہ کا ہے لیکن
ہمارے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ابن رسلان پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ محقق ابن قدامہ نے امام احمد
دو روایت نقل کی ہیں ایک یہ کہ رفع دون الرفع یعنی عورت رفع کرے لیکن مرد سے کم۔ دوسری
روایت یہ ہے کہ رفع نہیں کرے گی لہذا صرف حنفیہ کو مسلک تفریق کیسا تو خاص کر دیا اہل علم کا کام ہے
علامہ شوکانی معترض بنکر میدان میں آتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حنفیہ کا اس مسئلہ تفریق میں کوئی مستدل
نہیں ہے ہمارے حضرت شیخ مدظلہ اس اعتراض کی جڑ میں گرم پانی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ طبرانی

790 کے اندر ایک روایت موجود ہے جسکے اندر مردوں کو کانوں تک اور عورتوں کو چھاتیوں تک ہاتھ اٹھانے
کا آپ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے لہذا استدلال ہو سکتا ہے امام ابو حنیفہ پر اس قلم سے
تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر سے پہلے ہوگا یا ساتھ ہوگا یا بعد میں ہوگا؟ ابن قدامہ نے مغنی کے
اندر لکھا ہے کہ تکبیر کے ساتھ ہوگا تو رفع یدین کرے یعنی جب تکبیر شروع کرے تو رفع بھی شروع کرے اور جب
رفع ختم ہو تو تکبیر بھی ختم ہو جائے تو دونوں کے اندر مقارنت ہونی چاہیے یہی مذہب امام نووی نے
مہذب کے اندر امام شافعی سے نقل کیا اور ابو اسحاق شیرازی نے مہذب کے اندر اسکو نقل کیا ہے
ایسے ہی امام مالک سے بھی یہی مذہب نقل کیا گیا۔ زرقانی مالکی نے نقل کیا۔ فتح الباری کے اندر حافظ نے
قدوری کے اندر امام قدوری نے اسکو لکھا ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں اس سے مقارنت معلوم ہوتی ہے
وہو المروی عن ابی یوسف والمحکی عن الطحاوی۔ علامہ عینی نے شرح ہدایہ کے اندر
تحریر فرمایا شیخ الاسلام خواہر زادہ نے بھی اسی مقارنت کے مسئلہ کو بیان کیا ہے اسی مذہب کو صاحب تحفہ
صاحب محیط۔ صاحب بدائع نے اختیار کیا ملا علی قاری نے ... جمیع اصحاب کی طرف اسکو منسوب کیا ہے
صاحب ہدایہ فرماتے ہیں اصح یہ ہے رفع یدین کرے پھر تکبیر کہے گا صاحب بحر وغیرہ نے اسکو اختیار کیا
امام شافعی کا رجحان بھی اسی طرف ہے اور یہ کہ اس قول کے دو مطلب ہیں ایک تو یہ
کہ رفع کرتے ہوئے ہاتھ کانوں تک لیجائے اور پھر تکبیر شروع کرے اور تکبیر کہتے ہوئے نیچے کو لائے
دوسرا یہ کہ ہاتھ کانوں تک لیجانے کے بعد تکبیر کہے اور ہاتھ اسی جگہ باقی رہے اور جب تکبیر ختم کرے
تو پھر نیچے کو ہاتھ لائے اور یہی دونوں قول امام شافعی سے مروی ہیں تیسرا قول امام شافعی کا
یہ ہے کہ ابتداء تکبیر بعد ابتداء رفع کے ہو اور انتہاء تکبیر انتہاء رفع کے ساتھ ایصال کیسا ہو کر کے
چوتھا قول یہ ہے کہ ابتداء رفع تو ابتداء تکبیر کیساتھ ہو اور پھر تکبیر جاری رہے جس جگہ ختم ہو جائے
انتہاء رفع۔ یا انتہاء ایصال کی قید نہیں اسی چوتھے مذہب کو ابو القاسم رافعی نے اختیار کیا۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ اولاً تکبیر کہے اور پھر رفع یدین کرے لیکن اس قول پر حافظ مطلع نہ ہوئے
اور کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کوئی قائل ہے علامہ شوکانی نے بھی حافظ کا اس بات میں اتباع
کیا۔ یہ تمام اقوال یعنی مقارنت، ایسے ہی پہلے تکبیر پھر رفع اور پہلے رفع پھر تکبیر تینوں قول
کی دلیل مسلم کے اندر موجود ہے چنانچہ ابن عمر کی حدیث سے مقارنت معلوم ہوتی اور ایسے ہی دوسرے
بھی دلائل موجود ہیں۔ اب سنیئے کہ رفع یدین کی حکمت کیا ہے؟ اسکے اندر علماء کے مختلف
اقوال ہیں۔ اول: سعید بن جبیر۔ ابن عمر کے نزدیک نماز کی زینت ہے۔ دوم: صاحب ہدایہ فرماتے
ہیں کہ نفی شرک کیلئے ہے۔ سوم: اعلام الصم کیلئے ہے۔ چہارم: اعظاماً للہ ہے یہ امام شافعی سے
منقول ہے۔ پنجم: استسلام و انقیاد کیلئے ہے۔ ششم: طرح دنیا کی طرف اشارہ ہے۔ ہفتم: استقبال
قبلہ کیلئے ہے۔ ہشتم: یہ بھی حسنہ ہے اور ہر انگلی پر دس نیکیاں ملیں گی۔ یہاں تک رفع یدین کے
مواضع اور ان کے اندر علماء کے اقوال اور رفع یدین کی مقدار اور اس کے اندر مذاہب علماء اور رفع
یدین کی تکبیر پر تقدیم و تاخیر اور اسکے اندر علماء کی آراء اور رفع یدین کی حکمت کا تذکرہ ہوگیا۔

اب مسئلہ رہ گیا دلائل کا، اس سے قبل اس مسئلہ کے اندر یعنی قبل الرکوع و بعد الرکوع رفع یدین
کے اندر حنفیہ مالکیہ ۔ اور شافعیہ حنابلہ دونوں فریق کے دلائل اور حنفیہ کی طرف سے ان دلائل
کے جوابات کیا ہیں ۔ اس کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیری کا مقالہ سنیئے جو فرماتے ہیں کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک رفع یدین بتواتر سند ثابت ہے لہذا اب یہ کلام کرنا غلط ہے
ایسے ہی رفع یدین بھی متواتر ہے لیکن عدم رفع کا تواتر سند آیا ہے اور رفع یدین کا تواتر طبقہ
ہے اسکے بعد آپ نے تواتر کی چار قسمیں بیان فرمائی متواتر سند ۔ تواتر طبقہ ۔ تواتر عمل تواتر
تواتر قدر مشترک ۔ تو تواتر طبقہ کا مطلب یہ ہے کہ اسکو ایک جماعت لیتی چلی آئی ہے چنانچہ
کوفہ اور بہت سے بلاد میں عدم رفع شائع تھا ایسے ہی مدینہ کے اندر بھی ترک رفع تھا چنانچہ
امام مالک نے اپنے عمل کی بنیاد اہل مدینہ کی روایات پر ڈالی اور مکہ کے اندر رفع یدین زیادہ تھا
امام شافعی چونکہ مکہ میں رہا کرتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے عمل کی بنیاد مکہ والوں کے
طریقہ پر ڈالی جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ رفع یدین کے اندر اختلاف
افضلیت کے اندر ہے لہذا اب ہمارا کام یہ ہے کہ دونوں قسم کی روایات کو سامنے رکھ کر ایک کو دوسرے
پر ترجیح دیں اب سنئے کہ حضرات شافعیہ جو رفع یدین کی افضلیت کے قائل ہیں وہ استدلال
کرتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس حدیث پر اعتراض کیا گیا اسکو ابن عمر سے نقل
کرنے والے دو ہیں حضرت نافع اور حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر ہیں اور اس حدیث کو حضرت سالم
مرفوعاً اور حضرت نافع موقوفاً نقل کرتے تھے لیکن علامہ عینی نے نقل کیا امام کی روایت [illegible]
شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نافع کی روایت میں بھی ان کے شاگردوں کے اندر اختلاف ہے بعض اسکو مرفوعاً
اور بعض اسکو موقوفاً نقل کرتے ہیں ۔ امام بخاری نے رفع کی روایت کو اور امام ابوداؤد نے عدم رفع
کی روایت کو راجح قرار دیا ہے ۔ دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ ابن عمر کی روایت میں متن کے اندر بھی
اضطراب ہے امام مالک نے موطا کے اندر اس روایت کو نقل کیا اور صرف دو جگہ رفع یدین کو ذکر کیا ایک
تکبیر تحریمہ کے اندر اور ایک رکوع سے سر کو اٹھاتے وقت ۔ ایسے ہی یحیی بن یحیی لیثی ۔ یحیی بن بکیر امام شافعی وغیرہ
نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور صرف دو جگہ رفع یدین کو ذکر کیا ۔ اور امام مالک سے خارج از موطا جو
روایت منقول ہے اس میں تینوں جگہ رفع مذکور ہے تکبیر تحریمہ کے وقت ۔ رکوع میں جاتے وقت
اور رکوع سے اٹھتے وقت ایسے ہی امام محمد ۔ عبد اللہ بن وہب ۔ اسحاق حنینی نے جو روایت نقل کی ہے اسکے
اندر بھی تینوں جگہ رفع مذکور ہے ۔ لیکن ابوداؤد کے اندر امام مالک سے جو روایت منقول ہے اس
کے اندر عند الرکوع رفع منقول نہیں حضرت سہارنپوری فرماتے ہیں کہ یہ رواۃ کا تصرف ہے ۔
شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں تصرف رواۃ سے سمجھا تھا لیکن اب یہ بات محقق ہو گئی ہے کہ یہ من باب
تنوع العبادات ہے ۔ ~~[illegible]~~
~~[illegible]~~ ابن عمر کی اس حدیث پر امام طحاوی نے اعتراض فرمایا کہ مجاہد سے مروی
ہے انہوں نے فرمایا کہ میں ابن عمر کے ساتھ دس سال رہا ہوں کبھی بھی انہوں نے رفع یدین نہیں کیا لہذا اسکا

790 معلوم ہوا رفع یدین منسوخ ہے۔ حاکم بن عبداللہ نے امام طحاوی کا معارضہ کیا اور کہا طاؤس نے ۴۵/۱۸
ابن عمر سے یہ نقل کیا ہے رفع یدین انہوں نے فرمایا ابن الہمام کا قول صحیح نہیں ہے بلکہ تنوع عبادات
پر محمول ہے ایسے ہی ابوبکر بیہقی نے ابن عمر کی اس حدیث کو نقل کر کے یہ زیادتی کی ہے فما زالت
تلک صلوٰتہ حتی لقی اللہ اس کے متعلق علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں اس زیادتی کی بنا پر امام طحاوی کے
نسخ کا قول باطل ہو گیا ہے حافظ جمال الدین زیلعی، حافظ عسقلانی، علامہ سراج الدین بن ملقن
ان سب نے ان کا اتباع کیا ہے۔ لیکن علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں یہ زیادتی باطل ہے کیونکہ
اس کے اندر عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ راوی ہے اور عبداللہ ذہبی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ سلیمانی
نے اس کو حدیث کے بارے میں متہم قرار دیا دوسرے علماء ان کے بارے میں لکھتے ہیں یہ روی الموضوعات
موضوع الحدیث ایسے ہی اس حدیث کا دوسرا راوی احمد بن محمد الصفار ہے اس کے متعلق علامہ عقیلی
لکھا ہے کہ وہ باطل روایت نقل کرتا ہے یحییٰ القطان فرماتے ہیں یہ موضوع حدیث کرتا ہے اور فرمایا
ہو کذاب اور ان دو کے علاوہ کسی نے بھی اس روایت کو نقل نہیں کیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ راوی کو
وہم ہو گیا در اصل بات یہ ہے کہ بخاری کے اندر حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت ہے جس کے اندر حضور
نماز کی تکبیرات انتقالات کو ذکر کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ فما زالت تلک صلوٰتہ الخ
تو وہاں سے اس ٹکڑے کو راوی نے دوسری جگہ جوڑ کر دیا۔ ایک بات اور قابل ذکر ہے مسند حمیدی
کے اندر ایک روایت ذکر کی گئی حدثنا الزہری قال اخبرنی سالم بن عبداللہ عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ
من الرکوع فلا یرفع ولا یرفع بین السجدتین تو اس حدیث کو حنفیہ اپنے استدلال میں
پیش کرتے ہیں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب محدث اعظمی فرماتے ہیں اس حدیث میں کسی قسم کی تحریف
نہیں کیا لیکن عبد حنفیہ کے نزدیک اس نسخہ میں گڑبڑ معلوم ہوتی ہے اور فلا یرفع زیادہ
معلوم ہوتا ہے۔ سفیان بن عیینہ سے جزء رفع الیدین بخاری کے اندر بھی روایت منقول ہے

یہ ابن عمر کی حدیث کے متعلق دو باتیں ہو گئیں ایک یہ اسناد میں اضطراب ہے اور ایک یہ اس متن
میں اضطراب ہے تیسری بات یہ ہے کہ ابن عمر سے ابوبکر بیہقی نے نقل کیا ہے پہلی مرتبہ آتے رفع کیا اور
پھر رفع نہیں کیا حاکم بن عبداللہ فرماتے ہیں جرح و تعدیل کے لئے تو اس حدیث کو ذکر کرنا صحیح ہے
لیکن احتجاج کے لئے ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ صاحب مواہب لطیفہ فرماتے ہیں یہ حدیث جب رد کی جاتی
ہے جب کہ اسکو مالک سے روایت کرنے والا مطعون ہو ورنہ ٹھیک ہے۔ یہ کلام تو تھا ابن عمر کی حدیث کے متعلق
امام شافعی اور شافعیہ کا اول مستدل تو یہ حدیث ابن عمر تھی دوسرا مستدل ان کا حضرت وائل بن حجر
اور مالک بن الحویرث کی روایت ہے اس کے اندر رفع یدین کا ثبوت ہے ہم کہتے ہیں رفع یدین
ثبوت سے ہم کو انکار نہیں بلکہ ہمارا سوال یہ ہے کہ حضور کی مواظبت ثابت کرو اور یہ ثابت نہیں
آپ نے رفع یدین پر مواظبت اور مداومت آخر عمر تک فرمائی ہے۔ ابراہیم نخعی کے سامنے وائل کی

790 کی حدیث پیش کی گئی تو ہنس کر فرمایا اگر عمرو بن وائل نے ایک مرتبہ آپ کو رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت
ابن مسعود نے پچاس مرتبہ ترک رفع کرتے دیکھا ہے تیسرا استدلال شافعیہ کا حضرت ابو حمید ساعدی
کی حدیث ہے جو سنن ابی داؤد کے اندر اس سند کیساتھ موجود ہے عن عبد الحمید بن جعفر
عن محمد بن عمرو بن عطاء سمعت ابا حمید الساعدی الخ ابن قطان اور امام طحاوی نے اس
حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ منقطع ہے کیونکہ اسکو محمد بن عمرو سے نقل کرنے والے عطاف بن خالد ہیں
اور محمد بن عمرو اسکو نقل کرتے ہیں رجل مبہم سے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن عمرو کا لقاء ابو حمید سے
ثابت نہیں بلکہ ایک دوسرا رجل درمیان میں واسطہ ہے اور اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے
کہ اس کے اندر روایت کرنے والوں میں ابو قتادہ بھی ہیں اور ان کا انتقال حضرت علی کی
خلافت کے زمانے میں ہو گیا تھا اور محمد بن عمرو نہایت کم سن تھے جس سے صاف معلوم
ہو گیا کہ محمد بن عمرو کا لقاء نہ ابو حمید سے ثابت اور نہ ابو قتادہ سے لہذا یہ حدیث منقطع ہے
علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ ابن حزم اور دوسرے بہت سے لوگوں نے انقطاع کا قول کیا ہے
ایسے ہی اس حدیث کی دوسری سند کے اندر عیسی بن عبد اللہ ہیں وہ روایت کرتے ہیں
محمد بن عمرو سے اور وہ روایت کرتے ہیں عباس بن سہل سے اور وہ ابو حمید ساعدی سے
اس سے بھی معلوم ہوا کہ محمد بن عمرو بن عطاء اور ابو حمید کے درمیان واسطہ ہے لہذا اتصال کا
قول کرنا غلط ہے بلکہ یہ حدیث منقطع ہے حافظ عسقلانی نے جواب دیا کہ دراصل محمد بن عمرو
دو ہیں عطاف بن خالد جس محمد بن عمرو سے نقل کرتے ہیں وہ تو محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں اور
واقعی صغیر السن تھے لہذا انکی حدیث تو منقطع ہے لیکن عبد الحمید بن جعفر جس محمد بن عمرو
سے نقل کرتے ہیں وہ محمد بن عمرو بن عطاء ہیں اور یہ تابعی کبیر ہیں لہذا اس حدیث کو منقطع
کہنا غلط ہے علامہ انور شاہ کشمیری حضرت سہارنپوری نے حافظ کے اس قول پر اعتراض
فرمایا اور کہا کہ یہ کہنا کہ عطاف بن خالد [illegible] محمد بن عمرو بن علقمہ سے روایت کرتے ہیں
یہ غلط ہے بلکہ یہ بھی محمد بن عمرو بن عطاء ہی سے روایت کرتے ہیں کیونکہ ابو داؤد کے اندر
صراحۃ ابن عطاء کا ذکر ہے لہذا حافظ نے جو جواب دیا وہ صحیح نہیں ہے اب امام بیہقی جواب
دینے کیلئے تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ کہنا امام طحاوی کا کہ ابو قتادہ کا انتقال حضرت علی
کی خلافت میں ہو گیا تھا یہ غلط ہے دراصل یہ شاذ قول امام شعبی سے منقول ہے صحیح یہ ہے کہ ان کا
انتقال ۵۴ھ میں ہوا چنانچہ حافظ ابن عبد البر اور دیگر شارحین اسی طرف مائل ہیں۔
یہ تو اعتراض انقطاع کا امام طحاوی کی جانب سے اس حدیث پر تھا۔ علامہ ابن قطان نے
اس ابو حمید ساعدی کی حدیث پر یہ اعتراض کر دیا کہ یہ حدیث مضطرب ہے کیونکہ بعض نے
اسکو ایسے نقل کیا عن محمد بن عمرو سمعت عشرۃ من اصحاب الخ عطاف بن خالد اسطرح روایت
کرتے ہیں عن محمد بن عمرو عن رجل من اصحاب الخ عیسی بن عبد اللہ آتے ہیں تو وہ اسطرح نقل کرتے ہیں
عن محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس بن سہل عن عشرۃ الخ عتبہ بن حکیم اسکو ایسے روایت کرتے ہیں

عن عقبة بن حکیم [struck out] عن عباس بن سہل الخ لہذا یہ حدیث قابل احتجاج نہیں ہے
چوتھا مستدل شافعیہ کا حضرت علی کی روایت ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی
الصلوة المکتوبة رفع یدیہ حذو منکبیہ ویصنع مثل ذالک اذا قضی قرأتہ واراد ان یرکع ویصنع اذا رفع
اس حدیث کا جواب امام طحاوی نے فرمایا اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے بروایت ابوبکر بن عبداللہ
النہشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ نقل کیا ہے حضرت علی کو دیکھا ہے رفع یدیہ فی اول تکبیرة ولم یعد ۔ اس پر
اعتراض کیا گیا کہ ابوبکر نہشلی ضعیف ہے اسکا جواب دیا گیا ہے وہ مسلم کے راوی ہیں ۔ ابن معین نے
ان کی توثیق کی ہے ایسے ہی عاصم بن کلیب کی بھی توثیق کی ہے ۔ عثمان بن سعید دارمی نے ابوبکر نہشلی
کی حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے یہ ممکن نہیں ہے حضرت علی حضور سے ثابت شدہ عمل کی مخالفت کریں اور صرف
ایک مرتبہ رفع یدین کریں لہذا معلوم ہوا یہ روایت جو نقل کی ہے ضعیف ہے ۔ ابن دقیق العید فرماتے
ہیں یہ دارمی کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ ممکن ہے یہ عثمان دارمی کا فہم ہے پہنچے گئے ہیں حضور کے عمل کی جب
انہوں نے مخالفت کی تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضور کا یہ عمل منسوخ ہو گیا ہے ۔ دوسرا اعتراض اس
مستدل والی حدیث پر یہ کیا گیا ہے اسکو نقل کیا ہے عبدالعزیز بن ماجشون نے بھی نقل کیا اور اس کے اندر
اذا قام الی الصلوة المکتوبة کا اضافہ ہے ابن صاعد کہتے ہیں یہ موسی بن عقبہ اس زیادتی کے ساتھ متفرد ہیں
شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ موسی بن عقبہ کے علاوہ کے اندر بھی یہ زیادتی موجود ہے ایسے ہی یہ روایت
مسلم کے اندر ہے اور اسمیں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے لہذا معلوم ہوا موسی بن عقبہ اس میں کیسے
متفرد ہیں ۔ پانچواں مستدل شافعیہ کا انس بن مالک کی روایت ہے جو ابن ماجہ کے اندر موجود ہے
اس کے اندر بھی رفع یدین کا ثبوت ہے لیکن وہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ عبدالوہاب اسکا ایک راوی ہے
جو متفرد ہے امام طحاوی فرماتے ہیں یہ حفاظ نے اس حدیث کو موقوفاً نقل کیا ہے یہ پانچوں دلائل تھے
شافعیہ کے اب حنفیہ کے دلائل سنو! ۔ **دلیل اول** :۔ امام احمد ۔ ابوبکر بن ابی شیبہ ۔
امام ابوداؤد ۔ امام ترمذی اور ایسے ہی دوسرے حضرات نے نقل کیا ہے حدثنا وکیع عن سفیان الثوری
عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبداللہ بن مسعود قال قال لنا ابن مسعود
الا اصلی بکم صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا مرة واحدة اس حدیث پر
ابن المبارک نے اعتراض کیا ہے یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابن عمر کی حدیث ثابت ہے ۔ اسکا جواب
علامہ شوق نیموی وغیرہ نے دیا ہے ابن مسعود سے دو روایتیں منقول ہیں ایک تو حکایة الفعل ہے
اور ایک روایت قولی ہے اس نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ رفع کیا اور پھر ہاتھ نہیں اٹھایا تو ابن
مبارک کا اعتراض حدیث قولی کے متعلق ہے حدیث فعلی کے متعلق نا ممکن ہے ۔ کیونکہ ابن مسعود کے
مسلک میں سب کا اجماع ہے اور وہ ایک مرتبہ رفع یدین کرتے تھے ۔ بعض فضلاء نے بیان کیا ابن مسعود
کی اس حدیث کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مطلب بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا لم یرفع یدیہ الا
مرة واحدة اور مطلب بھی تفصیل سے موجبہ جزئیہ کی اور ابن عمر کی حدیث موجبہ جزئیہ ہے

790 دوسرا اعتراض اس حدیث پر یہ ہے کہ حاکم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلیب ضعیف ہے اور وہ احادیث ۷۵/۱۸
کے اندر اختصار کرتے ہیں ایسے ہی الصحیحین کے اندر کوئی حدیث نہیں ہے۔ علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں
حاکم کا یہ قول بالکل غلط ہے کیونکہ صحیح مسلم کے اندر باب الہدی میں حضرت علی کی روایت کو انہوں نے نقل
کیا ہے نیز ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ تیسرا اعتراض اس حدیث پر یہ کیا گیا کہ حافظ علامہ
زکی الدین ابو محمد منذری نے مختصر سنن ابی داود سے نقل کیا ہے کہ عبد الرحمن بن الاسود کا لقاء علقمہ
سے ثابت نہیں ہے۔ ابن دقیق العید مالکی شافعی فرماتے ہیں کہ علامہ شیخ ابو محمد منذری نے جو یہ کہا کہ
عبد الرحمن بن اسود کا لقاء ثابت نہیں یہ قول کسی قائل مجہول کا ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے اس حدیث
کو مراسیل میں ذکر نہیں کیا اگر لقاء ثابت نہ ہوتا تو مراسیل کے اندر ذکر کرتے۔ خطیب بغدادی نے
اپنی کتاب کے اندر یہ تصریح کی ہے کہ ان کا لقاء علقمہ سے ثابت ہے لہذا یہ حدیث اب انقطاع سے سالم
ہو گئی ہے اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ ابن مسعود کی حدیث بالکل صحیح ہے اور ثابت ہے۔

چوتھا اعتراض اس حدیث پر یہ ابن قطان نے کیا کہ اگرچہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن اسکے
اندر لا یعود اور ثم لا یعود یہ وکیع کو وہم ہو گیا۔ امام ابو الحسن دارقطنی فرماتے ہیں کہ وکیع صرف اسکے
ساتھ منفرد نہیں بلکہ احمد بن حنبل۔ ابن نمیر۔ ابوبکر بن ابی شیبہ کسی نے اس لفظ کو نقل صحیح نہیں کیا
اس پر علامہ شوق نیموی نے اعتراض کیا اور فرمایا کہ یہ کہنا کہ کسی نے نقل نہیں کیا بالکل غلط ہے اسکو
بر جم احمد بن حنبل۔ ابن نمیر وغیرہ سب نے نقل کیا چنانچہ یہ روایت مسند احمد۔ مسند ابن ابی شیبہ اور
دوسری کتب میں موجود ہے جیسا کہ دلیل اول کے شروع میں ذکر کیا گیا۔ بلکہ ابو داود۔ ترمذی
هناد۔ محمود بن غیلان۔ علی وغیرہ اتنے سب سفیان ثوری کے متابع ہیں تو کیا اعتراض وارد
ہوا

ویسے ہی ابو داود کی ایک دوسری سند کے اندر محمد بن جابر ایک راوی ہیں اگرچہ ان کی بھی تضعیف کی
ہے لیکن سفیان ثوری جیسے اجلہ لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ ایک اعتراض ہوا کہ ابن
مسعود کو نسیان واقع ہو گیا اپنی روایت کے اندر۔ سب سے پہلے ابو بکر بن اسحاق الفقیہ نے
اس اعتراض کو ایجاد کیا اور ابو بکر بیہقی اور دیگر لوگوں نے ان کا اس اعتراض میں اتباع کیا
اور پھر غیر مقلدوں نے اسکو اچھالنا شروع کیا۔ لیکن یہ سراسر غلط اور بیہودہ بات ہے
یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دن کے اندر پانچ نمازیں اور ہر نماز کے اندر تین چار دفعہ رفع کی
نوبت آتی ہے تو کیا وہ حدیث اسکو نقل کرنے کا جو عدد بھول گئے حالانکہ ہجرت کے بعد
وہ آپ کے ساتھ دس سال تک رہے اور ہجرت سے پہلے بھی کافی عرصہ ساتھ رہا اور
چھٹے مسلمان ہیں۔ بلکہ اس حدیث کی تصحیح ابن حزم۔ دارقطنی۔ ابن قطان۔
علامہ تیمیہ اور علامہ انور شاہ کشمیری نے جمہور مالکیہ سے نقل کی ہے

**دوسری دلیل** :- حنفیہ کی پیش کردہ یہ ہے کہ براء بن عازب سے مروی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ یزید بن زیاد
اس کے ساتھ متفرد ہیں ان کو تلقین کی گئی ہے ثم لا یعود کی۔ لیکن یہ محض احتمال ہے اس لئے استدلال
پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ **دلیل ثالث** :- عن عبداللہ بن عون الخراز عن مالک عن الزہری عن
سالم بن عبداللہ بن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود
اس پر حاکم نے یہ اعتراض کیا کہ یہ حدیث موضوع ہے لیکن صاحب مواہب لطیفہ نے اعتراض کیا
کہ عبداللہ بن عون ثقہ ہیں لہذا آپ کا قول بلا دلیل ہے۔ اب اس پر ایک اعتراض یہ وارد ہوا کہ
پہلے تو ابن عمرؓ کی حدیث سے معلوم ہو چکا کہ رفع یدین تین مرتبہ ہے اور اس حدیث کے اندر صرف
ایک مرتبہ کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ من باب تنوع العبادات ہے۔ **دلیل رابع** :- عن عباد
بن زبیر مرسلاً کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ اول مرۃ۔ ابن دقیق فرماتے ہیں کہ یہ تو
مرسل ہے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں مراسیل معتبر ہیں اور مقبول ہیں۔ **دلیل خامس** :- ابن عمر
اور ابن عباس (مسعود) سے بیہقی نے مرفوعاً اور موقوفاً ذکر کیا ہے لا یرفع الایدی الا فی سبع مواطن اور ان میں صرف
رفع یدین تکبیر تحریمہ کا ہی ذکر ہے۔ یہ تو ہمارے دلائل تھے پانچ دلیلیں شافعیہ کی اور پانچ دلیلیں ہماری
مذکور ہوئیں اس کے علاوہ اور بہت سے دلائل ہیں جو ایک رسالہ کے اندر موجود ہے۔
اب چند مویدات اور حنفیہ کے مسلک کے سنئے :- عمر بن خطاب۔ علی بن ابی طالب کا اثر نقل کیا گیا ہے
کہ انہوں نے رفع نہیں کیا۔ اسود بن یزید عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ صلی وعلم یرفع یدیہ الا مرۃ
ابن سعد نے طبقات کے اندر لکھا ہے کہ اسود حضرت عمر کے ملازم تھے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابن حجر نے یہ حدیث صحیح ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں
حاکم بن عبداللہ نے اس حدیث کا معارضہ کیا اور کہا کہ طاؤس نے نقل کیا ہے کہ رفع کرتے تھے ابن عمر
ہم کہتے ہیں کہ ان کے اس نقل سے ہمارے اس اثر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ علامہ مجد الدین صاحب
سفر السعادہ نے لکھا ہے کہ رفع یدین کے سلسلہ میں چار سو اثر اور خبر مروی ہیں۔ علامہ
انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ وما قالہ فی سفر السعادۃ باطل۔ حافظ عراقی نے لکھا ہے کہ پچاس
صحابہ سے اس سلسلہ میں روایت مروی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ تیرہ صحابہ سے
مروی ہے علامہ شوکانی نے بیس کا قول کیا کہ بیس صحابہ سے مروی ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ
اگر ان صحابہ کی چھان بین کی جائے تو مشکل سے پانچ صحابی نکلیں گے اول تو یہ کہ روایت میں آتا
کہ عن عشرۃ من الصحابۃ الخ حالانکہ یہ بات محقق ہے کہ ان عشرہ میں صحابہ کرام صرف پانچ ہیں
اور ان کو کوئی دس سمجھ لیا ہے اس کے علاوہ اور بھی توجیہات و خیالات ہیں۔ ابن عباس کہتے
نقل کیا ہے کہ ہزار صحابہ کو پایا کہ وہ رفع کرتے تھے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ابن عمر کے
الفاظ کو دیکھ بھی لیا تو صحابہ کرام تو ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے باقی لوگ کیا کرتے تھے۔
فریق مخالف نے ایک اعتراض یہ کیا کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ حرکت نماز کے خلاف ہے حالانکہ عید کا

کے اندر تم لوگ بھی رفع یدین مجبوراً بند کرتے ہو وہاں سکون کی رعایت کیوں نہیں۔ اسکا جواب یہ ہیکہ
عیدین کے اندر تمام روایات متفق ہیں کہ اس میں رفع یدین ہے بخلاف دوسری نمازوں کے کہ
ان کے اندر رفع یدین کے ثبوت متعلق احادیث متعارض ہیں البتہ عیدین کے اندر
تکبیرات کی تعداد میں اختلاف ہے اور ان تکبیرات کے اندر ہم نے اقل پر عمل کیا تاکہ حرکت زیادہ
نہ ہو ورنہ بعض روایات میں چھ سے زیادہ تکبیرات منقول ہیں۔ جب دونوں کے دلائل سے فریقین
حنفیہ کے بیان ہو چکے تو اپنے دلائل کی چند وجوہ ترجیحات اور سنئے۔ **اول** وجہ ترجیح یہ ہیکہ
جو روایت اوفق بالقرآن ہوتی ہے اس پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ حنفیہ اسی قاعدہ پر عمل کرتے ہیں اور
قرآن پاک کے اندر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وقوموا للہ قانتین اور قنوت سے سکوت مراد ہے لہذا سکوت
اور سکون رفع یدین کے ترک میں ہوگا اور یہ مسلک احناف [رفع یدین] کو قرآن سے ثابت کرنا نہیں بلکہ اسکے مطابق کے
موافق عمل کرنا ہے۔ **ثانی** وجہ ترجیح یہ ہیکہ نماز حرکات سے سکون کی طرف آئی ہے پہلے نماز کے اندر
چلنا۔ بات کرنا۔ تھوکنا وغیرہ سب جائز تھا اور اب حکم ہے کہ کوئی فعل ایسا نہ ہو جو خشوع و سکون
کے منافی ہے لہذا ترک رفع یدین اولیٰ ہے۔ **ثالث** وجہ ترجیح یہ ہیکہ قاضی ابو الولید باجی فرماتے
ہیں کہ نماز کے اندر جتنی تکبیرات ہیں ان سب کے ساتھ ایک فعل یعنی انتقال ساتھ لگا ہوا ہے مثلاً رکوع سے
اٹھنا۔ قومہ سے سجدہ کی طرف جانا۔ سجدہ سے جلسہ کی طرف منتقل ہونا وغیرہ وغیرہ اور ان سب افعال
کیساتھ تکبیر ہے بخلاف تکبیر تحریمہ کے اس کے ساتھ کوئی فعل نہیں تو وہاں ضرورۃً رفع یدین کو ملا دیا
**رابع** وجہ ترجیح یہ ہیکہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک رفع یدین عند التحریمہ ہے اور ایک عند الرکوع
والرفع منہ۔ اور ایک بین السجدتین ہے اول یعنی عند التحریمہ تو رفع مجمع علیہا ہے اور بین السجدتین
ثابت نہیں اب رہ گیا عند الرکوع والرفع منہ اب دیکھو کہ اسکو کس کیساتھ مناسبت ہے
اس رفع کو رفع بین السجدتین کیساتھ مناسبت ہے اور جب وہ ثابت نہیں تو اسکا مناسب بھی
ثابت نہیں ہے۔ **خامس** وجہ ترجیح یہ ہیکہ روایات فعلیہ اس بارے میں متعارض ہیں لیکن
اور قولیہ متعارض ہے نہیں بلکہ حضور کا قول ہے لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن اسکے معارض
دوسرا قول کوئی نہیں لہذا روایات قولیہ راجح ہوں گی۔ **سادس** وجہ ترجیح یہ ہیکہ جب قول
و فعل میں تعارض ہو تو قول راجح ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ
رفع یدین آپ سے تمام عمر ثابت ہے یا نہیں اور تمام عمر ثابت نہیں۔ اسپر علامہ مجد الدین صاحب سفر السعادۃ
نے اعتراض کیا اور بیان کیا کہ عشرہ مبشرہ سے مروی ہے کہ تمام عمر ثابت ہے۔ علامہ ہاشم سندی
تتوی اپنی کتاب کشف الرین کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ میں سے کسی کا ثابت نہیں ہے
حاکم بن عبد اللہ نے بھی عشرہ مبشرہ سے اس رفع کو نقل کیا لیکن ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اس کے
اندر نظر ہے۔ ابوبکر بیہقی نے ایک حدیث نقل کی کہ حماد بن زید نے رفع یدین کیا اور انہوں نے نماز
سیکھی ایوب سختیانی سے اور انہوں نے سیکھی عطاء بن رباح سے اور انہوں نے سیکھی ہے نماز
عبد اللہ بن زبیر سے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اور انہوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اور انہوں نے اللہ رب العزت سے تو معلوم ہوا کہ رفع یدین ملأ اعلیٰ سے ۲۵/۱۸
اور عرش و کرسی سے چلا آرہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ تمام سند اوپر
تک ان کے اندر ہے رفع یدین کو اس کے بیان میں گم کرنا مقصود نہیں ہے۔ تمیم ابن طرفہ جابر بن سمرۃ
سے نقل کرتے ہیں کہ کنا نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان یشیر احدنا فی الصلوۃ عند السلام فقال
مالکم ترفعون ایدیکم انما یکفی احدکم ان یقول ھکذا او ھکذا ایسے ہی عبداللہ بن قبطیہ نقل کرتے ہیں جابر بن
سمرہ سے خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن رافعوا ایدینا فی الصلوۃ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم
کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ ہمارے احباب ان دونوں روایتوں سے استدلال کیا
امام بخاری نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ تو سلام کی جگہ میں وارد ہیں رفع یدین کے بارے میں نہیں ہیں
حافظ جمال الدین زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں جیسا کہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے
کیونکہ ایک میں خرج علینا الخ اور ایک میں کنا نصلی الخ ہے اور جب دونوں الگ الگ ہیں تو عبداللہ
بن قبطیہ کی حدیث رفع یدین کے بارے میں ہے اور تمیم بن طرفہ کی روایت سلام کے بارے میں ہے
نیز اگر عبداللہ بن قبطیہ کی روایت سلام کے بارے میں ہوتی تو اسکنوا فی الصلوۃ نہ فرماتے بلکہ
اسکنوا فی السلام فرماتے لہذا دونوں کو یکجا بنا کہ سلام کے بارے میں ہیں صحیح نہیں ہے

796 وعنہ انہ رای الخ عن وائل بن حجر انہ رای الخ عن سہل بن سعد قال عن ابی ہریرۃ قال الخ

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جلسہ استراحت مسنون ہے لیکن اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ ۲۳
حضرت امام شافعی کا قول مشہور یہ ہے کہ مستحب ہے یہی امام احمد کی روایت ہے جس کو خلال نے نقل
کی اور اسی کو انہوں نے معمول بنا قرار دیا ہے۔ امام صاحب امام مالک۔ اسحاق بن راہویہ
اور فقہاء جمہور صحابہ امام شافعی کا ایک قول۔ امام احمد کا مشہور قول جس کو مشہور حنبلی علامہ خرقی
نے پسند کیا وہ یہ ہے کہ مسنون و مستحب نہیں ہے۔ شیخ ابو اسحاق مروزی شافعیہ سے یہ بھی فرماتے ہیں
اگر وہ شخص ضعیف و لاغر ہے تو مستحب ہے ورنہ نہیں۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اس قول کی بناء پر
احادیث کے اندر جمع ہو گئیں۔ جو لوگ اس کے مسنون ہونے کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اسی متن
والی روایت سے۔ اور جمہور استدلال کرتے ہیں حضرت ابن مسعود و ابن عمر کے مذہب سے اور ترمذی
حضرت علی سے منقول ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھض علی صدور قدمیہ۔ نعمان بن ابی عیاش کہتے
ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا کہ وہ صدور قدمین پر اٹھتے تھے اور جلسہ استراحت نہیں
کرتے تھے۔ اور جمہور ان لوگوں کے استدلال کا جواب دیتے ہیں کہ وہ حالت عذر پر محمول ہے کہ آپ
ضعف کی وجہ سے جلسہ استراحت فرمایا کرتے تھے چنانچہ حافظ ابن حجر نے ایک حدیث نقل کی جس کا
مطلب یہ ہے کہ حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ میرے ساتھ جلدی نہ کیا کرو میں بھاری بدن ہو گیا ہوں۔

797 اسی سے استدلال کیا عدم استحباب پر دوسری حدیث وائل بن حجر کی ہے اس مسئلہ میں اختلاف ۲۴
ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھوں کا ارسال کرے یا وضع کرے۔ حضرت ابوبکر حضرت علی حضرت ابوہریرہ اور
حضرت عائشہ امام صاحب امام شافعی امام احمد ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ وضع الیمنی علی الیسری ہوگا

797 امام مالک کا مذہب ہے کہ ارسال کرے۔ لیث بن سعد کہتے ہیں کہ ارسال کرے اور اگر تھک جائے 45/24
تو امام وہ شمار و اشعر کیلئے ہاتھ باندھ لے۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ وہ مخیر ہیں چاہے ارسال اور وضع
جو لوگ ارسال کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اس حدیث سے جو اعرابی یعنی خلاد بن رافع کی نماز کی
جسکا نام "حدیث المسیئ" ہے اسکے اندر حضور نے وضع کا ذکر نہیں فرمایا۔ جمہور استدلال کرتے ہیں
وائل بن حجر، سہل بن سعد کی حدیث سے۔ ایسے ہی قبیصہ بن ہلب طائی اپنے باپ سے وضع کی حدیث
روایت نقل کرتے ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ارسال اور وضع کے اندر اختیار ہے وہ لوگ کہتے ہیں
بعض احادیث سے ارسال اور بعض سے وضع معلوم ہوتا ہے لہذا دونوں میں جمع کی صورت یہی
ہے کہ اختیار دیدیا جائے۔ جمہور کہتے ہیں کہ حدیث المسیئ کے اندر صرف واجبات کا ذکر ہے اور
ارسال یا وضع واجب نہیں ہے اسلئے وہ مذکور نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ اسی حدیث کے اندر
یہ ہے کہ وضع یدین ہوگا کس جگہ؟ حضرات امام صاحب، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ کے
نزدیک تحت السرہ ہوگا۔ ابو اسحاق مروزی شافعی کا مذہب بھی یہی ہے ابن المنذر نے
ابراہیم نخعی سے بھی اسی مذہب کو نقل کیا ہے۔ امام شافعی کا مشہور مذہب ہے کہ تحت الصدر
اور فوق السرۃ ہو۔ حضرت علی کی دو روایتیں ہیں ایک فوق السرہ۔ اور ایک تحت السرہ
امام احمد سے تین روایتیں ہیں ۱ تحت السرہ ۲ تحت الصدر فوق السرہ ۳ دونوں کے اندر
اختیار ہے دلیل پیش کرتے ہیں کہ تحت السرہ اور فوق السرۃ کے بارے میں کوئی حدیث
ثابت نہیں ہے اسوجہ سے دونوں کے اندر اختیار ہے۔ جو لوگ تحت الصدر فوق السرہ کے
قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں وائل بن حجر کی حدیث سے جسمیں ہے انہ وضع الیمنی علی الیسری
فوق صدرہ ایسے ہی قبیصہ بن ہلب کی روایت میں بھی فوق الصدر کی زیادتی ہے۔
ہمارے احناف استدلال کرتے ہیں وائل بن حجر کی ایک حدیث سے جسکے متعلق علامہ شوق نیموی
فرماتے ہیں کہ رواہ ابن ابی شیبۃ و اسنادہ صحیح۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وائل کی جس
حدیث سے دوسرے لوگوں نے استدلال کیا ہے اسکے اندر فوق صدرہ کی زیادتی صحیح نہیں ہے کیونکہ
امام بخاری نے فرمایا کہ اسکا راوی مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں
امام بخاری نے جسکو منکر الحدیث کہدیا اس سے روایت لینا حلال نہیں۔ ابو حاتم نے اسکو کثیر
الخطاء کہہ کر متہم کیا۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ شدید الخطاء۔ نیز ان کے دوسرے جو استاد
بھائی ہیں ان میں کسی نے یہ زیادتی نقل نہیں کی۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی
ابن خزیمہ نے تصحیح کی ہے ہم کہتے ہیں کہ ابن خزیمہ حافظ عسقلانی کے زمانے میں الف سے
زیادہ ضائع ہو گئی تھی۔ علامہ سیوطی کو اسکا ثلث حصہ بھی دستیاب نہ ہو سکا تو ان کے
بعد آنے والے علامہ شوکانی کو کیسے وہ نسخہ مل گیا جسکی بنا پر انہوں نے فرمادیا کہ ابن خزیمہ نے
تصحیح کی ہے چنانچہ امام نووی نے صرف اتنا اس حدیث کے متعلق لکھکر چھوڑ دیا کہ رواہ ابن خزیمہ
حالانکہ اگر اس نے تصحیح کی ہوتی تو رواہ کے بجائے صححہ لکھتے۔ اب رہ گئی دوسری حدیث

797 جس کو وہ لوگ استدلال کرتے ہیں وہ قبیصہ کی روایت ہے ہم کہتے ہیں اول اسکی اسناد کی یہ زیادتی صحیح 75/22
لیکن اسکے ساتھ صرف ایک راوی یحییٰ متفرد ہیں۔ ایسے ہی ایک راوی سماک ہیں جن کے علاوہ
بھی یہ زیادتی کوئی ان سے قبول ہی کرتے۔ اب ہم اپنے مستدلات کی طرف آتے ہیں ہمارے
مستدلات میں ایک حدیث وائل ابن حجر کی ہے جسکے متعلق قاسم بن قطلوبغا نے لکھا جسکی اسناد جید
اور علامہ شوق نیموی کا قول اسکے متعلق گذر چکا۔ رواہ ابن ابی شیبہ واسنادہ صحیح اسپر
ایک سند ہے کے طور پر یہ اعتراض کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت ہی کیا لیکن علامہ
شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے۔ ہمارا دوسرا استدلال ایک
روایت ہے جسکے اندر ہے ان من السنة وضع الاکف علی الاکف تحت السرہ۔ [illegible]
اسپر یہ اعتراض کر دیا اسکے اندر عبد الرحمٰن ابن اسحاق واسطی ضعیف ہے ہم کہتے ہیں اسکا
ابنا صحیح ہے البتہ اب یہ بات سنیئے کہ روایات کے اندر تعارض ہو گیا اب مسعود ہیں قیاس
کی طرف رجوع ہوگا تو چونکہ نماز سراسر عبدیت و عاجزی کا مقام ہے لہذا اسکے اندر وضع ید
تحت السرہ ہونا چاہیئے کیونکہ اسکے اندر اظہار عجز و عبدیت ہے تیسری حدیث سہل بن سعد کی ہے
جسکے اندر یہ مسئلہ ہے کہ ہاتھوں کو کیسے باندھے امام شافعی۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ بائیں ہاتھ
کو پہنچے کو دائیں ہاتھ سے پکڑے حنفیہ کی اسکے اندر چار صورتیں ہیں ۱ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی
کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے۔ ۲ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑے گا
۳ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھکر اسکو خنصر اور انگوٹھے سے پکڑ لے
۴ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے ظہر کف پر رکھے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

**عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلوۃ طول القنوت** رواہ مسلم 76/4

800 **القنوت** اسکے معنی لغت میں مختلف آتے ہیں ۱ الطاعة ۲ قیام ۳ سکوت ۴ خشوع ۵ دعا
امام نووی فرماتے ہیں کہ احادیث تک مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ اصحاب پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ یہاں قنوت سے
قیام مراد ہے اور اس سے یہ بات معلوم ہوگی کہ نماز کے اندر سب سے افضل جزء قیام ہے لیکن ائمہ کا اسبات
میں اختلاف ہے کہ تطویل قیام افضل ہے یا تکثیر رکوع و سجود۔ حضرت امام صاحب امام شافعی امام مالک کا
ایک قول یہ ہے کہ تطویل قیام افضل ہے امام محمد صاحب سے بھی یہی ایک روایت ہے نیز جمہور اصحاب کی طرف
اسکو منسوب کیا گیا ہے اسکے برخلاف دوسرا قول مالکیہ کا اور ابن عمر کا یہ ہے کہ تکثیر رکوع و سجود
افضل ہے امام محمد سے بھی اس قول کو نقل کیا گیا ہے تیسرا مذہب یہ ہے کہ رات کے اندر تطویل قیام
اور دن کے اندر تکثیر رکوع سجود افضل ہے یہ مختار ہے اسحاق بن راھویہ کا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ
دونوں برابر ہیں فضیلت کے اندر پانچواں قول یہ ہے کہ ان دونوں میں توقف ہے یہ مذہب امام احمد
کا ہے جو لوگ قیام کی افضلیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اس حدیث سے۔ نیز
اللہ تعالیٰ نے فرمایا قوموا للہ قانتین۔ قم اللیل الا قلیلا ویسے ہی حضرت مریم کو خطاب ہے واقنتی
لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین غرضکہ متعدد جگہ قرآن و حدیث میں قیام کا حکم فرمایا گیا ہے

800 نیز قیام کے اندر قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اور کلام پاک سب سے افضل ہے لہذا قیام ہی افضل ہوگا یہ اس کی وجہ ہے۔ اور جو لوگ رکوع سجود کی تکثیر کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں حدیث ۹۲ پر کہ حضرت ربیعہ بن کعب کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رات گذارتا تھا حضور کے پاس تو ایک رات میں وضو وغیرہ کا پانی اور مسواک جو چیزیں ضرورت کی تھیں وہ میں آپ کے پاس لایا آپ نے فرمایا سوال کر میں نے کہا اسئلک مرافقتک فی الجنۃ۔ اس پر آپ نے فرمایا فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔ نیز اصل مقصود نماز کے اندر سجدہ ہے اور قیام وسیلہ ہے اور مقصود اصل افضل ہوتا ہے وسیلہ سے۔ اور جو لوگ دونوں کے اندر مساوات کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں روایات سے کہ قیام کے اندر ذکر قرآن ہوتا ہے لہذا قرآن پاک کی وجہ سے نماز کے قیام کے اندر فضیلت ہوگئی اور سجود اپنی ہیئت کے اندر کمال تواضع عجز اور تفرع پر دال ہے لہذا احناف کی وجہ سے وہ افضل ہے قیام سے۔

801 **الفصل الثانی :- عن ابی حمید الساعدی قال فی عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم** ~~...~~ اس حدیث میں فرمایا فی عشرۃ ان دس کے اندر ایک محمد بن مسلمہ دوسرے ابو قتادہ ساعدی تیسرے سہل بن ساعدی ان تینوں کا نام مسند احمد میں ہے۔ ابوداود کے اندر موجود ہے چوتھے ابو ہریرہ اور پانچویں ہیں ابو حمید ساعدی ہیں لیکن دوسری روایت میں ہے فی عشرۃ منہم ابی حمید الساعدی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان دس کے اندر ہیں علامہ کشمیری کی رائے ہے کہ یہ ان دس میں داخل ہیں۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دسوں صحابہ تھے حالانکہ علامہ کشمیری نے ثابت کر دیا امام طحاوی کی ایک روایت سے کہ بعض ان میں صحابہ تھے اور بعض قبیلہ انصار کے تھے۔ **انا اعلمکم** اس پر اعتراض ہوا حضرت ابو حمید ساعدی تو صغار صحابہ میں سے ہیں ان سے بڑے بڑے حضرات مثلاً حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی حضرت علی حیدر جیسے اجلہ و کبار موجود تھے لہذا ان کا اعلمکم کہنا کیسے صحیح ہے
جواب۱ بعض ضعیف کے نزدیک چونکہ انہوں نے ان دس صحابہ کے سامنے یہ کہا تھا تو ہو سکتا ہے کہ ان کے مجمع میں سب سے زیادہ علم ان کو ہو اور حضرت ابو ہریرہ ان میں کے ساتھ ہوں تو یہ ان سے قدیم الاسلام ہوں
جواب۲ حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو ان لوگوں کے بعد کبار صحابہ کے بعد ہوئی ہے علامہ کشمیری کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ فرمانا مجلس خاص کے اعتبار سے ہے **ویضع یدیہ علی رکبتیہ** جمہور صحابہ و تابعین اور تمام خلف کا یہی مسلک ہے کہ رکوع کے اندر اپنے گھٹنوں پر دونوں ہاتھوں رکھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اس کے قائل ہیں کہ التطبیق مسنون ہے اس مسئلہ میں ان پر ابوبکر فقیہ نے یہ اعتراض کر دیا کہ ابن مسعود تطبیق کے افضل ہونے اور نسخ کو بھول گئے ہیں لیکن علماء نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی سے یہی منقول ہے کہ التطبیق مسنون ہے اور التطبیق کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کو ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان میں دبا نا۔ جمہور کہتے ہیں کہ التطبیق منسوخ ہے اور نسخ کی دلیل یہ ہے کہ سعد بن وقاص کی روایت ہے کہ کنا نفعل ذلک فنہینا عنہ۔ امام نووی نے شرح مہذب کے اندر تحریر فرمایا کہ اگر اب کوئی تطبیق کرے تو مکروہ ہے حافظ کی رائے ہے کہ مکروہ بھی نہیں ہے

801 فیقول سمع اللہ لمن حمدہ ۔ اس قبل حمزہ المدینی نے نقل کیا ہے کہ یہ ثابت الحمدہ کی طرح سکتہ 26/7
ہے شراحت سے اسکا کوئی ترجیح نہیں ہے اور انہوں مستصفی سے نقل کیا ہے کہ یہ ھنگا کنایہ ہے
وبیتی رجلہ الیسری امام صاحب اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ نماز میں بیٹھنے کا طریقہ افتراش ہے امام
مالک کا مذہب ہے کہ تورک افضل ہے خواہ ایسے قعدہ کے بعد سلام ہو یا نہ ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ
اگر اس قعدہ کے بعد سلام ہے تو تورک افضل ہے ورنہ نہیں ۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے کہ جو وہ
نماز جسکے اندر دو تشہد ہیں تو اسکے اندر اخری تشہد میں تورک کرے اور اگر اس نماز کے اندر
دو تشہد نہیں ہیں تو پھر افتراش کرے تورک نہ کرے جو لوگ تورک کے قائل ہیں وہ عبداللہ بن زبیر
کی حدیث سے اور جو لوگ افتراش کے قائل ہیں وہ حضرت عائشہ اور وائل بن حجر کی حدیث سے
استدلال کرتے ہیں اور تورک کا جواب یہ لوگ دیتے ہیں کہ وہ وقت ضعف کی وجہ سے کیا ۔
ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ چاہے تورک کرے اور چاہے افتراش کرے دونوں میں کوئی مضائقہ نہیں
کیونکہ دونوں بحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں واشار باصبعہ جمہور ائمہ اربعہ کے نزدیک
اشارہ کرے گا بعض حنفیہ نے حنفیہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کے یہاں اشارہ نہیں ہے لیکن یہ 18
غلط ہے بلکہ حنفیہ اشارہ کے قائل ہیں چنانچہ امام محمد موطا کے اندر اس حدیث مالک کو نقل کرنے کے
بعد فرماتے ہیں کہ وبہ ناخذ ۔ حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ اس اشارہ کے منکر ہیں ۔ علامہ علی قاری نے
ایک رسالہ اشارہ کو ثابت کرنے کے اندر تحریر فرمایا ہے اسکے اندر علامہ کیدانی پر خوب رد کیا ہے
کیونکہ علامہ کیدانی نے لکھدیا کہ اشارہ مفسد صلوۃ ہے اسکا نام تزئین العبارۃ فی تحسین الاشارۃ
ہے ۔ پوری بحث اس اشارہ کے اندر [illegible] ہے

804 عن رفاعۃ بن رافع قال جاء رجل الخ عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رفاعہ بن رافع کی حدیث اور فصل اول کے اندر ابوہریرہ کی حدیث دونوں ایک ہیں جیسے حضرات رجل کا مصداق 22
خلاد بن رافع ہیں یہی یہاں جاء رجل کا مصداق ہیں اور یہ اس روایت کے اندر راوی کی طرف سے اختصار ہے
فان کان معک قرآن اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی قرأۃ پر قادر ہے تو اسپر قرآن کی قرأۃ واجب ہے اور اگر
قادر نہیں تو پھر دوسری چیز کی تلاوت کرے ۔ مسئلہ پوری بحث باب القراءۃ کے اندر گذر چکی ہے 27/27/1
فضل بن عباس کی یہی روایت مطلب سے بھی منقول ہے ۔ علماء کا اختلاف ہے بعض نے اسکو مسند
فضل بن عباس میں اور بعض نے مسند مطلب کے اندر بیان کیا اور فضل کی مسند کو راجح قرار دیا ہے
الصلوۃ مثنی مثنی ۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ مثنی مثنی کی قید کیسی ہے؟ امام احمد بن حنبل امام شافعی
نے فرمایا کہ یہ بیان افضلیت کیلئے ہے یعنی افضل یہ ہے کہ نماز دو دو رکعت پڑھی جائے اگر چار چار یا اکٹھا 2
بھی جائز ہے ۔ امام مالک کے نزدیک نفل کیلئے جانبین سے یعنی نماز نہ دو سے کم اور نہ دو سے زیادہ
صحیح ہے ۔ امام شافعی کے نزدیک ایک رکعت اور اس سے زیادہ جتنی بھی ہو سب جائز ہے خواہ چار
ہوں یا پانچ ہوں یا چھ ہوں یا سات ہوں البتہ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ایک رکعت بھی جائز ہے
اور دو سے زیادہ رات میں اور چار سے زیادہ دن میں جائز نہیں ہے ۔ حنفیہ امام مالک کے ساتھ ہیں

805 لیکن یہ حصر مانع ہے یہ جائز نہیں ہے یعنی نہ دو سے کم اور نہ دو سے زیادہ اور ہمارے یہاں حصر صرف جانب اقل کا ہے ٨٧/٢
یعنی دو سے کم جائز نہیں دو سے زیادہ اتفاقاً جائز ہے اور تاخیر جائز نہیں تھی۔ اب یہ احناف کے
یہاں افضل کیا ہے امام صاحب کے نزدیک چار چار رکعت افضل ہے اور صاحبین کے نزدیک دن میں چار چار
اور رات کے اندر دو دو افضل ہیں۔ امام شافعی و احمد کی دلیل ہے الصلوۃ خیر موضوع الخ اس کو حضرت
حضرت ابوذر غفاری نے روایت کیا اور صلوۃ کا اطلاق ایک رکعت پر بھی ہے اور اس کو زیادہ پر بھی آتا ہے
امام صاحب امام مالک فرماتے ہیں اس روایت کا محمل ایک رکعت نہیں بلکہ کم از کم دو رکعت ہے نیز ابن عبد البر
نے روایت نقل کی ہے حضور نے بتیراء یعنی ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ مالکیہ کا استدلال
اس حدیث سے ہے آپ نے فرمایا الصلوۃ مثنی مثنی اور اصل یہ ہے کہ خبر مبتدا پر محصور ہوتی ہے اور
مبتدا خبر پر لہذا معلوم ہوا کہ نماز دو سے نہ کم ہے اور نہ زیادہ۔ اس کا جواب حنفیہ یہ دیا گیا ہے
مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ ہمارے یہاں معتبر نہیں ہے خصوصاً اس وقت جبکہ منطوق اس کے
خلاف ہو چنانچہ حضرت عائشہ کی حدیث ہے ان سے حضور کی نماز کے متعلق جب سوال ہوا تو جواب دیا
چار چار رکعت آپ پڑھتے تھے اور پھر فرمایا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن غرضیکہ بہت سی احادیث
سے ثابت ہے کہ چار چار رکعت جائز ہے۔ اس حدیث پاک کے اندر یہ الفاظ ہیں تشہد تخشع
تضرع تمسکن ان کے اندر دو روایتیں ہیں مصدر کا صیغہ اور امر کا صیغہ حافظ فضل اللہ تورپشتی نے
فرمایا مصدر کا صیغہ ہے امر کا صیغہ کہنا صحیح نہیں ہے یقول ترفعهما الى ربك۔ اس کا قائل حضرت ٢
ابن عباس ہیں لیکن مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوا اس کے قائل عبد اللہ بن نافع بن عبد رحیم ہیں

807 **الفصل الثالث:۔ عن عكرمة قال صليت عن علقمة قال قال الناعن ابي هريرة قال صلى ابنا** ٤ ٦
**صليت** یہ نماز ظہر کی تھی جو مقام بطحاء کے اندر پڑھی گئی۔ اور پڑھانے والے شیخ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
ہیں اور چونکہ یہ نماز رباعی تھی اسلئے اس کے اندر بائیس ٢٢ تکبیریں ہوں لیکن اس مسئلہ میں اختلاف
ہے کہ نماز کے اندر تکبیریں کہاں کہاں کہی جائینگی اور دوسرے یہ کہ ان تکبیرات کا کیا حکم ہے
حضرت ابوبکر عمر عثمان ابن مسعود ابن عمر قیس بن عباد ابو ثور۔ اسحاق بن راھویہ ان تمام کے نزدیک بائیس
تکبیریں نماز کے اندر کہی جائینگی۔ اس کے برخلاف قاسم سالم عمر بن عبد العزیز حسن بصری کے
نزدیک نماز میں صرف ایک تکبیر ہے اور وہ تکبیر تحریمہ ہے ان لوگوں کے اس مذہب کو امام نووی نے ایسے
ہی نقل کر دیا لیکن علامہ عینی نے مصنف ابن ابی شیبہ سے ان کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ یہ لوگ تکبیر کے
اندر اتمام نہیں کرتے تھے لا یتمون التکبیر کے الفاظ سے انہوں نے نقل کیا اور یہ لفظ عام ہے اگر
دیکھیں تو یہی ہے کہ وہ ایک ہی تکبیر کہتے تھے اور باقی تکبیریں کو بالکل نہیں کرتے تھے ترک کر دیتے تھے
لیکن دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ تکبیریں تمام یعنی بائیس کہتے ہوں لیکن
ان کے الفاظ کو تمامیت اور پورا پورا نہیں ادا کرتے تھے جب دو انتقال ہو گئے تو لفظی طور پر ایک
معنی کو ان کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے جو لوگ صرف ایک تکبیر کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں
ابن ابزی کی حدیث سے انہ اتی النبی ﷺ فصلی ولم یتم التکبیر اور آپ نے تکبیریں پوری نہیں کی

807 یعنی صرف تکبیر تحریمہ کی یہ روایت مسند احمد بیہقی وغیرہ میں موجود ہے اور جو لوگ بائیس تکبیرات 77/4
کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں حضرت عکرمہ کی اسی حدیث سے۔ علامہ طبری نے ابن ابزیٰ کی
حدیث کا جواب[1] یہ دیا کہ وہ ضعیف ہے امام بخاری نے جواب[2] دیا کہ یہ حدیث باطل ہے
امام بیہقی نے جواب[3] دیا کہ الغرض تمام تکبیروں کو نہیں سنا اور دوسرے لوگوں نے سنا چنانچہ دوسری
روایات کے اندر بائیس تکبیروں کا ہونا ثابت ہے ایک اور جواب[4] امام بیہقی نے یہ دیا کہ ابتداء
جواز کے بیان کیلئے ایسا فرمایا۔ علامہ کشمیری نے جواب[5] دیا کہ لا یتم التکبیر جو ابن ابزیٰ کی حدیث
میں ہے غلط ہے بلکہ یہ ثابت تو لا یتم التکبیر ہے جسکے معنی کوتاہی کرنے کے ہیں یعنی امام نے کوتاہی
کی تکبیر کے اندر اور یہ کمی کہنے کی وجہ اسلئے پیش آئی کہ ان لوگوں پر رد ہو جائے جو صرف ایک
تکبیر کے قائل ہیں حضرت معاویہ اور حضرت عثمان و دیگر ان لوگوں نے بھی نماز کے اندر تکبیر کو ترک کیا ہے
لیکن حضرت عثمان کے ترک میں اور دوسرے کے ترک میں فرق یہ ہے کہ آپ نے ضعف کی وجہ سے آواز بلند نہیں کی
اور حضرت معاویہ وغیرہ نے اقتداء اور اتباعاً تکبیر کو ترک کر دیا۔ دوسرا مسئلہ تھا کہ تکبیرات کا
کیا حکم ہے جمہور ائمہ کے نزدیک مسنون ہے داؤد ظاہری، ابن حزم، اسحاق بن راہویہ امام احمد کے
نزدیک واجب ہے کیونکہ آپ نے فرمایا صلوا کما رأیتمونی اصلی اور امر وجوب کیلئے ہے اور آپ نماز کے اندر
تکبیرات کہتے ہیں لہذا یہ واجب ہوگا امام نووی نے جمہور کی طرف سے جواب دیا کہ حدیث المسیء کے
809 اندر آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کیلئے کہا اور فرمایا لہذا صرف یہی اندر فرض ہے دوسری حدیث حضرت علقمہ کی
جس کو بعض مصنف نے فرمایا وقال ابوداود ولیس هو بصحیح لیکن جمہور محدثین شافعیہ ابن حزم
811 دارقطنی ابن تیمیہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے تیسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے جسکے اندر ہے ١٨
811 واللہ انی لاراکم من خلفی ایک جماعت کے نزدیک یہ مجاز پر محمول ہے اور لاراکم رؤیۃ قلبی ہے خود ١٤
اور اسکے معنی اعلم کے ہیں لہذا یہ مطلب ہوا کہ میں جانتا ہوں اپنے پیچھے کی چیزوں کو بذریعہ الہام یا
بذریعہ وحی۔ دوسرے بعض لوگوں کے نزدیک یہ اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے کہ میں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا
ہوں اب یہ کیسے دیکھتے تھے اسکی مختلف صورتیں ہیں ع۱ گوشہ چشم سے دیکھتے ہوں گے لیکن
یہ کوئی جواب نہیں کیونکہ اسکے اندر حضور کی کیا خصوصیت ایسے تو ہم تم بھی دیکھتے ہیں ع۲ آپ کی
آنکھوں ہی سے پیچھے کی چیزیں معجزہ کے طور پر نظر آتی تھیں ع۳ سر مبارک کے اندر ایک چھوٹی
سی آنکھ تھی ع۴ آپ کے قفا مبارک کے اندر سوئی کے برابر دو آنکھیں تھیں ع۵ اپنی آنکھوں سے
ایسے طور پر مشاہدہ فرماتے تھے کہ سامنے محراب کی دیوار میں آئینہ کی طرح پیچھے کی چیزیں نظر آتی تھیں

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

# باب ما یقرأ بعد التکبیر



مصنف علیہ الرحمۃ نے شرائط صلوٰۃ کے بعد طریق صلوٰۃ کا ذکر شروع فرمایا اور ایک اجمالی خاکہ باب صفۃ الصلوٰۃ کے اندر پیش فرمایا اب اسکے بعد یہاں سے خاص خاص ارکان صلوٰۃ کی تفصیل مستقل ابواب کے ذریعہ فرماتے ہیں ۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ تکبیر کے بعد قراءۃ سے پہلے کچھ پڑھا جائیگا یا نہیں؟ سنن سعید ابن منصور میں حضرت ابوبکرؓ کا اثر دارقطنی کے اندر حضرت عثمانؓ کا اثر حضرت علیؓ کا اثر دارقطنی سنن بیہقی کے اندر اور ایسے ہی اور بہت سے صحابہ کی روایات ایسی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءۃ سے قبل اور تکبیر تحریمہ کے بعد کچھ پڑھا جائیگا یہی مذہب ہے امام صاحبین ۔ امام شافعی ۔ امام احمد ۔ اسحٰق بن راہویہ اور داؤد ظاہری کا ۔ اسکے برخلاف امام مالکؒ کے نزدیک نماز کا افتتاح قراءۃ سے ہوگا اور قراءۃ سے قبل کچھ نہیں پڑھا جائیگا اور استدلال فرماتے ہیں "حدیث المسیئ" سے کہ اسکے اندر آپ نے اس اعرابی کو کوئی دعا قبل القراءۃ نہیں سکھائی ہے دوسری ان کی دلیل حضرت انسؓ کی حدیث ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العالمین تو اگر دعائے استفتاح مسنون ہوتی تو آپ اسکو پڑھتے اور "حدیث المسیئ" کے اندر ذکر ہوتا ۔ جمہور کی دلیل اس باب کے اندر جتنی احادیث ہیں وہ سب ہیں ۔ مالکیہ نے جو استدلال کیا حدیث المسیئ سے اسکا جواب یہ ہے کہ آپ نے اسکے اندر صرف واجبات کا ذکر فرمایا ہے اور ان کا دوسرا استدلال حضرت انسؓ کی حدیث ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت انسؓ تو خود راوی ہیں کہ آپ قراءۃ سے پہلے کچھ پڑھتے تھے لہذا حضرت انسؓ کی حدیث کا مقصد قراءۃ کو بیان کرنا ہے کہ حضور نماز کے اندر قراءۃ کرتے تھے چنانچہ مسلم کے اندر ہے یفتتحون القراءۃ ۔ دوسرا اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ اگر دعا پڑھی جائیگی تو کونسی دعا پڑھی جائیگی امام صاحب اور آپ کے متبعین ۔ امام احمد ۔ حضرت عمر اور ابن مسعود ابوسعید رضی اللہ عنہم کی رائے یہ ہے کہ سبحانک اللہم پڑھے ۔ امام نوویؒ نے حضرت علیؓ کا مذہب نقل کیا ہے کہ انی وجہت وجہی للذی والی دعا پڑھے یہی مذہب امام شافعی کا ہے اور ابن المنذر نے اسی کو اختیار کیا ہے ۔ تیسرا مذہب اسحٰق بن راہویہ ۔ امام ابویوسف ۔ ابواسحٰق مروزی ۔ ابوحامد شافعی کا ہے کہ دعائے توجیہ اور دعائے تسبیح دونوں کو جمع کرے ۔ جو لوگ صرف دعائے توجیہ کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں باب کی دوسری حدیث حضرت علیؓ کی حدیث سے ۔ اور جو لوگ صرف دعائے تسبیح کے قائل ہیں ان کا استدلال حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ آپ نماز کے اندر سبحانک اللہم الخ پڑھتے تھے اس حدیث کو صاحب مصابیح نے فصل ثانی کے اندر ذکر فرمایا اور اسکی تضعیف کردی علامہ تورپشتی نے اعتراض کر دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مصابیح کو غلطی واقع ہوگئی ہے ترمذی شریف میں ابوسعید خدری کی ایک حدیث ہے اسکے متعلق امام ترمذی نے تضعیف نقل کی ہے اور پھر حضرت عائشہؓ کی حدیث نقل کی اور اسکی تضعیف نہیں کی ایسے ہی یہ روایت بسند صحیح سنن ابی داؤد کے اندر موجود ہے نیز دوسرے خلفاء اسی کے قائل رہا ہے لہذا اسکو ضعیف قرار دینا ضعیف ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس دعا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ برسر منبر جہراً پڑھا کرتے تھے تیسرا مذہب جمع بین الدعائین کا تھا یہ لوگ استدلال کرتے ہیں [illegible] کی حدیث سے جسکو طبرانی نے اپنی معجم کے اندر نقل فرمایا ہے ایسے ہی ایک روایت سنن بیہقی کے اندر ہے کہ آپ [illegible] حضرت علیؓ سے بھی صحیح نقل کیا گیا ہے اگرچہ اس روایت کے اندر خالد ملائی ایک راوی ہے جو احادیث کے اندر [illegible] لیکن اسی مضمون کی روایت حضرت جابرؓ سے بسند جید آوے گی ۔ بہر حال ہمارے نزدیک دعائے توجیہ سے دعائے تسبیح اولیٰ ہے چند وجوہ سے ①حضرت عمرؓ جہراً پڑھتے تھے ②دعائے تسبیح افضل الکلمات پر مشتمل ہے ③یہ ثنائے محض ہے اور دعائے توجیہ ثنائے محض نہیں ہے ④دعائے تسبیح کے اندر الفاظ بارگاہی ہیں اور دعائے توجیہ کے اندر الفاظ عبدیت ہیں ⑤حضرت عمرؓ جیسے اسکو جہراً

812 پڑھا کرتے تھے ایسے ہی اسکو اختیار بھی کر رکھا تھا۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اسکو علماء کے سامنے پڑھتے تھے یہ دلیل 77/15
ہے مختار ہونے کی۔ اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ دعاء تسبیح والی حدیث سنداً اصح نہیں بلکہ حضرت علی کی حدیث جس کے
اندر دعاء توجیہ ہے وہ اصح ہے سند کے اعتبار سے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بعض احادیث اگرچہ سنداً اصح نہ ہوں لیکن وہ
راجح ہو جاتی ہیں امر خارج سے جیسے حضرت ابوہریرہ کی حدیث کی دعاء اللهم باعد بيني وبين خطاياي یہ روایت سند
کے اعتبار سے حضرت علی کی حدیث سے بھی اصح ہے لیکن یہ راجح نہیں حضرت علی کی حدیث پر۔ حنفیہ کے نزدیک نماز کے اندر
صرف دعاء تسبیح پڑھنا چاہئے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک دوسری دعائیں جو قرآن سے ماخوذ ہیں
پڑھ سکتا ہے۔ اور ان دعاؤں کو قراءۃ سے پہلے جو پڑھی جاتی ہیں ان کو سراً پڑھیگا۔ اب یہ حضرت عمرؓ جہراً
کیوں پڑھتے تھے اسکا جواب امام احمد نے دیا کہ آپ نے تعلیماً جہر کیا ہوگا۔

811 **الفصل الاول: عن ابي هريرة قال كان الخ وعن علي قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا قام الخ** 15
يسكت بجر الدال وفيه وجهان ضبط کیا گیا ہے مجرد کی صورت میں مصدر اسکا اسکات ہوگا اور اسکے معنی چپ کرانے کے ہیں
لیکن یہاں ہمزہ صیرورۃ کیلئے ہوگا یعنی شی کو صاحب الماخذ بنا دینا تو اس کا مطلب ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صاحب سکوت ہو جاتے تھے بابي انت وامي یہ فوقیت فعل مقدر سے متعلق ہیں۔ انتقاب کو عشارم علیہ السلام پر
فداء کرنے میں کسی کے نزدیک کوئی اختلاف نہیں البتہ غیر رسول کے سلسلہ میں تین قول ہیں علی الاطلاق جائز ہے
مطلقاً ناجائز ہے علماء صالحین اخیار کیلئے جائز ہے امام عینی نے اول قول کو الحمد راجح قرار دیا ہے
اللهم باعد حضور نے مبالغہ کیلئے مباعدۃ کو باب مفاعلۃ سے بیان فرمایا اور خطایای سے مراد یا تو ما تقدم
خطایا یا لاحقہ خطایا مراد ہیں اول صورت میں مطلب ہوگا کہ میری خطاؤں کی مغفرت کر دے اور ثانی صورت کا مطلب
812 ہوگا کہ مجھے بچنے کی توفیق اور محفوظ فرما۔ دوسری حدیث حضرت علی کی ہے اسکے اندر تو مطلق اذا افتتح الصلوة وارد 19
ہوا لیکن مسند احمد دارقطنی بیہقی جامع ترمذی کے اندر ہے اذا افتتح الصلوة المكتوبة وارد ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فرائض
کے اندر اس دعائے توجیہ کو پڑھنا چاہئے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک صرف سبحانک اللهم پڑھیگا اس حدیث کا جواب علامہ
شوق نیموی دیتے ہیں کہ یہ زیادتی غیر محفوظ ہے ابن دقیق العید نے الالمام کے اندر اس حدیث کو نقل کرکے فرمایا ہے کہ
ایک روایت کے اندر ہے کہ یہ دعاء قیام اللیل کے اندر تھی علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ جو حضرات کہتے ہیں کہ یہ قیام اللیل
پر محمول ہے صحیح نہیں علامہ علیہ ضعیف کہتا ہے کہ حضرت علی کی تو کسی روایت سے معلوم نہیں ہوتا لیکن اور دوسری
روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تطوع کے اندر اس دعاء کو پڑھتے تھے بہرحال اسکا محمل نماز لیل ہے۔ ابن تیمیہ نے الکلم الطیب
کے اندر فرمایا کہ اسکا محمل رات کی نماز ہے امام مسلم نے بھی باب نوافل اللیل کے اندر اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے **انی
وجهت وجهي** اسکے دو مطلب ہیں ۱ اقبلت بوجهي اليك ۲ قصدت بعبادتي۔ **فطر السموات** فطر کے معنی 20
تخلیق لاعلی مثال سابق کے ہیں اسی طرح حضور نے صیغہ جمع کیساتھ سموات کو اور صیغہ مفرد کیساتھ ارض کو ذکر کیا
ایک تو اس وجہ سے کہ سموات کی انواع مختلف ہیں دوسرے اس وجہ سے کہ جمع شرافت بیان کرنے کیلئے لائے ہیں یعنی
آسمان افضل اور اشرف ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے کیونکہ آسمان سے تمام احکامات کا نفاذ ہوتا ہے امام نووی کے
نزدیک بھی آسمان افضل ہے بعض لوگوں کے نزدیک زمین افضل ہے **حنیفاً** کے معنی مستقیم کے اور حق کی طرف مائل
ہونے والے کے ہیں **رب** کے معنی مالک۔ مدبر۔ سید۔ مربی کے ہیں اگر اس کے مالک یا سید کے معنی مراد لیں تو یہ صفات 20/22

812 ذات ہے اور اگر مدبر عربی کے معنی میں ہو تو صفات افعال میں سے ہے العالمین یہ علامت سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ وجود ۷۷/۲۲

باری پر علامت ہے یا علم سے ماخوذ ہے کیونکہ ان کے ذریعہ اللہ کا علم حاصل ہوتا ہے عالم کے معنی مختلف ہیں ع۱ کل مخلوق

ع۲ انسان جنات۔ فرشتے ع۳ انسان جنات فرشتے شیاطین۔ ع۴ عرف الناس اسکا مصداق ہے ع۵ عرف الناس

جنات ع۶ زمین و آسمان کے اندر کی تمام اشیاء۔ دعا کے اندر انا من المسلمین کہنا چاہیئے اگر انا اول المسلمین کہا تو

بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی والشر لیس الیک اس سے معتزلہ اور قدریہ نے ۷۸/۳

استدلال کیا ہے خالق الشر اللہ تعالیٰ نہیں ہیں اسکے مختلف جواب ہیں۔ جواب ع۱ اس جملہ کا مطلب خلیل بن احمد۔ یحییٰ ابن

معین۔ ابو بکر بن خزیمہ۔ اسحاق بن راہویہ۔ امام ازہری نے بیان کیا ہے والشر لا یتقرب بہ الیک۔ جواب ع۲ والشر لیس الیک

ہے الیک یعنی محض شر کو منسوب نہیں کیا جائیگا بلکہ مجموعہ شر و خیر کو منسوب کیا جائیگا جواب ع۳ الشر لا یصعد الیک ہے

جواب ع۴ الشر لیس شراً بالنسبۃ الیک ع ثم یکون من آخر الخ اس سے معلوم ہوا آپ درمیان میں پڑھتے تھے اور مسلم کے

دوسرے روایت ہے اس سے معلوم ہوا آخر میں پڑھتے تھے ابن قیم نے جمع دونوں کے اندر کیا ہے دونوں وقت پڑھتے تھے

انت المقدم یعنی مطیعین کو مقدم کرنے والے اور عاصیین کو پیچھے کرنے والے ہیں۔

814 عن انس ان رجلاً جاء فدخل الصف وقد حفزہ النفس فقال اللہ اکبر الحمد للہ الخ ۷۸/۳

ان رجلاً ابن الاثیر جزری جامع الاصول میں وضاحت کر رہے ہیں ان کا نام رفاعہ ابن رافع ہے سنن ابی داؤد و ترمذی

میں صراحت وارد ہے ابن بشکوال نے بھی تصریح کی ہے۔ فرق حفزہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے یہ صلوۃ مغرب تھی

اس حدیث پر اعتراض یہ ہوگا حضور نے تین مرتبہ سوال فرمایا صحابہ نے پہلے ہی مرتبہ میں جواب کیوں نہ دیا اسکا جواب یہ ہے کہ

آپ نے سوال لا علی التعیین فرمایا تھا نیز آپ کے رعب کی وجہ سے بھی جواب نہیں دے سکے اور یہ بارہ فرشتے حفظہ کے علاوہ تھے

817 الفصل الثانی عن جبیر بن مطعم انہ رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلوۃ قال اللہ اکبر الخ ۷۸/۱۰

قال عمرو یہ غلط ہے اور مشکوۃ کے مصنف کو وہم ہو گیا ہے بلکہ اسکے قائل عمرو بن مرۃ راوی ہیں علامہ تورپشتی فرماتے

ہیں اس حدیث کے اندر نفخ کی تفسیر اور ایسے ہی نفث و ہمز کی تفسیر اگر حضور کی جانب سے ہے تو علی الراس والعین ہے اور

اگر راوی کی جانب سے ہے تو نفث کی تفسیر شعر کے بجائے سحر کے ساتھ ہونی چاہیئے اور ہمز کی تفسیر بجائے موتہ کے وسوسہ کے ساتھ

ہونی چاہیئے۔ دوسری حدیث حضرت سمرۃ بن جندب کی ہے جس کے اندر دو سکتہ ثابت ہوئے حضرت گنگوہی

فرماتے ہیں اول سکتہ ثناء کیلئے اور ثانی آمین کیلئے ہوتا ہے مولانا انور شاہ نے عرف الشذی کے اندر نقل کیا ہے

نماز کے اندر تین سکتہ ہیں تیسرا رکوع سے قبل ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں ائمہ اربعہ کے نزدیک پہلا سکتہ مجمع علیہ ہے

لیکن دوسرے سکتہ کے متعلق علامہ طیبی نے امام صاحب امام مالک سے انکار نقل کیا ہے۔ تیسری حدیث ابوہریرہ کی ہے جس میں

ھکذا فی صحیح مسلم اس اعتراض مقصود ہے مصنف پر یہ حدیث صحاح کی ہے فصل اول میں ذکر کرنی چاہیئے تھی

مصنف نے فصل ثانی کے اندر غلط لکھا ہے لیکن جواب یہ ہو سکتا ہے امام مسلم نے اسکو اپنی کتاب کے اندر تعلیقاً

ذکر کیا ہے اور تعلیق مسانید کے درجہ میں نہیں ہوتی ہے فصل ثالث کی احادیث مضمون کے اعتبار سے گذر گئی ہیں

## باب القراءۃ فی الصلوۃ

822 مصنف علیہ الرحمۃ نے اس سے قبل باب ما یقرأ بعد التکبیر کا باب باندھا تھا جسکے اندر ان دعاؤں کا ذکر تھا جو قراءۃ سے قبل پڑھی ۲۳

جاتی ہیں اب ان دعاؤں کے بعد قراءۃ کا درجہ ہے اب یہاں سے قراءۃ کا بیان شروع فرماتے ہیں احادیث کے شروع کرنے

پہلے اس باب کے اندر چار مسئلے کو سن لو پھر حرف احادیث کی لفظی بحث اور کچھ فوائد ہوں گے جو تحت الحدیث ذکر کر دیئے جائیں گے

(۱) اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ قراءۃ کا نماز کے اندر کیا حکم ہے؟ ابوبکر بن الاصم - ابن علیہ حسن بن حی - محقق بن صالح سفیان بن عیینہ سے نقل کیا گیا ہے کہ قراءۃ مسنون ہے - اسکے برخلاف جمہور کے نزدیک قراءۃ فرض ہے -

جو لوگ سنیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں زید بن ثابت کی حدیث سے بیہقی کے اندر موجود ہے کہ القراءۃ سنۃ ایسے ہی ابوسلمہ اور محمد بن علی حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے نماز پڑھی اور قراءۃ نہیں کی لوگوں نے حضرت عمر سے عرض کیا کہ آپ نے قراءۃ کیوں نہیں کی تو آپ نے فرمایا کہ رکوع سجود کیسا تھا لوگوں نے کہا کہ اچھا تھا اسپر حضرت عمر نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں اسی قسم کی ایک روایت حضرت علی کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءۃ فرض نہیں ہے اور ان دونوں روایتوں امام شافعی نے اپنی کتاب الام میں نقل فرمایا ہے - اور ان لوگوں کی دلیل عقلی یہ ہے کہ نماز نام ہے افعال کا نہ کہ اقوال کا چنانچہ اگر کوئی اتنا شدید ضعیف ہے کہ وہ رکوع سجود پر قادر نہیں تو اسکی نماز اس وقت میں معاف ہو جاتی ہے اگرچہ وہ قراءۃ پر قادر ہو تو اس سے

۲ معلوم ہوا کہ نماز افعال کا نام ہے - جمہور کا استدلال قرآن پاک کی آیت سے ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن دوسری جگہ ہے فاقرؤا ما تیسر منہ - ایسے ہی حدیث المسئ کے اندر حضور نے خلاد بن رافع کو فرمایا تھا کہ فاقرأ ما تیسر معک من القرآن اور حدیث المسئ فی باب الواجبات ہے ایسے ہی اس باب کے اندر تمام روایات اسی پر دلیل ہیں کہ قراءۃ واجب ہے

جب ہم نے دلائل پیش کر دیئے تو اب ان لوگوں کے دلائل کا جواب سنئے (۱) - انہوں نے حضرت عمر کے اثر سے جسکو ابوسلمہ اور محمد بن علی نے نقل کیا ہے استدلال کیا اسکا جواب (۱) یہ ہے کہ ان دونوں کا لقاء حضرت عمر سے ثابت نہیں لہذا احادیث منقطع ہے اور منقطع سے فرضیت کی نفی کے لئے استدلال صحیح نہیں ہے - جواب (۲) حضرت عمر نے سراً پڑھا ہوگا جواب (۳) دوسری روایت معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اس نماز کا اعادہ فرمایا تھا - دوسری ان کی دلیل حضرت علی کا اثر ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اس کے اندر ایک راوی حارث اعور ہے اسکے متعلق علماء نے ضعف پر اجماع کیا ہے تیسری ان کی دلیل زید بن ثابت کی حدیث ہے کہ القراءۃ سنۃ اسکا جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر وہ قراءۃ معتبر ہے جو سنت سے ثابت ہو - اور انہوں نے عقلی استدلال کیا تھا کہ قراءۃ پر قادر ہونے کے باوجود نماز معاف نہیں ہوتی اور رکوع سجود پر قادر نہ ہونے سے معاف ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ قراءۃ فرض نہیں ہے بلکہ اصل افعال رکوع سجود ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ قراءۃ پر عدم قدرت سے اسکے عدم فرضیت پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ بعض دفعہ قعدہ فرض کی وجہ سے رکوع سجود پر بھی قدرت نہیں ہوتی تو اس عدم قدرت سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی نفسہ ان رکوع سجود کی فرضیت نہیں ہے - دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کتنی قراءۃ واجب ہے اسکے اندر مختلف اقوال ہیں (۱) امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک آیت فرض ہے سفیان ثوری اور امام اوزاعی سے بھی یہ ثابت ہے (۲) صاحبین کا مذہب ہے کہ تین آیت قلیل یا ایک آیت طویل فرض ہے (۳) صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے یہ مذہب ہے امام مالک امام شافعی - اور امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے حضرت عثمان بن ابی العاص ابو ہریرہ سے بھی یہی مذہب مروی ہے - جو لوگ سورہ فاتحہ کے فرض ہونے کے قائل ہیں وہ عبادہ بن صامت کی حدیث جو اس باب کی پہلی حدیث ہے ایسے ہی حضرت عائشہ سے مروی ہے اور حضرت ابوہریرہ سے کہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن ان تینوں سے استدلال کرتے ہیں - امام صاحب کا مستدل آیت کریمہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن ہے اور اس کے اندر تعمیم ہے کہ صرف سورہ فاتحہ متعین ہے اسپر اشکال ہوا کہ آیت حنفیہ کے نزدیک بھی مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ ان کے نزدیک بھی وہ لوگ ما دون الآیۃ خارج ہے اور جب ما دون الآیۃ خارج ہے اور یہ مخصوص منہ البعض ہے تو اب ہم اسکے اندر اس حدیث سے جوا

حضرت عبادہ کے نزدیک تخصیص کریں گے اور ما سوی الفاتحہ کو خاص کریں گے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپ جو کہا ما دون الآیۃ قرآن ہے
یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی جب وہ قرآن میں داخل نہیں ہے تو خارج کیسے کریں گے۔ دوسرا استدلال امام صاحب
کا حدیث المسئی ہے۔ تیسرا استدلال وہ روایت ہے جسکے اندر ہے لا صلوٰۃ الا بقراۃ و لو بفاتحۃ الکتاب۔ تو اس کی خود
تعبیر معلوم ہو رہی ہے کہ چاہے فاتحہ پڑھے یا کچھ اور پڑھے اس سے معلوم ہو گیا کہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ اس پر یہ اشکال ہوا
کہ اس روایت کے اندر ایک راوی جعفر بن میمون ہے جسکی امام نسائی نے تضعیف کی ہے جواب یہ ہے کہ اسکی تضعیف کرنا
غلط ہے وہ ثقہ ہے۔ دارقطنی باوجودیکہ حنفیہ سے متعصب ہیں لیکن اس کے متعلق کہتے ہیں یعتبر بہ۔ ابن عدی
کہتے ہیں کہ روایت لینے میں ان سے کوئی مضائقہ نہیں۔ حاکم بن عبد اللہ مستدرک کے اندر لکھتے ہیں کہ یہ ہیں ثقات
البصریین۔ ان سے یحیی بن سعید قطان روایت کرتے ہیں اور وہ صرف ثقہ سے روایت لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے
علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صالح للاحتجاج ہے۔ اس پر دوسرا اعتراض ہوا کہ انہی سے دوسری روایت
یہ ہے کہ لا صلوٰۃ الا بقراۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب ایک راوی سے دو قسم کی روایات نقل کی جائیں
تو ان کا ایسا محمل تلاش کرنا چاہیے جس سے دونوں کے درمیان جمع ہو جائے لہذا اس قاعدہ کی بناء پر ہم یہ کہیں گے کہ لا صلوٰۃ
میں لا نفی جنس و ذات کیلئے نہیں بلکہ نفی کمال کیلئے ہے۔ حضرت سہارنپوری فرماتے ہیں کہ جواب اور جمع
کی ضرورت تو اسوقت پیش آتی جبکہ ہم الا بقراۃ فاتحۃ الکتاب کے اندر قراۃ کی اضافت فاتحۃ الکتاب کی طرف کریں
اور اگر ہم بقراۃ کو جدا الگ پڑھیں اور فاتحۃ الکتاب فما زاد کو الگ پڑھیں تو اس صورت میں مطلب صاف
ہو جائیگا کہ نہیں ہے نماز مگر قراۃ کیساتھ۔ خواہ وہ فاتحہ ہو یا اس کے زائد ہو۔ اب ایک اشکال ہمارے مسلک پہلے
استدلال فاقرؤا ما تیسر منہ پر یہ ہوا کہ یہ صلوٰۃ تہجد کے متعلق ہے اور صلوٰۃ تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی لہذا اس سے استدلال
کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسکے ساتھ اسکے ارکان
بھی منسوخ ہو جائیں یعنی رکوع سجود و قیام بھی ختم ہو جائے نیز جب نوافل کے اندر تمہارے نزدیک بھی قراۃ ضروری ہے تو
پھر فرائض کے اندر بھی ضروری ہونی چاہیئے کیونکہ دونوں کے درمیان قائل بالفصل کوئی نہیں ہے یا تو دونوں جگہ فرض ہونی چاہیے
یا دونوں جگہ نہ ہو۔ دوسرا اعتراض اس آیت پر یہ ہوا کہ اسکے اندر ما تیسر میں ما مجمل ہے اور حدیث عبادہ بن صامت
لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اسکا بیان ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپ کا دعوی باطل ہے کیونکہ مجمل کہتے ہیں کہ ما لا یمکن العمل
الا ببیان المجمل اور یہ تعریف اس پر صادق نہیں آتی کیونکہ اس پر عمل ممکن ہے بغیر بیان کے۔ نیز علامہ عینی فرماتے ہیں کہ
لا صلوٰۃ کے اندر لا نفی جنس کیلئے نہیں بلکہ نفی کمال کیلئے ہے جیسے کہ حضرت جابر کی روایت دارقطنی کے اندر ہے
کہ لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد کہ جو مسجد کے قریب رہتا ہے اسکی نماز نہیں ہوگی مگر مسجد میں تو یہاں پر سب کے نزدیک نفی
کمال کیلئے ہے کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ بغیر مسجد کے اسکی نماز ہو جائیگی ایسے منافقین کے بارے میں قرآن کے اندر ہے لا ایمان لہم
اور دوسری جگہ ہے وان نکثوا ایمانہم الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ لا ایمان لہم میں لا نفی اعتبار و کمال کیلئے ہے۔
حافظ فرماتے ہیں کہ روایات دو طرح کی ہیں ایک میں ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اور بعض میں ہے لا تجزی الا بفاتحۃ الکتاب
اس سے معلوم ہوا کہ قراۃ فاتحہ کفایت کا درجہ ہے۔ اب لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے اندر دو احتمال ایک یہ کہ یہ لا
نفی جنس کیلئے ہو دوسرے یہ کہ نفی کمال کیلئے ہو اور دوسری روایت لا تجزی الخ یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ لا نفی ذات
و جنس کیلئے ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں جبکہ تم نے اسکی نفی ذات مراد لی تو نفی کمال بھی ہوگی لہذا دونوں صورتیں

ہیں ما تیسر کے مخالف ہیں عمدہ ہو جائیگی بخلاف طرف نفی کمال کی صورت ہیں ۸ وہاں بھی اگرچہ ما تیسر کے اطلاق کے
خلاف ہے لیکن اس مخالفت کے اندر اشد یہ نہیں ہے۔ نیز آپ جو روایت ابن خزیمہ کی لا تجزی الا بفاتحۃ الکتاب کو
بیان کیا یہ روایت غیر مشہور ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قرأۃ کتنی رکعت کے اندر فرض ہے؟ اسکے اندر مختلف قول ہیں
ع۱ امام حسن بصری۔ امام زفر مغیرہ مخزومی کے نزدیک ایک رکعت میں فرض ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں ما تیسر کا
امر ہے اور امر لا یقتضی التکرار لہذا صرف ایک رکعت ہی ضروری ہے ع۲ دو رکعت کے اندر فرض ہے یہ مذہب ہے ابن مسعود
حضرت علی۔ اسود بن یزید۔ ابراہیم نخعی۔ سفیان ثوری حضرت امام محمد کا۔ اور امام احمد کی بھی ایک روایت ہے
اور دلیل یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ امر مقتضی تکرار نہیں اور پیش نظر ایک ہی رکعت میں ہونا چاہیے لیکن چونکہ دوسری رکعت
پہلی رکعت کے ہر اعتبار سے مشابہ ہے اسلئے قیاساً اسکے اندر بھی حکم لگا دیا۔ لیکن اعتراض ہوگا لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ
الکتاب کے اندر تو صلوٰۃ کا اطلاق چار رکعت پر ہوتا ہے لہذا صرف دو میں کیسے قائل ہوا اسکا جواب یہ ہیکہ صحابہ کے اقوال اور عمل
کو دیکھا جائیگا اور اسکے اندر ابن مسعود اور حضرت علی وغیرہ نے صرف دو رکعت کے اندر پڑھا ہے لیکن چونکہ دوسرے
صحابہ سے چاروں رکعت کے اندر ثابت ہے لہذا صرف ایک جماعت کے نہ پڑھنے سے استدلال کرنا صحیح نہیں لہذا ابن
محقق بن ہمام فرماتے ہیں کہ جو روایت حسن بن زیاد نے حضرت امام صاحب سے نقل کی اسپر عمل کیا جائیگا اور وہ یہ
ہے اگر اخیر کی دو رکعت کے اندر قرأۃ ترک کر دے تو سجدہ سہو واجب ہوگا ع۳ امام مالک سے نقل کیا گیا ہے
کہ اکثر رکعات کے اندر قرأۃ فرض ہے کیونکہ للاکثر حکم الکل لیکن امام مالک کا صحیح مذہب یہ نہیں ہے۔
ع۴ چاروں رکعات کے اندر فرض ہے امام مالک کا صحیح مذہب امام شافعی کا مذہب امام احمد کی ایک روایت
اور حسن بن زیاد نے جو امام صاحب سے نقل کیا ہے اسکا خلاصہ بھی یہی ہے اور استدلال کرتے ہیں لا صلوٰۃ
الا بفاتحۃ الکتاب سے صلوٰۃ کا اطلاق چاروں رکعت پر ہوتا ہے۔ اب یہ کہ کونسی دو رکعت کے اندر قرأۃ
ہوگی اسکے اندر دو قول حنفیہ کے ہیں ع۱ یعنی دو رکعت متعین ہیں ع۲ غیر متعین دو رکعت کے اندر پڑھا جائے
لیکن تعیین الاولیین افضل ہے اور بعض کے نزدیک تعیین الاولیین فرض ہے چوتھا مسئلہ یہ ہیکہ امام کے پیچھے
مقتدی کا کیا حکم ہے اسی مسئلہ کا نام قرأۃ خلف الامام ہے اور یہ معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اور ائمہ کا اختلاف
امام صاحب کے نزدیک مقتدی کو قرأۃ کرنا سری۔ جہری کسی نماز میں جائز نہیں ہے۔ امام مالک کے نزدیک سریہ
میں مستحب ہے اور جہریہ میں قرأۃ نہیں کریگا۔ امام احمد کے یہاں سریہ میں قرأۃ مستحب ہے اور جہریہ میں نہیں کریگا البتہ
اگر امام سے اتنا بعید ہو کہ آواز نہ پہونچے تو اسکو اختیار ہے کہ وہ قرأۃ کرے امام شافعی کے دو قول ہیں ایک یہ کہ سریہ
کے اندر ہے جہریہ میں نہیں دوسرا قول یہ ہیکہ سریہ اور جہریہ دونوں کے اندر مقتدی قرأۃ کریگا اور یہی ان کے یہاں معمول بہ
اس مسئلہ پر امام بخاری نے سب سے پہلے قلم اٹھایا جسکے اندر انہوں نے اپنے زعم کے مطابق مقتدی پر قرأۃ کی فرضیت ثابت
کی ہے۔ جو فرضیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں فاقرؤا ما تیسر من القرآن ۸ اسکے اندر خطاب عام ہے
جسکے اندر مقتدی۔ امام۔ منفرد سب داخل ہیں۔ حضرت گنگوہی نے جواب دیا اس آیت سے استدلال صحیح
نہیں ہے کیونکہ سب سے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض ہوئی ہے اور سورۂ مزمل مکی ہے اور مکہ کے اندر
امام اور مقتدی دونوں قرأۃ کرتے تھے اسکے بعد تطویل صلوٰۃ اللیل کے اندر تخفیف کر دی گئی اور اسکے بعد بھی امام
قرأۃ خلف الامام کرتے تھے یہاں تک واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ الخ نازل ہوئی اسکے بعد قرأۃ منسوخ ہو گئی

قلت ہو قول ابن عباس فی الکوکب [illegible] ان [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

دوسری دلیل شافعیہ کی حضرت عبادہ کی یہ حدیث ہے لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اور یہ حدیث عام ہے
جس کے عموم میں امام و منفرد کی طرح مقتدی بھی شامل ہے۔ اس حدیث پاک کے حنفیہ کی جانب سے کئی جواب ہیں:

جواب ۱: اس حدیث کا محمل منفرد ہے امام ترمذی نے امام احمد سے نقل کیا ہے اذا کان وحدہ اس سے
معلوم ہوگیا کہ مقتدی اس کے اندر داخل نہیں ایسے ہی امام ابوداود نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے لمن
یصلی وحدہ۔ حضرت امام مالک نے حضرت جابر بن عبد اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن
کو نہیں پڑھا تو اسکو چاہئے کہ وہ نہ پڑھے مگر امام کے پیچھے یعنی اگر وہ بغیر قراءۃ ام القرآن کے نماز پڑھے گا تو ضائع
ہوگی اسکی صورت یہ ہے کہ امام کے پیچھے پڑھے۔ اسی قسم کا مقولہ حضرت ابو درداء سے مروی ہے ما اری الامام الا قد
کفاہم۔ یعنی امام اپنے مقتدیوں کیلئے کافی ہے اور دوسرے شواہد موجود ہیں جس سے معلوم ہوا کہ مقتدی اس حدیث کا محمل نہیں

جواب ۲: یہی حدیث مسلم کے اندر وارد ہے اور اس میں لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن ~~بفاتحۃ الکتاب~~ فصاعدا۔ ہم کہتے ہیں کہ
جیسا تم نے اس حدیث سے فاتحہ کی فرضیت کو ثابت کیا ایسے ہی فصاعدا کی وجہ سے زیادتی علی الفاتحہ کو بھی
فرض کہو حالانکہ فاتحہ کے علاوہ زیادتی کے تم لوگ بھی قائل نہیں ہو لہذا معلوم ہوا کہ ~~[illegible]~~ اس
حدیث کا محمل منفرد ہے اور امام ہے۔ اسپر امام بخاری نے اشکال کیا کہ فصاعدا کی زیادتی کیساتھ معمر بن راشد
منفرد ہے اسکا جواب دیا کہ تفرد کا دعوی غلط ہے بلکہ ان کے بہت سے متابع موجود ہیں چنانچہ سفیان ثوری۔ اوزاعی
عبد الرحمن بن اسحاق مدنی۔ شعیب بن حمزہ۔ صالح یہ سب متابع ہیں۔ دوسرا اشکال امام بخاری نے یہ کیا
کہ ایک حدیث کے اندر آتا ہے لا تقطع الایدی الا فی ربع دینار فصاعدا اور یہاں سب کے نزدیک ربع دینار
پر قطع ید ہے زیادتی کسی کے نزدیک ضروری نہیں ہے لہذا جیسے یہاں فصاعدا واجب نہیں ایسے ہی مسلم کی روایت
کے اندر بھی قراءۃ فاتحہ کو واجب کریں گے اور فصاعدا کے واجب کرنے کی ضرورت نہیں ہے حضرت گنگوہی جواب
میں فرماتے ہیں کہ یہاں تو فصاعدا ہے اسلئے آپ نے قطع ید والی حدیث کے فصاعدا پر قیاس کرلیا لیکن ابو سعید
کی ایک روایت میں ما تیسر۔ اور ابو ہریرہ کی روایت فاتحۃ الکتاب کے بعد فما زاد اور ایک دوسری روایت
میں لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بعد سورۃ وارد ہوا ہے اس جگہ آپ کیا جواب دیں گے: تیسرا اشکال یہ
کیا گیا کہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن فصاعدا اس قسم کی ترکیب کا استعمال ایسے مواقع پر ہوتا ہے جہاں ماقبل اپنے
اور مابعد کا مستحب ہو لہذا ام القرآن واجب اور اسکا مابعد یعنی ما عدا مستحب ہوگا۔ حضرت علامہ انور شاہ
کشمیری جواب دیتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں بلکہ اس قسم کی ترکیب کا استعمال ایسے مواقع میں ہوتا ہے جہاں ماقبل کا حکم مابعد
کی طرف چلتا ہو اگر پہلے کوئی شی واجب تو مابعد کے اندر بھی اس شی کا حکم وجوب ہوگا اور اگر ماقبل کے اندر استحباب
تو مابعد کا حکم بھی استحباب کا ہوگا اور ~~[illegible]~~ دلیل میں شیخ رضی کے کلام سے دو مثالیں پیش کیں ایک یہ کہ کسی نے کہا کہ
قرأت فی ہذا الیوم جزءا فصاعدا۔ دوسرے یہ کہ بعتہ بدرہم فصاعدا تو یہاں پہلی مثال میں فصاعدا بھی قرأت کے
تحت میں داخل ہے یعنی اسکو بھی پڑھیگا ایسے ہی دوسری مثال میں فصاعدا بھی ثمن کے اندر داخل ہے لہذا ایسے ہی حدیث کا
اندر بھی ہوگا

جواب ۳: حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دراصل یہ حضرت عبادہ کی حدیث مختلف طرق سے مروی ہے کوئی
اسکے صدر کو کوئی اول کو اور کوئی آخر کو بیان کرتا ہے کوئی وسط حدیث کو بیان کر دیتا ہے اور اسکی وجہ سے یہ
متعدد حدیثیں بن گئی ہیں ورنہ یہ تمام احادیث ملکر ایک حدیث طویل ہے چنانچہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن الخ

822 یہ ایک طویل حدیث ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ پر قراءۃ ثقیل 28/23
ہوگئی آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم امام کے پیچھے پڑھ رہے ہو صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ہم
پڑھ رہے ہیں اسپر آپ نے فرمایا کہ لاتفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب لانہ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب اولا قال الخ
تو یہاں دیکھئے کہ پہلے تو مطلقاً آپ نے منع فرما دیا اور پھر قراءۃ فاتحہ کی اجازت دی اور استثناء بعد النہی اباحت پر
دلالت کرتا ہے تو اس حدیث سے ایک تو اباحت فاتحہ معلوم ہوئی اور ایک یہ کہ زائد علی الفاتحہ حرام ہے اب آگے
بعد رواۃ نے اس مفصل حدیث کے اندر اختصار شروع کیا حتی کہ صرف لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب باقی رہ گیا
لہذا معلوم ہوا اس پوری حدیث سے کہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی کیلئے مباح ہے اب اگر تم لوگ اسکے مباح ہونے کو نہیں
مانتے بلکہ وجوب کے قائل ہو گے تو جس حدیث کے اندر فاتحۃ الکتاب کیا تو فصاعدا کی زیادتی ثابت ہے وہاں
فاتحہ کی طرح زیادتی بھی واجب ہوگی حالانکہ اس حدیث مفصل کے اندر آپ نے لاتفعلوا کے ذریعہ سوائے فاتحہ
کے تمام کو حرام قرار دیا تو اب اس حدیث کے وسط یعنی لاتفعلوا اور آخر یعنی لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے
اندر تعارض ہو جائیگا ۔ اسکے بعد حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی حضرت عبادہ تو خود قراءۃ فاتحہ
خلف الامام کے وجوب کے قائل نہیں ہیں کیونکہ ابوداؤد شریف کے اندر حضرت نافع بن محمود کی روایت ہے کہ ایک
مرتبہ حضرت عبادۃ بن صامت غائب ہو گئے ابو نعیم نے اذان دی اور نماز کھڑی ہوگئی بعد میں عبادہ پیچھے
آکر شامل ہوئے اور قراءۃ کرنی شروع کر دی نافع کہتے ہیں کہ میں قریب تھا نماز کے بعد میں نے پوچھا کہ تم نماز کے
اندر قراءۃ کرتے ہو تو انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور نے نماز پڑھائی آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم نے قراءۃ کی انہوں نے
کہا ہاں تو آپ نے فرمایا کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرو ۔ تو یہاں دیکھئے کہ حضرت نافع پر حضرت عبادہ نے
کوئی نکیر نہیں کی اور یہ نہیں کہا کہ تم نے نہیں پڑھی تو اعادہ کرو کیونکہ واجب ہے بلکہ حضرت عبادہ نے
صرف ایک حکایت نقل کر دی جس سے معلوم ہوا کہ وہ وجوب کے قائل نہیں ایسے ہی نافع بن محمود بھی قائل نہیں ہیں
اسکے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور ہم بعد امام سورہ فاتحہ کی قراءۃ کرتے رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ نے نماز پڑھائی
اور جہر کیا ۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قراءۃ کی ہے اسپر جواب دیا گیا کہ نعم ۔ آپ نے فرمایا
کہ کیا ہو گیا تم کو کہ تم منازعت کرتے ہو میرے ساتھ قرآن کے اندر تو یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ آپ کے
امر کے بغیر چل رہا تھا اور آپ نے اسوقت منع فرما دیا ۔ اگر آپ نے امر کیا ہوتا تو آپ سوال کیوں کرتے کہ تم میں کسی
نے قراءۃ کی ہے یہ تو سب کچھ تفصیل اور سورہ فاتحہ کی مخالفت صلوۃ جہریہ کے اندر تھی ایسے ہی آپ نے صلوۃ
سریہ کے اندر بھی مخالفت فرمادی تھی چنانچہ عمران بن حصین کی روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی
ا اور اسکے بعد دریافت کیا کہ کیا تم میں سے کسی نے سبح اسم ربک الاعلی پڑھی ہے ایک نے کہا کہ نعم ۔ آپ نے فرمایا
کی کہ کیا ہو گیا تم کو کہ جہری نماز کے اندر تم نے خلجان ڈال دیا اور مخالجت پیدا کر دی اور پھر آپ نے اسکو منسوخ
کر دیا ۔ ایسے ہی ابن علقمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے نماز کے بعد دریافت فرمایا
کہ کسی نے کچھ پڑھا ہے ایک صحابی نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ منازعت کیوں کی اور دوسری روایت
[illegible] ہے کہ اس میں ام القرآن کو پڑھا تھا غرض کہ اتنا بالتفصیل یہ مسئلہ ہے اور قراءۃ کا مسئلہ بالتدریج
قراءۃ چلتا رہا ہے اور پھر اخیر میں آکر آپ نے اسکو منسوخ فرمایا ہے اب اسپر یہ اشکال ہوگا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا

822 ۴۸/۲۳

کہ حضرت عبادہ کی حدیث اور یہ طویل حدیث ایک ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کو ایک ہونے کی طرف امام ترمذی اور ابن حبان نے
اشارہ کیا ہے ایسے ہی حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ حضرت عبادہ کی حدیث اور حدیث مطول ایک ہے۔ شافعیہ کی تیسری دلیل
حضرت عائشہ کی حدیث ہے ابن ماجہ کے اندر ہے کہ کل صلوۃ لا یقرأ بام القرآن فہو خداج اوکما قال اور یہ اپنے عموم کی وجہ سے
تمام لوگوں کو شامل ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اوپر کی تفصیل کے اندر معلوم ہو چکا کہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی کیلئے منسوخ ہو گیا لہذا یہ حدیث
اسکے لئے بھی منسوخ ہوگی۔ ایسے ہی حضرت ابو بکرہ کی حدیث ہے کہ یہ مسجد میں [illegible] آیا اور حضور رکوع کر چکے تھے
پیچھے ہو کر شرکت کی آپ نے نماز کے بعد فرمایا تیری نماز پوری ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں اس سے معلوم ہوا کہ قرأۃ فرض نہیں ورنہ
آپ اعادہ کا حکم دیتے اس پر ان لوگوں نے اشکال کیا کہ یہ ابوبکرہ کی خصوصیت ہوگی حضرت گنگوہی نے اس کو رد فرما دیا اور کہا
کہ ابن مسعود۔ ابوہریرہ۔ ابوبکر۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ان تمام سے بھی اسی قسم کی روایات ثابت ہیں ایسے ہی بیہقی
کے اندر ہے کہ اذا جئتم والامام راکع فارکعوا وان کان ساجدا فاسجدوا الخ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے
قرأۃ اس پر ضروری نہیں ہے نیز ابن عدی نے الکامل کے اندر حضرت عائشہ کی حدیث ہے اور آیتین کا بھی اضافہ کیا
لہذا آپ کا استدلال صرف فاتحہ پر صحیح نہیں بلکہ فاتحہ کی طرح ضم آیتین بھی فرض ہونی چاہیئے حالانکہ آپ اسکے
قائل نہیں۔ چوتھی دلیل ان کی یہ ہے کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ کل صلوۃ لا یقرأ بام القرآن
فہو خداج یہاں پر اس مسئلہ کے جوابات بھی وہی ہیں جو پچھلی احادیث کے ہیں نیز اس حدیث کے اندر اگرچہ
آیتین کی زیادتی ثابت نہیں لیکن غیر مقلدین حضرات کا خاص طور سے یہ پیشہ ہے کہ وہ مطلق کو دوسرے مقید کی
قید کیساتھ وابستہ کر دیتے ہیں لہذا ان کے قاعدہ کے مطابق آیتین کی زیادتی اس حدیث میں بھی ہم کریں گے
پانچویں دلیل ان کی حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ من صلی صلوۃ لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج ثلاثا الخ
اس حدیث کے بھی وہی جوابات ہوں گے نیز اتحاد متن کی وجہ سے جو زیادتی آیتین کی حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے
یہاں پر ہوگا۔ چھٹی دلیل ابو امامہ کی روایت ہے جو اسی مضمون کی ہے اور وہی جوابات ہیں۔ ساتویں دلیل
دلیل شافعیہ کی حضرت ابو امامہ کی دوسری روایت ہے جو بیہقی کے اندر ہے کہ من صلی بغیر قرأۃ فصلوتہ خداج
جواب یہ ہے کہ اس سے استدلال آپ کیسے کریں گے دلیل عام ہے اور دعوی خاص ہے کیونکہ قرأۃ تو عام ہے خواہ
فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ ہو۔ اور دعوی آپ کا فاتحہ کیساتھ خاص ہے اور اگر ہم آپ کی اس دلیل کو تسلیم کر لیں تو جو
اوپر والے جوابات آپ کے سامنے حاضر خدمت ہیں۔ یہ حضرات دلائل امام شافعی کے تھے جن کے جوابات مکمل ہو گئے
ہیں۔ اب حنفیہ کے دلائل عدم وجوب قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے متعلق سنیئے!
حنفیہ کی دلیل قرآن۔ حدیث۔ اجماع ہے قرآن پاک میں ذکر ہے واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا
علامہ جمال الدین زیلعی نے بحوالہ بیہقی امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اسکا شان نزول صلوۃ کے بارے میں ہے ایسے ہی ابن تیمیہ نے
اپنے فتاوی کے اندر اس قول کو نقل کیا ہے امام بیہقی نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ ایک جوان انصاری حضور کے پیچھے
قرأۃ کرتا تھا اسوقت یہ آیت نازل ہوئی اور اسکا شان نزول مکہ کے اندر ہوا تھا اب یہ کہ آپ نے اس آیت
کے نازل ہونے کے باوجود قرأۃ فاتحہ کی اجازت کیوں دی تھی اسکا جواب ہے کہ آپ کا اجازت دینا معلل بعلۃ تھا
اور وہ منازعت ہے یعنی نماز کے اندر ایک قسم کی منازعت سے معلوم ہوتی تھی اسلئے پوری قرأۃ کو منع کر دیا تھا
صرف فاتحہ کی اجازت دی تھی لیکن بعد میں جب تجربہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ فاتحہ سے بھی منازعت ہوتی ہے

تو فاتحہ سے بھی منع فرما دیا۔ نیز مقلدین نے اعتراض کیا کہ آیت جو بکلام شافعی منہ زوری کا متعلق بیہقی کی طرف منسوب کیا
یہ بیہقی کے اندر باب القراءۃ میں کسی جگہ نہیں ملتا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض ان کا بایں وجہ ہے کیونکہ باب القراءۃ
میں لکھوں نہیں یہ لازم نہیں آتا۔ اور کسی جگہ بھی ہو نیز مجاہد اسمیں کیا تو متفرد نہیں بلکہ دیگر راوی بھی۔ ابن جریر طبری اور دیگر
بہت سے لوگوں نے متعدد تابعین کو نقل کیا ہے مگر اس آیت کا تعلق صلوٰۃ جہریہ سے ہے چنانچہ
امام بخاری نے اعتراض کیا کہ اگر اسکا تعلق صلوٰۃ سریہ کے ساتھ مانا جائے تو غلط ہے کیونکہ وہاں استماع نہیں ہوتا
محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے اندر دو چیزیں ذکر کیں ہیں ایک استمعوا۔ دوسرے انصتوا۔ اول کا تعلق
صلوٰۃ جہریہ سے اور دوسرے کا تعلق صلوٰۃ سریہ سے ہے لیکن علامہ کشمیری اسکا جواب یوں دیتے ہیں کیونکہ استماع اور انصات
دونوں ایک ہیں ہے کیونکہ لغت کے اندر استماع کے معنی کان لگانے کے ہیں لہذا سریہ سے اسکا تعلق نہیں بلکہ جہریہ سے ہے
دوسری دلیل حنفیہ کی ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ہے جو مسلم شریف کے اندر موجود ہے اس حدیث کے اندر ہے واذا قرأ فانصتوا — حدیث مسلم سلیمان تیمی
اس پر ان لوگوں نے اعتراض کیا کہ سلیمان تیمی اسکے ساتھ متفرد ہیں اسکا جواب دیا گیا کہ جب یہ اعتراض امام مسلم سے کیا گیا
تو انہوں نے فرمایا کہ تم اس سے زیادہ کسی کو حافظ پاتے ہو یعنی وہ ثقہ اور حافظ ہیں اور ان کی یہ حدیث صحیح ہے اسی وجہ
امام مسلم نے اسکا اعتبار کیا نیز ابوبکر اثرم ابن تیمیہ ابن جریر طبری ابن کثیر جمہور حنفیہ حنابلہ مالکیہ اور حافظ
ذکی الدین منذری ابوزرعہ رازی ان تمام ائمہ نے اسکی تصحیح کی ہے ایسے ہی امام نسائی نے اور امام احمد نے بھی تصحیح
کی ہے اس حدیث کی۔ نیز سلیمان تیمی کے دو متابع موجود ہیں ایک سعید بن عروبہ اور دوسرے عمر بن عامر اور ان دونوں — متابع
کی متابعت کی یہ تخریج امام بیہقی۔ اور ابن بزار وغیرہ نے کی ہے پھر اشکال ہوا کہ ان دونوں کی متابعت کو صالح بن
نوح عطار نے نقل کیا ہے اور وہ متکلم فیہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ وہ اتنا گیا گذرا شخص نہیں کہ اسکا متکلم فیہ ہونا — حدیث ابی داؤد
ہمارے بیان قادح ہو۔ تیسری دلیل حنفیہ کی حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے ابوداؤد کے اندر کہ اذا قرأ فانصتوا اس پر
امام ابوداؤد نے اعتراض کیا کہ اسکا راوی ابو خالد احمر اسکو ابن عجلان سے روایت کرتا ہے اور ابو خالد متفرد ہے
لیکن یہ غلط اعتراض ہے کیونکہ ابو خالد ثقہ ہونے کے علاوہ وہ قفز القنطرۃ کے قبیلہ سے ہے۔ جب محدثین کے یہاں
یہ کہا جائے کہ فلان قفز القنطرۃ تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ صحیحین کا راوی ہے اور مسلم و بخاری نے اپنی
کتابوں کے اندر اسکی روایت کو لیا ہے لہذا یہ بھی ایسی ہی ہے نیز اسکا متابع محمد بن سعد ہے اور ایسے ہی
اسماعیل ابن ابان غنوی۔ اور محمد بن میسر ان دونوں نے بھی متابعت کی ہے اور ان دونوں کی روایتیں دارقطنی
وغیرہ کے اندر موجود ہیں اب ان لوگوں نے کہا کہ یہ ابو خالد ان سے روایت کرتے ہیں اور وہ بھی ضعیف ہیں اسکا
جواب یہ ہے کہ وہ بھی مسلم کے رواۃ استشہاد میں سے ہے اور من قبیل قفز القنطرۃ ہے جب اس حدیث سے معلوم
ہوگیا کہ امام کی قرأۃ کے وقت مقتدی کو چاہئے کہ وہ خاموش سنے خود قرأۃ نہ کرے تو اس پر شافعیہ نے کہا کہ
امام کے سکتات [illegible] درمیان قرأۃ ہونی چاہئے۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ حضور کی کسی حدیث
کے اندر یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اتنی دیر سکتہ فرمایا ہے کہ مقتدی قرأۃ کرلیں۔ نیز سکتات
کا اتباع ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ جب وہ طمانیت سے پڑھیگا تو یقیناً امام آگے قرأۃ شروع کردیگا اور
بغیر طمانیت کے قرأۃ آپ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ چوتھی دلیل حضور کا ارشاد ہے من کان له امام فقراءۃ — من کان له امام فقراءۃ الخ
الامام قرأۃ له حضرت جابر سے ابن ماجہ نے نقل کیا۔ دارقطنی نے ابن عمر اور ابن عباس سے اسکو نقل کیا ہے

822 انس بن مالکؓ سے ابن حبان نے نقل کیا نیز حضرت ابو سعید خدری اور دیگر اصحاب کرامؓ سے یہ حدیث مروی ہے۔ اب اعتراض ۲۸/۲۳
ہوا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے اندر جابر جعفی ایک راوی ہے جس کی خود امام ابو حنیفہؒ نے تکذیب فرمائی ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ حنفیہ نے صرف اسی سند والی حدیث سے استدلال نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ دوسری سند سے
احادیث مروی ہیں ان سے استدلال کیا ہے مثلاً امام محمد فرماتے ہیں اخبرنا ابو حنیفۃ قال حدثنا ابو الحسن موسی
بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ
اب دیکھئے اسکے اندر جابر جعفی کا کہیں بھی نام نہیں ہے۔ پھر اعتراض کیا گیا کہ اس حدیث کو صرف تنہا امام ابو حنیفہ نقل
کرتے ہیں اور حسن بن عمارہ آپ کے ساتھ ہو جاتے ہیں چنانچہ دارقطنی نے کہا کہ ان دونوں نے اسکو مسنداً ذکر کیا
اور یہ دونوں ضعیف ہیں اور پوری ایک جماعت کا نام دارقطنی نے ذکر کیا اور کہا کہ ان لوگوں نے اسکو مرسلاً ذکر کیا ہے
اسکا جواب سنئے! اکثر علماء نے حسن بن عمارہ کی توثیق کی ہے ان کو ضعیف کہنا نہایت غلط ہے ایسے ہی
امام صاحب کے متعلق دارقطنی کا یہ کہنا کہ وہ ضعیف ہیں نہایت ہی عجیب اور تعصب پر مبنی اعتراض ہے
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ دارقطنی کو شرم نہیں آتی جرأت کرتا ہے اور امام الائمہ سید الحفاظ کی طرف ضعف
کو منسوب کرتا ہے حالانکہ خود اپنی کتاب کے اندر منکر اور ضعیف احادیث کو نقل کرتا ہے امام صاحب کی بہت سارے ائمہ نے
توثیق فرمائی ہے اور اگر آپ نفس کلام کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں تو کون سا محدث اور حافظ و امام اس قسم کے
اعتراض سے خالی ہے امام بخاری۔ امام شافعی۔ امام مالک۔ امام احمد اور دیگر جتنے ائمہ اور محدثین دنیا میں آئے
ہوں گے ہر کسی نے کسی نہ کسی پر کلام کیا ہے اور کسی نے کوئی اعتراض کیا ہے حالانکہ عبد اللہ بن مبارک ایک ایسی ہستی ہے جو
خارقہ ہیں کہ جو قسم کی جرح سے محفوظ ہیں ورنہ سب متکلم فیہ ہیں۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ معاصرین کا
کلام ایک دوسرے کے بارے میں قطعاً معتبر نہیں ہے۔ امام صاحب کے علم سے مشرق و مغرب بھر رہا ہے۔ نیز امام صاحب اس حدیث کے اندر
تنہا نہیں ہیں بلکہ متابع موجود ہیں چنانچہ امام احمد بن منیع نقل کرتے ہیں کہ حدثنا اسحاق الازرق قال اخبرنا سفیان و شریک
عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر قال الخ اسکے اندر تمام کے تمام راوی ثقہ ہیں چنانچہ امام بیہقی
نے تقریباً مان لیا اور یہ کہہ دیا کہ یہ حدیث اصول الفاتحہ پر محمول ہے دوسرا اعتراض اس حدیث پر یہ تھا کہ یہ حدیث
مرسلاً مروی ہے اور حضرت جابر کا ذکر اسکی سند میں نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ مرسل جب ثقات سے مروی ہو تو معتبر ہیں
نیز حنفیوں کے ہاں یہ حدیث حجت ہوگی چنانچہ امام محمد کا فتوی موطا کے اندر موجود ہے اور اسکے علاوہ بہت سے اس باب کے
متابعات موجود ہیں اور حضرت جابر کے ذکر نہ کرنے سے لازم نہیں آتا کہ یہ مرسل ہو جائے نیز امام احمد نے علامہ
کشمیری نے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر سے پہلا جو حضرت عبد اللہ بن شداد سند کے اندر موجود ہیں یہ خود بھی
دو صحابی ہیں اور اسکا صحابہ کا نام کی ثقاہت معتبر ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ علامہ کشمیری کا یہ فرمانا کہ مراسیل
صحابہ معتبر ہیں یہ اس وقت ہے جبکہ وہ صحابی مرویہ کے علاوہ مروایتہ بھی صحابی ہو ورنہ اس صحابی کی
روایت کا حکم غیر کی مرسل کے حکم کا لازم ہے۔ فالحمد للہ کہ ہمارا مسلک قرآن و حدیث کی صحیح و قوی حجت
تفصیل کے ساتھ منقح ہو کر سامنے آگیا ہے بس اب صرف احادیث کے اندر لفظی بحث ہے اس
فصل ثالث کے اندر ایک حدیث اور آگئی۔ فقط

محمد سلمان
سہارنپوری ۸۵ھ
۱۹ جمادی الاولی

# الفصل الاول

822 عن عبادة بن الصامت الخ عن ابی ھریرۃ من صلی صلوۃ الخ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸/۲۳

حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث چونکہ امام شافعی کے مستدلات میں سے ہے لہذا اسکی تشریح اور اسکی تفصیلی بحث
823 باب کے تحت گذر چکی اب دوسری حدیث ابوہریرہ کی ہے من صلی صلوۃ صلوۃ مفعول بہ اور مفعول مطلق دونوں ۲۴
ہوسکتا ہے مفعول مطلق کی صورت میں ترجمہ ہوگا جس شخص نے نماز پڑھی نماز پڑھنا اور مفعول بہ کی صورت میں ترجمہ
ہوگا جو شخص پڑھے نماز۔ اس سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ نماز کے اندر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے
ہم کہتے ہیں کہ یہ استدلال آپ کا صحیح نہیں بلکہ آپ نے تو یہ فرمایا کہ اسکی نماز ناقص ہے اور نماز کے اندر نقصان ترک واجب
سے ہوتا ہے ترک فرض سے تو نماز معدوم ہوجاتی ہے لہذا یہ تو حنفیہ کا عین مدعا ہے غیر تمام بعض نے کہا کہ یہ راوی
کی جانب سے تفسیر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تفسیر ہے فقیل لابی ھریرۃ فرمادی بعض ۲۵
کے اندر ہے فقیل لحامل الحدیث اور حامل حدیث حضرت ابوالسائب ہیں۔ حنفیہ نے اس جملے سے بھی استدلال کیا اسبات
پر کہ ان لوگوں کے یہاں فاتحہ کا پڑھنا اتنا شائع ذائع نہیں تھا ورنہ حضرت ابوہریرہ سے یہ کیوں دریافت
کرتے کہ اگر ہم امام کے پیچھے ہوں تو ایسی صورت میں کیا کریں حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا کہ اقرأ بھا فی نفسک ۲۵
اسکا ایک مطلب بعض حنفیہ نے یہ بیان کیا کہ تم خاموش رہو تو امام کی جو قرأۃ ہورہی ہے وہ اسکے اندر دل ہی دل میں غور
وفکر اور تدبر کر۔ یہ مطلب نہیں کہ خود بھی قرأۃ کرنے لگ۔ لیکن یہ مطلب معتبر نہیں بلکہ اصل مطلب تو یہی ہے
کہ تو بھی آہستہ آہستہ قرأۃ کر۔ لیکن یہ حضرت ابوہریرہ کا جواب صلوۃ جہریہ کے اندر تو بالکل نہیں چلیگا
کیونکہ آپ کو ماقبل کے اندر معلوم ہوچکا کہ حضرت عکیمہ کی حدیث سے صلوۃ جہریہ کے اندر قرأۃ کا نسخ ہوگیا تھا نیز
دوسری احادیث سے صلوۃ سریہ کے اندر بھی قرأۃ سے ممنوع کردیا گیا لہذا زیادہ سے زیادہ ابوہریرہ کے اس
جواب کو جواز یا استحباب کے درجہ میں رکھا جائیگا۔ تیسری حدیث حضرت انس کی ہے اسکو مولف علیہ الرحمہ نے
امام مسلم کی طرف منسوب کیا حالانکہ بخاری کے ص ۱۰۳ پر بھی یہ حدیث آئی ہے چنانچہ حافظ جمال الدین زیلعی نے بھی اسکو
صحیح بخاری ومسلم کی طرف اس حدیث کو منسوب کیا ہے اس حدیث سے مالکیہ نے استدلال کیا اسبات پر کہ
بین التکبیر والقرأۃ کوئی دعا نہیں پڑھی جائیگی اسکا جواب ماقبل کے اندر گذر گیا ہے دوسرے مالکیہ اور دوسرے
لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ نماز کے اندر فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الخ نہیں پڑھی جائیگی کیونکہ اس حدیث
کے اندر فاتحہ سے ابتداء کا ذکر ہے لیکن اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور اسکی چند تحقیقیں ہیں۔
اول یہ کہ بسم اللہ قرآن کا جزء ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ نماز کے اندر بسم اللہ ہے یا نہیں۔ تیسرے یہ کہ جہر کیساتھ پڑھی
جائیگی یا بلا جہر کے ان دونوں مسئلوں کو غور سے سنیئے۔ مسئلہ اولی: بسم اللہ کے جزء قرآن ہونے میں مختلف
اقوال ہیں: اول امام شافعی کا ایک قول ہے کہ سورہ فاتحہ اور ہر سورۃ کا جزء ہے دوم امام شافعی کا دوسرا قول
ہے کہ یہ آیت تامہ ہے سورہ فاتحہ کی اور بعض آیت ہے بقیہ سورتوں کی سوم امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول
یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی بعض آیت ہے اور کسی کا نہیں چہارم آیت وغیرہ نہیں بلکہ محض تبرک اور فصل کیلئے ہے
کسی کا جزء نہیں ہے حنفیہ کا مشہور قول اور ایک ائمہ کی جماعت کا مختار ہے ایسے ہی امام احمد کا راجح القولین ہے
ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کی روایت کا مقتضی بھی یہی ہے پنجم سورہ نمل کا جزء ہے
اور کسی کا جزء نہیں ہے۔ حنفیہ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے وہ اسکی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ

۹۱م

823 نے اسکے اندر استفادہ ذکر نہیں فرمایا۔ لیکن شافعیہ اسکا جواب یہ دیتے کہ بسملہ جزء مشترک ہے فاتحہ اور دوسری سورتوں کے ۲۸/۲۵
درمیان اس بناء پر ذکر نہیں کیا۔ اسکا جواب ہماری طرف سے یہ ہوگا کہ جن احادیث کے اندر صرف فاتحہ کہا تو بسملہ
کا ذکر ہے اور وہ آپ کی مستدل ہیں ان کا کیا جواب ہوگا۔ نیز بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ یہ فاتحہ کا جزء نہیں
نیز یزید بن عبداللہ بن مغفل اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو سنا کہ نماز پڑھی اور زور سے بسم اللہ پڑھی
تو فرمایا کہ اے بیٹے! یہ امر محدث ہے تم اسکو ایجاد نہ کرو میں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی ہے
وہ لوگ جہراً بسملہ نہیں پڑھتے تھے۔ ایک روایت کے اندر ہے کہ صحیح مسلم و بخاری میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ
حضرت جبرئیل نے حضور کو اقرأ باسم ربک الخ سکھائی تو ابتدا میں بسملہ نہیں پڑھی اگر جزء ہوتا تو کیسے
ترک کر دیتے معلوم ہوا کہ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورتوں کا بھی جزء نہیں ایسے ہی اجماع ہے علماء کا اثبات پر کہ سورۃ
ملک کی تیس آیتیں ہیں اور وہ بغیر بسملہ کے ہیں ایسے ہی انا اعطینا کی تین آیتیں ہیں بغیر بسملہ کے اور بھی علاوہ اور بہت
سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بسملہ کسی سورۃ کا جزء نہیں ہے اور بہت واضح دلیل حضرت ابن عباس کی حدیث ص۱۹۳ پر آرہی ہے
جسکے اندر ہے کہ بسملہ محض تبرک اور فصل کیلئے لکھی جاتی ہے حاکم نے مستدرک کے اندر لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیحین کی شرط الاولی بناء پر
صحیح ہے اسپر امام نواوی نے اعتراض کیا کہ جب فصل و تبرک کیلئے ہے تو سورۃ انفال و توبہ کے درمیان کیوں نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ
ان دونوں کے الگ الگ ہونے میں اشتباہ ہوگیا کہ دونوں سورتیں الگ الگ ہیں یا ایک ہی ہیں اس وجہ سے بسملہ فصل کیلئے
نہیں لائے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز کے اندر بسم اللہ کا پڑھنا کیسا ہے امام شافعی کے نزدیک واجب ہے امام مالک کے
نزدیک مکروہ ہے حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے یہی مذہب جمہور فقہاء و محدثین اور امام احمد کا ہے تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اسکو جہر کے
ساتھ پڑھیگا یا بلا جہر کے امام شافعی کے نزدیک جہراً پڑھیگا امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے حنفیہ کے نزدیک سراً
پڑھیگا اسحاق بن راہویہ کے نزدیک اسکو اختیار ہے کہ سراً پڑھے یا جہراً اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً نہیں پڑھیگا

825 **عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق الخ** ۲۹/۵

**اذا امن الامام** الخ اسکی علماء نے مختلف مطالب بیان فرمائے مطلب ۱ ظاہری مطلب یہ ہے کہ جب وہ آمین کہے تو تم
بھی آمین کہو۔ مطلب ۲ آمین کے معنی اگر دعا کے لئے جائیں تو مطلب ہوگا کہ جب امام دعا پڑھے تو تم آمین کہو اور دعا سے
مراد اھدنا الصراط المستقیم الخ ہے مطلب ۳ اذا بلغ الامام موضع التامین فامنوا اور موضع تامین ولا الضالین ہے اب اس
مطلب سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ اگر امام آمین نہ کہے تو تم مقتدی بھی آمین نہ کہو لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک اسکا یہ مطلب اور یہ استدلال
کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کا مطلب تو یہ ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم تاخیر نہ کرو یعنی
معیت بیان کرنی مقصود ہے **من وافق تامینہ تامین الملائکۃ** اسکے اندر دو چیزیں قابل ۵
بیان ہیں ایک یہ کہ موافقت تامین کا کیا مطلب اور دوسرا یہ کہ ملائکہ سے کون سے ملائکہ مراد ہیں سنیئے!
۱ ابن حبان کے نزدیک موافقت سے اخلاص مراد ہے ۲ اجابت الدعاء کے اندر موافقت ہونی چاہیئے۔
۳ اجابت فی الوقت والقبول یعنی جو وقت فرشتوں کے آمین کہنے کا ہے اور وہی وقت تم بھی کہو۔ اور تامین ملائکہ
کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتے اسکیلئے تامین کرتے ہیں یا تامین سے مراد دعا بالطاعۃ ہے کہ اسکے لئے دعا کرتے ہیں۔
اب یہ کہ ملائکہ سے مراد کیا ہیں ۱ ظاہر ہے کہ اس سے حفظہ مراد ہیں ۲ الذین یتعاقبون فیکم باللیل والنہار ملائکہ
مراد ہیں ۳ ابن بزیزہ کہتے ہیں کہ اس سے تمام ملائکہ مراد ہیں ۴ ملائکہ آسمانی مراد ہیں ۵ اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو کہ [illegible]

826 عن ابی موسیٰ الاشعری وعن ابی قتادۃ قال الخ وعن ابی سعید الخدری قال کنا نحزر ٧٩/٨
وقارنۃ مفہوم ہے کے نزدیک تعقیب ہے فاذا کبر فکبروا اس کے اندر فاء تعقیب کا ذکر اختیار کیا اس بات کی طرف اشارہ امام کی
تکبیر سے مقتدی کی تکبیر موخر ہوگی اور ایسے ہی تمام اذکار کے اندر تعقیب ہے اس کے اندر اختلاف ہے کہ افعال صلوٰۃ کے ١٠
اندر مقارنۃ ہونی چاہیے یا معاقبۃ۔ اس بات کے اندر سب کا اتفاق ہے کہ تقدیم تو حرام ہے اب رہ گیا معاقبۃ یا
مقارنۃ اس کا تحقق تین اشیاء سے ہو۔ تکبیر تحریمہ۔ اور سلام۔ اور باقی تمام ارکان۔ جب تحریمہ کے اندر اگر
امام کے ساتھ مقارنۃ ہے تو امام شافعی امام احمد کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوگی امام مالک امام ابو یوسف امام محمد
ان سب کا یہی مذہب ہے۔ امام صاحب کے نزدیک نماز صحیح ہو جائیگی۔ عبدالرحمن کے اندر لکھا ہے کہ صاحبین
اور امام صاحب کے اندر اختلاف اولویت میں ہے اور علماء نے صاحبین کے قول کو راجح قرار دیا ہے دوسری چیز سلام
اگر اس کے اندر مقارنۃ ہے تو امام احمد و امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے اور تقدم دونوں کے یہاں مفسد ہے اور
امام مالک کے نزدیک مقارنۃ بھی مفسد ہے تقدم تو بطریق اولیٰ مفسد ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک تقدم مکروہ ہے لیکن
~~اس صورت میں بھی نماز ہو جائیگی~~ ۔ تیسری چیز بقیہ ارکان ہیں ان میں حنفیہ کے نزدیک مقارنۃ اولیٰ ہے اور امام شافعی
کے نزدیک مقارنۃ مکروہ اور امام احمد اور ظاہریہ کے نزدیک مقارنۃ بھی مفسد ہے اور تقدم سب کے نزدیک مکروہ ہے
827 مولف علیہ الرحمہ نے فرمایا وفی روایۃ لہ عن ابی ھریرۃ وقتادۃ لہ کی ضمیر مسلم کی طرف راجع ہے لیکن مولف کو وہم ہوگیا ١١
امام مسلم کی طرف نسبت کردی ورنہ مسلم کے ایک شاگرد نے اس حدیث کے متعلق پوچھا تھا تو امام مسلم نے فرمایا صحیح ہے تو امام
مسلم کی تصحیح کو مولف نے تخریج سمجھ لیا حالانکہ انہوں نے اسکی تخریج نہیں کی نیز مصنف نے وقف وقتادۃ لکھدیا حالانکہ
درمیان کے اندر تین واسطے ہیں عن یونس بن جبیر عن حطان الرقاشی عن ابو موسیٰ الاشعری عن قتادۃ الخ
دوسری حدیث حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور نے ایک رکعت کے اندر دو سورتیں پڑھیں لیکن علماء کے
828 نزدیک ایک سورۃ پڑھنی چاہیے جمع بین السورتین خلاف اولیٰ ہے صرف فرائض کے اندر۔ نوافل میں بھی خلاف اولیٰ کے ١٢
ابو العالیہ اور شعبی کے نزدیک ایک رکعت کے اندر دو سورتیں نہ پڑھنی چاہیئے کیونکہ مقولہ ہے اعط کل شئی حظہ۔
اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کا کیا حکم ہے؟ ضم سورۃ دو حال سے خالی نہیں یا اولیین کے اندر ہے
یا اخریین کے اندر اگر اولیین کے اندر ہے تو امام صاحب عمر بن الخطاب عثمان بن ابی العاص کے نزدیک واجب ہے
امام مالک امام شافعی امام احمد کے نزدیک سنۃ ہے۔ ہمارے فقہاء نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ضم سورۃ ان کے
یہاں فرض ہے لیکن شراح ہدایۃ نے تنبیہ کی ہے کہ ابن شاس مالکی نے امام مالک سے سنیۃ کا قول نقل کیا ہے
حافظ عسقلانی نے ضم سورۃ کا انکار کر دیا اور ابن خزیمہ کی ایک روایت ابن عباس کی نقل کرتے ہیں دلیل کے طور پر
کہ حضور نے نماز پڑھی اور فاتحۃ الکتاب کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھا شیخ المشائخ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری فرماتے
ہیں کہ مجھے اس حدیث کی سند نہیں ملی تا کہ اس پر کلام کر سکوں البتہ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ اخیر کی دو رکعت پر محمول
یعنی اول میں آپ نے قراۃ فرمائی اور آخیر کی دونوں رکعتوں میں صرف فاتحۃ الکتاب پڑھی حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ
اس حدیث کی سند میں حنظلہ سدوسی ضعیف ہے خود حافظ نے لکھا ہے کہ حافظ ذہبی نے حنظلہ کو مناکیر کے اندر شمار
کرایا اور دوسرے لوگوں نے تضعیف کی ہے اسکے علاوہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے حدیث مطول کا اور حافظ
کو وہم ہوگیا اور اگر ~~[illegible]~~ اخریین کے اندر ہے تو امام شافعی کے نزدیک ضم سورۃ ہوگا اور جمہور کے نزدیک نہیں ہوگا

828 لیکن امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ ضم سورۃ سنت نہیں ہوگا امام نووی فرماتے ہیں یہی قول اصح ہے لیسمعنا آپ بیان جواز 79/13
کیلئے سنا دیتے تھے یا تعلیم امت کیلئے سنا دیتے تھے ویطول فی الرکعۃ اس میں علماء کے تین قول ہیں ۱ حنفیہ فجر
کی نماز کے اندر رکعت اولی طویل ہوگی امام صاحب اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے ۲ تمام صلوات کے اندر رکعت کو طویل کرنا
مستحب ہے امام احمد اور سفیان ثوری کا مذہب ہے ۳ تمام رکعات برابر ہیں یہ امام شافعی کا مذہب ہے ۴ یہ کسی کا مذہب
نہیں ہے رکعت ثانیہ طویل ہوگی رکعت اولی سے امام مالک فرماتے ہیں لا بأس بہ امام صاحب کی دلیل فجر کی رکعت کے طویل ہونے
میں چند احادیث ہیں اور جن سے بقیہ نمازوں کے اندر یا رکعات کے اندر طوالت کا علم ہوا امام صاحب ان کا جواب دیتے ہیں
829 کہ وہ ثنا اور تعوذ وغیرہ پر محمول ہیں تیسری حدیث ابو سعید کی ہے اس سے شافعیہ نے ضم سورۃ فی الاخریین پر استدلال کیا ہے
831 عن جبیر بن مطعم قال الخ عن ام الفضل بنت الحارث عن جابر قال کان معاذ بن جبل الخ
ابن عبد البر فرماتے ہیں حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو بحالت کفر سنا تھا کیونکہ آپ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور ... 19
832 بعد اس واقعہ کو ذکر فرمایا دوسری حدیث ام فضل کی ہے جس کے اندر ہے کہ آپ نے آخری نماز کے اندر والمرسلات پڑھی اب
اعتراض ہوگا جمہور کے نزدیک مغرب کی نماز قصار مفصل اولی ہے اسکا جواب دیا ہے امام طحاوی نے کہ ممکن ہے 20
منسوخ ہو گیا ہو ۔ یا آپ نے بعض سورۃ پڑھی ہوگی امام ابو داؤد نے اس کے قول کو اختیار کیا اور امام طحاوی نے
دوسرے قول کو اختیار کیا یعنی آپ نے بعض سورۃ پڑھی ہوگی حافظ عسقلانی نے ان دونوں پر اعتراض کر دیا امام ابو داؤد
پر تو یہ کہ یہ منسوخ نہیں ہو سکتی کہ یہ آپ کی وفات سے کچھ دن قبل کا قصہ ہے اور امام طحاوی پر اعتراض
یہ کہ دوسری روایات کے اندر ایسے الفاظ ہیں جن سے معلوم ہوا کہ آپ نے پوری سورۃ پڑھی ہے اس کا جواب یہ
دیا کہ آپ نے بیان جواز کیلئے پڑھی ہوگا ۔ جواب ۲ چونکہ آخری عمر کا زمانہ تھا اور بیماری سے ... کا وقت قریب تھا
833 معلوم ہے تلذذ کیلئے بڑی بڑی سورتیں آپ نے پڑھیں ۔ تیسری حدیث حضرت جابر کی ہے جس سے ایک 20
بات یہ معلوم ہوئی کہ اطالۃ علی المقتدین مکروہ ہے چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھنی چاہیئے البتہ اگر وہ مخصوص
مقتدی ہیں کہ تم نماز پڑھا رہا ہے تو اسکو اختیار ہے جتنا چاہے طویل کرے بشرطیکہ مقتدی راضی ہوں
دوسرا مسئلہ اس حدیث سے یہ مستنبط کیا گیا کہ مفترض کی اقتداء متنفل کے پیچھے جائز ہے یہی مذہب
شافعیہ کا ہے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت
معاذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عشاء کی فرض نماز پڑھ کر اپنی قوم میں جاتے اور ان کو بھی نماز پڑھاتے تو ظاہر
حضرت معاذ تو متنفل ہوتے تھے اور ان کی قوم مفترض ہوتی ۔ جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ
کیسے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فرض پڑھتے تھے آپ کے ساتھ نفل پڑھتے ہوں گے
اور پھر اپنی قوم میں جا کر فرض پڑھاتے ہوں یہی تو ممکن ہے لیکن دار قطنی کے اندر ہے فانما لہ نافلۃ ولہم
فریضۃ یعنی وہ نماز حضرت معاذ کی نفل اور ان کی قوم کیلئے فرض ہوتی تھی اس کا جواب امام طحاوی نے دیا کہ اس حدیث
کو عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں اور ان سے نقل کیا ہے اسکو ابن جریج اور سفیان بن عیینہ نے ان
میں سے ابن جریج نے تو اس زیادتی کو ذکر کیا لیکن سفیان بن عیینہ نے اس زیادتی کو ذکر نہیں کیا اور حدیث
پوری ذکر کی ہے لہذا ابن جریج کی زیادتی کا اعتبار نہیں ہے اس پر حافظ نے اعتراض کیا کہ ابن جریج اقدم سنا ہیں
اور ثقہ ہیں حافظ عینی نے جواب دیا کہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے کہ یہ زیادتی غیر محفوظ ہے نیز ابن جریج کی عادت ہے

833 کہ وہ ہمیشہ زیادہ اپنی طرف سے تفسیر کے طور پر کر دیتے ہیں لہذا ممکن ہے کہ الفصول اپنی طرف سے زیادتی کر دی ہو 79/20
نیز اور دوسرے لوگ بجائے اس زیادتی پر کلام کیا ہے بہرحال اگر ہم اس زیادتی کو قبول کر لیں تو پھر یہ مقولہ ہوگا
عمرو بن دینار کا۔ یا جابر بن عبد اللہ کا۔ یا جریج کا اور یہی زیادہ ظاہر ہے غرض جب یہ بات اپنی طرف سے
ثبوت کے مقام میں نہیں چلتی کیونکہ حضرت معاذ کی نیت کا ان لوگوں کو کیا علم ہے حافظ نے اعتراض کیا کہ آپ نے اس
کلام سے معلوم ہوا کہ زیادتی مدرج ہے حالانکہ حدیث کے اندر عدم ادراج اصل ہے لہذا یہ غیر مدرج ہے
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حافظ اس کہنے سے کام نہیں چلے گا اور اگر ہم اس کے عدم ادراج کو تسلیم کر لیں تو یہ نہیں کہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آپ نے بجائے حکم کے انکار فرمایا اور کہا کہ افتان یا معاذ
لہذا ان کا یہ فعل آپ کی اجازت سے نہیں تھا اور حکم کا دارومدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر ہے اور شافعیہ
حنفیہ کے درمیان منشاء اختلاف یہ ہے کہ امام و مقتدی کے درمیان افعال کے اندر شرکت ہوتی ہے
یا متابعت۔ شوافع کے نزدیک شرکت ہے یعنی جیسے امام افعال صلوٰۃ ادا کر رہا ہے ایسے ہی مقتدی بھی ہے
اور حنفیہ کے نزدیک متابعت ہے اور دلیل اول حضور کا قول الامام ضامن والمؤذن مؤتمن ہے اور متابعت امام جب
ہی ہوگی جبکہ مقتدی سے امام اقوی ہو۔ اور دلیل ثانی یہ کہ آپ نے صلوٰۃ الخوف کے اندر فرقہ اول کو ایک رکعت پڑھا کر
نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا یہ نہیں کیا کہ فرقہ اول کی رکعت ثانیہ باقیہ کو بھی پڑھا دیتا اگر آپ مستقل نماز پڑھاتے

834 عن البراء قال سمعت الخ عن جابر بن سمرة قال الخ عن عمرو بن حریث عن عبد اللہ الخ عن ابی ہریرة 25
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے عشاء کی نماز میں والتین والزیتون الخ پڑھی کہ ذکر شریف کے اندر ہے کہ
آپ نے سفر کے اندر عشاء کی ایک رکعت میں والتین پڑھی جس سے معلوم ہوگیا کہ دونوں رکعتوں کے اندر نہیں پڑھا
امام نسائی کی ایک روایت کے اندر یہی واضح ہوا۔ ابن السکن نے ابو ذر سے نقل کیا ہے کہ آپ نے پہلی
رکعت کے اندر والتین اور دوسری میں انا انزلناہ پڑھی فرماتے ہیں کہ اگر اس کی عشاء کی نماز مراد ہے تو یہ
متعین ہو جائے گا کہ حضرت براء کی اس حدیث کے اندر بھی اول میں والتین اور ثانی میں انا انزلناہ پڑھی ہو
لیکن علامہ عینی کے نزدیک حضرت براء کی حدیث کی تفسیر دوسری حدیث سے کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ دوسری

835 کی حدیث کے اندر اختلاف ہے کہ بعض نے اس نماز سے نماز مغرب اور بعض نے نماز عشاء مراد لیا ہے دوسری 26
حدیث جابر بن سمرة کی ہے کانت صلوٰتہ بعد ابن قیم کے کلام سے ایسے دو مطلب مستنبط ہوتے اول یہ کہ
آپ فجر کے اندر بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے پھر آپ نے تخفیف کر دی دوم یہ کہ آپ فجر کے اندر لمبی لمبی

836 سورۃ اور غیر فجر کے اندر تخفیف کرتے تھے تیسری حدیث کے اندر ہے کہ آپ نے فجر کے اندر واللیل اذا عسعس 27
پڑھا یعنی اس آیت سے آپ نے نماز کے اندر تلاوت شروع فرمائی دوم یہ کہ آپ نے پوری سورۃ پڑھی۔

837 چوتھی حدیث عبد اللہ بن السائب کی ہے صلی لنا النبی مکہ کے اندر آپ نے پڑھا ہے آگے ملکر حتی جاء ذکر موسیٰ وہارون الخ 80/1
یہ شک ایک راوی محمد بن عباد کو ہوگیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر سورۃ کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے

838 خواہ عذر ہو یا بغیر عذر کے یہی مذہب جمہور کا ہے امام مالک کے نزدیک بلا عذر مکروہ ہے پانچویں حدیث سے معلوم 2
ہوا کہ آپ نے نماز فجر کے اندر جمعہ کے دن سورۃ الم سجدہ تلاوت فرمائی اور دوسری رکعت کے اندر ہل اتیٰ علی الانسان الخ تلاوت فرمائی
ابن بطال مالکی نقل کرتے ہیں امام شافعی امام احمد۔ اسحاق بن راہویہ نخعی سے کہ ان دونوں سورتوں کو فجر میں پڑھنا مستحب ہے

838 امام مالک علیہ الرحمہ سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ سجدہ والی سورۃ کا امام کیلئے پڑھنا جائز نہیں ہے ٨٥/٢
اور دوسری روایت مکروہ جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک بھی جائز ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اسپر
مداومت کرنا چاہیے لیکن جمہور کے نزدیک اس سورۃ پر مداومت نہ کرے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے مداومت ثابت نہیں ہے حافظ عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ طبرانی کے اندر صفحہ ٢٠٦ پر ایک یہی روایت آئی
ہے اور اسکے اندر یدیم کی زیادتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلعم نے مداومت فرمائی ہے لیکن یہ زیادتی
ضعیف ہے۔ اب یہ کہ آپ نے اس سورۃ کو کیوں تلاوت فرمایا اسکا جواب ابن قیم ابن تیمیہ سے
نقل کرتے ہیں کہ اس سورۃ کے اندر مبدا و معاد اور آخرت کے احوال کا ذکر ہے اور ان تمام احوال کا
وقوع جمعہ کے روز ہوگا تو تذکیر کیلئے آپ پڑھتے تھے

839 **عن عبید اللہ الخ عن ابن عباس الخ الفصل الثانی: عن ابن عباس** ٤٠
اس حدیث کے اندر اشکال ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو واقد سے کیوں سوال کیا باوجود خود اعلم الحال
ہونے کے اسکا جواب ١ دیا ملا علی قاری نے کہ لوگوں کی تعلیم کیلئے جواب ٢ یا کثرۃ اشتغال کی وجہ سے آپ کو
نسیان ہوگیا تھا اسلیے ابو واقد سے سوال کیا اور ابو واقد کا نام حارث بن مالک ہے دوسری حدیث
ابن عباس کی ہے اسکے اندر رکعتی الفجر سے مراد شراح نے فجر کی سنت اولی ہے اور مسند احمد میں لفظ رکوع آگیا ہے
فصل ثانی کی پہلی حدیث ابن عباس کی ہے جس سے شوافع نے استدلال کیا کہ جہر بالبسملۃ کرنا چاہیے
اسکا جواب دیا کہ اس حدیث سے مطلق افتتاح بالبسملہ معلوم ہوا جہر ثابت نہیں ہوا نیز اگر جہر
ثابت مان لیں تو بھی یہ حدیث ضعیف ہے نیز اور دوسری احادیث کے اندر آپ کا سراً پڑھنا ثابت ہے

845 **عن وائل بن حجر قال سمعت الخ عن ابی زہیر النمیری قال خرجنا مع الخ** ١٤
اس حدیث سے آمین کا مسئلہ ثابت ہوا اور اسکے اندر چند مباحث ہیں جو ایک کو علاوہ سنیئے
**بحث اول:** لفظ آمین کے اندر کتنے لغت ہیں؟ اسکے اندر پانچ لغت مشہور ہیں اگرچہ
اسکے علاوہ اور بھی ہیں ١ آمین مد کیساتھ ٢ آمین بغیر مد کے ٣ امالہ کیساتھ
٤ آمّین بالمد و بتشدید المیم ٥ آمّین بتشدید المیم والقصر الالف۔ علامہ عینی اخیر کے
دو لغت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ ضعیف ہیں نیز علامہ احمد رضا نے ان دونوں کی تغلیط کی ہے
آمّین کی صورت میں امام صاحب کے نزدیک نماز فاسد ہوجائیگی اور صاحبین کے نزدیک فاسد
نہیں ہوگی مذا منعقد یہ لیکن بعض دو قول ہیں امام نووی نے صاحب تتمہ سے نقل کیا ہے کہ باطل ہوجائیگی
اور امام ابو محمد جوینی نے نقل کیا ہے باطل نہیں ہوگی بعد اسکو اصح قرار دیا ہے۔
**بحث ثانی:** یہ لفظ عربی ہے یا غیر عربی۔ امام عینی فرماتے ہیں کہ افاعیل کے وزن
لغت عرب کے اندر نہیں پایا جاتا لہذا یہ عجمی لفظ ہے بعض علماء کے نزدیک سریانی بعض نے عبرانی
اور بعض اسکو صیغہ کا جواب بتلاتے ہیں۔ دوسرا یہ بھی اختلاف ہے کہ اسکو بالمد پڑھنا
اولی ہے یا بالقصر امام نووی جمہور سے نقل کرتے ہیں کہ بالمد اولی ہے قاضی ابن العربی نے
قصر کو اولی قرار دیا ہے

845 **بحث ثالث:** اس کے معنی کیا ہیں؟ اول امام نووی فرماتے ہیں جمہور سے اس کے معنی نقل کئے اللھم استجب ۸۵
ثانی ولیکن کذالک ثالث اقبل رابع در تخییب رجاونا خامس ہی کنز من کنوز العرش۔
سادس وہ اسم من اسماء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق امام نووی فرماتے ہیں ابو حنیفہ جو اس اسم کا قائل ہے
علی ھذا الکرک ثامن ہو طابع اللہ یدفع البلاء عنہم تاسع موجب ہیں ماحبیکے معنی ولیکن کو اس
**بحث رابع:** اس کی حیثیت شرعیہ کیا ہے؟ امامیہ (روافض) کے نزدیک یہ بدعت ہے
اور اس سے نماز فاسد ہو جائیگی۔ ظاہریہ کے نزدیک اسکا پڑھنا واجب ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ
امام کیلئے اسکا پڑھنا سنت اور مقتدی کیلئے پڑھنا فرض ہے۔ جمہور کے نزدیک سنت ہے۔ امامیہ
کہتے ہیں کہ قرآن میں نہیں ہے لہذا نماز فاسد ہو جائیگی ہم کہتے ہیں کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بھی من القرآن نہیں حالانکہ کسی کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور حدیث المسیٔ کے اندر
آپ نے اسکو ذکر نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ درجہ وجوب تک نہیں پہنچی۔ . . . . . . . .
**بحث خامس:** نماز کے اندر کون کون آمین کہیگا؟ اسبات کے اندر سب کا اتفاق ہے کہ مقتدی
آمین کہیگا۔ البتہ امام کے اندر علماء کے مختلف اقوال ہیں ۱۔ امام شافعی۔ امام احمد اور
امام صاحب کے نزدیک امام کہیگا یہی ایک روایت امام مالک کی ہے ۲۔ امام نہیں کہیگا
یہ امام مالک کا دوسرا مشہور قول ہے اور حسن بن زیاد نے امام صاحب سے بھی یہی قول نقل کیا ہے ۳۔ امام جہریہ
کے اندر نہیں کہیگا سریہ کے اندر کہیگا یہ بھی امام مالک کی ایک روایت ہے
**بحث سادس:** اسکے اندر اختلاف ہے کہ امین کو نماز کے اندر مقتدی بالجہر کہیگا یا بالسر
امام صاحب امام مالک۔ امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ بالسر کہیگا۔ امام شافعی کا قول قدیم
اور امام احمد کے نزدیک بالجہر کہیگا جو لوگ آمین بالجہر کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں چند دلائل
**دلیل اول:** یہ مشہور دال حدیث ہے جسکو امام ترمذی نے سفیان ثوری سے نقل کیا اور وہ
اسکو نقل کرتے ہیں سلمۃ بن کہیل سے اور وہ حجر بن عنبس سے اور وہ اسکو روایت کرتے ہیں وائل
بن حجر سے۔ **دلیل ثانی:** حاکم اور دارقطنی کی روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے کہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ثم رفع بہا صوتہ وقال آمین۔ اس حدیث کا
جواب سنیئے:۔ اسکے اندر ایک راوی اسحاق بن زبریق ہے اس کے متعلق حافظ حمص
محمد بن عوف طائی فرماتے ہیں کہ ہو کذاب۔ نیز یہ صحاح ستہ کی رواۃ میں سے نہیں ہے لیکن
اس کے باوجود حاکم نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد یہ کہدیا کہ ہو صحیح علی شرط الشیخین
دوسری علت اس حدیث کے اندر یہ ہے کہ امام دارقطنی نے نقل کیا ہے کتاب العلل کے اندر
کہ اسحاق حسن سند کے ذریعہ اس حدیث کو نقل کرتے ہیں اسکا متن یہ نہیں کہ اذا قرأ ام
ثم رفع بہا صوتہ وقال امین بلکہ اسکا متن تو یہ ہے کہ اذا امن الامام فامنوا بہذا معلوم
ہوا کہ یہ روایت وہم ہے۔ **دلیل ثالث:** ابن ماجہ کے اندر ہے عن بشر بن رافع عن
ابن عم ابی ھریرہ عن ابی ھریرہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال غیر المغضوب علیہم

قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول فیرتج المسجد اس استدلال کا جواب سنیئے:۔ اسکے اندر راوی بشر بن
رافع ہے اسکے متعلق امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہو لا یتابع علی حدیثہ ۔ امام احمد فرماتے ہیں ہو ضعیف ابن حبان
فرماتے ہیں یروی اشیاء موضوعۃ کانھا المتعمد لہا۔ بعض نے کہا مناکیر کو جمع کرتا ہے۔

دلیل رابع:۔ عن ام الحصین انھا صلت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال آمین
فسمعتہ وہی فی صف النساء رواہ اسحاق بن راھویہ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس کے اندر اسماعیل بن مسلم المکی
راوی ہے اور یہ ضعیف ہے۔ یہ چار استدلالات امام شافعی کے مع جوابات کے بوجہ اتم پورے ہو گئے ہیں۔

اب حنفیہ کے دلائل سنیئے:۔ دلیل اول:۔ عن وائل بن حجر انہ صلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما
قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین خفض بھا صوتہ اس حدیث کو ابو داود طیالسی۔ ابو مسلم کجی
مسند احمد۔ ابو یعلی۔ دارقطنی۔ بیہقی سب نے روایت کیا ہے اسکا مدار شعبہ پر ہے وہ روایت کرتے ہیں سلمۃ بن کہیل
سے نقل کرتے ہیں اور سلمۃ بن کہیل حجر ابو العنبس سے اور وہ علقمۃ بن وائل سے اور وہ اپنے باپ وائل بن
حجر سے روایت کرتے ہیں۔ شافعیہ کی دلیل اول کا مدار سفیان ثوری پر تھا جیسا کہ وہاں معلوم ہو چکا
اب اس دلیل کے پیش نظر اس جماعت کے لوگ شعبہ کی اس حدیث پر چند اعتراض کرتے ہیں:۔

اعتراض اول:۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر شعبہ کو خطاء واقع ہوئی ہے وہ یہ
انہوں نے سند کے اندر حجر ابو العنبس کہہ دیا یعنی ابو العنبس کو حجر کی کنیت قرار دی حالانکہ ان کی
کنیت ابو السکن ہے اور یہ حجر ابن العنبس ہے یعنی عنبس ان کے والد کا نام ہے۔ جواب:۔ شعبہ
پر یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ وہ ابو العنبس کہنے میں تنہا متفرد نہیں بلکہ سفیان ثوری بھی ابو العنبس
کہنے میں شریک ہیں چنانچہ ابو داود کے اندر ابن کثیر کے حوالے سے انہوں نے جو نقل کیا ہے اسکے اندر
حجر ابو العنبس ہے ایسے ہی دارقطنی نے نقل کیا ہے کہ سفیان ثوری کے دونوں شاگرد محاربی اور وکیع
ان کو ابو العنبس کہتے تھے نیز ان کی کنیت ابو السکن ہو یہ لازم نہیں آتا کہ ابو العنبس
ان کی کنیت نہ ہو بلکہ دونوں ان کی کنیت ہو سکتی ہے ۔ نیز ہو سکتا ہے کہ ابو العنبس کنیت ہو ساتھ
وہ ابن العنبس بھی ہوں یعنی ہو سکتا ہے کہ ان کے والد کا نام بھی عنبس ہو اور ان کے لڑکے
کا نام بھی عنبس ہو جس کی وجہ سے ان کو ابو العنبس کہنے لگے جیسا کہ حضرت حسین کے والد کا نام بھی
علی تھا اور لڑکے کا نام بھی علی تھا لہذا امام بخاری کا یہ اعتراض غلط ہے چنانچہ ابن حبان نے اور
ابو الحسن قطان نے اس اعتراض کو رد کر دیا۔ اور حافظ عسقلانی نے تلخیص حبیر کے اندر اس کو غلط ہونا تسلیم کر لیا

اعتراض ثانی:۔ علقمہ کا اضافہ سند کے اندر صحیح نہیں ہے بلکہ حجر ابو العنبس نے بلا واسطہ حضرت وائل بن حجر سے
سنا ہے۔ جواب:۔ ان کا یہ اعتراض بھی غلط ہے کیونکہ حجر ابو العنبس نے جیسے وائل بن حجر سے بلا واسطہ
سنا ایسے ہی یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے علقمہ سے سنا یعنی دونوں طرح انہوں نے سنا ہے چنانچہ امام احمد فرماتے ہیں
حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ عن سلمۃ بن کہیل عن حجر بن عنبس قال سمعت علقمۃ بن وائل یحدث
عن ابیہ وقد سمعت من وائل ایسے ہی ابو داود طیالسی اپنی مسند کے اندر تحریر فرماتے ہیں حدثنا شعبۃ قال
اخبرنی سلمۃ بن کہیل قال سمعت حجر بن عنبس قال سمعت علقمۃ بن وائل قد یحدث عن وائل وقد سمعت من وائل

845 تو ہر دو دونوں سندوں کا پتہ چلا کہ انہوں نے علقمہ سے بھی سنا اور براہ راست حجر وائل سے بھی سنا ہے لہٰذا انقطاع
اعتراض ثالث: شعبہ نے جو اس حدیث میں کہا کہ قال آمین خفض بھا صوتہ یہ غلط ہے اور راجح وہ ہے
جسکو سفیان نے بیان کیا کہ رفع بھا صوتہ۔ جواب: ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ انہوں نے غلط
کہا لہٰذا رفع والی روایت صحیح ہے حالانکہ سفیان ثوری اور شعبہ دونوں ہم پلہ اور برابر ہیں لہٰذا ایک
کی حدیث کو راجح اور دوسری کو مرجوح کہنا ترجیح بلا مرجح ہے ان لوگوں نے سفیان ثوری کے قول کو راجح قرار
دینے کیلئے چند استشہاد پیش کئے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ مجھے اہل علم بالحدیث کا اختلاف معلوم نہیں یعنی
بلکہ اتفاق ہے اس بات پر کہ سفیان کا قول معتبر ہے شعبہ کے مقابلہ میں۔ یحییٰ بن سعید قطان فرماتے ہیں
کہ سفیان کا قول معتبر ہے ایسے ہی یحییٰ بن معین نے ان کو ترجیح دی اور کہا کہ ہو امیر المومنین فی الحدیث لہٰذا جب ان شعبہ
اور سفیان میں اختلاف ہو تو وہاں سفیان کا قول معتبر ہوگا لہٰذا یہاں پر بھی سفیان کی حدیث راجح ہوگی۔
جواب: جیسے آپ نے سفیان کے متعلق اقوال پیش کیے ہمارے طرف شعبہ کے متعلق اس سے کہیں زیادہ اہم
اقوال ہیں:۔ ابو طالب امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ شعبہ احسن ہیں۔ محمد بن عباس نسائی کہتے ہیں کہ
میں نے ابو عبد اللہ احمد بن حنبل سے دریافت کیا کہ ان دونوں میں اثبت کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ سفیان رجل حافظ
اور شعبہ ان سے زیادہ اثبت ہیں۔ علی بن مدینی سے امام ترمذی نے نقل کیا کہ انہوں نے یحییٰ بن سعید قطان
سے سنا جبکہ ان سے سوال کیا گیا کہ ان دونوں میں حدیث طویل کا زیادہ حافظ کون جلدی گذرنے والا ہے
تو فرمایا کہ شعبہ جلدی گذرنے والے ہیں اور فرمایا کہ شعبہ کان صاحب رجال وکان سفیان صاحب الابواب
یعنی حدیث کے اندر شعبہ کو مہارت ہے اور تفقہ کے اندر سفیان کو مہارت حاصل ہے لہٰذا اس سے ان لوگوں کا بھی جواب
ہوگیا جو کہتے ہیں کہ سفیان کا قول معتبر ہے یعنی تفقہ کے اندر وہ ماہر ہیں لہٰذا مسائل کے اندر ان کا قول معتبر ہے
اور حدیث کے اندر شعبہ کا قول معتبر ہے۔ خود سفیان ثوری کہتے ہیں کہ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث
جب ان اقوال کے ذریعہ شعبہ کا راجح ہونا ثابت ہوگیا تو ان لوگوں نے دوسرا طرز اختیار کیا اور کہنے لگے کہ
سفیان کی حدیث راجح اس وجہ سے ہے کہ ان کا متابع علی ابن صالح موجود ہے جسکی متابعت ترمذی کے اندر موجود ہے
ایسے ہی محمد بن سلمہ بن کہیل بھی ان کا متابع ہے اور دونوں ثقہ ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں ثقہ نہیں
بلکہ دونوں ضعیف ہیں۔ چنانچہ علی ابن صالح کے متعلق حافظ فرماتے ہیں کہ اوہامات کا مالک ہے
علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ منکرات کو جمع کرتا ہے۔ علامہ جوزجانی فرماتے ہیں کہ ذاھب واھی الحدیث
جب ان دونوں کی تضعیف ہوگئی تو کہنے لگے کہ ایک تیسرا بھی متابع موجود ہے وہ علی بن صالح ہے ہم کہتے ہیں
کہ یہ علی تو وہی ہے جسکی ہم تضعیف کر چکے آگے اور یہ علی نہیں بلکہ علی بالیاء المقصورۃ الالف ہے
اب کو وہم ہوگیا اور تیسرا سمجھ گئے۔ علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ جب شعبہ اور سفیان ثوری کی
حدیث کے اندر تعارض ہوگیا تو اب سفیان کی حدیث کے ہم کو جواب دینے کی ضرورت ہے لہٰذا جوابات سنئے۔
جواب ۱: رفع بھا صوتہ کے اندر رفع سے رفع خفیف مراد ہے ولیس المراد منہ القرع العنیف۔ اور
خفض بھا صوتہ کا مطلب جیسا تکبیر کی طرح زور سے نہیں کہتے تھے بلکہ ایسا کہ ایک دو آدمی سن لیں اور اس کی وجہ
صوت ثابت نہیں ہوگا چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر ایک دو آدمی اور سن لیں تو اس کی جہر متحقق نہیں ہوتی

العواب
یحییٰ بن سعید القطان
جبل العلم

شعبہ

واھی

العنیف
ای الشدید

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کے اندر ہے حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول اس سے معلوم ہو گیا کہ تمام لوگ نہیں سنتے تھے
نیز فلسفہ کا مسئلہ ہے کہ آواز جب نکلتی ہے تو فضا کے چاروں طرف پہنچتی ہے اور یہاں صرف ایک طرف نہیں پہنچی تو معلوم
ہوا کہ قرع ضعیف ہے وہ صوت محمول ہے۔ جواب ۲: علامہ شوق نیموی نے الحبل المتین کے اندر تحریر فرمایا کہ مد بہا صوتہ
سے مراد یہ ہے کہ آپ سانس کھینچتے تھے اسکو بعض نے خفض کہا اور بعض نے رفع کہا ایسا تو تعبیر کر دیا۔ نیز اس کی
استدلال جہر پر اس وجہ سے بھی نہیں کہ اس کے اندر اضطراب ہے چنانچہ شعبہ رفع کے بجائے خفض کہتے ہیں۔ جبکہ ان کی
ایک حدیث میں قال آمین تلاوتا وارد ہوا۔ اور نور الدین ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال ثقات ہیں ایسے
ایک روایت کے اندر رب اغفرلی کی زیادتی ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اس کے اندر اضطراب ہے استدلال صحیح نہیں ہے
جواب ۳: یہ حدیث سفیان کی احیاناً پر محمول ہے یعنی آپ آمین بالجہر کبھی کبھی فرماتے تھے چنانچہ ایک روایت
کے اندر ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجہر بہا احیاناً لہذا عام حکم ہمیشہ کیلئے اس سے ثابت نہیں ہوگا۔
جواب ۴: تعلیماً آپ کبھی جہر کرتے تھے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسکو امام ابو بشر دولابی نے کنی
کے اندر نقل فرمایا کہ مد بہا صوتہ کانہ یعلمنا اس جواب میں اور جواب ثالث میں فرق یہ ہے کہ وہاں تو اتفاقاً
خود بخود آمین کہہ دیتے تھے اور یہاں قصداً تعلیم کیلئے آپ آمین کہتے تھے۔ حضرت سفیان کی حدیث کے جواب
چار ہو گئے ہیں۔ اب ایک بات ہے کہ امام بخاری نے اپنے مذہب پر استدلال حضرت عبداللہ بن زبیر کے
اثر سے بھی کیا کہ وہ رفع صوت کرتے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ ان سے بڑے اکابر حضرت عمر۔ حضرت علی۔ حضرت ابن مسعود
ان تمام سے اخفاء ثابت ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ وہ جہر نہیں کرتے تھے۔ نیز امام
بخاری نے ایک استدلال یہ کیا کہ آپ نے فرمایا اذا امن الامام فامنوا تو یہاں مقتدی کی تامین امام کی تامین
پر موقوف ہے اور امام کی تامین کا علم لوگوں کو جب ہوگا جبکہ امام آمین بالجہر کرے لہذا ثابت ہو گیا کہ جہر ہے
جواب: ہم کہتے ہیں کہ اذا امن الامام کا مطلب یہ ہے کہ اذا بلغ الامام موضع التامین یعنی جب امام آمین
کہنے کی جگہ پر پہنچے تو آمین کہو اور وہ جگہ غیر المغضوب علیہم الخ ہے جب فاتحہ ختم ہوگی تو خود معلوم ہو
جائیگا۔ یہ حنفیہ کی دلیل اول ہے ما لہا وما علیہا کی تفصیل سب کو بیان کر دی گئی اب دوسری دلیل سنیے
دلیل ثانی: عن سمرة بن جندب انہ حفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکتتین سکتة اذا کبر وسکتة
اذا فرغ من قراءة غیر المغضوب علیہم الخ تو یہاں سکتہ ثانیہ جو قراءة کے بعد ہوتا ہے وہ آمین کیلئے ہوتا تھا
اس پر ان لوگوں نے یہ اعتراض کر دیا کہ یہ سکتہ ثانیہ سانس لینے کیلئے ہوتا تھا اور سانس لینے کے بعد امام آمین جہراً
کہتا تھا۔ علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں لازم آئیگا کہ مقتدی کی آمین امام کی آمین پر
مقدم ہو جائے کیونکہ آپ کے قول کے مطابق امام اتنے میں سانس لیگا اتنے میں مقتدی تامین سے فارغ ہو جائیگا۔
دلیل ثالث: عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم
فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب الخ فقولوا آمین

845 دلیل رابع :- یہ دلیل عقلی ہے کہ آمین دعا ہے چنانچہ قتادہ کہتے ہیں آمین الدعاء - ایسے ہی قرآن کے اندر حضرت ٨٠/١٢
موسیٰ کی دعا اور حضرت ہارون کی آمین دونوں کو دعا سے تعبیر کیا گیا اور کہا اجیبت دعوتکما اور دعا کے اندر
اخفاء اور تضرع ہونا چاہیے - نیز حضور نے ایک موقع پر فرمایا کہ تم کسی بہرے کو نہیں پکارتے بلکہ انکم تدعون سمیعًا
قریبًا لہٰذا آہستہ کہنا چاہیے - یہ آمین بالجہر کا مسئلہ ہے دلائل شافعیہ اور دلائل امام حنیفہ کے
مختصر طریقہ پر مکمل ہوگیا - دوسری حدیث ابی زہیر نمیری کی ہے جسکے اندر ہے **اوجب ان ختم** یعنی اگر کوئی شخص
اپنی دعا کو آمین کے ذریعہ ختم کرلیا تو واجب کرلیا - اس کی تشریح کے اندر چند احتمالات ہیں - جنت مغفرت قبولیت دعا -
847 **عن عائشة قالت الخ وعن عقبة بن عامر قال الخ وعن سليمان بن يسار وعن عبادة بن الصامت قال كنا الخ** ١٢
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اعراف کو دو رکعتوں پر تقسیم فرمایا - چنانچہ امام احمد کا مذہب یہی ہے
حضرت ابوبکر و عمر و سعید بن جبیر و شعبی اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب مروی ہے - امام مالک سے کراہت نقل کی
گئی ہے - علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک کو یہ حدیث پہنچی نہیں یا پہنچی مگر اسکو بیان جواز پر محمول کرلیا
848 محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ مکروہ نہیں لیکن ایسا نہ کرنا چاہیے اور اگر کرلیا تو لاباس بہ - دوسری ١٨
حدیث عقبہ بن عامر کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ معوذتین بہترین سورتیں ہیں لیکن یہ حضرت عقبہ کے اعتبار سے یا باب
تعوذ کے اعتبار سے خیر ہیں ورنہ القرآن کلہ خیر - یہ واقعہ مقام جحفہ اور ابواء کے درمیان پیش آیا
لہٰذا اگر آدمی کو سفر کے اندر مصیبت ہو تو دعا کرکے پڑھنا چاہیے نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
853 حضرت عقبہ سے فرمایا **کیف رأیت** یعنی دیکھا دو چھوٹی سورتیں بڑی سورتوں کی قائم مقام ہوگئی ہیں - تیسری ٢٥
حدیث سلیمان بن یسار کی ہے جسکے اندر ہے کہ حضور کی نماز کے زیادہ مشابہ نماز کسی کی نہیں مگر فلاں آدمی کی نماز
حضور کی نماز کے مشابہ تھی - اب **عن فلان** کے مصداق میں تین قول ہیں ١ عمر بن عبد العزیز ٢ حضرت علی
٣ عمرو بن سلمہ - شاہ عبد الغنی نے امر اخیر کو راجح قرار دیا ہے - اسکے اندر طوال مفصل کا ذکر ہے - علامہ
سیوطی نے تقریبًا بارہ قول نقل کئے ہیں کہ طوال کی ابتداء کہاں سے ہے ١ سورۂ قتال سے یعنی سورہ
محمد سے ٢ سورہ حجرات سے ٣ سورہ ق سے ٤ سورہ جاثیہ ٥ سورۂ فتح ٦ تبارک الذی سے
٧ رحمن سے ٨ والضحیٰ سے - علامہ نے فرمایا کہ فجر کے اندر طوال مفصل
اور ظہر کے اندر قصار مفصل اور عصر و عشاء کے اندر اوساط مفصل اور ظہر کے اندر بعض نے کہا کہ طوال مفصل اور بعض نے کہا کہ
854 اوساط مفصل پڑھے - چوتھی حدیث جسکے متعلق مقابل ہی کلام گذر گیا - اسکے اندر آپ نے فرمایا **مالی ینازع القرآن** ٨١/١
منازعت کا مطلب ہوتا کہ گفتگو نہ جانے فرمایا کہ آپ اسکو پڑھنے سے روکتے تھے اور قرآن پاک کی [illegible]
پڑھنے سے حاصل ہونا چاہیے وہ حاصل نہ ہوسکا - مولانا کشمیری نے علامہ [illegible] سے نقل کیا کہ حضور کو تنبیہ [illegible]
855 **عن ابی ہریرة الخ عن ابن عمرو البیاضی وعن عبد اللہ بن ابی اوفی وعن ابن عباس** ٨١/٥
**الحضرمی صلوٰة** اس نماز کے متعلق ابو داود اور ابن ماجہ کے اندر ہے کہ اظنہ انہ الصبح - ابن عبد البر نے جزم کیا کہ
وہ الصبح کو نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ اس نماز کے اندر ایک شخص نے جہر بالقراءۃ کیا ہے اور دوسری حدیث سے اسکی تعیین معلوم
ہوگی کہ اس شخص نے ام القرآن پڑھی تھی اس سے معلوم ہوگیا کہ نماز کے اندر ام القرآن کا مقتدی کو پڑھنا بھی ممنوع ہے
**ہل قرأ معی احد منکم** اس سے معلوم ہوگیا کہ قراءۃ آپ کے اوپر ظاہر نہیں ہوئی ورنہ آپ [illegible] سوال نہ کرتے ٥

855 یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث کے مخالف ہے اور مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ اسکے اندر تو فاتحہ کا جواز معلوم ہوا اور یہاں ممانعت معلوم ہوئی۔ اسکی تحقیق مولانا کشمیریؒ کتاب الاعتبار للحازمی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دونوں حدیث متعدد اور الگ الگ ہیں لیکن مولانا کے کلام سے معلوم ہوا کہ دونوں حدیثیں ایک ہیں اور وہاں آپ نے اجازت دیدی تھی لیکن آپ کو پسند نہیں تھا اسکے بعد آپ کی ناپسندیدگی دیکھکر صحابہ نے قراءۃ کو چھوڑ دیا لہذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے دونوں ایک ہیں اب اشکال ہوگا کہ جب دونوں متحد ہیں تو یہاں تو استثناء نہیں ہے اور پہلی حدیث کے اندر الا بفاتحۃ الکتاب کا استثناء ہے اسکا جواب ملاعلی قاریؒ نے دیا کہ انتہاء قراءۃ کو بیان کرنا مقصود ہے اسوجہ سے استثناء کا ذکر نہیں فرمایا۔ اب اشکال ہوا کہ وہ استثناء تو حدیث کا جزء ہے لہذا جزء حدیث کو کیوں ترک کیا اسکا جواب یہ ہے کہ فانتہی الناس اسکے قائم مقام ہوجائیگا کیونکہ اس استثناء سے اباحت رجوع معلوم ہوتی تھی اور فانتہی الناس سے اباحت رجوع کیا بلکہ اسکی بھی ممانعت معلوم ہوگئی ہے امام بخاریؒ نے اعتراض کیا کہ یہ تو مقولہ ہے زہری کا حضرت ابوہریرہؓ کا مقولہ نہیں ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ابوہریرہؓ کا مقولہ ہے کیونکہ ابوداؤد کے اندر ہے ابن السرح اپنی حدیث کے اندر کہتے ہیں المعمر نے زہری سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ فانتہی الناس۔ لیکن ابوداؤد کے اندر ہے قال الزہری فانتہی الناس تو اسکے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ زہری کا مقولہ ہے لیکن یہ فاوی مطلب زاد نہیں ہوسکتا کیونکہ اسکی وجہ یہی ہے کہ ان کا قول ہے کیونکہ بعض مرتبہ شاگردوں کو سنائی نہیں دیتا تھا تو وہ دوسرے سے پوچھتے تھے کہ استاد نے کیا کہا تو دوسرے کہتے کیا ہوگا قال الزہری۔ اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ ان کا مقولہ ہے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ زہری نے سینکڑوں صحابہ سے ملاقات کی ہے لہذا ظاہر ٨١/٥

856 یہی ہے کہ انہوں نے کسی صحابی سے سنا ہوگا ان کا ذاتی مقولہ نہیں ہوگا دوسری حدیث ابن عمرؓ کی ہے جسکے اندر ہے کہ ان ٨
**المصلی یناجی ربہ** مناجاۃ کے معنی ملاعلی قاریؒ نے محادثہ و مکالمہ کے معنی بیان کیے ہیں لیکن چونکہ مکالمہ اور محادثہ مقابلہ کو چاہتا ہے اور دوسرا اجسام کا خاصہ ہے اور اللہ تعالی منزہ ہے ان چیزوں سے لہذا اسکی مراد کنایۃ عن القرب ہے کیونکہ الصلوۃ معراج المومنین مشہور ہے لیکن واضح رہے کہ یہ حدیث نہیں کیونکہ علماء نے صحاح ستہ اور حتی کہ موضوعات میں بھی تلاش کی لیکن نہیں ملی اس سے معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کا قول ہے کسی حدیث کا الفاظ نہیں بعض نے کہا کہ مناجات رب کنایہ ہے اخلاص قلب اور خشوع و خضوع سے بعض نے کہا کہ کنایہ ہے اقبال اور

858 توجہ قلب سے جہریہ والقصہ رمضان کے اندر پیش آیا۔ تیسری حدیث عبداللہ بن اوفیؓ کی ہے اس حدیث سے جمہور ائمہ اور بعض نے استدلال کیا کہ جو شخص قراءۃ پر قادر نہ ہو تو وہ تسبیحات پڑھے لیکن تسبیح الفاظ اختلاف ہے کہ مثلاً تسبیح متعین ہیں یا نہیں حنفیہ کے یہاں متعین نہیں جو چاہے تسبیح پڑھے اور شافعیہ کے یہاں اولی یہ ہے کہ ان کلمات کو پڑھے حنابلہ سے بھی یہی روایت ہے اب یہ کہ ان کلمات پر زیادتی کریگا یا نہیں شافعیہ کے یہاں ان کلمات پر زیادتی کرسکتا ہے دو کلموں کی۔ اور حنابلہ کے یہاں زیادتی اولی نہیں ١١

859 محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ نے ان کلمات کو پڑھا ہے تو یہی کافی ہوگا چوتھی حدیث ابن عباسؓ کی ہے ١٥
جسکا محمل نوافل ہے کیونکہ امامت کا مدار تخفیف پر ہے اور اس قسم کی جتنی بھی احادیث ہیں ان سب کا محمل نوافل ہے

862 **الفصل الثالث: عن معاذ ابن عبد اللہ الجهني وعن الفرافصة بن عمير الحنفي قال ما اخذت** ٢٣
علماء کے نزدیک ایک سورۃ کو مکرر دو رکعتوں میں پڑھنا جائز ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے

864 دوسری حدیث کے اندر من کثرۃ ما کان یقرؤها سے اس کی کثرت نفس الامر مراد ہے جو کہ عدد میں بھی متحقق ہو لیکن مقصود نہ ٢٧
علماء کے نزدیک طوال مفصل اولی ہے

# باب الرکوع

رکوع کا معنی لغت میں انحناء (جھکنا) کے آتے ہیں اور یہی معنی شرعاً بھی معتبر ہیں۔ جمہور کے نزدیک طمانینت رکوع ٨٢/٥
کے اندر فرض ہے اور یہی حکم سجدہ کے اندر بھی۔ چنانچہ امام طحاوی نے نقل کیا عند ائمۃ الثلاثہ اور جو طمانینت کی
حدیث میں منقول ہیں ... امام طحاوی کی تخریج ہے وہ اصح ہے ... طمانینت واجب ہے ۱۲

868 **الفصل الاول: عن انس قال الخ عن البراء قال عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم** ٥
**اقیموا الرکوع والسجود**: اقامت رکوع و سجود کے معنی اتمام کے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ دو رکن ہیں
ایک رکوع دوم سجود۔ اول کا اندر قرار نہیں اور سجدہ کے اندر قرار ہے ... میں علماء کا دو قول ہیں
ایک فقہاء کا اور دوسرے اہل حکمت کا۔ فقہاء کہتے ہیں کہ ... ہے ... اور ... حکمت ہے اور
اہل حکمت کے بیان ... (۱) بعض کہتے ہیں کہ عبادت کی غرض ... اور ... ہے اور وہ سجدہ سے
میں حاصل ہوتی ہے ... بخلاف رکوع کا ... اور ... اول میں ہے ... اور
... (۲) سجدہ ... رکوع اور ... کیونکہ ...
... (۳) بعض کہتے ہیں کہ سجدہ ثانی ... (۴) ... جب فرشتوں
... سجدہ ... حکم دیا گیا ... سجدہ ... ابلیس نے سجدہ ... کو
869 دیکھا ... ٦
**ماخلا القیام والقعود**: اس قیام اور قعود سے کیا مراد ہے ... اختلاف ہے بعض نے کہا کہ قیام سے ٦
... اور قعود سے جلوس بین السجدتین مراد ہے اور ... کی وجہ ... اختلاف ...
... دونوں ... بعض نے کہا کہ ... اور بعض نے ... دونوں ...
... اختلاف ... طوالت ...
... علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ... مراد لینا صحیح نہیں ... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے
قعود بین السجدتین ... ماخلا القیام والقعود ... قیام و قعود سے
جلوس بین السجدتین مراد لیا جائے تو ... اثبات ... استثناء فرماد
ہے لہذا قیام سے مراد قیام للقراءۃ اور قعود سے مراد قعود للتشہد ہے واضح رہے کہ ماخلا القیام والقعود ... میں ...
مصنف ... **قریباً من السواء** یعنی یہ تمام ارکان ... برابر ہی ہوتے تھے۔ بعض نے یہ مطلب ٦
بیان کیا ہے ... رکن کے ... مثلاً رکوع رکعت ثانیہ کا برابر تھا رکعت اولی کے رکوع کے۔ اور بعض نے کہا
رکعت ثانیہ کا سجدہ رکعت اولی کے سجدہ کے برابر ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں بعض اوقات آپ نے ایسا کیا ہو ... بعض اوقات
870 آپ نے ... طویل قراءۃ کی ہے ... احوال کے مطابق ایسا فرمایا ہے تیسری حدیث انس کی ہے اس حدیث سے بھی طمانینت ٧
کو بیان کرنا مقصود ہے۔ جمہور کی تصریح کی بناء پر طمانینت واجب اور امام طحاوی کی تصریح کی بناء پر فرض ہے **اوھم** یہ صیغہ
معروف و مجہول دونوں طرح مروی ہے۔ مجہول کی صورت میں وقع الوہم کے معنی میں ہے اور معروف کی صورت میں بھی ...
871 **عن عائشۃ قالت الخ وعنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی رکوعہ و سجودہ سبوح** ٨
اذا جاء نصر اللہ الخ جب سورۃ نازل ہوئی تب آپ نے استغفار کے اندر کثرت شروع کر دی دوسری حدیث بھی اسی سے ... ہے ۱۲
**الروح** سے کیا مراد (۱) وہ روح جس سے قیام بدن ہے (۲) حضرت جبریل (۳) حضرت عیسی (۴) فرشتوں کی ایک جماعت جن کا نام روح ہے ٩
(۵) ... علاوہ ... ہے ...

873 عن ابن عباس قال عن ابی هریرة قال عن ابی سعید قال عن رفاعة بن رافع قال ۸۲/۱۱

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک سجدہ کے اندر قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ اور حکمت نہی کی یہ ہے کہ قرآن اللہ کی صفت ہے اور قیام
بھی صفات الٰہیہ میں سے ہے لہٰذا قراءۃ قرآن قیام کے مناسب ہے بخلاف سجدہ کے وہ عبادت اور تذلل کی حالت ہوتی ہے حضرت
علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ قراۃ کی غرض اسماع المقتدین ہے اور رکوع و سجود کے اندر اخفاء کی حالت
874 ہے لہٰذا غرض متحقق نہیں ہوگی۔ دوسری حدیث ابوہریرہ کی ہے نماز پڑھنے والوں کی تین قسمیں ہیں منفرد۔ مقتدی۔ امام۔ امام طحاوی ۱۳
اور ابن عبدالبر نے اجماع نقل کیا ہے کہ منفرد تسمیع اور تحمید میں جمع کریگا لیکن یہ اجماع نہیں ہے بلکہ جمہور کی دو روایتیں ہیں
۱ اکتفاء بالتسمیع کریگا یعنی سمع اللہ لمن حمدہ کہیگا فقط۔ ۲ اکتفاء بالتحمید کریگا۔ اور امام کے متعلق امام مالک
اور امام صاحب کے یہاں تسمیع ہے امام احمد اور امام شافعی کے یہاں ربنا لک الحمد اور سمع اللہ لمن حمدہ میں جمع کریگا۔ مقتدی کے
بارے میں امام شافعی کے یہاں جمع اور دوسرے ائمہ کے یہاں صرف تحمید ہے نیز ربنا لک الحمد کے اندر اس کے علاوہ تین قراءۃ اور ہیں
ربنا ولک الحمد اللهم ربنا لک الحمد۔ اللهم ربنا ولک الحمد۔ اور ان میں سب سے افضل وہ ہے جس کے اندر کلمات سب سے زیادہ
876 ہیں یعنی واؤ۔ ربنا ولک الحمد۔ اس کے بعد ربنا لک الحمد پھر ربنا ولک الحمد اور پھر ربنا لک الحمد تیسری حدیث ابی سعید کی ہے ۱۴
جس کے اندر ہے ملأ الارض یہ کلام تشبیہ پر مبنی ہے ذا الجد اس جد کے اندر جمہور کے یہاں جیم کا فتحہ ہے
اور شیبانی نے بکسر الجیم نقل کیا ہے اگر بکسر الجیم ہے تو مطلب ہوگا کوشش والے کو اسکی کوشش نفع نہیں دیگی دوسرا
مطلب ہے کہ جد کے معنی فرار کے ہیں یعنی اسکے لئے بھاگنا تیرے سے نافع نہیں اور اگر بالفتح ہے تو جد کے معنی
غنی کے ہیں یعنی اسکا غنی اور مالدار ہونا اسکے لئے نافع نہیں ہوگا اور اگر جد کے معنی عظمت کے ہوں تو مطلب ہوگا
کہ عظمت والے کو اسکی عظمت نافع نہیں ہوگی اور آپ کی گرفت سے وہ بچ نہیں سکتا اور اگر اسکے دادا مراد ہوں
تو مطلب ہوگا کہ تیرے دربار میں شرافت نسبی کسی کو کام نہیں دیگی اور ان تمام معانی میں راجح معنی عظمت اور غنی کے
877 ہیں ابن ماجہ کے اندر جو روایت ہے اس سے اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس میں جدود کا ذکر اندر تذکرہ ہے چوتھی حدیث ۲۰
حضرت رفاعہ بن رافع کی ہے جس کے اندر ہے فقال رجل وراءہ اس رجل سے مراد خود حضرت رفاعہ ہیں اس حدیث سے تو معلوم
ہوا کہ یہ دعا انہوں نے قومہ کے اندر پڑھی لیکن دوسری روایت میں ہے کہ [illegible] ان کو عطسہ پیش آیا تو
رکوع کے وقت یہ پڑھی حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آپ نے جس وقت رکوع سے سر اٹھایا ہو تو ان کو عطسہ پیش آگیا ہوگا

880 عن عون بن عبد الله عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ركع احدكم ۸۳/۱۰

اس باب کے اندر اختلاف ہے کہ رکوع اور سجود کی تسبیحات کا کیا حکم ہے امام صاحب امام شافعی اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ سنت
ہیں لہٰذا اگر سہواً اور عمداً چھوڑدے تو نماز ہوجائیگی البتہ عمداً ترک کرنے کی صورت میں امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمد
کی دوسری روایت یہ ہے کہ یہ واجب ہیں اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے امام احمد کے نزدیک سہواً ترک کرنے کی صورت
میں سجدہ سہو واجب ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کتنی مرتبہ کہنا چاہئے۔ اسحاق بن راہویہ۔ داؤد ظاہری۔ امام احمد کی
مشہور روایت جیسا کہ امام ترمذی نے لکھا ہے اور ابو مطیع بلخی حنفی کے نزدیک تین مرتبہ ضروری ہے۔ امام صاحب اور
امام مالک اور امام شافعی اور ثوری و اوزاعی اور حضرت عبد اللہ بن وہب کے نزدیک واجب نہیں ہے زیادہ سے زیادہ
دس مرتبہ کہنا مسنون ہے امام احمد کی بھی ایک روایت یہی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ کے اندر سبحان ربی الاعلیٰ
کہیگا اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک [illegible] کے اندر ہے سب ہے سکتا ہے ذلك ادناه اس کا مطلب ہے کہ ادنیٰ کمال

880 تین مرتبہ ہے اور ادنیٰ درجہ تین مرتبہ ہیں چنانچہ ابن قدامہ نے مغنی کے اندر بھی تحریر کیا ہے اور ادنیٰ درجہ تین ہی مراد ہیں ۸۳/۳
لیکن بعض علماء نے امام صاحب سے ادنیٰ کمال دس مرتبہ اور صاحبین نے سات مرتبہ نقل کیا۔ شافعیہ کے یہاں پانچ اور سات بھی لیا گیا ہے اور …

884 **الفصل الثالث: عن شقیق قال ان حذیفة الخ عن النعمان بن مرة الخ** ۱۳

ماصلیت اگر اس سے جنس صلوٰة کی نفی ہے اور یہ حقیقت صلوٰة پائی ہی نہیں گئی تو پھر **ولو مت مت** کا مطلب ظاہر ہے
اگر کوئی فرض ہے وہ علی غیر الفطرة التی الاسلام پر اسے اور اگر حقیقة نماز بھی پائی گئی اور نفی کمال صلوٰة کی ہے تو مطلب
ہوگا کہ چونکہ طمانیت واجب ہے اور اس شخص نے ہمیشہ ترک واجب کیا لہٰذا وہ غیر فطرة پر مرا ہے اور ائمہ ثلاثہ کی
886 نماز فقہی کا … فعل اختیار کیا۔ دوسری حدیث حضرت نعمان کی ہے یہ ناکتی ہیں **اسوأ السرقة** مگر … ۱۵
دونوں قسم اُرجی ہے اول صورت میں مصدر اور ثانی صورت میں سارق کی جمع … ہوگی۔

# باب السجود وفضله ۱۸

887 **الفصل الاول: عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اسجد علی سبعة** ۲۰

اس حدیث کے اندر جو اعضائے سجدہ کو ذکر کیا ان تمام پر سجدہ کرنا واجب ہے امام احمد کے نزدیک یہی امام شافعی کا ایک قول ہے
امام صاحب اور امام مالک کے نزدیک صرف جبہتہ پر سجدہ کرنا فرض ہے یہی دوسری روایت امام شافعی کی ہے۔ حنفیہ کے اندر
اختلاف ہے … کے اندر اگر صرف جبہتہ یا انف پر اکتفاء کرے تو کافی ہے یا نہیں۔ جبہہ پر اکتفاء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
جائز ہے اور انف پر اکتفاء سے عذر جائز ہے اور بلا عذر صاحبین کے نزدیک جائز اور امام صاحب کے نزدیک
جائز نہیں ہے جو لوگ اعضائے سجود پر فرضیت کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں … ۱۲-۵-۶۶
ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف سجدہ کرنے کا حکم دیا اور وہ وجہ کے اندر صرف جبہتہ سے حاصل ہو جاتا ہے اور بقیہ
اعضاء حقیقت سجدہ کے اندر داخل نہیں ہیں اور حضور کا مقصود ان … کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ ان سب
کے ذریعہ سجدہ کے اندر کمال پیدا ہوتا ہے لیکن اشکال ہوگا یدین کا اطلاق … ہوتا ہے لہٰذا لازم
آیا کہ سجدہ کے اندر … تمام ہاتھ کو سجدہ کے اندر زمین پر رکھیں حالانکہ دوسری حدیث کے اندر اس کی
ممانعت ہے جواب دیا کہ یدین سے باطن کفین مراد ہے **لا اکفت الثیاب** … داؤدی فرماتے ہیں
یہ نماز کے … ہے … جمہور کے نزدیک نماز اور غیر نماز ہر صورت میں ممنوع ہے
لیکن اگر کوئی شخص اپنے کپڑے کو سمیٹ لے تو حسن بصری کے نزدیک واجب الاعادہ ہے اس کی نماز۔ جمہور کے نزدیک
مکروہ ہے اور حنفیہ کے نزدیک اگر تین مرتبہ سمیٹا تو عمل کثیر ہو جانے کی وجہ سے مکروہ ہے

898 **الفصل الثانی: عن وائل بن حجر قال الخ عن ابن عباس عن حذیفة الخ** ۷۴/۱۴

**اذا سجد وضع رکبتیه** اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص سجدہ کرے تو پہلے رکبتین کو رکھے یا یدین کو
حضرت عمر، ابن مسعود، نخعی، مسلم بن یسار، امام صاحب، امام شافعی، امام احمد کے نزدیک پہلے رکبتین کو
اور پھر یدین کو رکھیگا۔ امام مالک، امام اوزاعی کی رائے ہے کہ پہلے یدین کو اور پھر رکبتین کو رکھے اور
دوسری روایت ان کی یہ ہے کہ اس شخص کو اختیار ہے جس کو چاہے پہلے رکھ دے۔ جمہور کا استدلال
حضرت وائل کی حدیث سے ہے اور امام مالک کا استدلال حضرت ابوہریرہ کی روایت سے …
حضرت وائل کی حدیث کا مدار شریک پر ہے اور اس کی سند یہ ہے عن شریک عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن …
وائل بن حجر اور شریک منفرد ہیں اس حدیث کے ساتھ لہٰذا ابوہریرہ کی روایت قوی ہے۔

898 ہماری طرف سے جواب یہ کہ حضرت وائل کی حدیث راجح ہے چند وجہ سے۔ اول: حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت کا ٥٤/١٢
مقصود واضح نہیں ہے بلکہ اول حدیث آخر حدیث کے معارض ہے کیونکہ شروع میں بروک ابل کی نفی کی اور اونٹ
کے بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ اپنے آگے کے قدموں کو جھکاتا ہے یعنی اور اسکے آگے کے قدم ہی یدین کہلاتے ہیں
تو گویا وضع یدین سے منع فرمادیا اور پھر آگے چل کر وضع یدین کا امر ہے ہیں لہذا جب اس حدیث کے اندر اضطراب
اور تعارض ہوگیا تو وائل کی حدیث راجح ہوگی حالانکہ نے اس اعتراض کا جواب دیا اونٹ کے گھٹنے یدین کے
اندر ہوتے ہیں یعنی چوپائے یدین اور ہاتھ کے اندر ہی گھٹنے ہوتے ہیں لہذا اب نہیں جو سوال وہ
رکبہ کی ہوگی اور مشابہت وضع یدین کا ہے لہذا اب دونوں حدیثوں کے اندر تعارض نہیں ہے حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ
یہ جواب صحیح نہیں ہے بلکہ اونٹ جب بیٹھتا ہے تو پہلے یدین کو رکھتا ہے اور پھر پیچھے کے پیروں کو رکھتا ہے
جنکو رکبتین کہتے ہیں اور جب وہ اٹھتا ہے تو پہلے رکبتین کو اور پھر یدین کو اٹھاتا ہے تو آپ نے اسکی اس حیثیت سے منع
فرمایا لہذا اگر یہ حیثیت یہاں بھی آئے تو ممنوع ہوگی نیز اسکے رکبتین کو یہ کہنا وہ یدین کے اندر ہوتے ہیں خلاف ہے
اور لغت کے خلاف ہے آگے چل کر حافظ ابن قیم فرماتے ہیں اصل بات یہ ہے راوی کو وہم ہوگیا اور اس متن کے اندر قلب کر دیا
حقیقۃ متن یہ تھا ولیضع رکبتیہ قبل یدیہ لیکن الراوی نے قلب کرکے کہدیا ولیضع یدیہ قبل رکبتیہ چنانچہ ابن ابی شیبہ
جو حدیث نقل کی ہے اسکے اندر ہے اذا سجد احدکم فلیبدأ برکبتیہ قبل یدیہ لیکن اس حدیث کو قابل
دلیل بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکے اندر ایک راوی عبداللہ بن سعید ضعیف ہے حافظ ابن قیم فرماتے ہیں الحدیث
حضرت وائل کی دس وجوہ سے راجح ہے اسکے متعلق علامہ خطابی نے فرمایا اثبت ہے۔ نیز بخاری ترمذی وغیرہ
حضرت ابوہریرہ کی حدیث کی تضعیف کی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ ابوہریرہ کی حدیث متن کے اعتبار سے مضطرب ہے نیز یہ
عمل صحابہ کرام کے خلاف ہے لہذا ان وجوہ کے پیش نظر حضرت وائل کی حدیث راجح ہوگی اسکے باوجود امام نووی
فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ان دونوں میں کوئی دوسرے پر راجح ہو۔ ابن خزیمہ۔ ابومحمد بن قدامہ۔ ابوبکر بن المنذر
کی رائے ہے کہ یہ حدیث ابی ہریرہ منسوخ ہے اور اسکے لئے ناسخ سعد بن وقاص کی حدیث ہے کہ کنا نضع الیدین
قبل الرکبتین ثم امرنا بالرکبتین قبل الیدین حافظ ابن قیم فرماتے ہیں اسمیں یحیی بن سلمہ بن کہیل اسکا راوی ضعیف ہے
900 لہذا ناسخ نہیں ہوگی۔ بہرحال ان کے نزدیک ناسخ نہیں لیکن دوسری جماعت نے نسخ کا قول کیا ہے دوسری حدیث ١٨
901 ابن عباس کی ہے جو اسکے اندر جو دعا مذکور ہے یہ شوافع کے نزدیک بین السجدتین اور حنفیہ کے نزدیک نوافل پر محمول ہے
تیسری حدیث حضرت حذیفہ کی ہے امام احمد کے نزدیک رب اغفر لی دو مرتبہ کہنا فرض ہے اور اس کی زیادتی ١٩
مسنون ہے جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور حنفیہ کے نزدیک رات کی نوافل پر محمول ہے۔

## 902 الفصل الثالث: عن عبد الرحمن بن شبل الخ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٢٠

حضرت عبدالرحمن کے متعلق علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں تحریر فرمایا ہے ان کی یہی ایک روایت ہے جو مشہور ہے
اسکے علاوہ کوئی روایت نہیں ہے لیکن واضح رہے ان کی ایک اور روایت کتاب الصیام کے اندر آرہی ہے اس حدیث
903 کے اندر افتراش سبع کی طرح بیٹھنے کو منع فرمایا اور یہ مکروہ تحریمی ہے۔ دوسری حدیث کے اندر اقعاء کی ممانعت
نماز کے اندر ممانعت فرمائی گئی ہے اور اقعاء کی دو صورتیں ہیں علی العقبین کو اپنے الیتین سے ملائے اور رکبتین کو ٢٢
کھڑا کرے اور بعض کے نزدیک کھڑا کرکے اپنے چوتڑ سے لگائے اور یدین کو زمین پر رکھے لیکن بعض نے ان دونوں کو

903 ع۲ صورت اقتعاء کی یعنی قدمین پر بیٹھے ۔ حنفیہ اور احمد کے نزدیک دونوں صورتیں مکروہ ہیں لیکن بیہقی کے اندر دوسری صورت ۸۴/۲۲
مذکور ہے ابن عباس کی حدیث کے اندر اور کہیں ہیں کہ ابن عباسؓ فرمایا یہ تمہارے نبی کی سنت ہے اسی حدیث کی بناء پر امام بیہقی نے جمع
فرمایا اول صورت مکروہ اور ثانی مکروہ نہیں ہے اور بعض نے کہ امام نووی اور ابن الصلاح وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے ۔

# بابُ التشہُّد

۲۶
تشہد کو تشہد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ شہادتین پر مشتمل ہے اور اس کے حکم میں اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک دونوں تشہد سنت ہیں اور
امام احمد کے نزدیک دونوں واجب ہیں اور تفصیل یہ ہے کہ ان کے یہاں اول تو فرض واجب اور دوسرا واجب ہے کیا تو ساتھ ان کے
امام شافعی کے نزدیک اول سنت اور ثانی واجب ہے اور ان کی کتابوں میں یہ ہے کہ یہ سنن الجابر میں ہے اور اس کے ترک سے ان
کے یہاں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے حنفیہ سے دو روایتیں ہیں ع۱ دونوں واجب ہیں ع۲ اول سنت اور ثانی واجب ہے ۔

## الفصل الاول: عن ابن عمرؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی التشہد الخ

906 اس حدیث کے اندر دو مسئلے قابل ذکر ہیں ۔ ایک اشارہ تشہد کا اور دوسرے طریق اشارہ اول کا بیان ما قبل میں آچکا اور ثانی ۲۶
کے متعلق سنیے :- طریق اشارہ کے اندر امام مالک کی روایت امام مالک سے جس طرح حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ
فرماتے ہیں اوجز المسالک کے اندر اور بسط ہے ۔ امام احمد کے یہاں تحلیق ہے ثم حنفیہ کے
یہاں عقد ہے اور ایک روایت حنابلہ کی ہے دوسری روایت ان کی یعنی ابسط ہے ۔ حنفیہ کا یہاں چونکہ تحلیق ہے اس کی دو
صورتیں ہیں ایک یہ کہ ابہام کے سرے کو سبابہ وسطی کے سرے سے لگائے دوسرے یہ کہ ابہام کے سرے کو وسطی کے درمیانی پورے
پر لگائے اور شافعیہ کے یہاں عقد ہے اسکی ان کے یہاں تین صورتیں ہیں ع۱ تیئس ۲۳ کا ع۲ ترپن ۵۳ کا ع۳ ابہام اور
سبابہ دونوں کو چھوڑ دے اور رکھے ۔ یعنی عقد تیئس ۲۳ کا مطلب یعنی ابہام کے سرے کو وسطی کی جڑ سے لگائے اور
ترپن کے عقد کا مطلب یعنی ابہام کے سرے کو سبابہ کی جڑ سے لگائے ۔ اور ان تمام صورتوں میں خنصر بنصر وسطی تینوں بند رہیں گی

909 عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا اذا صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ الخ ۸۵/۴
چونکہ صحابہ کرام کی عادت یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ تمام اکابر سے اکبر ہے اسکی بنا سلام سب سے
زیادہ لائق ہونا چاہیے تو اس بنا پر اور اپنے اس زعم کے مطابق انہوں نے نماز کے اندر اللہ تعالیٰ پر سلام کو بھیجا لیکن حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اور علت بیان فرمائی کہ ان اللہ ھو السلام یعنی وہ تو خود دوسرے پر سلامتی نازل کرنے والا ہے
وہ تمہارے سلام کا محتاج نہیں ہے السلام علی فلان ابن ماجہ کی روایت کے اندر یہ زیادتی ہے السلام علی جبرئیل
والسلام علی فلان ہے حضور نے دعا بتلائی اور پڑھا کرو تشہد کے اندر التحیات اس سے عبادات قولیہ مراد ہے اس کے
مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا ~~[illegible]~~ مراد سلام مراد ہے ع۲ عظمت ع۳ بقاء مراد ہے
ع۴ سلامتی من الآفات ع۵ ملک ع۶ یہ مشترک معنوں سے ان تمام معانی مذکورہ میں الصلوات اس سے عبادت بدنیہ
مراد ہے بعض نے کہا مطلق نوافل مراد ہیں ع۲ صلوٰۃ خمس مراد ہے ع۳ العبادات مطلقاً ع۴ دعائیں مراد ہیں
ع۵ رحمت ع۶ التضرع یہ سب اس کے معانی ہیں الطیبات عمدہ اچھا قول جس کے ذریعہ ثناء بیان کی جائے ع۲ الاقوال
الحسنہ کا دعاء والثناء ع۳ افعال حسنہ مراد ہیں ع۴ عبادات مالیہ مراد ہیں السلام علیک ایھا النبی اور یہ اشکال ۸
کہ نماز کے اندر انسان کو خطاب جائز نہیں ہے لہٰذا یہاں حضور کو خطاب کیوں کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اب سوال پیدا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو حیات نہیں ہیں لہٰذا صیغہ خطاب کے بجائے صیغہ

حرف

909 صیغہ غائب استعمال کرنا چاہیے چنانچہ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ صیغہ غائب کے ساتھ ہوگا لیکن جمہور ائمہ اور جو صیغہ 85/8

خطاب کے ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں ابن مسعود سے السلام علیٰ النبی مروی ہے۔ یاد رکھنا صحابہ بھی صحابہ کرام نماز پڑھتے تھے تو

درود شریف کے اندر صیغہ خطاب استعمال کرتے تھے بعد معلوم ہوا اس کیلئے اجازت ہی ہے کہ آپ حیات ہوں۔ لیکن بعد محققین

کو اس کے اندر اشکال ہے کہ حضور کی حیاۃ کے احوال سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے لہذا جواب یہ ہوگا کہ آپ کے حضار نقل کئے ہے

یا دوسرا جواب یہ ہوگا کہ السلام علیک ایھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو بھی اور حی کو خطاب ہو سکتا ہے فقہاء نے ایک روایت نقل کی ہے

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کیلئے تشریف لے گئے اور سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ آگے بڑھیں

خدا سے بڑھے تھے کہ تجلی ظاہر ہوئی اور حضور کی طرف ہو کر پہنچے تو سلام کئے اور عرض کیا کہ بس یا رسول اللہ آگے آپ

ہی جا سکتے ہیں میری ہمت نہیں جب آگے بڑھے تو ... اب حضرت میں عرض کیا کہ التحیات للہ والصلوات

والطیبات ... اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور نے صحابہ

کو اس سلام و رحمت کے اندر بھی امت کو بھی شریک کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو تو جواب میں

السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین یہ کلام سنکر فرشتوں نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً

عبدہ ورسولہ۔ تو یہ پورا کلام حکایت ہے اس کلام کی اور کلام حکایۃً کے اندر حکایت والے کلمات کی

رعایت ہوتی ہے اس وجہ سے السلام علیک آج تک سب لوگ کہتے ہیں۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ تشہد

کے بعد کونسی دعا پڑھے امام صاحب امام احمد بن حنبل کے نزدیک وہ دعا ہو جو ماثور ہو الفاظ قرآن ہو اور امام شافعی کے نزدیک ہر

وہ دعا پڑھے جو مشابہ بکلام الناس ہو اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ثم لیتخیر من الدعاء

یہ حدیث تشہد ابن مسعود کیساتھ موسوم ہے تو بہتر جو بیس صحابی سے مروی ہے دوسرا تشہد ابن عباس کا ہے اور تیسرا تشہد

ابن عمر کا ہے امام صاحب امام احمد اسحاق بن راہویہ کے نزدیک تشہد ابن مسعود مختار ہے امام شافعی کے نزدیک تشہد

ابن عباس اور امام مالک کے نزدیک تشہد ابن عمر مختار ہے اور یہ سب اختلاف اختیاری ہے ورنہ سب کے نزدیک

جائز ہے نماز میں جسکو پڑھیگا درست ہے اور یہ جو حضور نے فرمایا کہ ابن مسعود کے علاوہ تمام تشہد مکروہ ہیں۔ یہ

غلط ہیں۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ ابن عباس کے تشہد میں المبارکات کی زیادتی ہے جو ثواب کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے

نیز حضرت ابن عباس احداث صحابہ میں ہیں اور ان کی حدیث کی سند اسناد حجازیہ میں سے ہے اور ابن مسعود کی حدیث

کی سند کوفی ہے اور اسناد حجازیہ مقبول ہیں اسناد کوفی کے مقابلہ میں اور راجح بھی ہوتی ہیں لیکن حافظ

فرماتے ہیں کہ یہ کہنا سب الیاس ہی ہے کہ اسناد حجازی راجح ہوتی ہیں مطلقا اور احداث صحابہ کا قول اکابر کے

احداث کے مقابلہ میں معتبر ہے۔ بلکہ تمام صحابہ اور تمام اسانید صحیحہ خواہ حجازی ہوں یا کوفی سب معتبر ہیں۔ مالکیہ

کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے تشہد کے اندر الزاکیات کی زیادتی ہے اور وہ اسکو منبر پر لوگوں کو پڑھ کر سناتے

تھے اور سکھاتے تھے اس وجہ سے وہ راجح ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود کا تشہد راجح ہے اور وجہ ترجیح متعدد ہیں

اول ابن مسعود کی حدیث متفق علیہ ہے بخلاف ابن عمر کی حدیث کے کہ وہ موقوف ہے اور ابن عباس کی حدیث

صرف مسلم کی ہے دوم تشہد ابن مسعود کے اندر کسی کا اختلاف نہیں بخلاف تشہد ابن عباس و ابن عمر کے۔ سوم

اکثر محدثین نے ابن مسعود کے تشہد کو راجح قرار دیا امام ترمذی نے فرمایا کہ وبہ قال اکثر اہل العلم۔ ابوبکر بزار نے فرمایا

کہ بیس سے زیادہ طرق سے یہ مروی ہے اور راجح ہے چہارم اسکے اندر تعلیم ہے اسپر علامہ جمال زیلعی نے

909 اعتراض کیا ہے ابن عباس کی حدیث میں بھی تو ملتقی واضح ہوا ہے ابتداء زوائد تشہد کے اندر بھی تعلیم ہوئی محقق ابن ہمام ۸۵/۸
جواب دیتے ہیں کہ تعلیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تعلیم ہے اخذ الکف سے یعنی مصنوعی ابن مسعود کا باقاعدہ ہے تو بکرا کر یہ تشہد
سکھایا ہے۔ پنجم ابن مسعود کے تشہد میں تلقین ہے چنانچہ بخاری کے اندر ہے القنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ششم ابن مسعود
کی موافقت ابو سعید خدری، حضرت معاویہ وغیرہ نے کی ہے طبرانی کے اندر حضرت سلمان نے موافقت کی ہے اور سنن بیہقی
کے اندر اسکے قریب قریب الفاظ موجود ہیں ہفتم اسکے اندر واو کا اضافہ ہے اور یہ استقلال کلام پر دلالت کرتا ہے
اور جملہ مستقل کے اندر الفاظ زیادہ پایا جاتا ہے ہشتم ابن مسعود کی حدیث میں السلام معرفاً ہے علامہ جمال زیلعی
اعتراض کیا ہے حدیث ابن عباس جو ابوداؤد شریف کے اندر ہے اسمیں بھی السلام معرفاً وارد ہوا ہے اسکا جواب دیا
گیا ہے ترمذی وغیرہ میں معرفاً نہیں ہے بلکہ منکر آیا ہے تو گویا یہیں منکر اور کسی جگہ معرف بخلاف ابن مسعود کے تشہد کے ہر جگہ معرف ہے

911 الفصل الثانی: عن وائل بن حجر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کے اندر ایک جملہ وارد ہوا وحد مرفقہ ۱۴
~~اس حدیث شریف کے اندر~~ لیکن ابوداؤد شریف کے اندر وحد مرفقہ وارد ہوا ہے اب اسکے اندر اختلاف
ہے کہ وحد ایک کلمہ ہے یا واو الگ کلمہ اور حد الگ کلمہ ہے اگر ایک کلمہ ہے تو وحّد ماضی کا صیغہ
باب تفعیل سے ہوگا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ واو الگ اور حد الگ کلمہ ہے پھر ان کے اندر اختلاف ہے کہ
حد اسم ہے یا فعل علامہ اشرف فرماتے ہیں کہ اگر یہ اسم ہے تو پھر یا مرفوع ہوگا مبتدا ہونے کی وجہ سے
یا منصوب ہے [illegible] وضع یعنی الیسریٰ کے اندر وضع فعل کا مفعول ہوگا علامہ جبرکرتی فرماتے ہیں
کہ وفیہ نظر۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ شاید وجہ نظر یہ ہے کہ کسی نے اس احتمال کو بیان نہیں کیا اور جو
لوگ اسکو فعل قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی منع کے ہیں۔

913 عن ابی ھریرۃ قال ان رجلا الخ: ابوداؤد، نسائی، مسند احمد، ابن ابی شیبہ کے اندر تصریح ہے کہ یہ سعد بن وقاص راوی ہیں ۱۸
914 عن ابن عمر: الیتین سے ٹیکتے ہوئے منع ہے۔ حنفیہ کے یہاں ٹیک نہیں لگا سکتا۔ شافعیہ اور مالکیہ کے یہاں ۱۹
ٹیک لگا سکتا ان کا مستدل بخاری شریف کی ایک روایت ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ عذر پر محمول ہے

916 الفصل الثالث عن جابر: اس حدیث شریف کے اندر التحیات سے پہلے بسم اللہ کا ذکر ہے لیکن جمہور ۲۲
ائمہ اسکے قائل ہیں کہ شروع میں نہ پڑھے۔ امام بخاری، امام بیہقی، امام نسائی نے اس پر کلام کیا اور
فرمایا کہ یہ زیادتی ثابت نہیں ہے ایسے ہی حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت میں ہے ثم اول ما یقول التحیات للہ الخ
مولانا عبد الحی صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت جابر ابن عمر وغیرہ حضرات سے مروی ہے لہذا جواز کا درجہ باقی رہیگا
عن نافع: چونکہ التحیات کے اندر شہادتین ہیں ہے اور سبابہ سے اشارہ توحید کی طرف ہوتا ہے اور
یہ شیطان کی غرض اصلی کے خلاف ہے اس وجہ سے وہ اسکو حدید سے بھی زیادہ سمجھتا ہے۔

## باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۸۶/۱

919 حکم صلوٰۃ کے اندر اختلاف ہے۔ اس حکم کی ابتداء آیت کریمہ سے ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا
الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ۲ھ میں یہ آیت نازل ہوئی اور
بعض نے کہا کہ اسکا حکم لیلۃ المعراج کے اندر ہوا۔ ابن جریر طبری کے نزدیک درود مستحب ہے۔ جمہور کے نزدیک
عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے اب محل فرض کے اندر اختلاف ہے امام صاحب، امام مالک کے نزدیک

۹۱۹ قراءۃ نماز میں ہو یا غیر نماز میں ہو۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک نماز کے اندر پڑھنا فرض ہے۔ جمہور کے نزدیک
یہ درود مستحب ہے شعبی۔ اسحاق بن راھویہ کے نزدیک تشہد میں واجب ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ
ایک مرتبہ پڑھنا عمر بھر میں فرض ہے اور اسکے بعد جب بھی آپ کا نام نامی آئے درود پڑھنا واجب ہے خواہ ایک
مرتبہ ایک مجلس کے اندر نام آئے یہی حنفیہ کی ایک جماعت کی رائے ہے۔ ابوالحسن کرخی کہتے ہیں کہ ایک
مجلس کے اندر ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے ابوبکر بن بکیر مالکی فرماتے ہیں کہ اکثار صلوۃ بغیر تعیین کے فرض ہے
امام شافعی کے نزدیک چونکہ نماز کے اندر درود شریف فرض ہے اسلئے ان پر امام طحاوی۔ ابن جریر۔
ابوبکر بن المنذر۔ خطابی۔ وغیرہ نے اعتراض کیا اور ان کے فرض کے قول کو تفرد اور شذوذ کی طرف منسوب کیا
لیکن اسمیں نظر ہے کیونکہ امام احمد۔ ابن مسعود۔ جابر اور دوسرے صحابہ سے بھی یہی قول منقول ہے اسی طرح
امام شعبی سے بھی وجوب (فرض) کا قول نقل کیا گیا ہے لہذا صرف امام شافعی کو تفرد کی طرف منسوب کرنا
غلط ہے۔ البتہ جمہور کے نزدیک صلوۃ کے اندر درود فرض نہیں ہے کیونکہ حدیث المسیئ اور دوسری
احادیث کے اندر یہ قطعی ثابت نہیں ہے اور جن احادیث سے شوافع نے استدلال کیا ان تمام کے اندر
کلام ہے البتہ ابن خزیمہ۔ ابن حبان نے حضرت ابومسعود انصاری سے نقل کیا ہے کہ ہم نے حضور سے سوال
کیا کہ ہم اپنی نماز کے اندر کیسے درود بھیجیں تو آپ نے ہم کو اسکا طریقہ بتلایا تو اس حدیث سے استدلال کیا
جا سکتا ہے لیکن اسکے اندر محمد بن اسحاق راوی متفرد ہے اور ان کی انفرادیت حفاظ تو قوی کرتے ہیں نیز جزء

۹۱۹ **الفصل الاول:** عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال الخ عن ابی هريرة من صلی علی واحدة الخ ۸۶
سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوال جب ہوا جبکہ آیت کریمہ ان اللہ وملائکتہ الخ نازل ہوئی ہے اور لفظ
سألنا سے معلوم ہوا یہ پوری جماعت ہے جسکے اندر کعب بن عجرہ۔ حضرت بشیر بن سعد۔ زید بن خارجہ۔ طلحہ
بن عبید اللہ۔ ابوہریرہ حضرات ہیں۔ لیکن ابوہریرہ کی روایت میں شک ہے کہ انہوں نے خود سوال کیا یا کسی اور نے
سوال کیا تھا تاہم یہ بھی سائلین میں سے ہیں بعض کی رائے ہے کہ نفس صلوۃ کے متعلق سوال تھا اور بعض کی
رائے ہے کہ کیفیت کے متعلق سوال تھا لیکن اظہر یہ ہے کہ کیفیت کے متعلق سوال تھا **کیف نسلم علیک**
اسکا مصداق وہ سلام ہے جو التحیات کے اندر ہوتا ہے ابن عبدالبر نے یہ بھی احتمال نقل کیا کہ اس سلام
تحلل مراد ہے **اللھم صل علی محمد الخ** اسپر اعتراض ہوا کہ ہم کو تو حکم ہے کہ تم درود بھیجو اور ہم اپنے درود میں
کہتے ہیں کہ اے اللہ تو درود بھیج لہذا آیت کے حکم پر تو عمل نہ ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ ہم آپ کی شایان
شان درود نہیں بھیج سکتے اسلئے اللہ تعالی سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان کی شان کے مطابق ہماری
طرف سے درود نازل فرما۔ **علی آل محمد** اسکے مصداق میں مختلف اقوال ہیں ۱ من حرمت علیھم الصدقۃ
۲ کل مومن ۳ فہر کی اولاد ۴ اولاد فاطمہ ۵ بنو مطلب بنو ھاشم ۶ کل مومن متقی کا ورد الخ
**کما صلیت علی ابراھیم** قاعدہ ہے کہ مشبہ بہ اقوی ہوتا ہے اور وہ صلوۃ ابراہیمی ہے
حالانکہ صلوۃ محمدی اسکی نسبت درجہ میں بڑھی ہوئی ہے اس اعتراض کے علماء نے مختلف جوابات دیے ہیں:
جواب ۱: حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں اپنے افضل الانبیاء ہونے کی خبر ملنے سے پہلے اس درود کا حکم
دیا تھا لیکن اسپر اشکال ہوگا کہ جب آپ کو بعد میں علم ہوگیا تھا تو اسپر تنبیہ کرنی چاہیے تھی۔

919 جواب ۳ :- آپ نے تواضعاً فرما دیا تھا جواب ۴ :- تشبیہ اصل صلوٰۃ کی اصل صلوٰۃ کیساتھ ہے باقی کیفیت 86/2
صلوٰۃ کے شایان شان ہوگی صاحب مظہر اس جواب کی طرف مائل ہیں جواب ۵ :- یہ تشبیہ خلّت
کے اعتبار سے ہے ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضور کو دوست اور خلیل بنا لیجئے اسپر اشکال
جواب ۶ :- آپ کا مرتبہ تو خلّت (دوستی) سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے اسکے طلب کی کیا ضرورت
ہے اسکا جواب دیا اسکی مثال ایسی ہے ایک شخص کے پاس دو ہزار درہم ہوں اور ایک ہزار
اسکو کسی نے اور ملا دیے ہوں تو وہ اسکو لیگا یا کہدیگا میرے پاس تو ایک ہزار کیا دو ہزار
موجود ہیں یقیناً وہ ایک ہزار اور لے لیگا جواب ۷ :- یہ کاف تشبیہ کیلئے نہیں ہے بلکہ تعلیل
کیلئے آپ نے جب ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل فرمایا تو اسی کی وجہ سے حضور پر بھی نازل کیجئے
بلکہ بطریق اولیٰ کیونکہ آپ تو ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں جواب ۸ :- اللھم صل علی محمد پر کلام
ختم ہوگیا اور آل محمد سے الگ کلام شروع ہوا تو مشبہ آل محمد اور مشبہ بہ ابراہیم علیہ السلام ہیں
یہ جواب حضرت امام شافعی کی طرف منسوب کیا گیا ابن قیم فرماتے ہیں یہ بعید ہے حافظ فرماتے ہیں اسکی
کوئی وجہ نہیں ہے جواب ۹ :- تشبیہ صلوٰۃ ~~[illegible]~~ محمدی کی صلوٰۃ ابراہیمی کے
ساتھ ہے اور مشبہ میں محمد اور آل محمد ہیں اور مشبہ بہ میں ابراہیم اور آل ابراہیم ہیں اور آل ابراہیم
حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود داخل ہیں تو حضور بھی مشبہ بہ بن گئے ہیں جواب ۱۰ :- مشبہ بہ کا اعلیٰ
و افضل ہونا ہر جگہ ضروری نہیں ہے جیسے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح کے اندر مشبہ نور الٰہی اور مشبہ بہ چراغ
ہے جواب ۱۱ :- یہ من باب الحاق من لم یشتہر بما لا یشتہر ہے یعنی غیر مشہور کو مشہور کے ساتھ تشبیہ دی
ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر فرقہ کے نزدیک قبول وہ مذاہب اسلام کے سارے مشغول ہیں ماغیر مذاہب اسلام کے
ساتھ قابل احترام و تعظیم تھے دوسری حدیث ابو ہریرہ کی ہے جسکے اندر فضیلت ہو حضور پر ایک درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ
اسپر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں اسپر اشکال ہوگا کہ قرآن کے اندر درود ہی کی کیا خصوصیت ہے قرآن کریم کا
ہر عمل کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں دس حسنات کے علاوہ ہے دوسرا
جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ایک مرتبہ درود بھیجنا بھی دوسری قسم کی دس حسنات سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کا
دس مرتبہ درود بھیجنا دوسرا اشکال یہ ہے کہ کسی جگہ تو دس کا ذکر ہے اور کسی جگہ دس گناہ معاف
ہو جاتے ہیں اور کسی جگہ اللہ تعالیٰ اسپر ستر مرتبہ درود نازل فرماتے ہیں جواب ۱ :- یہ اللہ تعالیٰ کے الطافات
روز افزوں ہوتے ہیں پہلے دس تھے پھر ستر ہوگئے جواب ۲ :- یہ اشخاص کے اعتبار سے تفاوت ہے
جواب ۳ :- یہ ستر والی روایت جمعہ کے دن درود پڑھنے پر محمول ہے اور دس والی روایت مطلق ایام پر محمول ہے
923 **الفصل الثانی :- عن ابن مسعود قال عنہ قال عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ** 9
ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے مصداق اور اصل مستحق وہ لوگ ہیں جو مشغول بعلم الحدیث ہیں دوسری روایت
بھی ابن مسعود کی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے سلام پہنچاتے ہیں امت
کی جانب سے اور حضور اسکو سنتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور زندہ ہیں دلیل ہے اثبات
کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں چنانچہ علماء نے مستقل کلام کیا ہے اور

923 ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنے جسد عنصری کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں آرام فرما ہیں۔ جبکہ حدیث ٨٦/٩
ابوہریرہ کی ہے جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ثابت ہوتی ہے مالانکہ اوپر کی حدیث میں معلوم
ہوچکا کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں چنانچہ اس حدیث کے علماء نے چند جوابات دیئے ہیں جواب ١ یہ ہے کہ
رد اللہ روحی کا مطلب یہ ہے کہ الا و قد رد اللہ روحی یعنی جو نہی میں اپنی قبر میں رکھا گیا اللہ تعالیٰ نے میری روح کو لوٹا
دیا جواب ٢ یہ ہے کہ رد اللہ روحی میں روح سے مراد فرشتہ ہے جواب ٣ یہ ہے کہ روح سے مراد نطق ہے یعنی جب کسی کا
آپ کے پاس درود و سلام پہنچتا ہے تو جواب کے طور سے آپ کو گویائی عطا کی جاتی ہے جواب ٤ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے انوارات اور تجلیات کے مشاہدات میں مستغرق رہتے ہیں جب کسی کا درود و سلام پہنچتا ہے
تو آپ کو اس استغراق سے افاقہ عطا کیا جاتا ہے جسکو رد روح سے تعبیر کر دیا ہے ١٢

924 وعنه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعن ابی بن کعب قال قلت الخ وعن فضالة بن عبید ١٢
اس حدیث کے اندر دو جملے ہیں ایک لاتجعلوا بیوتکم قبورا اسکا متعلق تو ماقبل میں گذر گیا اور ثانی جملہ ہے کہ
ولاتجعلوا قبری عیدا اسکے دو مطلب ہیں (١) مطلب ١ جیسے عید کے اندر آدمی مزین ہوکر آتا ہے ایسے ہی تم
بجائے ادب و تعظیم کیلئے میری قبر پر مت آؤ۔ مطلب ٢ جیسے عید ایک سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے ایسے ہی تم بھی
929 صرف دو مرتبہ زیارت مت کیا کرو بلکہ اور زیادہ زیارت کیلئے آیا کرو۔ دوسری حدیث ابی بن کعب کی ہے
اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر درود تمام اذکار سے افضل ہے جواب یہ ہے کہ اشیاء کی اعتبار سے یا احوال کے اعتبار سے ٢١
930 افضل ہے شیخ علی متقی فرماتے ہیں ہم کم از کم اوراد و اذکار کی مقدار تین سو مرتبہ ہے تیسری حدیث کے اندر دو رجل
کا ذکر ہے اول رجل کے متعلق نام کا علم نہیں ہو سکا اور ثانی رجل جسکو حدیث کے اندر رجل آخر سے تعبیر کیا گیا اسکے ٢٢
متعلق حضرت استاذ مولانا امیر احمد صاحب نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں۔

932 الفصل الثالث: عن ابی هریرة قال وعن عمر بن الخطاب عن رویفع ان رسول اللہ صلی ٨٧/٣
اس حدیث کے اندر لفظ امی وارد ہوا ہے یہ منسوب ہے ماں کی طرف کیونکہ آپ علوم رسمیہ کو پڑھے ہوئے نہیں تھے
938 یا منسوب ہے ام القریٰ کی طرف جو مکہ کا نام ہے اور آپ کی پیدائش مکہ کی ہے دوسری حدیث بھی حضرت عمر کی ١٣
کی ہے یہ موقوف ہے اور مرفوع کے حکم میں ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کا مقبول ہونا اور نہ ہونا درود پر موقوف ہے
اب رہا یہ مسئلہ کہ نفس درود شریف کے اندر بھی مقبولیت اور عدم مقبولیت کا احتمال ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ
درود صرف مقبول ہوتا ہے عدم مقبولیت کا اسکے اندر احتمال نہیں ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ عدم قبول کا بھی احتمال ہے۔
936 تیسری حدیث رویفع کی ہے جسکے اندر المقعد المقرب وارد ہوا ہے اسکے مصداق علماء نے مختلف بیان کئے ہیں
عا وسیلہ عا اجلاس علی العرش عا اجلاس علی الکرسی عا آپ کا وہ مقام اعلیٰ جو تمام انبیاء سے افضل ہے ٩
عا مقام محمود مراد ہے۔ باقی احادیث باب قابل تشریح نہیں ہیں۔ ١١

## باب الدعاء فی التشهد ١٣

939 الفصل الاول: عن عائشة قالت الخ وعن ابی هریرة الخ وعن ابی بکر الصدیق
اس حدیث کے اندر حضور کی ایک دعا کا ذکر ہے جسکو آپ تشہد کے اندر پڑھا کرتے تھے لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے ١٤
کہ اس قسم کی دعا صلوٰۃ کے اندر پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں امام شافعی۔ امام مالک۔ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک

940 ہر قسم کی دعا جو مستحسن ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک جو دعاء ما یشبہ القرآن ہو وہ جائز ہے - دوسری حدیث ابوہریرہ ٨٧/١٢
کی ہے من فتنة المسيح الدجال دجال کو مسیح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کی واحد عین ممسوح ہے یعنی قطع ارض کرے گا اس صورت میں
یہ مساحت سے مشتق ہوگا اور اگر مسح سے مشتق ہو تو یا اس وجہ سے کہ ایک دائیں آنکھ اس کی ممسوح ہوگی یا اس وجہ سے کہ وہ ممسوح
عن الخیر یعنی مقطوع من الخیر ہے - دجال دجل سے مشتق ہے اس کے معنی کذب کے ہیں فتنۃ المحیا سے مقصود رضا بالقضاء اور
ہر قسم کا صبر ختم ہو جائے اور فتنۃ الممات سے مقصود سے مراد سکرات الموت ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے فتنۃ قبر مراد ہے
اور اس حدیث کے اندر ان چار چیزوں سے جو تعوذ مانگا گیا ہے جمہور کے نزدیک مسنون ہے اور امام طاؤسؒ کے نزدیک فرض ہے
942 اگر ترک کر دیگا تو اعادہ صلوٰۃ ہوگا - تیسری حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے آپ کا نام نامی عبد اللہ بن ابی قحافہ ٢٠١
ہے (رضی اللہ عنہ وارضاہ) انکی دعاء میں ظلماً كثيراً وارد ہوا بخاری کے اندر ظلماً کبیراً ہے امام نوویؒ
[redacted] فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں ہے اور بعض نسخوں میں ہے اور امام نوویؒ فرماتے ہیں ان دونوں کو جمع کرے ۱۲
943 عن عامر بن سعد عن ابيه قال الخ وعن سمرة بن جندب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ٢٢
سلام کا کہ کیا سلام کہا ہے اس سلسلے میں مسئلہ لکھا گیا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک سلام ہے یا دو سلام ہیں اور کہاں تک ہے
امام محمدؒ امام شافعیؒ امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک دونوں طرف سلام پھیرے گا امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر منفرد ہے
تو قبلہ رو ہو کر سلام پھیر لے گا اور اگر مقتدی ہے تو پھر اس کے بائیں جانب کوئی ہو گا یا نہیں اگر ہے تو دو سلام پھیرے گا
ورنہ نہیں یعنی ایک طرف سلام پھیر لیگا اور اندر دائیں سلام کے اندر جیسا سلام الگ علیکم السلام ورحمۃ اللہ ہے
فرض ہے اور امام حسنؒ کے نزدیک واجب ہے امام مالکؒ کی ایک روایت ایسی ہی حنفیہ اور شافعیہ کی ایک روایت
944 یہ کہ سنت ہے - دوسری روایت حنفیہ اور حنابلہ کی یہ کہ واجب ہے - دوسری حدیث سمرۃ بن جندب کی ہے ٢٢
جس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو جایا
کرتے تھے - علماء نے لکھا ہے کہ نماز کے بعد کوئی سنت ہو گی یا نہیں اگر ہے تو سنت میں مشغول ہو جانا
چاہئے اور اگر نہیں ہے تو امام مالکؒ اور امام احمد ایسی ہی حنفیہ کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ وہ دائیں یا بائیں
یا مقتدی کی طرف ہو جائے اب رہ گیا اندر حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف تو اولیٰ کی نسبت سے شافعیہ کے
یہاں اولیٰ یہ ہے کہ دائیں طرف ہو دوسرا قول یہ ہے کہ بائیں یا مقتدی کی طرف ہو اور حنفیہ کے یہاں دو روایت
ہے بعض نے کہا کہ اقبل علینا بوجہہ والی روایت اس حدیث میں کہ جب آپ کوئی نصیحت کرتے تھے ۱۲
949 الفصل الثاني :- عن معاذ بن جبل قال اخذ بيدي وعن عطاء الخراساني عن المغيرة ٨٨/٢
في دبر كل صلوة علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مصداق سلام سے پہلے اور سلام کے بعد تسبیح ہوگی دونوں
ہو سکتے ہیں علامہ ابن تیمیہ نے اول کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ ہر حیوان جیسا کہ اس کے اندر داخل ہوتی ہے ایسی
953 ہی نماز کی بھی دبر ہے - صاحب ہدایہ نے قرآن میں اور سلام کو راجح قرار دیا ہے - دوسری حدیث عطاء ٩
خراسانی کی ہے مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انکی پیدائش ۵۰ھ میں ہوئی اور
اس سن میں مغیرہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی لہٰذا یہ حدیث مرفوع نہیں ہو سکتی - اس حدیث سے مسئلہ
یہ ثابت ہوا کہ تکثیر عبادت فی مواضع مختلفہ مستحب ہے امام عینی فرماتے ہیں کہ وعلیہ الجمہور - بعض نے کہا کہ یہ خلاف
957 اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا ذہر مجہول ہے - الفصل الثالث اس کے اندر عائشہ کی حدیث میں ١٥
... علی حدیثہ

# باب الذکر بعد الصلوۃ ٨٨/١٢

علامہ ابو اسحاق شاطبی کتاب الاعتصام میں فرماتے ہیں کہ علی الاتفاق ہے اسبات پر کہ جو ادعیہ بعد الصلوۃ ٨٨/١٢
پڑھی جاتی ہیں وہ نہ مستحب ہیں اور نہ واجب اور نہ فرض بلکہ جائز کے درجہ میں ہیں۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں
یہ ادعیہ احادیث سے ثابت نہیں بلکہ جتنی دعائیں حضور سے احادیث پاک کے اندر وارد ہیں وہ تمام قبل سلام صلوۃ
کے اندر ہوتی تھیں نماز کے بعد نہیں ہوتی تھیں۔ حافظ عسقلانی نے علامہ ابن قیم کے اس قول کو رد فرمایا
کیونکہ اکثر احادیث کے اندر دبر صلوۃ کے بعد ادعیہ کا ثبوت ہے چنانچہ ما قبل میں حضرت معاذ کی روایت
گذر چکی ایسے ہی اسبات کے اندر حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابو امامہ وغیرہ کی احادیث کے اندر دبر صلوۃ
کا لفظ اور ادعیہ ماثورہ کتب نو میں منقول ہے اور دبر صلوۃ سے مراد بعد فراغ السلام ہے لیکن معلوم ہوتا ہے
کہ حافظ علیہ الرحمہ نے ابن قیم کے پورے کلام کا مطالعہ نہیں فرمایا ورنہ ان کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن
احادیث کے اندر دبر کل صلوۃ کا لفظ ہے ان کے اندر دونوں احتمال ہیں کہ نماز کے پہلے اور سلام کے
بعد اور جب دونوں احتمال آگئے ہیں لہذا طرف بعد السلام پر استدلال کرنا باطل ہے۔

959 **الفصل الاول: عن ابن عباس قال الخ وعن عائشۃ الخ وعن ابی ھریرۃ وعن کعب بن عجرۃ**

١٨ اس حدیث پاک کے اندر نعرف بالتکبیر کے اندر علماء کے چند اقوال ہیں (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز
سے سلام پھیرنے کے بعد تکبیر کہتے تھے جب ان کو علم ہوتا تھا (۲) بعض نے کہا کہ اس سے تکبیرات انتقالات
مراد ہیں اس میں چونکہ چھوٹا سا تھا حضور مجھے نظر نہیں آتے تھے صرف تکبیر کے ذریعہ مجھے علم ہوتا تھا
(۳) اس سے مراد تکبیرات تشریق ہیں یعنی منی میں منی اور ایام حج کے اندر ان تکبیرات کے ذریعہ پہچانتا تھا
دوسری حدیث حضرت عائشہ کی ہے اس سے بعض لوگوں نے اس مسئلہ پر استدلال کیا کہ نماز کے بعد صرف
اس دعا کے بقدر وقف ہونا چاہیے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اسکا مطلب اور محمل یہ ہے کہ آنحضور اکرم
علیہ الصلوۃ والسلام مستقبل القبلہ اس دعا کی مقدار کے وقفہ تک رہتے تھے اور پھر مقتدیوں کی
طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ما سوا اسکے تمام دعائیں مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر پڑھتے تھے۔
تیسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے فقراء المہاجرین اسکے مصداق میں حضرت ابو درداء اور حضرت ابوذر غفاری
ہیں اصل میں جیسا کہ مسند احمد کے اندر تصریح ہے اھل الدثور دثر کی جمع جسکے معنی مال کثیر کے ہیں اور ٨٩/١
نعیم مقیم میں مقیم کی قید سے نعیم دنیا سے احتراز کیا افلا اعلمکم من فاء یہ عاطفہ ہے اور عبارت کی
تقدیر ایسے ہے الا اعلمکم فاعلمکم کیا میں تم کو تسلی نہ دوں اور نہ بتلا دوں تسبقون اس سبقت
زمانی اور سبقت معنوی دونوں مراد ہو سکتی ہیں لایکون احد افضل منکم اس جملہ پر دو اعتراض وارد ٣
ہوتے ہیں (۱) ما قبل کے اندر آپ نے فرمایا تھا کہ ایسی چیز بتلا دوں جسکے ذریعہ تم ان کو پا لو۔ تو معلوم
ہوا کہ دونوں میں مساوات یعنی اس چیز کے ذریعے تم ان کے مساوی ہو جاؤ گے اور اس
عبارت سے معلوم ہوا کہ ان سے افضل اور بڑھ جاؤ گے اسکا جواب دیا کہ ادراک فضیلت کے منافی
نہیں ہے (۲) اعتراض یہ ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ تم سے افضل کوئی نہیں مگر وہ شخص جو تم جیسے اعمال کرے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان سے افضل ہو جائیگا حالانکہ وہ ان کے برابر ہونا چاہئے جب ان
جیسے عمل کریگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کلام علی سبیل التشبیہ والتوفیق ہے کہ فرض کرو کہ اگر تم سے

959 کوئی پڑھنا چاہے تو وہ شخص پڑھ سکتا ہے وہ داخل بشارت ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ علاوہ علی سبیل الحذف ہے ای مثل ما صنعتم وزاد علیہ ۸۹/۳
ثلثا وثلثین اس کے اندر دو احتمال ہیں۔ احتمال اول یہ ہے کہ المجموع مجموع کے لئے ہو یعنی گیارہ مرتبہ تسبیح، گیارہ ۴
مرتبہ تحمید، گیارہ مرتبہ تکبیر چنانچہ سہیل بن ابی صالح نے یہی معنی سمجھے اور انہوں نے یہی نقل کردیا لیکن اس
مطلب کی تو وہ خود بخود ہی صحابی البتہ ایک حدیث ابن عمر کی مسند بزار کے اندر آتی ہے جس کے اندر گیارہ والا
مطلب مذکور ہے لیکن حافظ اس کی سند کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہو ضعیف۔ احتمال ثانی یہ ہے کہ یہ علی التوزیع
و التقسیم ہو۔ دراصل احادیث کے اندر روایات مختلف ہیں بعض کے اندر گیارہ، بعض کے اندر تینتیس
بعض میں پچیس وارد ہوا ہے علامہ محی الدین شرح السنۃ میں فرماتے ہیں کہ یہ مختلف اوقات کے اعتبار سے
بعض نے کہا کہ تخییر کیلئے ہے یعنی اسکو اختیار ہے کہ ان میں جتنی مرتبہ چاہے پڑھے۔ بعض نے کہا کہ احوال
اور اشخاص کے اعتبار سے آپ نے فرمادیا۔ اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے اس فضیلت کا وعدہ کیا گیا ہے
زیادہ و اسی عدد پر منحصر ہے یا اس سے زیادہ بھی پڑھ سکتا ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ فضیلت اسی عدد پر
منحصر ہے حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ پر بھی فضیلت ملے گی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ
اگر وہ سنت ہونے کی خاطر پڑھتا ہے اور زیادتی کرتا ہے تو فضیلت کا مستحق ہے اور اگر بغیر سنت کے خیال
966 کے بے خیالی میں ان گنت پڑھتا ہے تو یہ فضیلت اسکو نہیں ملیگی چونکہ حدیث کے اندر لفظ وارد ہوا
ہے معقبات وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ کلمات ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں یا اس وجہ سے کہ نماز کے بعد آتے ہیں۔
968 الفصل الثانی: عن ابی امامۃ قال عن عقبۃ بن عامر عن النبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۷۹/۱۱
جوف اللیل الآخر جوف یہ لیل کی صفت ہوگی یعنی آخری رات کے درمیان حصے کے اندر مثلاً اگر رات بارہ گھنٹے
کی ہوتی ہے تو آخر کے چار گھنٹوں کا وسط مراد ہوگا۔ یا جوف لفظ آخر کی صفت ہے آخری وقت کے درمیانی
969 حصہ مراد ہوگا۔ دوسری حدیث حضرت عقبہ کی ہے جسکے اندر لفظ المعوذات کے مصداق ہیں قل اعوذ برب الفلق اور ۱۲
قل اعوذ برب الناس کے علاوہ ہے ممکن ہے کہ تیسرا قل ہو اللہ احد ہو جیسا کہ ایک روایت میں اسکے پڑھنے کا
حکم ہے اور ایسے ہی ابو نعیم نے بشر بن معاویہ کی روایت نقل کی ہے اسکے اندر ان تینوں پر معوذ کا اطلاق
کیا گیا ہے حضرت سہارنپوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قل یا ایہا الکافرون بھی ان دونوں کے ساتھ داخل ہے
تیسری حدیث کے اندر ولد ادم کے عتق کا ذکر ہے حالانکہ ان کو رقیق بنانا بھی جائز نہیں ہے لہذا حضور نے
ان کے اعتاق پر فضیلت کا حکم کیسے مرتب فرمایا۔ جواب یہ ہے کہ اولاد عرب کو غلام بنانا مطلقاً جائز نہیں
بلکہ اسکے عدم جواز میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے اور شوافع کے نزدیک جائز ہے لہذا
شوافع پر کوئی اعتراض نہیں ہے البتہ حنفیہ پر اعتراض ہے اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ علامہ تشبیہ پر مبنی ہے
970 یا اگر اشتباہ کی وجہ سے غلام بن جائیں تب ان کے اعتاق کا یہ حکم ہے۔ اخر حدیث کے اندر جو جملہ ۱۳
ان اعتق رقبۃ آیا ہے اسکی اگر ولد اسماعیل مراد ہے تو یہ من باب الاکتفاء ہوگا اور اگر یہ عام ہے
972 صبح اور عصر کے وقت میں فرق کی وجہ یہ ہوگی کہ صبح کا وقت کام کا ہے اور عصر تھکاوٹ کا ہوتا ہے۔ ۱۴
الفصل الثالث: عن الازرق بن قیس عن علی قال عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ۱۶
974 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز اور سنن کے درمیان فصل ہونا چاہئے وصل مکروہ ہے دوسری حدیث حضرت علی کی ۲۶

974 جس کے متعلق مصنف نے فرمایا اسنادہ ضعیف وجہ یہ ہے کہ اس کے راوی اول جعفر بن محمد ... نہیں ہیں دوسرے راوی ضعیف ہیں 90/1
977 تیسری حدیث حضرت ام سلمہ کی ہے جس کے اندر ہے فقال رجل منا لم یحج ... اس میں عمل کے متعلق خبر دی ہے حضرت ابوہریرہ 90/6
نے نقل کیا ہے ... یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں سو یہ باب مکمل ہو گیا اب ان افعال کا بیان ہے جو نقصان کا سبب ہیں

## باب ما لا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ وما یباح منہ

978 ## الفصل الاول :- عن معاویۃ بن الحکم قال بینا انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 90/10

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ الکلام فی الصلوٰۃ جائز نہیں ہے چنانچہ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عامداً عالماً بتحریمہ اگر کلام کرے اور نیز وہ اصلاح صلوٰۃ کیلئے نہ ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ لیکن ائمہ اربعہ میں چند جزئیات کے اندر اختلاف ہے حنفیہ اور حنابلہ کا راجح قول یہ ہے کہ مطلقاً کلام مفسد ہے خواہ اصلاح کیلئے ہو یا نہ ہو عامد ہو یا ساھیاً۔ ناسیاً ہو۔ شافعیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جاہلاً کلام کرتا ہے یعنی اس کی تحریم کا اسکو علم نہیں ہے یا بھول کر یا سبقت لسانی کی بناء پر کلام کرتا ہے تو مفسد نہیں ہے اور اگر عامداً اور عالماً بتحریم الکلام کلام کرتا ہے تو مفسد ہے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ اصلاح صلوٰۃ کیلئے عمداً تھوڑا سا کلام بھی مفسد صلوٰۃ نہیں ہے حنابلہ اور حنفیہ کا استدلال وہ روایت ہے جو طبرانی کے اندر ہے ان صلوتنا لا یحل فیہا شئی من کلام الناس اور ابوداود کے اندر ہے ان ھذہ الصلوٰۃ لا یحل فیہا ادر ایسی قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور ان کے اندر شئی کا لفظ بولا گیا ہے جو اپنے عموم کی وجہ سے ہر قسم کو شامل ہے دوسرا استدلال حنفیہ کا ابن مسعود کی حدیث ہے جو اس متن والی حدیث معاویہ کے بعد ہے اور ایسے ہی ابن مسعود کی حدیث دوسری مسند حمیدی اور مسند احمد میں موجود ہے شافعیہ اور مالکیہ کا مستدل یہ حدیث ہے جو ص ۹۲ آخری صفحہ پر ابن سیرین سے مروی ہے ان کا دوسرا مستدل ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان اور تیسرا استدلال ان کا یہ ہے کہ سہواً سلام سے نماز باطل نہیں ہوتی تو السلام من الکلام لہذا کلام کا حکم بھی یہی ہوگا۔ ہمارا پہلا مستدل تو یہ حدیث معاویہ اور دوسرا مستدل حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے اسپر شافعیہ نے اشکال کیا کہ اس کے اندر جو حبشہ سے واپسی کا ذکر ہے وہ واپسی ابن مسعود کی حبشہ سے مدینہ کی طرف ہوئی تھی اور ہمارا استدلال ابن سیرین کی حدیث جس کے اندر ذوالیدین کا ذکر ہے یہ حدیث بعد کی ہے لہذا ہماری حدیث مؤخر ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ناسیاً کلام کیا تھا لہذا ناسیاً کلام جائز ہے اور مالکیہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے جو عمداً کلام کیا وہ اصلاح صلوٰۃ کیلئے تھا وہ جائز ہے اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت دو مرتبہ ہوئی پہلی مرتبہ جب ہجرت کر کے وہاں گئے تو مکہ کی طرف واپسی ہوئی تھی اور دوسری مرتبہ مشرکین مکہ کی تکلیف پر ہجرت کی تو اسکے بعد واپسی مدینہ کی طرف ہوئی اور یہ مدینہ کا واقعہ ہے اسپر اشکال ہوا کہ آپ کا یہ کہنا کہ اس حدیث کے اندر قدوم سے قدوم آخری الی المدینہ مراد ہے غلط ہے کیونکہ ابن مسعود بدری ہیں اور بدر کا واقعہ ۲ھ میں پیش آیا اور حبشہ سے جہاجرین بدر سے چار پانچ سال بعد آئے تھے لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابن مسعود بدر سے چار پانچ سال بعد مدینہ آئیں اور وہ بدر کے اندر شریک بھی ہو جائیں۔ بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ زید بن ارقم کی ایک حدیث ہے جس کے اندر ہے کنا نتکلم فی الصلوٰۃ فامرنا بالسکوت جب یہ آیت نازل ہوئی وقوموا للہ قانتین۔ اور یہ آیت مدنی ہے ایسے ہی زید بن ارقم انصاری اور مدنی ہیں لہذا ابن

کی حدیث کا محمل بھی یہی ہے جو زید بن ارقم کی حدیث کا ہے دوسرا جواب علامہ ابن قیم نے نقل کیا کہ ابن سعد نے طبقات
کے اندر لکھا ہے کہ حبشہ سے مہاجرین تین مرتبہ آئے ہیں سب سے پہلے مکہ کی طرف واپسی ہوئی اور دوسری مرتبہ
کے متعلق فرماتے ہیں فلما سمعوا بمهاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی انہوں نے جب حضور کی ہجرت کا ذکر
سنا تو وہ لوگ بھی مدینہ آگئے جن کے اندر تینتیس ۳۳ آدمی تھے اور آٹھ عورتیں تھیں جن میں سے سات کو کفار نے
قید کر لیا تھا اور دو کا انتقال ہوگیا تھا اور پھر اس کے بعد تیسری مرتبہ اور مہاجرین آئے تھے تو غالباً
ابن مسعود ان لوگوں میں تھے جو ہجرت کی خبر سنکر فوراً مدینہ پہنچے اور پھر یہ لوگ بدر میں بھی شریک ہوگئے
دوسرا اشکال ابن مسعود کی حدیث پر شافعیہ نے کیا کہ جب اس حدیث کے اندر دونوں احتمال ہیں کہ ان کی حاضری
مکہ میں ہو اور یا مدینہ میں ہو لہذا اس قرینہ کی بنا پر ہم لوگ اس کو مدینہ پر محمول کریں جواب یہ ہے کہ خود زید بن
ارقم کی حدیث کے اندر قبیلا علی الکلام وارد ہوا ہے اور وہ مدنی ہیں لہذا یہ قرینہ ہے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ قرینہ اور دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا
تو آپ نے نماز کا اعادہ فرمایا تھا یہ قرینہ ہے کہ ابن مسعود کی حدیث منسوخ نہیں ہے دوسرا اشکال کا
زید بن ارقم کی حدیث ہے اسپر ان لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ یہ بھی مکہ کا واقعہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ
یہ کہنا آپ کا صراحۃً غلط ہے کیونکہ قوموا للہ قانتین مدنی ہے اور وہ خود مدنی ہیں اور کہتے ہیں کہ
کنا نصلی خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز کا جماعت سے پڑھنا مدینہ میں ہوا لہذا یہ خود دلیل
ہے کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اسپر ان لوگوں نے کہا کہ زید بن ارقم نے دوسروں کے فعل کو اپنی طرف منسوب
کر کے نقل کردیا ہوگا جواب یہ ہے کہ جماعت مدینہ میں آکر شروع ہوئی ہے لہذا یہ واقعہ کا مدینہ کا ہی
ہو تیسرا اعتراض ان لوگوں نے یہ کیا کہ ذوالیدین کا واقعہ ابوہریرہ سے روایت ہے اور وہ کہتے ہیں کہ صلی بنا
اور ان کا ایمان ۷ھ میں ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کا واقعہ بعد کا اور زید بن ارقم کا پہلے ہے
جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی عادت شریفہ تھی کہ اپنے اسی جنس کے فعل کو اپنی طرف منسوب کرتے تھے
جیسا کہ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ خطبنا عتبة بن غزوان حالانکہ حضرت حسن وہاں موجود نہ تھے
ان لوگوں نے کہا کہ روایت کے اندر تو بینما اصلی کے الفاظ وارد ہوئے لہذا معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے
فعل ہی کو نہیں بلکہ خود اپنے فعل کو بھی بیان کیا جواب یہ ہے کہ دراصل روایات مختلف ہیں بعض میں تو
بینما اصلی اور بعض کے اندر صلی بنا اور بعض میں ہے صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی [illegible]
جس سے معلوم ہوا کہ بینما اصلی راوی کے ساتھ متفرد ہے پانچواں اشکال یہ ہوا کہ عمران بن حصین
ذوالیدین کے واقعہ میں موجود ہیں اور یہ متاخر الاسلام ہیں لہذا یہ حدیث بعد کی ہے علامہ شوق نیموی
جواب دیتے ہیں کہ ان کی حدیث کے اندر دونوں ہی احتمال ہیں کیونکہ اس کے اندر صلی بہم اور ہوسکتا ہے کہ
عمران بن حصین بھی ان میں ہوں اور ہوسکتا ہے کہ صرف ان سے اصحاب نے نقل ہو واذا جاء الاحتمال [illegible]
حنفیہ ذوالیدین کے واقعہ کا جواب یہ ہے کہ ذوالیدین ذوالشمالین ہیں اور ذوالشمالین کا انتقال
بدر کے اندر ہوگیا تھا لہذا آپ کا یہ کہنا کہ یہ حدیث ۷ھ کی ہے یہ غلط ہے بلکہ یہ واقعہ تو
بدر سے بھی پہلے کا ہے اب رہا یہ کہ دونوں ایک ہیں اسکی دلیل کیا ہے؟ اسکی دلیل چند ہیں

ع۱ زہری نے اپنی روایت کے اندر بجائے ذوالیدین کے ذوالشمالین کا نام ذکر کیا۔ ذوالشمالین نے حضور سے ۹۰/۱۰

کہا۔ اس پر اعتراض کر دیا زہری کو وہم ہو گیا جواب یہ ہے کہ اسکا شاہد عمران بن الحصین موجود ہے

ع۲ ابن سعد نے طبقات کے اندر لکھا ہے ذوالیدین ذوالشمالین ہیں ع۳ ابن حبان نے ثقات کے

اندر لکھا ہے ذوالیدین ذوالشمال ہیں ع۴ طبرانی کے اندر ہے ذوالیدین ذوالشمالین ہیں۔

ان لوگوں نے اعتراض کیا ذوالیدین بنو سلیم کے قبیلے سے ہے اور ذوالشمالین بنو خزاعہ کے قبیلے

سے ہیں اور دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں جواب یہ ہے کہ سُلیم سے مراد سُلیم بن ملکان ہے اور وہ بنو خزاعہ

کا ایک بطن ہے مسند عزیزی کے اندر نقل کیا گیا ہے ابو محمد خزاعی ہے ذوالشمالین ہمارے اجداد

میں سے ہیں اور وہی ذوالیدین ہیں اور یہ جب ہو گا جبکہ سلیم سے سلیم بن ملکان مراد لیا جائے۔

981 عن ابی ھریرۃ نھی الخصر عن عائشۃ قالت عن ابی ھریرۃ قال عن ابی قتادۃ قال عن سھل بن سعد ۹۰/۲۱

اس حدیث پاک کے اندر آنحضرت نے الخصر سے منع فرمایا اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں: ع۱ کوکھ پر ہاتھ

رکھنا ع۲ مخصرہ کو ٹیک کر نماز ع۳ آیت سجدہ کا اختصار کرنا تمام سجدہ تلاوت نہ کرنا پڑے۔

ع۴ آیت سجدہ پر اکتفاء کرنا آگے پیچھے سے تلاوت نہ کرنا ع۵ ارکان کے اندر اختصار کرنا اور

یہ تمام مکروہ ہیں اسوجہ سے اہل نار کے مشابہ ہے دوسری وجہ ابلیس کا فعل ہے

982 دوسری حدیث حضرت عائشہ کی ہے جس کے اندر نماز میں التفات یعنی ادھر ادھر دیکھنے سے منع کیا گیا ہے

یعنی التفات کی چند صورتیں ہیں (۱) گوشہ چشم سے دیکھے یہ مکروہ نہیں ہے (۲) بتحویل الوجہ دیکھے ۲۱

983 یہ مکروہ ہے (۳) بتحویل الصدر دیکھے احناف کے نزدیک حرام ہے تیسری حدیث کے اندر ہے

984 آسمان کی طرف نظر کرنا جیسے مشرکین کے نزدیک آسمان کی طرف نظر کرنا مکروہ ہے اور جمہور کے ۲۷

نزدیک جائز ہے۔ چوتھی حدیث سے معلوم ہوا آپ اپنے کاندھے پر امامہ کو بیٹھا رکھا تھا نماز کے

اندر عمل قلیل جو کسی شی کو لادنا جمہور کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے

وہ اس حدیث کا جواب ع۱ دیتے ہیں نوافل پر محمول ہے جواب ع۲ حضور کی خصوصیت ہے جواب ع۳

ازدحام کی وجہ سے امامہ کو اٹھانے رکھنے اور اتارنے کی نسبت حضور کی طرف مجازاً ہے ورنہ آپ کا یہ فعل نہ تھا

988 علامہ نووی نے ان کی تردید کر دی اور کہا اس شی طاہر کو اٹھانا جائز ہے ان جوابات کی حاجت نہیں ہے

پانچویں حدیث سہل بن سعد کی ہے جس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا اگر مرد کو نماز میں کسی شی کے دفع کرنے کی ضرورت پیش ۹۱/۲

آجائے تو مرد کیلئے اشارہ بالتسبیح اور عورت کیلئے التصفیق (تالی بجانا) کافی ہے یہی مذہب ہے

ائمہ ثلاثہ کا۔ امام مالک فرماتے ہیں مرد و عورت دونوں کیلئے اشارہ تسبیح کے ذریعہ ہو گا التصفیق

کے ذریعہ اشارہ کرنے دفع نہیں کریں گے اس حدیث کا وہ جواب دیتے ہیں انما التصفیق للنساء کا

مطلب تو یہ ہے تالی بجانا تو عورتوں کا کام ہے تو گویا یہ جملہ آپ نے استہزاءً فرمایا ہے

حقیقت مقصود نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ابوداؤد شریف کے اندر وارد ہوا ہے

والتسبیح الرجال ولیتصفق النساء تو یہاں آپ نے امر فرما دیا ہے لہٰذا وہ عورتوں کیلئے ہو گا

رب فضل تعالیٰ سے احادیث کی علامت جعفر راوی کے نام سے حدیث کے شروع میں لکھ دی جاتی کیونکہ کلام ختم ہوا

# الفصل الثانی

989 عن عبد اللہ بن مسعودؓ مسئلہ:- نماز میں کو سلام کرنا کیسا ہے؟ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کے نزدیک جائز ہے 91/4
اسحاق بن راھویہ، عطاء بن مجاہد، امام مالک کی ایک روایت۔ حنفیہ کا مذھب بھی یہی ہے کہ مکروہ ہے
دوسری روایت امام مالک کی اور امام احمد کا مذھب یہ ہے کہ جائز ہے اور نمازی اگر جواب دے تو اگر کلام کے
ساتھ جواب دے تو مبطل صلوۃ ہے اور اگر اشارہ کے ذریعہ جواب دے تو جمہور کے نزدیک مکروہ ہے اور
امام احمد سے ابن قدامہ نے جواز نقل کیا اور امام ابوداود نے منع نقل کیا ہے عن ابن عمرؓ:- اس حدیث کے
اندر حضور کا اشارہ سے جواب دینا ثابت ہے بعض نے کہا کہ آپ کا اشارہ کرنا بیان جواز کیلئے تھا اور بعض نے کہا منع
کرنے کیلئے تھا عن ابی ھریرۃؓ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کے اندر جمائی آ جائے تو دفع کرنا چاہئے
علامہ زاھدی نے جمائی دفع کرنے کا طریقہ بیان کیا کہ جمائی کے وقت اگر یہ تصور کرے کہ انبیاء کرام کو
جمائی نہیں آتی تھی تو اسکی جمائی رک جائیگی عن کعب بن عجرۃؓ:- اس حدیث سے تشبیک منع ثابت ہوا
994 کیونکہ یہ عمل ابلیس ہے۔ یہ مسند کی عبارت ہے اختلاف کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ قال العینی 14
عن عدی بن ثابت عن ابیہ:- اس حدیث کے اندر عطاس کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ ایک
999 دوسری حدیث کے اندر کہا گیا کہ عطاس پسندیدہ چیز ہے علامہ عینی نے جمع کی صورت یہ بیان کی کہ اس روایت 21
کے اندر عطاس کی کثرت اور شدید عطاس مراد ہے اور دوسری حدیث کے اندر نفس عطاس مراد ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ
1000 کے ذکر کا سبب ہے عن مطرف بن عبد اللہ:- اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے اندر رونا ثابت ہے
رونا دو حال سے خالی نہیں ہے یا ذکر جنت کی وجہ سے ہے یا ذکر دنیا کی وجہ سے اول مفسد نہیں اور ثانی مفسد صلوۃ ہے 23
1001 عن ابی ذرؓ:- نماز کے اندر مسح حصی کی اس حدیث سے ممانعت وارد ہوئی ہے علامہ نووی نے فرمایا کہ
اس پر اتفاق ہے کہ یہ مکروہ ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اتفاق نقل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ خطابی نے امام 25
1003 مالک سے نقل کیا ہے لا بأس بہ بلکہ خود امام مالک سے یہ فعل ثابت ہے عن ام سلمۃؓ:- نفخ فی الصلوۃ کے
اندر علماء کا اختلاف ہے ابن بطال نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ قاطع نہیں ہے یہی امام اعظم امام ابو یوسف 26
اشھب مالکی کا مذھب ہے دوسرا قول ہے کہ قاطع ہے تیسرا قول امام صاحب سے منقول کیا گیا ہے کہ
اگر اس پھونک مارنے سے آواز پیدا ہو جائے تو قاطع ہے ورنہ نہیں اصل مذھب حنفیہ یہ ہے کہ اگر
حروف پیدا ہو جائیں تو قاطع ورنہ نہیں امام شافعی کے نزدیک اگر دو حرف کے بقدر آواز ہے تو قاطع ہے
1003 عن ابن عمرؓ:- آپ نے فرمایا کہ الاختصار فی الصلوۃ راحۃ اھل النار اس پر اشکال ہوا کہ اہل نار کیلئے راحت
کہاں ہے اسکا جواب دیا کہ وہ لوگ تھکے ہوئے ہوں گے تو تھکنے کی وجہ سے کوکھ پر ہاتھ رکھیں۔ 27
1004 عن ابی ھریرۃؓ:- سانپ اور اس قسم کے جانوروں کو ضرب مختلف کے اندر مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے 92/1
بشرطیکہ وہ ضرب غیر متوالیہ ہوں اور اگر پے در پے ضرب مختلف کے ذریعہ نماز فاسد ہو جائیگی علامہ حصکفی
1005 فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو گی عن عائشہؓ:- اس حدیث پر دو اشکال ہیں 3
پہلا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نماز پڑھتے ہوئے قبلہ کی طرف بڑھے اور دروازہ
کھولا اور دروازہ قبلہ کی جانب میں تھا حالانکہ یہ ہے کہ آپ دائیں یا بائیں کی طرف
چلے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ راوی کو شبہ ہو گیا کس طرف دروازہ مائل تھا یا دائیں جانب

[illegible]

1005 یا بائیں جانب اور آپؐ جاتے تو بڑھا کر کھولتا یا دوسرا احتمال یہ ہے کہ اصل سیر کا اتفاق ہے اسبات ٩٢
یہ ہے کہ آپؐ کے گھر کا دروازہ مسجد کے بائیں طرف تھا ہذا حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ ان الباب کان ٣
1006 فی القبلۃ کیسے صحیح ہے۔ حضرت اقدس مولانا سہارنپوری جواب دیتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور حضرت
حفصہ دونوں کے گھر کے درمیان ایک چھوٹا سا دروازہ تھا وہ اس کی مراد ہے عن طلق بن علی —
اس حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ بناء علی الصلوٰۃ جائز نہیں ہے کیونکہ آپؐ نے فرمایا ولیعد الصلوٰۃ ٥
ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ استحباب پر محمول ہے جواب ٢ خروج عن الخلاف پر محمول ہے۔
1008 عن عبد اللّٰہ بن عمروؓ — اس حدیث سے حنفیہ نے استدلال کیا کہ سلام واجب نہیں ہے اور جو لوگ
اس حدیث کو مضطرب کہتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکے اندر افریقی ایک راوی ہے اسکے اندر اختلاف ہے ٧
لیکن ابن قطان نے اسکی توثیق کی ہے نیز اسکا متابع جعفر بن عوف مسند اسحاق بن راھویہ اور ابو داؤد
1013 الفصل الثالث: عن نافع — اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشارہ ہو سکتا ہے سلام کا جواب دینا اور یہی جمہور کا
مذہب ہے لیکن حسن سعید بن المسیب۔ ابو ہریرہ کے نزدیک کلام سے تو بھی جواب جائز ہے۔ ١٢

## باب السہو (الفصل الاول)

چونکہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کے تحت انسان سے نسیان کا وقوع ہوتا رہتا ہے اسلئے نماز ١٨
نہایت اہم امور میں ہے اسکے اندر بھی سہو و نسیان کا وقوع ہو سکتا ہے اس بناء پر مصنف نے ایک
باب مستقل باندھا ہے۔ علامہ دمیری نے حیوٰۃ الحیوان میں ایک جماعت حنفیہ سے نقل کیا ہے کہ
نماز کے اندر سہو سے نماز باطل ہو جائیگی اور اس پر استدلال ایک عقولی سے کیا۔ لیکن جمہور کے نزدیک
نماز باطل نہ ہوگی۔ اور نسیان و سہو کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔ لیکن اس میں اختلاف
ہے کہ کس وقت سجدہ سہو کرے۔ امام محمدؒ کے نزدیک بعد السلام کریگا یہی امام شافعی کی ایک
روایت ہے دوسری روایت امام شافعی کی یہ ہے کہ قبل السلام ہوگا یہی امام احمد کی ایک روایت
امام مالک کے نزدیک اگر کسی رکن کے اندر نقصان ہوا تو قبل السلام اور اگر زیادتی ہوگی تو بعد السلام
سجدہ سہو کرے۔ اسحاق بن راھویہ کے نزدیک جو صورتیں احادیث کے اندر ہیں ان پر تو ایسے ہی
عمل ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے اور ان کے علاوہ میں اگر نقصان ہے کسی رکن میں تو قبل السلام اور اگر
زیادتی ہے تو بعد السلام سجدہ سہو کرے۔ امام احمد سے امام ترمذی نے نقل کیا کہ احادیث کے اندر جو صورتیں
جیسے ہیں ان پر تو عمل ایسے ہی ہوگا اور اسکے علاوہ میں قبل السلام سجدہ سہو ہوگا۔ حنفیہ کے مسلک
پر ایک سلام کے بعد سجدہ سہو ہوگا لہٰذا اب باب کے اندر جتنی احادیث ہیں کہ اندر سجدہ قبل السلام کا
ذکر ہے ہمارے نزدیک اس سلام سے سلام قطع مراد ہوگا اور جہاں بعد السلام وارد ہوا اس سے مراد سلام سہو
1016 عن عبد اللّٰہ بن مسعود حنفیہ کے نزدیک رکعت رابعہ کے اندر اگر بیٹھ گیا تو نماز مکمل ہو جائیگی اور
ظاہر یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رابعہ کے اندر قعدہ کئے ہونگے اور کھڑے ہو گئے ہونگے ٢٣
1017 عن ابن سیرین — اس حدیث کے متعلق ماقبل میں گذر گیا کہ یہ شافعیہ اور مالکیہ کا مستدل ہے اس
مسئلے میں کہ کلام ناسیا اور اصلاح صلوٰۃ کیلئے کلام عامدا جائز ہے اور ہماری طرف سے جواب ٢٦

1017 بھی گذر گیا ہم البتہ چند باتیں سنیئے۔ فصلی بنا رسینے دالا ظہر یا عصر کی نماز ہے اور دوسری ایک روایت
کے اندر تیقن کیا ہم عصر کو اور دوسری میں تیقن کیا تو ظہر کو مصداق قرار دیا گیا وشبک اس حدیث ۲۷
سے معلوم ہوا آپ نے تشبیک فرمائی حالانکہ وہ ممنوع ہے جواب یہ تشبیک بلا قصد ہوئی کما نعت ہے اور
آپ نے قصداً نہیں کی فقال لم انس ولم تقصر یہاں اشکال ہوا حضور تو بھول گئے تھے پھر لم انس آپ نے ۹۳/۴
کیسے فرما دیا جواب یہ ہے کہ مجموعہ کی آپ نے نفی فرمائی ہے ۔۔۔

# باب سجود القرآن ۱۷

علماء کا اختلاف ہے اس بات کے اندر قرآن میں کتنے سجدے ہیں (۱) حنفیہ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں
سورہ حج کا دوسرا سجدہ نہیں ہے اور سورہ ص کا سجدہ ہے (۲) امام شافعی امام احمد ایک روایت کے اندر
فرماتے ہیں کہ چودہ ہیں لیکن ان لوگوں کے نزدیک سورہ حج کا دوسرا سجدہ داخل ہے اور سورہ ص
کا سجدہ خارج ہے (۳) امام احمد کی دوسری روایت کے اندر ہے کہ پندرہ سجدے ہیں (۴) امام مالک کے
نزدیک گیارہ سجدے ہیں سورہ حج اور مفصل کے سجدے خارج ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد حضرت
عقبہ بن عامر کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہم جواب میں کہتے ہیں اس کے اندر مشرح بن ھاعان
ایک راوی ہے جو ضعیف ہے اور امام مالک کا استدلال حضرت ابن عباس کی حدیث سے ہے کہ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لم یسجد فی شیء من المفصل الخ ہماری طرف سے جواب[1] یہ ہے کہ یہ حدیث نافی ہے اور جو
ہمارا مستدل ہیں وہ مثبت ہیں اور مثبت راجح ہوتا ہے جواب[2] اس کے اندر ایک راوی حارث
ابن عبید ابو قدامۃ الایادی ہے جو ضعیف ہے ۔ اب دوسرا مسئلہ اس سجدہ کا کیا حکم
ہے؟ اس کے اندر اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک واجب ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک سنت
مؤکدہ ہے امام مالک کی ایک روایت سنت مؤکدہ اور دوسری روایت ہے افضل ہے ۔
ہم کہتے ہیں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ پر تو سجدہ کا حکم دیا کسی جگہ پر سجدہ نہ کرنے پر نکیر
فرمائی اور کسی مقام پر سجدہ کرنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی لہذا جہاں حکم ہے اسکو کرنا تو واجب
اور جہاں نکیر فرمائی ہے ترک پر تو اسکو بھی واجب ہم کہیں اور جس جگہ فضیلت بیان کی ہے تو
اہل فضل کا اتباع بھی واجب ہے اب اشکال ہوا جب وجوب کو آپ نے قرآن سے ثابت کیا ہے تو پھر
فرض ہونا چاہیئے اسکا جواب ہے کہ ظنی الدلالۃ ہونے کی وجہ سے فرضیت نہیں ہوگی ہے تیسرا مسئلہ
یہ ہے کہ آدمی تین حال سے خالی نہیں ہے یا تو قرأۃ قرآن کرنے والا ہوگا یا مستمع بالقصد ہوگا یا سامع بلا قصد
ہوگا اول اور ثانی پر تمام ائمہ کے نزدیک سجدہ تلاوت ہے اور بلا ارادہ سننے والے میں علماء کا
اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک اسپر بھی واجب ہے اور اکثر ہیں کے نزدیک واجب نہیں ہے ۔

**الفصل الاول** عن ابن عباس اس حدیث پر اشکال ہوا مسلمانوں کا سجدہ کرنا تو ٹھیک ہے اشکال یہ ہوا کہ ۹۳/۱۷
1023 مشرکین نے سجدہ کیوں کیا اسکا جواب[1] بعض علماء نے یہ دیا کہ آپ جب نماز کے اندر والنجم پڑھ رہے تھے تو
شیطان چونکہ آپ نہایت ترتیل سے پڑھ رہے تھے اسلئے شیطان نے درمیان میں آکر یہ الفاظ
آپ کے ملا دیئے تلک الغرانیق العلیٰ ۔ وان شفاعتھن لترتجی ۔ لیکن دوسرے علماء نے اس جواب کو

1023 ادا کر دیا ہو، کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیطان کا غلبہ آپ پر (ہو جاتا ہو) ان لوگوں میں علامہ عینی، قاضی عیاض 93/18
علامہ فخر الدین وغیرہ بھی ہیں لیکن حافظ فرماتے ہیں یہ صحیح ہے اس واقعہ کی حقیقت قرار دے اور توجیہ
یہ ہے کہ چونکہ آپ نہایت ترتیل سے پڑھ رہے تھے لہذا درمیان میں موقع پا کر یہ جملے اس نے ملحق کر دیئے
جو لوگ اس واقعہ کے قائل ہیں ان کی طرف سے جواب یہ ہے کہ آپ نے اور مسلمین نے جب سجدہ کیا تو کفار
و مشرکین پر سطوۃ الٰہی اور قدرۃ الٰہی کا اتنا غلبہ ہوا وہ لوگ بھی سجدہ میں گر پڑے۔

1026 عن زید بن ثابت: شافعیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے بلا تعبیر (فرض) سجدہ تلاوت واجب نہیں ٢٠
ورنہ آپ خود سجدہ کرتے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ آپ نے فی الفور سجدہ نہیں کیا اس کے بعد کیا ہوگا۔

1027 عن ابن عباس: اس حدیث کے اندر لفظ عزائم عزیمۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہے واجب کے، کہ تاکیدی ہو لہذا ٢٠
مطلب یہ ہوا وہ سجدہ فرض نہیں لیکن یہ لازم ہیں آیا واجب ہو اور شافعیہ کا استدلال اس معنی
1029 کی بناء پر ختم ہو گیا۔ الفصل الثانی عن عمرو بن العاص: یہ حدیث حنابلہ کی مستدل ہے
شافعیہ نے سورۃ ص کو، حنفیہ نے سورۃ حج کا استثناء کیا ہے عن ابن عباس یہ حدیث مالکیہ کا مستدل ہے ٢٢ 94/2
1034 اس کا جواب ہو دو ایک گذر گئے ہیں عن عائشہ: اس حدیث سجدہ کے اندر حضور کا دعاء پڑھنا ثابت
1035 ہوا چنانچہ علماء کے نزدیک یہ دعاء سجدہ کے اندر جائز ہیں لیکن حنفیہ کے نزدیک دعاء تسبیح اولیٰ ہے ٣
1036 عن ابن عباس: اس حدیث کے اندر جو جاء رجل آیا ہے اس سے ابو سعید خدری مراد ہیں چنانچہ انہی سے ٤
طبرانی کے اندر روایت موجود ہے اور درخت کا دعاء پڑھنا یا اسی طرح کلام اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر
قوت نطق پیدا فرما دی ہوگی۔ یا اس میں کسی فرشتہ کو مقرر فرما دیا ہوگا جو اس کے کہنے پر ہوتا۔
الفصل الثالث عن ابن مسعود اس حدیث کے اندر شیخا کی تفسیر امیہ بن خلف سے کی ہے دوسرا قول ہے کہ ولید بن مغیرہ ہے ٩

## 1038 باب اوقات النهی (الفصل الاول) 94/12

حضرات امام صاحب، امام شافعی، امام احمد کے نزدیک اوقات نہی پانچ ہیں بعد الفجر، بعد العصر، طلوع شمس
استواء شمس، غروب شمس۔ امام مالک کے نزدیک چار ہیں استواء کو خارج مانتے ہیں۔
ابن المنذر فرماتے ہیں اوقات نہی تین ہیں طلوع، غروب، استواء ان کا مستدل عقبہ بن
عامر کی حدیث ہے اور امام مالک کی دلیل کے متعلق ابو الولید بن رشد فرماتے ہیں چونکہ
امام مالک نے اہل مدینہ کا عمل دیکھا وہ دوپہر کو نماز پڑھتے ہیں اس لئے انہوں نے استواء کو
اوقات نہی میں شمار نہیں فرمایا، ہم کہتے ہیں حضور سے صراحۃً ثابت ہے لہذا کسی کے عمل کا
اعتبار نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک طلوع، غروب، استواء ان تینوں حالتوں میں نوافل،
ادا، قضاء، فرض کچھ نہیں پڑھ سکتا سوائے اسی دن کے عصر کے اور باقی دو وقت یعنی
بعد الفجر والعصر ان دونوں میں قضاء پڑھ سکتا ہے نوافل نہیں پڑھ سکتا لیکن اگر نوافل
پڑھے گا تو ہو جائیں گی اسی طرح اگر کوئی آیت سجدہ تلاوت کی یا کوئی جنازہ آگیا تو اسی وقت
سجدہ اور نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قضاء نماز مطلقاً پانچوں
وقت کے اندر جائز ہے امام احمد فرماتے ہیں قضاء کے ... جائز ہے اور

امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ تمام نمازیں جائز نہیں جو ذوات الاسباب ہیں چنانچہ طواف اگر کوئی ان 94/12
اوقات میں کرے تو تحیۃ طواف اسی وقت کے اندر کر لیگا عن عقبة بن عامر ان نقبر فيهما موتانا 15
1040 مراد ان نصلی ہے یعنی نماز جنازہ کی روایت ہے عن كريب الخ :- اس حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ عصر 26
1043 کے بعد نماز کی قضا پڑھ سکتے ہیں حنفیہ کے نزدیک اوقات مکروہ ہیں چونکہ قضا نبی ؐ ہے اسلئے ان کے نزدیک نہی
والی روایات راجح ہیں اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے چنانچہ
امام طحاوی نے فرمایا کہ صحابہ نے حضور سے سوال کیا ہم بھی قضا کریں آپ نے منع فرمایا اور دوسرا جواب
1044 اس حدیث کا یہ ہے کہ مبیح ہے اور محرم کو ترجیح ہوا کرتی ہے مبیح پر 95/4

## الفصل الثاني

عن محمد بن ابراهيم :- اس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ سنت فجر کو نماز کے بعد طلوع شمس
سے قبل بھی پڑھ سکتا ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ بعد طلوع شمس کے پڑھ سکتا ہے ہماری طرف سے شافعیہ
کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور اگر ان کے نزدیک استدلال صحیح نہیں ہے
1045 عن جبير بن مطعم :- اس حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ صلوۃ طواف اوقات مکروہ میں
بھی پڑھ سکتا ہے کیونکہ حضور نے فرمایا صلى اية ساعة ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مکروہ 7
وقت کے علاوہ ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ روایات نہی راجح ہیں - نیز وہ محرم ہیں اور یہ مبیح ہے
1046 عن ابي هريرة :- امام شافعی امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کے دن استواء کے وقت نماز جائز ہے 9
امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نہیں پڑھ سکتا امام محمد کے نزدیک مکروہ ہے - شافعیہ اس حدیث
اور اسکے بعد والی ابو الخلیل کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہماری طرف سے دوسری حدیث کا جواب تو
یہ ہے کہ یہ منقطع ہے اور آپ کے یہاں وہ معتبر نہیں اور اول حدیث کا جواب یعنی ابو ہریرہ والی روایت
کا جواب یہ ہے کہ اس کے اندر اسحاق بن عبد اللہ بن فروہ ایک راوی ہے جسکے متعلق ... البلقینی نے
1048 تصریح کی ہے کہ وہ ضعیف ہے نیز اس میں مبیح ہے محرم کو ترجیح ہوگی 11

## الفصل الثالث

عن ابي البصرة الغفاري :- كان اجره مرتين دو مرتبہ کا ثواب اس وجہ سے ہے کہ ایک تو اس نماز پڑھی
دوسرے یہ کہ اس پر محافظت کی المخمص بعض نے اسکو منزل کے وزن پر بعض نے مقدس کے اور بعض نے مقعد کے وزن
1051 پر اسکو ضبط کیا ہے عن ابي ذر :- اس حدیث شریف کے اندر مکہ کا استثناء کیا گیا ہے لیکن
امام احمد اور امام محمد کا مسلک یہ ہے کہ سب مواضع و مقامات برابر ہیں امام شافعی نے اپنا مسلک اس 12
حدیث سے ثابت فرمایا اور مکہ کی تخصیص کی ہے ہماری طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ مضطرب ہے
جواب ۲ ضعیف ہے اسکے اندر ایک راوی عبد اللہ بن مؤمل ہے جو ضعیف ہے ۔

## باب الجماعة وفضلها 19

جماعت کی شرعی حیثیت کیا ہے اسکے اندر علماء کا اختلاف ہے (۱) امام احمد - اوزاعی - اسحاق
بن راھویہ - ابو ثور - ابن المنذر - ابن خزیمہ ان تمام کے نزدیک فرض عین ہے (۲) فرض کفایہ ہے
امام شافعی کا ایک قول حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں بھی ایک روایت یہی ہے (۳) شافعیہ - مالکیہ حنفیہ
کی دوسری روایت ہے کہ سنت مؤکدہ ہے (۴) امام طحاوی اور کرخی کا مختار یہ ہے کہ واجب ہے

جو لوگ کہتے ہیں کہ فرض عین ہے ان کے اندر اختلاف ہے کہ شرط صحت صلوۃ ہے یا نہیں داود ظاہری کے نزدیک شرط صحت ہے ٩٥
اور امام احمد کے نزدیک شرط صحت صلوۃ نہیں ہے۔ امام احمد کا استدلال ان روایات سے ہے جس کے اندر جماعت کے
ترک پر آپ نے وعید فرمائی ہے۔ داود ظاہری فرماتے ہیں کہ چونکہ آپ نے گھر جلانے کا ارادہ فرمایا یہ ارادہ
جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ فرض اور شرط صحت صلوۃ ہو۔ جو لوگ وجوب و فرض کے قائل نہیں ہیں وہ احناف ہیں وہ استدلال
کرتے ہیں حضرت ابو بکرہ کی روایت سے ان حضرت نے منفرداً نماز پڑھی تو آپ نے فرمایا زادک اللہ حرصاً ولا تعد اور استدلال
اس بات سے ہے کہ آپ نے اسی باب کی پہلی حدیث کے اندر صلوۃ جماعت کو افضل قرار دیا اور مفضل علیہ صلوۃ
منفرد ہے اور نفس فضیلت مفضول علیہ میں بھی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ فضیلت صلوۃ منفرد میں بھی ہے

1053 **الفصل الاول عن ابی ہریرۃ** :- اس حدیث کے اندر جن لوگوں کے گھروں کو جلانے کا آپ نے ارادہ کیا ٢٠
ہے ان لوگوں میں اختلاف ہے کہ کون تھے بعض کی رائے ہے کہ منافقین تھے۔ بعض نے کہا کہ مسلمانوں کے
گھر والے جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ آپ نے صرف جلانے کا قصد کیا تھا جلایا نہیں اور اس تقریر
پر ان لوگوں کا استدلال بھی ختم ہو گیا جو نماز باجماعت کے فرض اور شرط صحت صلوۃ ہونے کے قائل ہیں۔

1054 ابن فرحون مالکی کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں سے مؤمنین مراد ہیں **وعنہ قال** :- یہ آنے والے ٢٣
رجل حضرت ابن ام مکتوم ہیں اس حدیث سے بھی ان لوگوں نے استدلال کیا جو وجوب کے قائل ہیں۔ مسنونیت کے
جو لوگ قائل ہیں وہ اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ آپ نے ایک افضل شئی کی طرف بلایا ہے

1056 **وعنہ قال** :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کا وقت قریب ہو اور کھانا بھی تیار ہو تو پہلے کھانے ٢٧
سے فارغ ہو جائے پھر اطمینان سے نماز پڑھے لیکن آگے دوسری حدیث حضرت جابر سے مروی ہے
لا تؤخروا الصلوۃ لطعام ولا لغیرہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض کا دفعیہ اس طرح ہے کہ ابن عمر
کی حدیث توقان نفس پر محمول ہے یعنی اگر نہایت جوع ہو اور اشتہائے کھانے کی ہے تو پہلے اس سے فارغ
ہو جائے۔ اور حضرت جابر کی حدیث بغیر توقان نفس کی حالت پر محمول ہے۔ دوسرا دفعیہ یہ ہے
کہ ابن عمر کی حدیث اس وقت پر محمول ہے جبکہ کھانا سامنے آجائے اور دوسری حدیث اس وقت پر جبکہ سامنے نہ آیا ہو

1058 **عن ابی ہریرۃ** :- اگر اقامت صلوۃ ہو چکی تو ظاہریہ کے نزدیک اگر اپنی نماز شروع کر لی تھی تو نماز ٩٦/٣
نہیں ہوگی۔ ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ اگر اپنی نماز شروع کر دی تو اس کو پوری کر کے جماعت کی نماز
میں مل جائے۔ البتہ سنت فجر کے اندر کچھ اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک اگر قعدہ کے ملنے کی امید ہے تو
سنت فجر ادا کرے ورنہ نہیں مالکیہ کے نزدیک اگر رکعت اول فوت ہونے کا احتمال ہے تو سنت کو ترک کرے
ظاہریہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ لا صلوۃ الا المکتوبۃ کا مطلب ہے کہ
لا صلوۃ کاملۃ الا المکتوبۃ۔ اور فجر کا ہم نے جو استثناء کر دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس بارے
میں تاکید وارد ہوئی ہے۔ حنابلہ شافعیہ حنابلہ کے نزدیک اقامت کے بعد ہر قسم کی نماز منع ہے

1059 اسکو چاہیے کہ جماعت میں مشغول ہو جائے **عن ابن عمر** :- مسجد کے اندر جوان عورت کا آنا جائز نہیں ٤
البتہ بوڑھی عورت کے بارے میں امام صاحب کے نزدیک ظہر وعشاء میں حاضر ہونا جائز نہیں باقی میں جائز ہے
اور صاحبین کے نزدیک پانچوں نمازوں میں جائز ہے۔ اس وقت فتوی کے نزدیک عورتوں کو نماز کی اجازت نہیں ہے

1059 آنا جائز ہے۔ امام مالک سے تفریق کا قول نقل کیا گیا ہے یعنی مرد کیلئے جائز اور عورت کیلئے جائز نہیں ہے ٩٦/٢
دراصل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مسجد میں آیا کرتی تھیں اسلئے جواز کے قائل ہیں
لیکن اب فساد زمانہ ہے اسکی وجہ سے اب بالکلیہ عورتوں کیلئے ممنوع ہے بدلیل کل ما قطعتہ لا تقطع
1063 **الفصل الثانی عن ابن مسعود** :- چونکہ عورت کیلئے ستر مناسب ہے اسلئے آپ نے مبالغہ کرتے ہوئے ٨
مخدع کا ذکر فرمایا اور مخدع ایسے بیچ والے کمرے کو کہتے ہیں جس کے اندر سامان وغیرہ کی حفاظت کیلئے بنایا گیا
ابن حزم ظاہری نے المحلی کے اندر اپنی سند کیساتھ اس حدیث کو ذکر کیا اور اسکے اندر اس لفظ کی تصحیف ہوگئی
1061 اور مخدعہا کے بجائے مسجدہا کا ذکر کردیا **عن ابی ہریرۃ** :- علامہ ابن الملک فرماتے ہیں یہ صغیرہ کا ٨
ارشاد حتی تغتسل زجر شدید پر مبنی ہے عن الجنابۃ ... فرماتے ہیں اگر اسکے تمام بدن کو خوشبو
لگائی ہے تو تمام بدن کا غسل کرے جیسا جنابت کے اندر اور اگر تمام بدن کو نہیں بلکہ جس حصے کو لگائی ہے اسکو
1066 کو دھوئے **عن ابی بن کعب** :- اس حدیث کے اندر الصلاتین سے فجر اور عشاء مراد ہے ١٢
جیسا مسند احمد میں لکھا ہے **مثل صف الملائکۃ** قرب الٰہی اور سجدہ میں استیلاء کے اندر تشبیہ دی ہے ١٥
حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کی بناء پر ایک روایت کے اندر اسفار میں
نماز فجر پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ وہ تکثیر کا سبب ہے اور اس حدیث سے تکثیر کی فضیلت معلوم ہوئی
1068 **عن ابن عباس** :- جو لوگ فرضیت جماعت کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو لوگ ١٩
سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں وہ جواب[1] دیتے ہیں یہ فرد واحد ہے جواب[2] نفی کمال پر محمول ہے
1070 **عن ثوبان** :- ابن خزیمہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی روایت ٢٢
ما قبل میں گزر چکی ہے کہ آپ نماز کے اندر یہ دعا پڑھی اللہم باعد بینی وبین خطایای الخ اور اسکے اندر
آپ نے مفرد کا صیغہ استعمال کیا اور صرف اپنے لئے دعا فرمائی لہذا یہ حدیث موضوع ہے۔ لیکن علامہ ابن
قیم نے اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے یہ حدیث ان ادعیہ کے لئے ہے جس میں امام اور
مقتدی دونوں شریک ہیں لہذا اسکو موضوع قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت اقدس مولانا گنگوہی
فرماتے ہیں یہ اس حدیث کا محمل وہ دعا ہے جسکو وہ اپنے اوپر قصر کرے جیسا منقول ہے کہ
ایک اعرابی آیا اور اسنے یہ دعا پڑھی اللہم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدا حضور نے فرمایا اسکو
سنکر لقد تحجرت واسعا یعنی تو نے اللہ کی وسیع رحمت کے اندر تنگی پیدا کردی ہے۔ حافظ عسقلانی
فرماتے ہیں اس حدیث کا محمل وہ دعائیں ہیں جو صرف امام کیلئے مشروع ہیں مقتدی کیلئے مشروع
نہیں ہیں لہذا اس دعا کے اندر صرف اپنے آپ ہی کو خاص نہ کرے بلکہ مقتدی کو بھی شامل کرے
کیونکہ وہ خود اس دعا کو نہیں پڑھ سکتا اور جو دعائیں اسکے لئے بھی مشروع ہیں ان کو تو وہ
1072 خود بھی پڑھ لیگا **الفصل الثالث عن عبد اللہ بن مسعود** :- اس حدیث کے اندر ٢٦
آگے چلکر آپ نے فرمایا لو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا جو قائل ہیں اسبات کا کہ جماعت ٩٧/٣
سنت مؤکدہ ہے۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں یہ سنت کے مؤکدہ وغیر مؤکدہ ہونے کے لئے اصطلاحات
اور ملاحظات ہیں اصل سنت مؤکدہ مراد لینا صحیح نہیں ہے بلکہ اسکی مراد ما ثبت بالسنۃ ہے

1073 ٩٧

1074 عن ابی ہریرۃ:- اس حدیث کے اندر ابو معشر ایک راوی ہیں جو ضعیف ہے وعنہ قال:- جو شخص مسجد کے ٦
اندر آئے اور وہاں اذان ہوچکی تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس نے نماز پڑھ لی یا نہیں اگر نہیں پڑھی
تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکو کوئی عذر یا خانہ پیشاب وغیرہ جیسا پیش ہوگا یا نہیں اگر کوئی عذر
ہے تو نکلے اور پھر واپس اس مسجد کے اندر آئے اور اگر کوئی عذر نہیں ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو
اسپر کسی دوسری مسجد کا انتظام موقوف ہوگا یا نہیں اگر موقوف ہے تو نکلنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں
اور اگر اس نے نماز پڑھ لی تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اقامت شروع ہوگئی یا نہیں اگر شروع نہیں
ہوئی تو نکلنا جائز ہے اور اگر شروع ہوگئی تو ظہر وعشاء کے اندر نکلنا جائز نہیں بقیہ میں جائز ہے

1079 عن ام الدرداء:- اس حدیث کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) ان کا غرض اس سے تھا ١٤
کہ حضور کے زمانہ میں جتنے امور تھے ان سب میں آجکل لوگ اختلاف کرنے لگے بس ایک جماعت ایسا
1082 امر ہے جو اب تک باقی ہے (۲) ایک جماعت کا امر باقی تھا اب اس میں بھی لوگ اختلاف کرنے لگے۔

عن بلال:- حضرت ابن عمر کا ناراضگی کی وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے مجازاً ضد کے طور پر اپنا غلام حضور ١٩
کے حکم کے مقابلہ میں پیش کیا تھا اور مقصود حضرت بلال کا یہ تھا کہ آجکل شر و فساد کا زمانہ ہے اسلئے
1084 ہم منع کریں گے غصہ بسبب اور یہ گالی تھی کہ حضرت ان سے کلام کرنا چھوڑ دیا تھا عن مجاهد:- ٢٣
اس حدیث کا خلاصہ وہی ہے جو پہلی حدیث کے تحت ہے اسکے اندر فقال ابنٌ سے مراد حضرت عبداللہ کے لڑکے ٢٤
جنکا نام واقد ہے وہ مراد ہیں بعض نے کہا ہے کہ حضرت بلال مراد ہیں دونوں کا ذکر مسلم شریف میں ہے

## باب تسویۃ الصفوف ٢٥

تسویۃ الصف کی تفسیر علامہ عینی نے تفسیر کی ہے ہی اعتدال القائمین فی سمت واحد اسکے حکم میں
اختلاف ہے امام صاحب - امام شافعی - امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ سنت ہے - ابن حزم ظاہری کے نزدیک
فرض ہے اگر ترک کردیا تو نماز باطل ہوجائیگی - علامہ عینی فرماتے ہیں کہ واجب ہے لیکن چونکہ کمال
صلوٰۃ کے اندر ہی ہے اسلئے اسکے ترک سے فوائد لازم نہیں آتی ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ حضرت
عمر اور حضرت بلال نے اور دوسرے صحابہ نے اسکے ترک پر نکیر فرمائی ہے اور نکیر ترک فرض پر ہوتی ہے
1085 ہماری طرف سے جواب ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے **الفصل الاول عن نعمان بن بشیر:-** ٢٥
اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے لیخالفن اللہ وجوھہم اسکا پہلا مطلب تو یہ ہے کہ اخیر قتال چہرے آگے
سے پیچھے کی طرف پھیر دیگا دوسرا مطلب یہ ہے کہ قلوب میں مخالفت پیدا کردیگا جس کی وجہ سے ایک
1087 دوسرے سے اپنا چہرہ پھیر لیگا وعنہ قال:- علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تسویۃ الصف کے معنی یہ ٩٨/٣
بیان کئے ہیں کہ سد الخلل فی الصف اور دوسرے معنی وہ جو اوپر بیان کئے ہیں گذر گئے اس حدیث
سے ابن حزم ظاہری نے وجوب پر استدلال کیا لیکن دوسرے الفاظ اسی حدیث کے اندر یہ بھی آتے ہیں
فان اقامۃ الصفوف من حسن الصلوۃ اور اس سے ابن بطال نے عدم وجوب پر استدلال کیا ابن بطال
پر اعتراض ہوا کہ مسلم شریف میں ہے من تمام الصلوۃ اور تمام شی کے بغیر شی مکمل نہیں ہوتی
اسکا جواب علامہ ابن دقیق العید نے یہ دیا کہ تمام کے دو معنی ہیں معنی عرفی - اور معنی وضعی ہیں

1087 اور حقیقی عرفی ہیں اور نہ اثر علی الشئی لا تتعین علیہ وجود الشئی اور معنی وضعی یہ ہیں وہ امر حسی شئی کے 98/3
معنی موقوف ہوں اور یہاں معنی عرفی مراد ہیں معنی وضعی تمام کے مراد نہیں لیکن علامہ عینی اور حافظ ابن حجر
نے اس جواب کو رد کر دیا اور اسی وجہ سے یہ لوگ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔
1088 **عن ابو مسعود** :- لا تختلفوا اس میں فرماتے ہیں کہ اختلاف ظاہر اختلاف باطن کا سبب ہوتا ہے 4
حتی کہ اطباء نے لکھا ہے کہ اگر آدمی کوئی سرخ رنگ کا کپڑا پہن لے تو خون کے اندر دوران پیدا ہو جاتا ہے
لیلنی اس کے اندر دونوں روایت ہیں ایک لیلینی اور ایک لیلنی اولو الاحلام والنہی اس کی مراد عقلمند اور سمجھدار لوگ
1089 **عن عبد اللہ بن مسعود** :- چونکہ حضور نے تسویۃ الصفوف کا حکم دیا تھا تو احتمال تھا کہ شاید صف کے 6
کے وقت شور و شغب ہو اسی لیے منع فرما دیا **وھیشات الاسواق** سے اور اس کے معنی شور و غل کے 7
ہیں یہ مطلب حضرت گنگوہی نے بیان فرمایا ہے۔ حضرت اقدس استاذی نے اسکا اور ایک مطلب
یہ بیان کیا کہ آپ نے کھانے سے منع فرما دیا مسجد کے اندر بیع و شراء سے کیونکہ اس کے اندر شور و شغب ہوتا ہے
1092 **عن ابی ہریرۃ** :- اس حدیث کے اندر اول صف کو خیر الصفوف چند وجہ قرار دیا (۱) قرب امام کی وجہ سے 12
(۲) تقدم مسجد ہونے کی وجہ سے کیونکہ وہ افضل ہے (۳) مسابقۃ الی الخیر ہے (۴) بکور الی المسجد اسکے اندر پایا جاتا ہے
اور آخری صف شر الصفوف ان تمام فضائل کے اسکے اندر نہ ہونیکی وجہ سے ہے اور عورتوں کیلئے چونکہ ستر
1093 ضروری ہے اسلئے ان کے واسطے بہتر یہ ہے کہ وہ آخری صف میں کھڑی ہوں **الفصل الثانی عن** 13
**انس قال** :- اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ جماعت کے اندر جب صف میں کھڑے ہوں تو ٹخنوں اور مونڈھوں
کو برابر کر لینا چاہئے جس کی وجہ سے تسویۃ الصف ہو جائیگی **عن ابن عباس** :- یعنی تم میں سب سے
بہتر لوگ وہ ہیں جو نرم ہوں اپنے مونڈھوں کے اور نرم ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے مونڈھوں
کو سیدھا کیا جائے تو خود سیدھا کر لیتے ہیں سخت پتھر کے مانند نہیں ہوتے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر صف کے درمیان
1105 فاصلہ ہو تو مونڈھوں کو نرم کر لیتے ہیں تاکہ دوسرا آدمی درمیان کے خلل کو پورا کرے **عن وابصۃ** :- 99/6
اسکے اندر ہی جملہ آئے اور خود حضرت وابصہ صاحب حدیث ہیں۔ تمام علماء کا اتفاق ہے اسبات پر کہ
مصلی کا تنہا صف کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے - امام احمد، اسحاق بن راہویہ اور اوزاعی، ابن خزیمہ کی
رائے ہے کہ تنہا کھڑا ہونا حرام ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے نماز کا اعادہ کرانے کا
حکم دیا۔ جمہور کا استدلال حضرت ابو بکرہ کی روایت سے ہے کہ وہ رکوع کیلئے پیچھے ہی سے جھک جاتے
تھے اور پھر بعد میں اگلے صف میں جاتے تو دیکھو وہ شروع نماز کے اندر تنہا صف کے اندر ہوتے تھے
پھر آخر سے آگے آتے اور حضور نے فرمایا زادک اللہ حرصاً اور اس حدیث کا محمل امام شعبی نے یہ
بیان کیا ہے استحباب پر محمول ہے یعنی آپ نے استحباباً اعادہ کا حکم دیا تھا۔ بعض حضرات نے دعوی کیا ہے
وابصہ کی حدیث منسوخ ہے لہذا ان احادیث کیلئے جو اسکے خلاف ہیں یہ حدیث ناسخ ہوگی ہم کہتے ہیں کہ
مؤخر ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور بعض صحابہ سے مروی ہے کہ وہ پیچھے صف سے ہی رکوع
کیلئے جھکتے تھے اور رکوع کے بعد آگے جاتے تھے - بعض لوگوں نے امام احمد سے نقل کیا کہ اگر تنہا پیچھے
صف میں کھڑا رہے تو یہ ممنوع ہے اور اگر اگلے صف میں آ جائے تو اب جائز ہے

الفصل الثالث

مصلی تین حال سے خالی نہیں یا تو امام ہے یا مقتدی یا منفرد ۔ منفرد تیسرا کوئی جگہ متعین نہیں ہے جس جگہ ۹۹/۸
چاہے کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکے اب رہ گئے امام اور مقتدی یہ دونوں دو حال سے خالی نہیں یا تو امام کے
ساتھ صرف ایک مقتدی ہے یا اس سے زیادہ اگر ایک ہے تو اس کے اندر اختلاف ہے جمہور کے نزدیک تو دائیں
جانب کھڑا ہوگا قاضی ابو الولید ابن رشد نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ بائیں جانب کھڑا ہوگا۔ ابراہیم
نخعی کہتے ہیں کہ پیچھے کھڑا ہوگا اگر رکوع تک کوئی نہ آئے تو پھر اسکے قریب آجائے اور اگر کوئی رکوع سے پہلے
کوئی آگیا تو پیچھے ہی رہے گا اور اگر امام کے ساتھ مقتدی ایک سے زائد ہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں
یا تو دو ہونگے یا دو سے زیادہ اگر دو ہیں تو امام آگے کھڑا ہوگا اور دونوں پیچھے کھڑے ہوں گے
اور امام ابو یوسف، علقمہ، ابن مسعود کے نزدیک امام ان دونوں کے درمیان میں کھڑا ہوگا جمہور کی
دلیل الآتی فی حدیث جابر ہے ایسے ہی اور دوسری احادیث ہیں اور اگر دو سے زائد ہیں تو تمام
1107 اتفاق ہے کہ امام آگے کھڑا ہوگا۔ **الفصل الاول عن جابر**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ۱۰
مقتدی پیچھے سے آئے اور بعد میں ایک اور آجائے تو مقتدی کو پیچھے ہو جانا چاہیے اور امام اپنی جگہ
پر کھڑا رہے اور یہی اولیٰ ہے لیکن یہ بھی جائز ہے کہ امام آگے کو بڑھ جائے اور مقتدی اپنی جگہ پر رہے
1108 **عن انس**: اس حدیث کے اندر لفظ یتیم کے متعلق ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ علم ہے امام نووی ۱۲
فرماتے ہیں کہ یہ علم نہیں بلکہ ان کا نام ضمیرہ بن سعد الحمیری ہے۔ یعنی صف مردوں کی ہوگی اور مردوں
1110 کے پیچھے بچے اور ان کے پیچھے خناثی اور ان کے بعد اناث ہوں گی **عن ابی بکرۃ**: اس حدیث ۱۳
کے اندر لفظ **لا تعد** وارد ہوا ہے اس کے ضبط میں مختلف اقوال ہیں لا تعد و عدو سے مشتق ہے جسکے ۱۵
1112 معنی دوڑنے کے ہیں و لا تعد اعادہ سے مشتق ہے یا و لا تعد عود سے مشتق ہے **الفصل الثانی** ۱۶
**عن عمار**: علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام اگر مقتدی سے بلند مقام پر کھڑا ہو تو دو حال سے خالی
نہیں یا تو بلا ضرورت ہے یا ضرورۃ ہے اگر بلا ضرورۃ کھڑا ہوتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر ضرورۃ
کھڑا ہوتا تو امام احمد، لیث بن سعد، امام مالک اور امام شافعی کی ایک روایت ہے کہ جائز ہے
1113 دوسری روایت امام شافعی کی اور امام مالک کے نزدیک یہ مکروہ جائز نہیں **عن سہل بن سعد**: ۱۹
اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے عمله **فلان مولیٰ فلانة** اس فلان کے اندر چند قول ہیں کہ یہ کون ہے
(۱) میمون (۲) باقوم (۳) باقول (۴) صباح (۵) قبیصة المخزومی (۶) تمیم داری اور فلانۃ کا نام معلوم
1114 نہیں ہو سکا بعض نے ان کا نام علاثہ بتلایا اور بعض نے کہا کہ عائشہ انصاریہ ہیں **عن عائشۃ**: ۲۴
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان کچھ حائل ہو جائے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟
امام بخاری کے نزدیک جائز ہے امام مالک سے بھی جواز نقل کیا گیا ہے اور امام شافعی کے یہاں تفصیل ہے
جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ اتحاد مکان نہیں اور امام کے انتقالات
کا حال معلوم نہیں ہو سکتا ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہاں اتحاد مکان اور امام کے حالات کا
علم ہو جاتا تھا کیونکہ پردہ خوشۂ نخل کا تھا فلا اشکال ہے
1115 **الفصل الثالث** کی تمام احادیث محتاج توضیح و تشریح نہیں ۲۵

# بابُ الامامۃ

کون شخص احق ہے امامت کا اس مسئلہ میں علماء کے مختلف قول ہیں ۱ افقہ زیادہ مقدم ہے یہی مذہب 10/4
امام صاحب، امام شافعی، امام مالک اور جمہور کا ہے ۲ اقرء مقدم ہوگا سب پر یہ مذہب ہے امام احمد، امام
ابو یوسف، اسحاق بن راہویہ اور بعض شافعیہ کا اور یہ لوگ استدلال کرتے ہیں باب کی پہلی حدیث سے
جس کے اندر ہے یؤم القوم اقرؤھم جمہور اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ ان اقرئھم کان اعلمھم دوسری وجہ
یہ ہے کہ قرأۃ کی حاجت نماز کے صرف ایک رکن میں ہوتی ہے اور علم کی ضرورت تمام ارکان میں پڑتی ہے

1117 **الفصل الاول** عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس حدیث سے حنابلہ استدلال کرتے ہیں کہ اعلم ہونا اقرء کو 4
اس حدیث کے اندر احق قرار دیا اور اسکا جواب بھی ہو چکا کہ صحابہ کرام کے اندر جو قاری ہوتا تھا
وہ عالم بھی ہوتا تھا کیونکہ وہ لوگ سمجھ کر قرآن پڑھتے تھے اب اسپر اشکال ہوتا ہے کہ یہاں اقرئھم
سے اعلم مراد لیں تو آگے جو اعلم کا لفظ آرہا ہے اس کی وجہ سے کلام کے اندر تکرار ہو جائیگا اسکا
جواب دیا گیا ہے اقرأھم سے جو اعلمھم مراد لیا اس سے اعلمھم بالکتاب مراد ہے اور آگے جو اعلمھم ہے اس سے
اعلمھم بالسنۃ مراد ہے الا باذنہ اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں کہ اسکا استثناء قریب سے ہے یعنی 9
تکرمتہ سے استثناء ہے یعنی بغیر اجازت مسند پر نہ بیٹھے اور لا یؤمن الرجل الخ سے استثناء
نہیں ہے بلکہ وہ شرعاً ممنوع ہے لہذا اگر مالک مکان اجازت بھی دیدے امامت کی تو بھی ان کے نزدیک
امامت اسکی جائز نہیں ہوگی کیونکہ اسکی اجازت کا شریعت الٰہی کے آگے اعتبار نہیں ہے
لیکن امام صاحب، امام شافعی امام مالک کے نزدیک دونوں سے استثناء ہے لہذا اجازت کے بعد دونوں کا

1121 **عن انس**: حنفیہ کے نزدیک امامت اعمی مکروہ ہے شافعیہ کے یہاں اسکی افضلیت میں تین 10/2
قول ہیں (۱) اعمی کی امامت افضل ہے کیونکہ اسکے اندر خشوع ہوگا (۲) بصیر کی امامت افضل
کیونکہ اعمی کا نجاست سے پرہیز کرنا مشکل ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے (۳) دونوں برابر ہیں

الفصل الثانی

1122 **عن ابی امامۃ**: لا تجاوز صلاتھم آذانھم یعنی ان کی نماز قبول نہیں ہوگی حضرت 13
مولانا عبد الحق صاحب فرماتے ہیں کہ کان کی تخصیص اس وجہ سے کی ہے کہ اس کے سننے کا ذریعہ مقصود ہے
اسکی نماز اسی کے پاس رہے گی قبولیت کیلئے آسمان کی طرف نہیں اٹھائی جائیگی [illegible] زوج کا سخط
اور غصہ یا تو اپنی عادت کی بناء پر ہے یا بیوی کی نافرمانی کی وجہ سے اول صورت میں وہ اس وعید میں داخل نہ ہوگی
دوسری صورت میں اسکا مواخذہ یقینی ہے اور ایسے ہی امام کے اندر سے اگر قوم دینی عداوت کی بناء
پر ہے تو وہ لوگ اسمیں داخل ہیں اور اگر کسی حسد اور بغض کی بناء پر ہے تو وہ لوگ وعید میں داخل نہیں

1123 **عن ابن عمر**: اس حدیث کے اندر وارد ہوا ورجل اعتبد محررۃ لفظ محررہ کو دو طرح ضبط کیا اول 14
اسم مفعول کا صیغہ اور تاء تانیث کیساتھ اور دوسرا میاں محرر اسم مفعول اور تاء تحیرہ پہلی صورت
میں موصوف محذوف ہوگا ای نفساً محررۃ یعنی غلام بنالیا آزاد شدہ نفس کو اور ثانی صورت میں موصوف
1125 محذوف ماننے کی ضرورت نہیں اور مطلب ہوگا کہ غلام بنالیا یعنی آزاد کئے ہوئے کو **عن ابی ھریرۃ**: 17
اس حدیث کے اندر تین اجزاء ہیں دوسرا جزء محل کلام ہے اس سے ثابت ہوا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھنا
واجب ہے خواہ وہ کیسا ہی ہو ابن حزم ظاہری نے تمام صحابہ اور علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ فاسق

1125 کے پیچھے نماز جائز ہے اور یہی مذہب امام شافعی امام ثوری امام احمد کا نقل کیا۔ ابن حبیب مالکی کے نزدیک فاسق 100/17
کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اور جمہور کے نزدیک اہل بدعت کے پیچھے جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

1126 **الفصل الثالث عن عمرو بن سلمة:** اس روایت کے اندر عمرو بن سلمہ نے اپنے آپ کو چھ یا سات سال 19
کا بتلایا اور ابوداود میں سات یا آٹھ عمر کی بتلایا اور دیوار ان کی شرمگاہیں جب جزم کھلی تو آگے کا وار ہوا
اور ابن جارود کی روایت میں چھ برس کا تھا۔ اس حدیث سے شافعیہ استدلال کیا کہ صبی کے پیچھے صبی
نماز جائز ہے حسن بصری کی رائے بھی یہی ہے امام صاحب امام احمد امام مالک سفیان ثوری کے نزدیک امامت
صبی کی جائز نہیں نوافل کے اندر جمہور سے دونوں روایت ہیں۔ عطاء کے نزدیک امامت مکروہ ہے
علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اس عمرو بن سلمہ کی حدیث کی تضعیف کی ہے امام احمد سے اس کے
متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا لا ادری۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ شافعیہ اس حدیث پر تو
عمل کیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر اور کبار صحابہ کو نہیں دیکھا کہ ان کا کیا عمل تھا۔ ابن عباس
~~[illegible]~~ سے منقول ہے کہ وہ غیر محتلم کو امام نہیں بناتے تھے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ

1127 حضور کو ان کے نماز پڑھانے کا علم نہیں تھا **عن ابن عمر:** غلام کی امامت کے اندر بھی اختلاف ہے 26
جمہور کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک نہیں کر سکتا البتہ اگر احرار جاہل ہوں اور وہ قاری ہو تو جائز ہے 101/1

## باب ما على الامام

1129 **الفصل الاول عن انس:** حضرت شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس 101/2
صلی اللہ علیہ وسلم کے اخف صلوۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ارکان کے اندر نقص یا کسی قسم کی کمی کرتے 2
ہوں بلکہ تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ سنت قرأۃ کو ادا کرتے تھے ایسے ہی رکوع سجود کے اندر طمانینت
فرماتے تھے اور آپ یا تو حقیقۃً تخفیف فرماتے تھے یا آپ کی اداء میں چونکہ شیرینی تھی تو آپ کی تطویل
بھی لوگوں کو تخفیف محسوس ہوتی تھی۔ دوسرا مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ امام مقتدی کی وجہ سے تخفیف
کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے اندر تو اتفاق ہے کہ مقتدیوں کو اس طوالت سے تشویش ہے تو تخفیف کر لی
جانی چاہیے۔ اور اگر یہ صورت پیش آ جائے کہ امام رکوع کے اندر ہو اور اسکو معلوم ہو گیا کہ کوئی آ رہا ہے
اور رکوع کے اندر تطویل کر دے تو اس کے اندر اختلاف ہے بعض کی رائے ہے کہ تطویل کر دے امام اوزاعی
فرماتے ہیں کہ مستحب ہے یہی شافعیہ کا مذہب ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ محاملی نے تجرید کے اندر لکھا
کہ ہے کہ مکروہ ہے یہی مذہب امام صاحب امام اوزاعی وغیرہ کا ہے امام محمد سے نقل کیا گیا ہے
کہ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں شرک نہ ہو جائے امام احمد اور ابو ثور کہتے ہیں کہ یہ تمام اختلاف
ہے اس وقت جبکہ اطالۃ سے مقتدی کو تشویش ہو ورنہ جائز ہے بعض علماء نے یہ تفصیل بیان کی
کہ اگر وہ شخص اسکا ملنے والا ہے تو اسکے واسطے اطالۃ نہ ہونی چاہیے ورنہ اطالۃ کر سکتا ہے

1131 **عن ابی ھریرۃ:** علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام کو مقتدی کا لحاظ کرتے ہوئے تخفیف کرنی چاہیے 5
اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے **عن قیس بن ابی حازم:** اس کے اندر ان رجلا کے متعلق حافظ 6
1132 فرماتے ہیں کہ میں ان کا نام سے واقف نہ ہو سکا اور جس نے زعم کیا کہ یہ حزم بن ابی بن کعب ہیں اسکو غلطی واقع ہوئی

# الفصل الثالث

1139 عن عثمان بن ابی العاصؓ :- اس حدیث کے اندر ہے انی اجد فی نفسی شیئا۔ عبد حق فرماتے ہیں اس کا 101/61
مطلب نفس میں تکبر مراد ہے دوسرا قول ہے کہ اس سے وسوسہ مراد ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ ان کو وسوسہ کا
مرض تھا۔ عن ابن عمرؓ :- یہ نماز صبح کی تھی جیسا کہ مسند احمد میں تصریح ہے اب اگر طوال مفصل ادا کبھی دوسرے مختصر

## باب ما علی الماموم من المتابعة وحکم المسبوق 16

1137 الفصل الاول عن انس :- آپ دو مرتبہ گھوڑے سے گرے ہیں ایک اس حدیث سے معلوم 18
ہوا اور یہ واقعہ ۵ھ کا ہے اور ایک مرتبہ قصہ ایلاء کے اندر جو ۹ھ میں پیش آیا۔ اس مسئلہ کے
اندر اختلاف ہے کہ اگر امام قاعد ہو تو مقتدی کو کیا کرنا چاہیے۔ اسحاق بن راہویہ۔ ابن حزم ظاہری
امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھے امام احمد فرماتے ہیں کہ ان کا مذہب تو یہی ہے مگر
دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ امام راتب ہو دوسرے یہ کہ مرض مرجو الزوال ہو اگر یہ شرطیں نہ پائی
جائیں تو کھڑے ہو کر پڑھے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ جو قادر علی القیام ہو اس کو نماز پڑھنا قاعد
کے پیچھے مطلقاً جائز نہیں نہ قائماً اور نہ قاعداً۔ امام صاحب امام شافعی۔ ابو ثور جمہور کا مذہب یہ
ہے کہ قائماً نماز پڑھے اس قاعد کے پیچھے۔ اب استدلال سنئے :- اسحاق بن راہویہ وغیرہ
استدلال کرتے اس حدیث سے اور امام احمد نے جو دو شرطیں لگائی ہیں وہ اس واقعہ کی وجہ سے
لگائی تھیں کیونکہ حضورؐ کا مرض مرجو الزوال تھا اور امام راتب تھے۔ امام مالک استدلال کرتے ہیں
لا صلوة لقائم خلف القاعد اور ہمارا استدلال حضورؐ کی نماز سے ہے جو آپ نے مرض الوفات کے
اندر بیٹھ کر پڑھائی اور تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر پڑھی چنانچہ حمیدی فرماتے ہیں انما یوخذ
بالآخر فالآخر من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے یعنی متقدم ہے
1140 عن عائشةؓ :- اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بائیں جانب حضرت ابوبکرؓ 27
کے تشریف فرما ہوئے اور ایک دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب بیٹھے تھے تو اس روایت
کی بنا پر لازم آیا کہ حضور امام تھے اور متن والی حضرت عائشہؓ کی روایت سے سمجھ میں آتا ہے
کہ حضرت ابوبکرؓ امام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماموم تھے لہذا اب دونوں کے اندر جمع علماء نے
اس طرح کیا ہے چونکہ آپ کا مرض کئی دن تک رہا تو کسی دن دائیں جانب اور کسی دن بائیں جانب
آپ تشریف فرما ہوئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ کا اور تمام لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کا
اقتداء فرمایا اس سے امام شعبی اور ابن جریر طبری نے استدلال کیا کہ مقتدی کی اقتداء مقتدی کو جائز
اسی کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا لیکن جمہور کے نزدیک جائز نہیں اور ثمرۂ اختلاف دونوں کے
درمیان یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص پچھلی صف کے اندر آکر شریک ہوا اور رکوع میں جا نہیں امام نے
سر اٹھا دیا لیکن مقتدیوں کی جماعت نے سر نہیں اٹھایا تو ان دونوں کے نزدیک وہ مدرک رکعت ہوگا
اور جمہور کے نزدیک وہ مدرک رکعت نہیں ہوگا ہماری طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ
1141 کی حیثیت مبلغ اور مکبر کی ہے عن ابی ہریرةؓ :- امام نووی نے تصریح فرمائی کہ اس حدیث کے 102/5
ظاہر سے معلوم ہوا کہ امام سے پہلے مقتدی کو سر اٹھانا حرام ہے کیونکہ اس کے اندر اشد عذاب کی وعید ہے

1141 ب۔ ایسے پر اقتداء سے نماز باطل نہیں ہوگی یا نہیں۔ امام احمد، ابن قدامہ ابن عمر کے نزدیک نماز ١٠٢/۵
باطل نہیں ہوگی اور جمہور کے نزدیک نماز باطل ہو جائیگی بقول اللہ؛ اس سے ان ایک جماعت کے نزدیک معنی
مجازی مراد ہیں اس جملے کے اور وہ بلادة کے معنی ہیں یعنی وہ جاہل و احمق ہو جائیگا اس جماعت کے
اندر ابن المنیر اور ابن السراج وغیرہ ہیں اور دلیل ان لوگوں کی یہ ہے کہ اس مجرم کے اندر مسخ نہیں ہوگا
جمہور کے نزدیک اس جملے کے حقیقی معنی مراد ہیں اسی طرف ابن الجوزی، عسقلانی، عینی، ابن دقیق العید
مائل ہیں اور مسخ کا جواب یہ لوگ دیتے ہیں کہ النفی مسخ عام کی ہے مسخ خاص کی نفی نہیں چنانچہ ملا علی قاری
نے مرقاۃ کے اندر ایک قصہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بعض افراد پر مسخ واقع ہوا ہے

1143 **الفصل الثانی عن ابی ھریرۃ:**۔ سر رکوع پانے کے بعد واجد الرکعۃ ہے یا نہیں اسکے اندر اختلاف ہے ٨
علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ واجد الرکعۃ ہوگا لیکن ابن خزیمہ کے شاگرد
علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ واجد الرکعۃ نہیں ہے بعض لوگوں نے ابن خزیمہ کا مذہب بھی یہی نقل کیا ہے لیکن
1144 یہ صحیح نہیں ہے **عن انس:**۔ اس حدیث کے اندر وارد ہوا یدرک التکبیرۃ الاولیٰ اس کے مصداق ١٠
تین ہیں (١) امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ میں شریک ہو جائے (٢) پہلی رکعت کے اندر شریک ہو جائے (٣) رکوع
کے اندر اگر شامل ہو جائے لیکن یہ دونوں آخر کے مصداق اس وقت ہیں جبکہ وہ پہلے سے مسجد
میں نہ ہو اور اگر پہلے سے مسجد کے اندر موجود ہے تو ان دو آخری صورتوں میں وہ تکبیر تحریمہ کا مدرک شمار
1146 نہیں ہوگا **عن ابی سعید:**۔ اس حدیث کے اندر دو رجل کا ذکر ہے ایک جاء رجل اور ایک قام رجل ١٣
دوسرا رجل تو حضرت ابوبکر ہیں لیکن اول کے متعلق تعلیق محمد کے اندر ہے کہ یہ حضرت علی تھے علامہ ضعیف
نے سب جگہ تلاش کیا تو نہیں اسکا پتہ نہ چلا اس حدیث سے تکرار جماعت ثانیہ ثابت ہوا لیکن اس مسئلہ
میں تفصیل ہے وہ مسجد جس کے اندر جماعت ثانیہ کا تکرار ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکے اندر امام
و مؤذن مقرر ہوگا یا نہیں اگر امام راتب (مستقل) ہے تو جماعت ثانیہ جائز نہیں اور اگر امام راتب نہیں ہے
تو جمہور کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمد سے جواز منقول ہوا نقل کیا گیا ہے صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک
کی حدیث سے بھی ان کا مذہب ثابت ہوا ہماری طرف سے اس حدیث انس کا جواب یہ ہے کہ اس سے استدلال
درست صحیح نہیں ہے اسکے اندر جماعت میں ایک مفترض اور ایک متنفل تھا اور ہمارا اختلاف فرض میں ہے
اندر ہے اور ہمارا استدلال دوسری حدیث سے ہے کہ حضور مسجد میں تشریف لائے مع اپنے اصحاب کے دیکھا
نماز ہو چکی تو آپ اپنے مکان تشریف لے گئے اور وہیں نماز ادا فرمائی اور اس حدیث کے متعلق حافظ
نور الدین ہیثمی فرماتے ہیں کہ رواتہ ثقات۔ لیکن اگر مسجد بے امام ہے تو اسکے اندر جماعت ثانیہ جائز ہے

1147 **الفصل الثالث عن عبید اللہ بن عبد اللہ:**۔ اس حدیث کے اندر دو باتیں قابل ذکر ہیں ایک تو فاتاہ الاول ١۵
کا مصداق کون ہے وہ تو حضرت بلال ہیں دوسری بات قابل ذکر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ان دو آدمیوں
میں سے جو حضور کو لیکر باہر گئے تھے صرف ایک کا ذکر کیا اور وہ عباس تھے دوسرے رجل کا نام کیوں نہیں لیا
اسکا جواب بعض علماء نے یہ دیا کہ چونکہ حضرت عباس تو متعین تھے اور دوسری جانب کوئی متعین نہیں
تھا کبھی حضرت علی کبھی حضرت فضل بن عباس کبھی اسامہ بن زید ہوتے تھے تو ان کو عباس کا علم تھا لیکن

1147 ان کا نام ذکر کر دیا۔ لیکن حافظ علیہ الرحمہ اس جواب سے راضی نہیں اور فرماتے ہیں ابن ماجہ کے نام حضرت علی کے ۱۰۲/۱۵
متعین تھے اور دوسری طرف متعین نہیں تھا یہ غلط ہے بلکہ دوسری طرف حضرت علی تھے اور حضرت علی اُس ان
سے کبیدہ خاطر تھے اسلئے ان کا نام ذکر نہیں کیا چنانچہ الاسماعیلی کے اندر ہے لم تطب نفسہا من علی۔

## باب من صلّٰی صلوٰۃ مرتین

۱۰۳/۱
اس باب کی تمام احادیث قابل تشریح ہم کو نہیں ہیں اور جو کچھ قابل فہم تھی وہ اس کی پہلی جلد ثانی کے اندر گذر گئی ہے
1157 البتہ باب کی آخری حدیث سے پہلے جو حضرت سلیمان مولیٰ میمونہ کی روایت ہے اس کے اندر ہے کہ ۲۰
لا تصلوا الصلوٰۃ فی یوم مرتین اور یہ باب کی تمام احادیث کے خلاف ہے اس کا جواب امام ابوبکر احمد بن
الحسین بیہقی فرماتے ہیں کہ بنیتہ فرض دو مرتبہ نہ پڑھے یہ اس حدیث سے مقصود ہے واللہ اعلم۔

## باب السنن وفضائلہا

۲۳
1159 سنن سنت کی جمع ہے وہی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین یعنی سنن سے وہ نمازیں مراد ہیں جو اپنے فرائض
سے پہلے اور بعد میں پڑھیں اب اسکے اندر اختلاف ہے کہ فرائض کے پہلے رواتب ہیں یا نہیں۔ جمہور کے
نزدیک رواتب ہیں اور امام مالک کے نزدیک رواتب نہیں ہیں پھر جمہور کے اندر اختلاف ہے کہ رواتب کے
اندر واجبات ہیں یا نہیں حسن بصری کے نزدیک صرف نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں واجب ہیں لیکن اسکے
علاوہ اور کسی کے نزدیک کوئی واجب نہیں ہے پھر رواتب کی تعداد کے اندر اختلاف ہے امام احمد کے نزدیک
دس ہیں یہی امام شافعی کا راجح مذہب ہے حنفیہ کے یہاں بارہ رکعتیں ہیں یہی اہل الحدیث حنبلی اور
امام شافعی کی ایک مرجوح ہے امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک ظہر سے پہلے دو رکعت اور حنفیہ کے نزدیک
چار ہیں اسلئے ان کے یہاں دس اور ہمارے یہاں بارہ رکعت ہیں تمام دن کی رواتبات۔
امام احمد اور امام شافعی ابن عمرؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اصلیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رکعتین قبل الظہر ہماری طرف سے جواب ہے کہ اصل سنن کے اندر ہے کہ گھر کے اندر پڑھے چنانچہ حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہی تھی کہ آپ گھر کے اندر سنن ظہر پڑھتے تھے جیسا کہ
اس باب کے اندر عبد اللہ بن شقیق کی حدیث سے واقعہ معلوم ہوا۔ لہٰذا حضور سنن تو اپنے گھر پڑھ کر
آتے ہوں گے اور مسجد کے اندر اگر تحیۃ المسجد پڑھی ہو گی۔ ہمارا استدلال باب کی پہلی حدیث
حضرت ام حبیبہ کی جو ہے اسکی ہے اور اسکے علاوہ اور بہت سی احادیث ہمارا استدلال ہیں۔
1163 **الفصل الاول: عن عائشۃؓ** سنت فجر کے اندر حسن بصری فرماتے ہیں کہ واجب ہے اور جمہور کے نزدیک سنت ۱۰۴/۹
ہے اور علامہ شہاب قلیوبی فرماتے ہیں کہ یہ ایسے فضائل ہیں کہ گویا آپ پر فجر کی سنت فرض ہے
1165 **عن عبد اللہ بن مغفل:** اس حدیث کے اندر بھی اختلاف ہے کہ مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان ۱۱
نوافل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں امام احمد اسحاق بن راہویہ اصحاب حدیث اور ایک جماعت صحابہ
کی یہ ہے کہ مغرب سے پہلے نوافل پڑھ سکتے ہیں یہی مالکیہ سے بھی نقل کیا گیا ہے لیکن امام صاحب حنفیہ
اور مالکیہ کے نزدیک نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اصحاب حدیث اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔
محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جمہور زیادہ سے زیادہ سنیت کی نفی کر سکتے ہیں جواز کی نفی نہیں

1165 نہیں کرسکتے اور جو لوگ تاخیر مغرب کو مکروہ کہتے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ تاخیر مغرب زیادہ 1.2/11
لازم نہیں آتی۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ اسکو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ اس کی وجہ تاخیر
1166 مغرب یا تکبیر تحریمہ کا ترک لازم آئیگا عن ابی ھریرۃؓ:۔ اس حدیث سے نماز جمعہ کے بعد سنن کا اثبات ہوا 13
علامہ ابن قیم نماز سے پہلے سنن کے منکر ہیں۔ امام مالک۔ امام احمد۔ اور ایک روایت امام شافعی کی بھی یہی ہے کہ سنن قبلیہ
ثابت نہیں کیونکہ ایک حدیث کے اندر ہے کہ آپ زوال کے بعد تشریف لاتے تھے مسجد کے اندر اور فوراً خطبہ کیلئے
منبر شریف لیجاتے تھے اور موذن اذان دیتا تھا حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے اوجز المسالک کے اندر شافعیہ کے
اس کے اندر دو روایتیں نقل فرمائی ہیں (۱) چار رکعتیں جمعہ سے پہلے موکدہ ہیں (۲) دو رکعتیں موکدہ اور دو مستحب ہیں۔
حنفیہ کے نزدیک چار رکعت جمعہ سے پہلے موکدہ ہیں اور جس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا اس کا
جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں پڑھ کر تشریف لاتے تھے۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے
کہ آپ نماز جمعہ سے پہلے طویل سنن پڑھتے تھے۔ البتہ سنن بعدیہ کے تمام قائل ہیں البتہ تعداد کے اندر
اختلاف ہے حنابلہ کے یہاں دو قول ہیں (۱) اقل تعداد دو رکعت ہے (۲) اکثر تعداد چھ رکعت ہے
شافعیہ کے یہاں دو موکدہ اور دو غیر موکدہ ہیں۔ مالکیہ کے یہاں دو رکعت بعد میں کیونکہ وہ بھی اپنے گھر میں
اگر پڑھ سکتا ہے مسجد کے اندر نہیں۔ حنفیہ کے یہاں چھ رکعات ہیں۔ **الفصل الثانی عن**
1171 علیؓ قال:۔ اس حدیث سے شافعیہ نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جو دو سنت جو چار رکعت ہوں اسکو دو 20
تسلیم سے پڑھے جیسا کہ اس حدیث کے اندر ہے ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہاں تسلیم سے تسلیم القطع مراد
1173 نہیں ہے بلکہ وہ سلام مراد ہے جو التحیات کے اندر ہوتا تھا عن ابی ھریرۃؓ:۔ اس سے اوابین کا ثبوت 23
ہوا اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ان چھ رکعات کے اندر مغرب کے بعد کی دو سنتیں بھی داخل ہیں
1177 **الفصل الثالث** عن عمرؓ:۔ اس کے اندر صلوٰۃ السحر سے مراد بعض کے نزدیک صلوٰۃ تہجد ہے اور بعض 1.5/2
1182 کے نزدیک صلوٰۃ فجر مراد ہے اور اول راجح ہے عن کعب بن عجرۃؓ:۔ ایک جماعت کے نزدیک 14
نوافل و سنن وغیرہ مسجد کے اندر مکروہ ہیں اور جمہور کے نزدیک جائز ہے البتہ افضلیت کے اندر اختلاف
ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک گھر کے اندر پڑھنا افضل ہے امام مالک اور سفیان ثوری کے نزدیک صلوٰۃ
نہاری کا مسجد کے اندر اور صلوٰۃ لیلی کا گھر کے اندر پڑھنا افضل ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ مستثنیٰ الخ
وال نمازوں کا مسجد کے اندر پڑھنا افضل ہے مثلاً صلوٰۃ کسوف، صلوٰۃ خسوف وغیرہ ابن ابی لیلی
فرماتے ہیں کہ مغرب کی سنتوں کا گھر کے اندر پڑھنا واجب ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں
ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ استحباب پر محمول ہے لیکن آج کل رواج یہ ہے کا مسجد کے اندر پڑھنا افضل ہے
کیونکہ کسل مندی اور تساہل اتنا ہے کہ گھر جاکر دوسرے کام کاج میں لگ جانے کا خطرہ ہے
1186 عن عمرو بن عطاءؓ:۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جہاں فرض ادا کیا وہاں نوافل نہ پڑھے بلکہ دوسری 19
جگہ پڑھنی چاہیے یہی جمہور کا مذہب ہے قاسم سے نقل کیا گیا ہے کہ گنجائش ہے۔

* * * * * * * * * * * * *

# باب صلوٰۃ اللیل

تہجد کی نماز امت کے حق میں منسوخ ہے ۔ عبیدہ سلمانی فرماتے ہیں کہ منسوخ نہیں بلکہ امت کے حق میں بھی ١٠٥/٢٥
اسکی فرضیت باقی ہے امام نوادی فرماتے ہیں ھذا قول مردود بلکہ قیام لیل سنۃ اور مندوب ہے ابوبکر جصاص
فرماتے ہیں کہ مرغب فیھا ہے ۔ بعض بن حزام کو تر دد ہے سنۃ اور مندوب ہیں ۔ دوسرے بعض علماء کی رائے
ہے کہ سنۃ ہے اور بعض کی رائے ہے کہ مندوب ہے ۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی علماء کے دو
قول ہیں بعض کی رائے ہے کہ آپ پر فرضیت باقی رہی اور بعض کی رائے ہے کہ آپ سے بھی فرضیت منسوخ کر دی گئی
1188 علماء کی دو رائے ہے کہ تہجد کا وقت عشاء کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے الفصل الاول عن عائشۃ: ٢٥
علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اقل عدد صلوٰۃ لیل کا اندر دو رکعت اور اکثر آٹھ رکعت ہے لیکن اسکے اندر مختلف روایا
ہیں بعض کے اندر پانچ ۔ بعض میں سات اور بعض کے اندر گیارہ اور بعض میں تیرہ ہے لیکن تیرہ والی کے
متعلق جواب یہ ہے کہ اسکے اندر تحیۃ الوضوء اور دو رکعت سنۃ فجر کو بھی شامل کر لیا دوسری بات اس حدیث
کے اندر قابل ذکر یہ ہے ثم اضطجع علی شقہ الایمن یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اذان فجر کے بعد دو رکعت ١٠٦/١
خفیف سے سنۃ فجر کی پڑھ کر لیٹ جاتے تھے اب اسکے اندر اختلاف ہے کہ اس اضطجاع کا کیا حکم ہے
اسکے اندر علماء کے مختلف اقوال ہیں (١) سنۃ مؤکدہ ہے یہ مذہب ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا
(٢) مستحب ہے یہ مذہب ہے حنابلہ کا اور ابن قدامہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری ۔ رافع بن خدیج ۔ انس بن مالک
اور صحابہ کی ایک جماعت سے یہ مذہب نقل کیا ہے ابن قیم ان لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یا تو وہ
یہ اضطجاع کا حکم دیا کرتے تھے ابن قدامہ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ دوسری روایت امام احمد کی یہ ہے کہ
یہ مستحب بھی نہیں کیونکہ ابن مسعود اسکا انکار کرتے تھے (٣) بدعۃ ہے حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ
ابن عمر ابن مسعود سے بھی یہی مذہب منقول ہے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ تلک ضجعۃ الشیطان ۔
(٤) سنۃ فجر اور فرض کے درمیان فاصلہ کیلئے ہے (٥) خلاف اولیٰ ہے یہ حسن بصری کا مذہب ہے
(٦) حقیقۃ سب کیلئے مستحب اور مقصود نہیں بلکہ ایسے شخص کیلئے مستحب ہے جس نے تہجد کی نماز پڑھی ہو ۔
حضرت ابوبکر کا یہی مذہب تھا اور حنفیہ کا راجح مذہب بھی یہی ہے (٧) ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ
فرض ہے یہ سات اقوال ہیں اور مشہور چھ ہیں چنانچہ علامہ شوکانی نے چھے اور کو راجح قرار دیا ہے
1195 عن ابن عباس: ۔ اس حدیث شریف کے اندر ہے کہ اذا نام نفخ جب آپ سوتے تھے تو اور ٧/١١
سانس لیتے تھے اسپر اشکال ہوا کہ زور زور سے سانس لینا کھانے کی زیادتی کے سبب ہوتا ہے تو نعوذ باللہ
لازم آیا کہ حضور خوب زیادہ کھاتے پیتے تھے اسکا جواب دیا کہ کبھی بدن کے کمزور ہونے کی وجہ
سے بھی نفخ ہوتا ہے آگے چلکر اس حدیث کے اندر ہے فصلی ولم یتوضأ اسکی علت ما قبل میں
1201 گذر چکی کہ انکا العینان تنامان ولا ینام قلبی اور کا اعمال الفصل الثانی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ١٠٧/٢
1203 قیام عشر آیات سے مطلقاً قرأۃ مراد نہیں بلکہ مراد ہے کہ ان کے معانی پر بھی غور کرے عن ابن عباس: ٢
پہلی حدیث کے اندر بیان کیا تھا کہ حضور قرأۃ کے اندر کبھی آواز کو بلند اور کبھی پست فرماتے تھے تو اسکی کوئی
نہ سمجھے کہ وضع کے اندر آپ شاید خوب زور لگاتے ہوں گے تو اس وہم کو دور کرنے کیلئے اس
حدیث کو مصنف لائے کہ وضع کی مقدار اتنی ہوتی تھی کہ من فی الحجرۃ سن لیتے تھے اور حجرہ سے باہر آواز جاتا

1204 خاص معجزہ مراد ہے جہر یا محض ہیبت اسکی مراد ہے عن ابی قتادۃ:- رفع صلوۃ اولیٰ ہے یا خفض الصلوۃ ١٠٧/٥
اولیٰ ہے؟ امام غزالی نے احیاء العلوم کے اندر تحریر فرمایا ہے کہ اگر اسکو ریا کا شبہ ہے تو پھر خفض
اولیٰ ہے اور اگر ریا کا شبہ نہیں اور نیز مقتدیوں اور دوسرے لوگوں کو تشویش نہیں تو رفع اولیٰ ہے
اور مقصود اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ آپ نے تعلیم دی توسط کی کیونکہ خیر الامور اوسطہا۔
1207 الفصل الثالث عن مسروق:- امام نووی فرماتے ہیں الصارخ بالاتفاق صارخ کے معنی ~~...~~ مرغ
بھی دیکھے ہیں کیونکہ وہ چیختا ہے اسلیئے اسکو صارخ کہتے ہیں حافظ فرماتے ہیں کہ وہ نصف لیل کے وقت ١٣
چیختا ہے علامہ مجد الدین فیروز آبادی فرماتے ہیں کہ وہ نصف لیل کے بعد چیختا ہے حضرت مولانا عبدالحق صاحب
محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ ان کے دیار کا دستور ہوگا ہمارے یہاں تو وہ سحر میں چیختا ہے
اس حدیث سے مقصود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کو بیان کرنا ہے کہ نہ ہمیشہ آپ بالکل
سوتے ہی رہتے اور نہ ہمیشہ آپ نماز میں مشغول رہتے تھے بلکہ دونوں کام اعتدال کیساتھ فرماتے تھے۔

## 1211 باب ما يقول اذا قام من الليل ٢٥

الفصل الاول عن ابن عباس:- اس حدیث پاک کے اندر جو دعا ذکر کی گئی ہے اسمیں لفظ نور کے معنی ٢٥
علماء نے بیان فرمائے ہیں الظاهر بنفسه والمظهر لغيره اور مراد اسکی یا تو مدبر - یا ناظم - یا منور اور اسکے علاوہ
اور بہت سے مصادیق ہیں اور لقاؤک حق میں لقاء سے مراد رؤیۃ باری یا آخرت میں جانا مراد ہے
1216 الفصل الثاني عن شريق الهوزني مولانا عبدالحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ ان دعاؤں کا نام ١٠٨/١٤
معشرات مسبعہ ہے کیونکہ یہ سات دعائیں ہیں جو دس دس مرتبہ پڑھی جاتی ہیں ـ ـ ـ

## باب التحريض على قيام الليل

الفصل الاول عن ابي هريرة:- اس حدیث پاک کے اندر شیطان کے عقد لگانے کے معنی میں دو
جماعت علماء کی ہیں ایک کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں کہ جیسے جادوگر گرہ لگاتا ہے ویسے ہی شیطان بھی
لگا دیتا ہے یا تو بالوں کا یا بالوں سے ظاہر ہے اور اسکو حافظ نے راجح قرار دیا ہے اسلیئے کہ عام لوگوں کے
بال نہیں ہوتے - دوسرے بعض علماء اسکے معنی مجازی مراد لیتے ہیں اور وہ منع من الخيرات کے ہیں یعنی
شیطان اس کے سر پر بیٹھ جاتا ہے اور نیک کام سے نماز روزہ وغیرہ سے روک دیتا ہے بعض نے کہا کہ اس
سے وسوسہ مراد ہے کہ وہ وسوسہ ڈالتا ہے بعض نے کہا کہ نماز سے سستی بنا دیتا ہے اور بعض
نے کہا کہ ان تینوں عقدوں سے مراد تین چیزیں ہیں کھانا - پینا - سونا - ان تینوں میں مشغول کر دینا ہے
عليك ليل طويل یعنی کہتا ہے کہ ابھی تو کافی رات باقی ہے لہذا سو جا اطمینان سے نماز پڑھنا ٢٥
بعض لوگوں کے نزدیک یہاں نماز سے صلوۃ مکتوبہ یعنی عشاء کی نماز مراد ہے اس صورت میں نوم سے
مراد نوم قبل صلوۃ العشاء ہوگی اور جو لوگ اس صلوۃ سے صلوۃ التہجد مراد لیتے ہیں وہ نوم سے
نوم بعد صلوۃ العشاء مراد لیتے ہیں عن ابن مسعود:- اس حدیث کے اندر جس رجل کا ١٠٩/١
ذکر ہے اسکے متعلق حافظ فرماتے ہیں کہ لم اقف على اسمه البتہ سنن سعید بن منصور کے اندر ایک
ایسی حدیث گذری جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود صاحب حدیث ہیں علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ تعیین مشکل ہے

1221 اس حدیث کے اندر وارد ہوا بال الشیطان فی اذنہ بعض کے نزدیک حقیقت پر محمول ہے اور مطلب ہے ١٠٩/٣
یہ ہے کہ اسکے کان میں پیشاب کرتا ہے اور اب اعتراض ہوگا اسکی تری تو محسوس نہیں ہوتی اسکا جواب دیا کہ
اسکا پیشاب ہمارے تمہارے جیسا نہیں ہوتا مگر جیسا وہ خود کسی کو نظر نہیں آتا ایسے ہی اسکا بول و براز ہے
اور بعض لوگوں نے اسکے معنی مجازی مراد لیئے ہیں تو احتمال بیان کیئے (۱) وہ کان بند کر دیتا ہے تاکہ اذان وغیرہ
22 کی آواز سنائی نہ دے (۲) تحقیر کرتا ہے عن ام سلمة :- اس حدیث کے اندر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ٣
رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ اسکے علماء نے دو مطلب بیان فرمائے (۱) بہت سی عورتیں دنیا کے اندر
عمل کے لباس سے آراستہ ہوتی ہیں اور خوب اعمال کرتی ہیں لیکن اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے آخرۃ کے اندر ثواب اور
اجر و جزاء سے بالکل ننگی اور محروم ہوں گی (۲) جو عورتیں دنیا کے اندر ایسا لباس پہنتی ہیں جو نہایت
باریک ہو اور ان کا بدن اندر سے نظر آتا ہو تو وہ قیامت کے دن ننگی بدن اٹھائی جائیں گی۔
23 عن ابی ھریرۃ :- اس حدیث کے اندر نزول رب سے اسکے حقیقی معنی مراد ہیں بلاکیفیت نزول الرحمت ٦
اور اللہ تعالیٰ کے قرض لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعمال کی حفاظت فرمائیں گے جو جیسا عمل کرے گا۔
25 عن عبد اللہ بن عمرو :- اس حدیث کے اندر تمام نمازوں میں احب نماز حضرت داود علیہ السلام کی نماز کو ١٠
بتلایا گیا ایسے ہی روزہ وغیرہ کو اب اس پہ اعتراض ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تو خود
اسکے خلاف تھا آپ کبھی کبھی کئی دن تک متواتر روزہ رکھتے تھے - کبھی متواتر کئی دن تک ترک فرماتے
اس کے علماء نے دو جواب دیئے ہیں جواب۱ احبیت اضافیہ مراد ہے یعنی بعض لوگوں کے اعتبار سے یہ عمل
افضل ہے اور بعض کے اعتبار سے نہیں ہے اسکے اندر آپ بھی ہیں جواب۲ احب الصلوۃ سے مراد احب الصلوۃ الی
36 الفصل الثالث عن ابی ھریرۃ :- اس حدیث کے اندر صلوۃ اللیل کو افضل قرار دیا گیا لیکن اسکے ١١٠/٢
اندر علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنن رواتب افضل ہیں اور بعض کے نزدیک صلوۃ اللیل افضل
اور بعض نے دونوں کے اندر جمع کر دیا صلوۃ اللیل افضل اسوجہ سے ہے کہ وہ رواتب نوافل ہیں اور سنن رواتب
37 افضل اسوجہ سے ہے کہ اسکے اندر تاکید ہے عنہ قال جاء رجل :- اس حدیث سے معلوم ہوا نماز روکتی ٣
برے افعال سے مثلا سرقہ وغیرہ اور قرآن بھی اسکی تائید کرتا ہے ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر اور اسکا
مطلب۱ تو یہ ہے کہ نماز کا خاصہ یہ ہے کہ وہ برے افعال سے روکتی ہے جب تک آدمی نماز کے اندر مشغول رہے
مطلب۲ اس کا وہ نماز مراد ہے جو اپنی شروط و آداب کیساتھ ادا کی جائے تو وہ برے افعال سے روک دیتی ہے

## بابُ القصد فی العمل ١٠

اس سے پہلے جو باب باندھا تھا اسکے اندر تحریض تھی قیام اللیل پر لیکن چونکہ احتمال تھا کہ شاید افراط و تفریط
لوگ شروع کر دیں اسلیئے اب یہاں سے دوسرا باب باندھ کر بتلاتے ہیں کہ اعتدال اختیار کرنا چاہیئے
اور مصنف نے قصد فی العمل کا ذکر کیا لیکن یہ شامل ہے قصد فی الوقت کو بھی - اور قصد فی الوقت
کا مطلب یہ ہے کہ ایک خاص وقت عبادت کیلئے مقرر کرے اور روزانہ اسکے اندر پابندی سے اپنا
وظیفہ پورا کرے - اور قصد فی العمل کا مطلب ہے کہ ہمیشہ عمل پر مداومت رکھے یہ نہیں کہ ایک
دن تو تمام اوقات عبادت کے اندر مشغول رکھے اور اگلے دن عبادت کا خیال بھی نہ آئے۔

1247 عن عمرؓ :- حضرت اقدس مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تفسیر ہے قرآن پاک کی آیت کی وجعلنا اللیل ١١٠/١٨
والنهار خلفة لمن اراد - اور حدیث پاک کے اندر جو لیل کی تخصیص کردی گئی ہے یہ صورت اتفاقی ہے کہ صحابہ کرام رضوان
اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اکثر رات کو اپنے وظائف پڑھتے تھے ورنہ اگر کوئی شخص اپنے دن کے وظیفہ کو رات کے
48 اندر پڑھے تو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے عن عمران بن حصین حنفیہ کے نزدیک بیمار شخص چت
لیٹ کر نماز پڑھےگا اور شوافع کے نزدیک ایک پہلو پر لیٹ کر پڑھے - حنفیہ کے پاس مستلقیاً نماز ٢٠
پڑھنے پر کوئی دلیل نہیں معلوم ہوتی امام فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے شوافع کا استدلال نہیں کرسکتے
کیونکہ یہ حدیث مخصوص ہے حضرت عمران بن حصین کے متعلق ارشاد فرمائی تھی کیونکہ ان کو بواسیر کا مرض
تھا اور وہ مستلقیاً نماز پر قادر نہیں تھے لہذا نہ آپ کے پاس روایت اور نہ ہمارے پاس اب قیاس
کی طرف رجوع ہوگا اور قیاس کا تقاضہ ہے کہ مستلقیاً نماز پڑھے کیونکہ توجہ الی القبلہ اسی سے
49 حاصل ہوگی اگرچہ ہم علی جنب نماز پڑھنے سے بھی منع نہیں کرتے وعنہ قال :- اس حدیث
کو نہ تو فرض پر محمول کر سکتے ہیں اور نہ نفل پر - فرض پر تو اس وجہ سے محمول نہیں ہو سکتا کہ وہ یا تو ٢١
بغیر عذر کے پڑھےگا یا مع عذر کے اول صورت میں فرض نماز صحیح نہ ہوگی اور ثانی صورت میں وہ کو پورا
ثواب ملےگا نصف اجر کا کوئی مطلب نہیں ہے اور نوافل پر بھی اسکا محمل نہیں بن سکتی اگرچہ بلا عذر بیٹھکر پڑھنے
کی صورت میں صحیح ہیں اور نصف اجر اسکو ملےگا لیکن آگے چلکر آپؐ جو فرمایا ومن صلی نائما تو اسکی وجہ
سے نوافل کے اندر اشکال پیدا ہوگیا کیونکہ نوم کی حالت میں نوافل ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہیں لہذا اس حدیث
کا محمل نوافل بھی نہیں ہو سکیں گی اب اسکے اندر اختلاف ہوگیا کہ اس کا محمل کیا شی بنےگی ؟ علامہ
خطابی فرماتے ہیں کہ میں نے اسکا محمل نوافل قرار دیا تھا مگر حضورؐ کے قول ومن صلی نائما نے اسکو
غلط کر دیا لہذا اسکا مصداق مریض متحامل النفس ہے یعنی وہ مریض جو مشقت سے نماز پڑھ سکتا ہے
کھڑے ہوکر اب اس پر اعتراض ہوا کہ وہ اگر بیٹھ کر پڑھے تو اسکو تو پورا اجر ملتا ہے حالانکہ حدیث کے
اندر نصف فرمایا گیا - اسکا جواب علامہ کاشمیریؒ نے دیا کہ اسکو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کا ثواب
دو چند ملےگا اور بیٹھکر پڑھنے کا ثواب اس دو چند کا نصف یعنی ایک چند ملےگا - حضرت گنگوہیؒ
فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل نوافل ہیں اور جو نائما سے اشکال ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت حسن
کے نزدیک نائما نماز پڑھنا جائز ہے ایسے ہی ایک وجہ شوافع اور مالکیہ کی بھی ہے اور حنفیہ کے اندر
بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوا کہ جائز ہے تیسرا جواب
اس حدیث کے محمل کے متعلق یہ ہے کہ ابو بکر اسماعیلی فرماتے ہیں کہ یہ نائما ہے نہیں ہے
بلکہ اسکے اندر تصحیف ہوگئی یہ اصل میں بایما تھا یعنی اگر اشارہ سے پڑھے نصف اجر ملےگا

53 الفصل الثالث عن سالم بن ابی الجعد اس حدیث کے اندر آپؐ فرمایا قم الصلوٰۃ یا بلال ارحنا بہا ١١١/٦
اس جملہ کے علماء نے تین مطلب بیان فرمائے مطلب ۱ :- اذان کہو اور اقامت کہو تاکہ ہم نماز کے
ذریعہ راحت حاصل کریں مطلب ۲ :- اذان واقامت کہو تاکہ ہم نماز پڑھکر اللہ کی ذمہ داری سے
سبکدوشی حاصل کرکے راحت پائیں مطلب ۳ :- ابراہیم حربی فرماتے ہیں کہ یہ استراحت سے

1253

ماخوذ ہیں بلکہ ہوا جو الی البیت کا ماخوذ ہے اور نماز پڑھ کر صبح اپنے گھر چلیں جاوے اس مطلب کو سیدنا نہیں رکھا

## باب الوتر

اس باب کے اندر چند مسائل ہیں۔ المسئلة الاولى :- وتر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک سنت ہے یہی ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے امام نوویؒ نے جمہور علماء سے نقل کیا ہے اور یہی سنت ہے۔ حضرت
امام صاحبؒ کے نزدیک واجب ہے۔ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کسی شخص نے امام صاحبؒ
کی موافقت کی ہو قول بالوجوب کے اندر۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ان کا یہ دعوی بالکل غلط ہے
کیونکہ ابن العربی مالکیؒ اور اصبغ اور سحنون مالکی سے وجوب کا قول نقل کیا ہے۔ ابن حزم ظاہری نے
امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص وتر کی نماز ترک کردے اسکو تادیب کی جائیگی اور اسکی شہادت
کے اندر جرح ہوگی بعینہ یہی قول ابن قدامہ نے مغنی کے اندر امام احمد سے نقل کیا ہے۔ مجاہد سے
ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ واجب ولم یکتب۔ ایسے ہی ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن المسیب اور
ابن مسعود۔ حذیفہ۔ ابو عبیدہ وغیرہ صحابہ کرام سے وجوب کا قول نقل کیا ہے۔ ابو بکر قرطبی حنفی
بھی وجوب کے قائل ہیں۔ لہذا صرف امام صاحب کی طرف قول بالوجوب کو منسوب کرنا نہایت غلط ہے
اب وجوب پر استدلالات سنئے۔ اسی باب کے اندر ابن عمرؓ کی حدیث بادروا الصبح بالوتر موجود ہے اور مسلم کی
روایت کے اندر ہے اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا۔ ایسے ہی حضرت انس کی روایت بادروا الصبح
بالوتر اور حضرت جابرؓ کی حدیث من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوله ومن طمع ان یقوم
آخره فلیوتر آخر اللیل۔ یہ تمام احادیث وجوب پر دال ہیں کیونکہ ان سب کے اندر آپؐ امر فرما رہے ہیں
وهو للوجوب۔ حضرت خارجہ کی حدیث ان اللہ زادکم صلوة فصلوها آپ نے امر فرمایا اور
قاعدہ ہے کہ زیادتی مقدر پر ہوتی ہے اور وہ فرائض ہیں کیونکہ سنن کے اندر تقدیر نہیں ہے اور
مزید کا مزید علیہ کی جنس سے ہونا ضروری ہے لیکن چونکہ یہ دلیل ظنی ہے زیادتی ہے لہذا فرض تو اگرچہ فرض
نہیں ہو سکتا لیکن کم از کم واجب ضرور ہوگا کسی نے کہا سنن رواتب بھی تو مقدر ہیں اور ان کے اعداد
متعین ہیں لہذا وتر کی زیادتی سنن رواتب مقدرہ پر ہو سکتی ہے اور اس صورت کے اندر وتر
بھی سنت ہوگا اسکا جواب ابو مسعود کاسانی صاحب بدائع دیتے ہیں کہ حضور نے اس حدیث
پاک کے اندر آپؐ نے فرمایا ان اللہ زادکم الوتر اور الوتر پر لام تعریف داخل ہے جو تقدم علم کو چاہتا
ہے لہذا معلوم ہوا کہ وتر پہلے سے معلوم و متعین شی ہے اور یہ جب ہوگا جبکہ سنن رواتب
کے اندر داخل ہو لہذا پہلے سنن کے اندر داخل ہے اور اب آپ کے قول سے وجوب کا ثبوت ہوا
ایسے ہی حضرت بریدہؓ کی حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ الوتر حق فمن لم یوتر
فلیس منا۔ اور یہ وعید واجب ہی پر ہو سکتی ہے سنن کا ترک اتنا شدید درجہ نہیں ہے
~~منشا نیز کا دوسرا اول ہے موطا امام مالک کے اندر ایک حدیث ہے حضور ... کا قول~~
وتر کے مسئلہ کے اندر ہے کہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ وتر واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور نے اور مسلمین نے
وتر پڑھا ہے کئی بار انہوں نے یہ سوال اور ابن عمرؓ نے یہی جواب دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر

واجب نہیں ورنہ وہ جواب کے اندر فرماتے کہ صلاۃ واجب ہے۔ ابن الملکؒ جواب دیتے ہیں کہ اس
حدیث سے نفی پر استدلال کرنا اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ ابن عمرؓ نے یہ سمجھا کہ اگر میں واجب کہدونگا
تو وہ اسکو فرض سمجھیگا۔ دوسرا استدلال شافعیہ کا اس حدیث سے ہے جسکے اندر ہے کہ ایک
اعرابی نے حضور سے فرائض کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ پانچ ہیں۔ اس نے کہا کہ ھل علیّ غیرھن
آپؐ نے فرمایا کہ لا الا ان تطوع۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ تطوع کے اندر داخل ہے جواب۱ یہ ہے کہ
تطوع سے مراد مالم تکن فریضۃ مکتوبۃ ہے جواب۲ یہ اعرابی کا واقعہ وتر کے واجب ہونے سے قبل
کا ہے تیسرا استدلال شافعیہ کا ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ سواری پر وہ وتر پڑھتے تھے
اور کہتے تھے کہ سنت ہے اسکا جواب مولانا گنگوہیؒ نے دیا کہ جب روایات کے ذریعہ وجوب
ثابت ہوگیا تو اب ابن عمر کی حدیث کو عذر پر محمول کیا جائیگا۔ لیکن ابن عمر سے روایات
مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوا کہ انہوںؓ وتر راحلہ پر پڑھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے
کہ انہوں نے وتر زمین پر پڑھا ہے لہذا جب ان کی روایات کے اندر یہ ہے کہ راحلہ پر وتر پڑھا
وجوب سے قبل کا واقعہ ہے۔ المسئلۃ الثانیۃ:۔۔ رکعات وتر کتنی ہیں؟ امام شافعی
امام مالک امام احمد فرماتے ہیں کہ اقل وتر ایک رکعت ہے اسکے بعد جتنا چاہے اضافہ کرے
امام محمدؒ۔ سفیان ثوری۔ عبد اللہ بن مبارک کے نزدیک تین رکعت ہے حضرت انس۔ ابن
مسعود۔ ابی بن کعب اور جمہور سلف و خلف کا اجماع ہے کہ تین رکعت ہے۔ ابو العالیہ سے سوال
کیا گیا کہ وتر کے بارے میں آپ کا خیال ہے جواب دیا کہ جیسے دن کا وتر ہے ایسے ہی
رات کا وتر ہے اور دن کا وتر سے مراد مغرب کی نماز ہے کہ جیسے وہ تین رکعت ایسے ہی
وتر کی رکعات بھی ہیں اور تین رکعت ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں ۱ ابن عباس کی حدیث
ص ۱۰۷ پر گذر چکی کہ بت عند خالتی میمونۃ الخ اسکے آخر میں ہے ثم اوتر بثلاث اور حضرت عائشہ
کی حدیث بھی ماقبل میں گذر چکی جس وتر کے ثلث رکعات ہونے پر استدلال کیا جاسکتا ہے ایسے
ہی ایک روایت مستدرک حاکم کے اندر ہے کہ یوتر بثلث رکعات اور اسکے علاوہ اور بہت سی
احادیث ہیں ایسے ہی وہ ساری روایات جو قرأۃ فی الوتر کے باب میں ہیں وہ سب ہمارا
مستدل بن سکتی ہیں چنانچہ ایسی روایات میں ایک روایت عبد العزیز بن جریج کی ہے کہ انہوں نے
حضرت عائشہ سے سوال کیا قرأۃ کے متعلق انہوںؓ نے فرمایا کہ پہلی رکعت کے اندر سبح اسم ربک اور دوسری
میں سورۂ کافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد آپ پڑھتے تھے علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ
تین رکعات ہونے کے متعلق بیس صحابہ سے روایات مروی ہیں لہذا وہ بیس کی بیس ہمارے دلائل ہیں
المسئلۃ الثالثۃ:۔۔ تینوں رکعت متصلاً پڑھے یا کچھ فصل بھی ہوسکتا ہے؟ شافعیہ کے یہاں
فصل اور وصل دونوں جائز ہے یعنی دو رکعت ایک تحریمہ اور ایک رکعت ایک تحریمہ اور تینوں رکعت ایک
ساتھ بھی پڑھ سکتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک فصل جائز نہیں اور وصل واجب ہے۔ شافعیہ
ہم پر ایک اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے ایک روایت ہے کہ سات رکعت۔ پانچ رکعت اور

تین رکعت نفل نہ پڑھو ورنہ صلوٰۃ مغرب کے مشابہ ہو جائیگی ۔ ابن حجر اس کی تاویل اپنے مذہب کے مطابق 111 ۸
کرتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مغرب کی نماز کے اندر ایک تشہد آخر میں سلام کیلئے ہوتا ہے
وتر کے اندر ایسا نہ ہونا چاہیے بلکہ دو تشہد ہیں تو سلام ہونا چاہیے یعنی دو رکعت پر سلام اور
پھر ایک رکعت پر سلام ہونا چاہیے ہم اس اعتراض اور اس تاویل کا جواب دیتے ہیں کہ اسکا
مطلب تو یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے جب کوئی مشغول نہیں ہوتا وتر کے اندر ایسا نہ ہونا چاہیے
بلکہ وتر سے پہلے چند رکعات تطوع ضرور پڑھ لینی چاہیے ۔ المسئلة الرابعة :- کیا کیا
سورتیں مستحب ہیں امام شافعی امام مالک فرماتے ہیں پہلی میں سبح اسم ربك الخ اور ثانی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون
اور تیسری میں قل ہو اللہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تینوں پڑھے اور حنابلہ و حنفیہ کے نزدیک
1254 تیسری میں صرف قل ہو اللہ احد پڑھے ۔ **الفصل الاول عن ابن عمرؓ** :- یہ حدیث پاک شافعیہ کا ۸
مستدل ہے عدم وجوب ثلث رکعۃ پر اور ہم اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ان دو رکعت کے ساتھ
55 ایک رکعت اگر اور ملالے تو ما صلّی وتر بنجائیگی **وعنہ قال** :- اس حدیث سے بھی شافعیہ نے وتر کے ایک ۹
رکعت ہونے پر استدلال کیا اور ہماری طرف سے مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے جواب دیا کہ الوتر رکعۃ کا مطلب ہے
رکعۃ مع الشفعتین اللتین ہیں قبلہا ۔ علامہ زرقانی نے اسکو بعید کہا لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ یہ
جواب بعید نہیں بلکہ اسپر قرینہ موجود ہے جو اگلی حدیث میں گذر گیا وہ یوتر ما قد صلی ہے ۔
56 **عن عائشةؓ** :- اس حدیث سے بھی شافعیہ نے استدلال کیا پانچ رکعت پر تسلیم واحد ۔ ہماری طرف سے علامہ ۱۰
کشمیری نے جواب دیا کہ حدیث پاک میں لا یجلس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ درمیان میں قعدہ وغیرہ نہیں فرماتے
تھے بلکہ ایک ہی مرتبہ قعدہ فرما کر سلام پھیر دیتے تھے بلکہ اسکا مطلب ہے کہ لا یجلس للتسلیم ورنہ قعدہ ضرور
فرماتے تھے اور اسکی دلیل علامہ شوق نیموی نے بیان فرمائی کہ ابو داؤد شریف کے اندر ابن عباس کی روایت
میں بھی اسکا ذکر ہے کہ آپنے پانچ اور سات رکعات وتر پڑھے اور اسکے اندر ہے کہ لا یسلم فیہن الا
آخرھن اس سے معلوم ہو گیا کہ لا یجلس کا مطلب لا یجلس للتسلیم ہے مصنف نے اس حدیث کو متفق علیہ
57 کہا حالانکہ علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ مفاریدِ مسلم میں سے ہے **عن سعد بن ہشامؓ** :- ۱۲
حضرت عائشہ نے حضور کی عادت شریفہ کے متعلق فرمایا **کان القرآن** یعنی قرآن پاک پر عمل کرنا ۔ دوسری
بات اس حدیث سے معلوم ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت تہجد کی بغیر قعدہ کے پڑھتے نماز بلا قعدہ کے
پڑھتے تھے صرف آخر کے اندر قعدہ فرماتے تھے حالانکہ یہ مذہب حنفیہ کے خلاف ہے اسکا جواب حضرت شیخ
~~[illegible]~~ علامہ عینی نے دیا کہ ان آٹھ رکعت کے اندر چھ رکعت تو حضرت عائشہ نے تہجد کی نماز کو چھوڑ دیا
اور باقی وتر کی رکعت مراد ہیں اسی وجہ سے تو فرمایا اور ثامنہ کے اندر قعود سے مراد وتر کا پہلا تشہد ہے
اور نویں رکعت کا قعود وتر کا دوسرا تشہد ہوگا اب کوئی اشکال نہیں تو جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ حدیث پاک
کے اندر صرف وتر کے قعود کا ذکر ہے تہجد کے قعود کا ذکر نہیں ہے علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ علامہ
عینی کے اس جواب کا ماخذ نسائی شریف کی یہی روایت ہے اسکے اندر یہ الفاظ ہیں وکان لا یسلم
فی رکعتی الوتر الخ اس سے معلوم ہو گیا کہ وتر کے قعدہ اور سلام کو بیان کرنا مقصود ہے

۱۱۱/۲۲ عنه قال :۔ اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے کہ وتر کی قضاء کب تک ہے اس کے اندر چند اقوال ہیں : 1259
اول :۔ امام مالک امام شافعی امام احمد کے نزدیک صبح تک نماز وتر کا وقت ہے اور صبح کے بعد ساقط ہو جاتی ہے
دوم :۔ ابراہیم نخعی کے نزدیک طلوع شمس سے پہلے تک وقت رہتا ہے اور یہ قول ... میں طلوع صبح اور
سوم :۔ حماد بن سلیمان حفص البوری کے نزدیک زوال شمس سے پہلے پہلے تک وقت ہے یہی امام شعبی سے نقل کیا گیا ہے
چہارم :۔ سعید بن جبیر کے نزدیک دن میں قضاء نہیں بلکہ اگلی رات کے ہونے کے بعد وتر کا اس تک قضاء ہے
یعنی اگر کسی نے اس رات کے وتر چھوڑ دیئے تو اگلی شب میں رات کے اندر تو قضاء نہیں کر سکتا البتہ اگلی رات ہونے کے
بعد سے عشاء کے وقت تک کر سکتا ہے اور اسی رات اگر وتر پڑھ لیئے تو پھر کل کے دن کے وتر ساقط ہو جائیں گے
پنجم :۔ نماز صبح تک وقت ہے اور پھر صلوٰۃ صبح کے بعد سے طلوع شمس تک قضاء نہیں کر سکتا بلکہ طلوع شمس کے
بعد سے عصر تک قضاء کر سکتا ہے اور عصر کے بعد نہیں کر سکتا پھر مغرب کے بعد سے عشاء تک قضاء کر سکتا ہے
اور عشاء کے بعد ساقط ہو جائیگی۔ یہ مذہب ہے امام اوزاعی کا۔ ششم :۔ دن کے اندر اندر قضاء کر سکے
اور اس کے بعد قضاء نہیں کر سکیگا یہ بھی امام اوزاعی کی طرف منسوب ہے۔ ہفتم :۔ ہمیشہ جب چاہے قضاء کر سکتا
ہے دن کی تو قید اور نہ رات کی تعیین یہی شافعیہ کا فتویٰ ہے اور امام صاحب کا مذہب ہے البتہ دونوں کے اندر فرق
یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک ترتیب نہیں اور ہمارے نزدیک وتر اور بقیہ نمازوں کے اندر ترتیب ہے
ہشتم :۔ اگر سہواً یا نوم کی وجہ سے ترک کر دیئے تو قضاء ہے ورنہ اگر عمداً چھوڑے ہیں تو قضا نہیں ہے۔ عن عائشہ :۔ 61
۲۴ اس حدیث کے اندر وانتہی وترہ الی السحر کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں مطلب اول اور یہی صحیح اور اقرب ہے
۲۵ کہ آپ شروع زمانہ کے اندر تو وتر کبھی شروع رات میں کبھی وسط لیل میں اور کبھی آخر لیل میں پڑھتے تھے لیکن
اس کے بعد آخر عمر میں ہمیشہ آپکا وتر آخر لیل میں ہوتا تھا۔ مطلب دوم یہ ضعیف اور بعید مطلب ہے کہ آپ بعض
اوقات تمام رات وتر پڑھتے رہتے یعنی انتہا اس کا ہوتا تھا کہ صبح تک پہنچ جاتا تھا۔
۱۱۲/۵ الفصل الثانی عن عبد اللہ بن ابی قیس :۔ یہ حدیث دلیل ہے اس مسئلہ پر کہ وتر کی رکعات تین ہیں 64
اور حنفیہ کا دوسرا مسئلہ کہ وتر متصلاً ہونا چاہیئے منفصل نہ ہونا چاہئے یہ بھی اس حدیث سے مستدل ہے
عن ابی ایوب :۔ اس حدیث کو علماء نے موقوف قرار دیا ہے چنانچہ امام نسائی نے موقوف کو راجح قرار دیا 65
۷ ابو حاتم، دار قطنی، بیہقی نے بھی موقوف قرار دیا اور حافظ کی بھی یہی رائے ہے لہذا یہ صرف حضرت ابو ایوب کا مذہب ہے
عن علی :۔ اس حدیث کے اندر ہے فاوتروا یا اہل القرآن یہ امر کا صیغہ ہے جو وجوب کیلئے 66
۹ آتا ہے لہذا وتر واجب ہونے پر دلیل قائم ہو گئی لیکن اس پر اشکال ہوا کہ صرف حفاظ پر وتر واجب ہونا
اس حدیث سے لازم آیا حالانکہ غیر حفاظ اور غیر اہل القرآن پر بھی وتر واجب ہے اسکا جواب
مولانا عبد الحی صاحب نے دیا کہ اہل القرآن سے حفاظ مراد نہیں بلکہ عام ہے اور تمام مصدقین یعنی مومنین
مراد ہیں۔ علامہ کشمیری اس جواب پر راضی نہیں بلکہ انہوں نے اس حدیث کی دوسری تاویل کی اور
وہ یہ کہ اس سے مراد حفاظ مراد ہیں اور وتر سے مراد صلوٰۃ اللیل ہے یعنی صلوٰۃ اللیل حفاظ کیلئے زیادہ
۱۱ موکد ہے اور وہی اس کے مستحق ہیں۔ عن خارجۃ بن حذافہ :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کا وقت طلوع 67
فجر تک ہے چنانچہ ائمہ ثلٰثہ کا یہی مذہب ہے اور اسکے ابن المنذر اور ابن قدامہ حنفیہ نے اجماع نقل کیا ہے

1267 امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ وتر اور عشاء کا وقت ایک ہے البتہ ہمارے یہاں نماز اور وتر کے درمیان ترتیب ۱۱۲/۱۱
ہوگی یہی ایک وجہ امام شافعی کی ہے لیکن اس وجہ کو امام شوکانی نے تضعیف کردی اور عراقی نے بھی
تضعیف کردی ہے ۔ یہ امام شافعی کی وجہ نہیں ہے یہ اختلاف تو ابتداء وقت کے اندر تھا ایسے ہی آخر وقت
کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے حافظ نے عدہ وتر الی مشغول کیا ۔ وقت جواز صلوۃ صبح تک ہے اور وقت اختیار
طلوع صبح تک ہے شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ ضابطہ کہ اصول شریعت کے خلاف ہے کیونکہ بعد
طلوع الصبح ان کے یہاں نہیں پڑھ سکتا ہے الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ یہ ضابطہ ایک وجہ ہے جیسا کہ شیخ کی
77 تفسیر کی وجہ شافعیہ کی یہ ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد وتر کی نماز کا وقت باقی رہتا ہے ۔ ۲۴

## الفصل الثالث

عن ابن عباس :- ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ایتار واحدۃ پر ۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ
فرماتے ہیں کہ ان کے استدلال کا ضعف خود معلوم ہوگیا کہ وتر کی ایک رکعت پڑھنا غیر مشہور ہے ایک مرتبہ سعد
بن وقاص نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ابن مسعود کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ یہ کافی نہیں ہوگی نیز حدیث بتیراء سے
82 آپ نے منع فرمایا ہے عن نافع :- اگر کسی شخص نے شروع لیل میں وتر پڑھ لئے اور اس کے بعد اسکو خیال ۱۱۳/۱۰
ہوا کہ رات کو تہجد پڑھیگا تو کیا اسکے بعد پھر وتر کو پڑھے یا نہ پڑھے حضرت عمر، علی، عثمان، ابن عباس،
ابن مسعود، اسامہ بن زید، ابوہریرہ، ابن عمر ان سب کے نزدیک وتر دوبارہ پڑھیگا اور نقض وتر
کریگا اور دلیل پیش کرتے ہیں اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا ۔ لہذا اخیر رات پڑھنا ضروری ہے
لیکن یہ جمہور کے خلاف ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اکثر ہی کی رائے یہی ہے کہ وتر کا نقض نہ کرے اور
وجہ یہ ہے کہ حضور نے فرمایا لا وتران فی لیلۃ اور پہلے مذہب کے بنا پر لازم آئیگا دو وتر ان کو
ایک رات میں پڑھنا وہ لوگ کہتے ہیں کہ جو وتر اس نے شروع لیل میں پڑھا ہے وہ وتر کہاں رہے
ہم کہتے ہیں کہ آخر لیل میں جو آپ نے شفع ملانے کیلئے کیا یہ ملانا کیسے معتبر ہوگا ۔ اور ان لوگوں کی
جو حدیث پیش کی اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ایسے شخص پر محمول ہے جو آخر لیل میں وتر پڑھنا چاہتا ہے اسکو
84 چاہیئے کہ آخر لیل میں وتر پڑھے عن ام سلمۃ :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ وتر کے بعد ۱۴
دو رکعت پڑھتے تھے لیکن دوسری احادیث مشہورہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی آخری نماز وتر ہوتی تھی
چنانچہ اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا سے اسکی تائید بھی ہوتی ہے اب ان دونوں قسم کی احادیث کے
اندر علماء کی دو جماعتیں ہوگئیں ایک اہل تاویل اور ایک اہل ترجیح جو لوگ دونوں کے اندر ترجیح
کا مذہب اختیار کرتے ہیں ان میں قاضی عیاض مالکی بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رکعتین بعد الوتر کی روایت
مردود اور ضعیف ہے علامہ نووی اہل تاویل میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں قاضی جی کے قول کی تردید کردی اور
فرمایا کہ بین الروایات ترجیح کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے کہ دونوں میں جمع ناممکن ہو اور آپ نے
جو دو رکعت پڑھی وہ بیان جواز کیلئے پڑھی ۔ اب یہاں ان دونوں رکعتوں کا کیا حکم ہے؟ امام مالک نے ان دونوں
رکعتوں کا انکار کردیا امام احمد فرماتے ہیں کہ نہ میں پڑھتا ہوں اور نہ کسی کو روکتا ہوں ۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ
یہ بمنزلہ سنت کے ہیں کیونکہ وتر صلوۃ مستقلہ ہے اور مستقل نماز کیلئے جیسا کہ سنتیں ہوتی ہیں ایسے
ہی یہ دونوں سنت ہیں وتر کی ۔ دوسرا اختلاف ہے کہ ان کو بیٹھ کر پڑھنا اولی ہے یا کھڑے ہو کر؟

1284 حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ کے نزدیک بیٹھکر پڑھنا اولی ہے لیکن ۱۱۳/۱۲
دوسرے بعض علماء نے فرمایا کہ کھڑے ہوکر پڑھنا چاہیے کیونکہ قاعدی نماز کا ثواب قائم کی نماز سے نصف
درجہ کم ہوتا ہے لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ جب حضور سے ثابت ہوا تو یہ نصف ثواب کے حکم میں داخل نہیں

# باب القنوت ۲۰

قنوت کے معنی مختلف ہیں جو ماقبل میں گذر گئے اور یہاں اس سے مراد وہ مخصوص دعاء ہے جو بعض نمازوں
کے اندر پڑھی جاتی ہے قنوت کے پڑھنے میں علماء کا اختلاف ہے جمہور کے نزدیک سنت ہے اور قنوت
امام صاحب کے نزدیک واجب ہے چنانچہ صحیح بن مخلد سے ایک روایت دارقطنی کے اندر منقول ہے اوکانوا
یفعلون ذلک اور اس کا مراد وجوب معلوم ہوتا ہے اس حدیث سے استدلال کرنے پر محقق ابن ہمام
نے مفصل کلام کیا اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ وتر کے اندر قنوت پڑھے گا یا نہیں؟ امام مالک کے
نزدیک نہیں پڑھیگا جمہور کے نزدیک پڑھی جائیگی تیسرا اختلاف اس مسئلہ کے اندر ہے کہ تمام سال
پڑھیگا یا بعض اوقات کے اندر حنابلہ و حنفیہ کے نزدیک سارے سال پڑھیگا امام شافعی فرماتے ہیں کہ
رمضان کے آخری نصف کے اندر پڑھے یہی ایک روایت امام احمد کی ہے اور شافعیہ کی ایک جماعت
ہمارے موافق ہے اور امام مالک کے نزدیک آخر رمضان کے نصف میں پڑھے یہ ان کی ایک روایت ہے
دوسری روایت مالکیہ کی ہمارے موافق ہے اور تیسری روایت ان سے یہ ہے کہ اسکو اختیار ہے چوتھا
اختلاف روایات کے اندر ہے کہ قنوت کن کن نمازوں میں پڑھے امام مالک امام شافعی
کے نزدیک فجر کی نماز دوسری رکعت کے اندر رکوع کے بعد پڑھے گا پورے سال اور رمضان کے آخری نصف
کے اندر وتر کی نماز میں بھی وتر کی تیسری رکعت کے اندر رکوع سے پہلے پڑھے امام احمد اور امام صاحب
کے نزدیک اس نماز کے اندر نہیں پڑھیگا بلکہ صرف وتر کے اندر پڑھی جائیگی پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ
کونسی دعا پڑھیگا امام صاحب کے نزدیک سورۃ الحفد والخلع پڑھیگا اور یہی مالکیہ کا مختار ہے
اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اللہم اھدنی فیمن ھدیت الخ پڑھے گا ہمارا استدلال حضرت عمر بن خطاب
کے فعل سے ہے نیز ابی بن کعب کے مصحف کے اندر کہ یا قنوت موجود ہے جو دو سورتوں کی شکل میں ہے
اور دونوں قنوت کو جمع کرے نیز شافعیہ کے یہاں قنوت بعد الرکوع اور ہمارے یہاں قبل الرکوع ہے

89 الفصل الاول عن عاصم الاحول یہ حدیث ہمارا مستدل ہے اس مسئلہ کے اندر کہ قنوت قبل الرکوع ۲۵
ہے چنانچہ ابو شیبہ کے اندر روایت نقل کی ہے جس کے اندر قبل الرکوع کا ذکر ہے اور بعد الرکوع جو
92 قنوت نازلہ کا ذکر ہے الفصل الثانی عن ابی مالک الاشجعی اس حدیث کے اندر قنوت کو امر ۱۱۴/۴
محدث (بدعت) قرار دیا ہے حالانکہ حضور سے یہ پڑھنا ثابت ہے ملا علی قاری نے جواب دیا کہ مواظبت اسپر
93 بدعت ہے الفصل الثالث عن الحسن :- اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب ۷
رمضان شریف کے اندر بیس روز تو تراویح پڑھاتے تھے اور جب آخری عشرہ ہوتا تو آپ
نماز پڑھنا چھوڑ دیتے تھے اور پیچھے آجاتے تھے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کرنا حضور کی
اقتداء کے اندر ہوتا تھا بعض نے کہا کہ کسی عذر کی وجہ سے تھا ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ وہ عذر تخلی بالنوافل ہے

# باب قیام شہر رمضان

تراویح کے مشروع ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے بعد رمضان کے اس مسئلہ کے اندر دو روایتیں ہیں 112/10
(۱) مشروع ہیں (۲) مردوں پر مشروع ہے عورتوں پر مشروع نہیں ہے - ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ بیس رکعت ہے
امام صاحب امام شافعی امام احمد کے نزدیک اس کی رکعات بیس ہیں وکل تیر رکعۃ بتسلیمتین حضرت شیخ
کی تحقیق کے مطابق امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے لیکن علامہ نووی اور ابن قدامہ نے نقل کیا ہے ان کے نزدیک
چھتیس رکعتیں ہیں اور اہل مدینہ کا دستور بھی یہی تھا - جمہور کا استدلال سائب بن یزید کی روایت
سے ہے کہ حضرت عمر و عثمان کے زمانہ میں سب نے بیس رکعات پڑھی ہیں یزید بن رومان سے امام مالک نے
روایت نقل کی ہے ۲۳ رکعت ہے - محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعات تو سنت مؤکدہ ہے اور
بارہ رکعات مستحب ہیں کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت
سے زائد نہیں پڑھتے تھے - مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول اس حدیث کی وجہ سے صحیح نہیں
کیونکہ دوسری جگہ حضور کا ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین لہذا عمر و عثمان کی سنت بھی ہم
پر واجب ہے آج کل غیر مقلدین نے بھی اس مسئلے کو خوب اچھال رکھا ہے کہ رکعات تراویح آٹھ ہیں
اور بارہ رکعات مسنون نہیں اور یہی حدیث عائشہ سے استدلال کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ عائشہ
کی حدیث تراویح کے باب میں نہیں بلکہ باب صلوۃ اللیل سے متعلق ہے انہوں نے اعتراض کیا ہے کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح ثابت نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ آپ کا کہنا صحیح ہے لیکن ابن عباس
نے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہے اور حضرت عمر و علی اور
حضرت عثمان سے بھی ثابت ہے ان کے زمانے میں بیس رکعات پڑھی گئی ہیں - حضرت امام صاحب
سے سوال کیا گیا کہ تراویح کیا ہے آپ نے جواب دیا کہ بیس رکعت ہے ان لوگوں کا ایک اعتراض
یہ ہے کہ حضرت عمر کا فعل ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے تھے بلکہ صاحب الوحی حضور کے فعل
1295 وعمل کی اقتدا فرماتے تھے **الفصل الاول عن زید بن ثابت** [illegible] حدیث کے اندر اختلاف ہے 11
کہ تراویح کا منفرداً پڑھنا اولیٰ ہے یا جماعت سے پڑھنا اولیٰ ہے امام محمد امام احمد اسحاق بن راہویہ
عبد اللہ بن مبارک کے نزدیک جماعت کے ساتھ اولیٰ ہے کیونکہ شعار اسلام میں سے ہے اور ان کا اظہار اولیٰ
1300 امام مالک امام شافعی کا مذہب ہے کہ منفرداً پڑھنا اولیٰ ہے **الفصل الثانی عن زید بن ثابت** 115/23
علماء نے جواب دیا کہ دلائل کے واسطے اپنے گھر کے اندر اور انفرادی طور پر ہے مسجد نبوی کے اندر پڑھنا اولیٰ ہے
1301 [illegible] **الفصل الثالث عن عبد الرحمن** [illegible] حدیث کے اندر اس جملہ
نعمت البدعۃ غیر مقلدین نے تراویح کے بدعت ہونے پر استدلال کیا علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بدعت کی 7
دو قسمیں ہیں ایک حسنہ اور ایک بدعت غیر حسنہ جو بدعت کسی اصل کے تحت داخل ہو وہ حسنہ اور جو داخل
نہ ہو وہ سیئہ ہے اور یہ تحت الاصل داخل ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے
علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس بدعت سے بدعت لغوی مراد ہے ورنہ نفس جماعت بدعت نہیں بلکہ وہ
حضور سے ثابت ہے **والتی تنامون عنہا** الخ یعنی آخر رات میں تراویح کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے
ہمارے حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ابتداء وقت سے لیکر انتہاء وقت تک پڑھنا زیادہ ثواب ہے 7

1302 عن السائب بن یزید :۔ باب تراویح کے اندر روایات مختلف ہیں بعض میں گیارہ ۔ بعض تیرہ 115/8
اور بعض کے اندر اکیس اور کسی میں تئیس ۲۳ تک عدد رکعات کو بیان کیا گیا ہے اور جمع ان روایات
کے اندر ایسے ہوگا کہ جو لوگ قیام کو طویل کیا کرتے تھے وہ رکعات کے اندر کمی کرتے تھے اور جو رکعات کو زیادہ
1305 کرتے تھے وہ قیام کو کم کرتے تھے عن عائشہ :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلوق کے اعمال کو
پندرھویں شعبان کی رات میں آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور ایک روایت سے معلوم ہوا کہ 12
دوشنبہ اور پنجشنبہ کے دن بھی اعمال کا رفع ہوتا ہے دونوں کے اندر علماء نے جمع کیا کہ پندرھویں رات
کو تو تمام سال کے مجموعہ اعمال کا رفع ہوتا ہے اور دوشنبہ جمعرات کو ہفتہ کے اعمال کی پیشی ہوتی ہے
دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دخول جنت اعمال پر مرتب نہیں ہوتا بلکہ مشیئۃ الٰہی پر
موقوف ہے حالانکہ قرآن پاک کہتا ہے تلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون اس سے معلوم ہوا
کہ اعمال پر دخول مرتب ہوتا ہے علامہ ابن قیم نے جواب دیا کہ اعمال اسباب کے درجہ میں ہیں اور اسباب
پر مسببات کا وجود موقوف نہیں اور علت تامہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیئۃ ہے جس پر معلول کا وجود موقوف ہے

## باب صلوٰۃ الضحیٰ 115/24

اس کے حکم کے اندر علماء کا اختلاف ہے ۶ چھ اقوال ہیں (۱) مستحب ہے (۲) بغیر سبب کے مشروع نہیں
(۳) بالکل مستحب نہیں عبدالرحمٰن بن عوف اور ابن مسعود سے مروی ہے (۴) کبھی کرنا اور کبھی ترک مستحب ہے
(۵) مواظبۃ فی البیوت مستحب ہے (۶) بدعۃ ہے یہ ابن عمرؓ کا مذہب ہے ۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک مستحب ہے
حضرت ابن عمر سے جو بدعۃ کا قول منقول ہے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ یہ حضور سے ثابت ہے لہذا بدعۃ کہنا
کیسے صحیح ہے اسکا جواب[۱] دیا کہ ان کو علم نہیں ہوتا کہ حضور سے ثابت ہے جواب[۲] ابن عمر نے مساجد کے
1309 اندر کھلم کھلا پڑھنے کو بدعۃ قرار دیا ہے **الفصل الاول عن ام ھانی** :۔ جو لوگ صلوٰۃ ضحی کا
انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے جو حضور کا نماز پڑھنا ثابت ہے یہ بسبب ہے اور وہ سبب 25
شکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے فتح الغیب فرمائی تو اس فتح مکہ کے شکریہ میں حضور نے نماز پڑھی تھی اور اتفاق
سے ضحی کے وقت میں واقع ہوگئی ۔ اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ چاشت (ضحی) اور اشراق
یہ دونوں الگ ہیں یا ایک ہیں ۔ اکثر حضرات صوفیاء کرام کی رائے یہ ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں کیونکہ
امام ترمذی نے شمائل کے اندر حضرت علی سے ایک روایت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک کے
متعلق نقل کی کہ یصلی اربعا اذا کان الشمس ھھنا من وقت العصر ویصلی اربعا اذا کان الشمس ھھنا
من وقت الظہر تو اس روایت کے اندر تصریح وارد ہوگئی کہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں ۔۔۔۔
1310 عن معاذۃ :۔ اس حدیث کے اندر حضرت عائشہ سے نقل کیا گیا کہ حضور چار رکعتیں پڑھتے تھے 26
اور مسلم و بخاری کی ایک روایت کے اندر وارد ہوا کہ حضرت عائشہ سے نقل کیا گیا کہ میں نے سرکار
دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی صلوٰۃ الضحی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اب ان دونوں کے اندر جمع کرنے
اور تطبیق دینے کے اندر علماء کے تین مسلک ہوگئے ۔ مسلک اول :۔ اس کو ابن عبد البر نے اختیار
کیا اور فرمایا کہ یہ روایت معاذۃ کی غلط اور صحیحین کی روایت صحیح ہے مسلک ثانی :۔ امام نووی نے

1310 دخول کے اندر جمع کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عادۃً چاشت کے وقت اکثر اپنے اہلِ بیت کے پاس ہوتے تھے اور ۱۱۵/۲۶
حضرت عائشہ کے پاس نہیں ہوتے تھے تو اس وجہ سے حضرت عائشہ نے نفی فرما دی امام بیہقی فرماتے ہیں
نفی سے مواظبت کی نفی مراد ہے اور جہاں اثبات کا ذکر ہے وہاں اثبات احیاناً مراد ہے
مسلک ثالث :- یہ روایت حضرت معاذہ کی مثبت ہے اور صحیحین کی روایت حقیقت نہیں بلکہ نافی ہے
11 اور مثبت مقدم ہوا نافی پر عن ابی ذر :- اس حدیث پاک کے اندر لفظ سُلامٰی سلامۃ کی جمع ہے ۱۱۶/۱
انگلی کے پورے کو کہتے ہیں اور یہاں اس کے اعضاء کے جوڑ مراد ہیں اور ہر جوڑ کا صدقہ واجب ہے اور ان
کے بدن کے اندر تین سو ساٹھ (۳۶۰) جوڑ ہوتے ہیں لہذا ہر ایک کا صدقہ واجب ہے اور ان تمام کیلئے حضور نے بتلا دیا
کہ چاشت کی نماز ان تمام جوڑوں کے صدقہ کیلئے کافی ہے حدیث شریف کے اندر دو رکعت صلوۃ ضحی کی بیان
کی گئی ہے ایک جانب کی تو یہ تحدید ہوگئی لیکن دوسری جانب کی تحدید کو بیان نہیں کیا گیا چنانچہ ابن جریر
اسود بن یزید حسن بصری ابو سعید خدری وغیرہ سے جو روایات مروی ہیں ان میں تحدید نہیں ہے علامہ باجی
اور علامہ سیوطی نے اسی کو راجح قرار دیا ہے کوئی تحدید نہیں ہے علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ بارہ رکعت کے محصور
ہونے پر کوئی روایت دال نہیں البتہ علامہ عراقی نے نقل کیا ہے صرف علامہ رویانی نے حصر نقل کیا ہے
اور علامہ نووی اور علامہ رافعی نے ان کا اتباع کیا ہے دوسری جماعت کہتی ہے کہ جانب اخر کے اندر بھی
تحدید وارد ہوئی ہے چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے احمد اور ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ ان کے یہاں
عدد رکعات محصور ہیں چنانچہ امام احمد اور حنفیہ کا رسید ت پر اجماع ہے کہ اقلہا رکعتان۔ البتہ اکثر کے اندر اختلاف
ہو رہا ہے کہ ان کا کتنا عدد ہے مالکیہ کے یہاں آٹھ رکعت ہیں لیکن مالکیہ میں قاضی ابو الولید باجی
نے حصر کو غلط قرار دیا ہے۔ حنابلہ کے یہاں آٹھ ہیں۔ شافعیہ سے دو روایتیں ہیں ایک آٹھ کی
اور ایک بارہ کی اور اول ہی معتبر ہے حنفیہ کے یہاں اقل دو رکعت ہیں اور اوسط آٹھ ہیں اور اکثر
بارہ رکعات ہیں واوسطہا افضلہا۔ اوسط پر ہمارا استدلال حضرت ام ہانی کی حدیث سے ہے
اور بارہ پر ہمارا استدلال حضرت انس بن مالک کی حدیث سے ہے عن زید بن ارقم :- اس
حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز چاشت کا نام ہی صلوۃ الاوابین ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ جو بعد المغرب ادا کی جاتی ہے وہ ہے
13 الفصل الثانی عن ابی الدرداء :- اس حدیث قدسی کے اندر جو چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اس کے ۵
متعلق بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے صلوۃ ضحی مراد ہے ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس سے فجر کی سنتہ اور فرض مراد ہیں
20 الفصل الثالث عن ابی سعید :- اس حدیث سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ [illegible] ہمیشہ پڑھتے تھے اور ۱۷
نہ ہمیشہ ترک کرتے تھے لیکن ممکن ہے کہ آپ ہمیشہ پڑھتے ہوں لیکن کبھی گھر کے اندر اور کبھی مسجد کے اندر پڑھتے
ہوں تو اس صورت میں یہ ابو سعید کا مقولہ ان کے علم پر موقوف رہے گا اور یا یہ کہ اس حدیث سے عدم مواظبت
اور مواظبت کو بیان کرنا مقصود ہے اور آپ نے مداومت اس لئے نہیں کی کہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔ ۲۰

## بَابُ التَّطَوُّعِ (الفصل الاول)

22 عن ابی ہریرۃ :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال حضور سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے حالانکہ ۲۰
حضور سے پہلے کوئی بھی جنت میں نہیں جائیگا علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ قرب کی وجہ سے آگے

1322 دخول اول کیا تو تنبیہ کردیا لیکن اس جواب کو رد کردیا گیا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں یہ جواب کا دعا علم ۱۱۶/۲۰
ہے اور اس کیلئے نفس الامر میں واقع ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہمارے بعض مشائخ کی رائے ہے کہ آپ ﷺ بعد دخول
ہوئے ہیں خادم ہونے کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے تا کہ حضور کے آنے سے پہلے تیاری کریں۔ اس حدیث
سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تحیۃ الوضوء مستحب ہے البتہ اس کے اندر اختلاف ہے کہ ذوات الاسباب میں سے ہے یا نہیں
شافعیہ اس کو ذوات الاسباب میں سے قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے اوقات مکروہہ کے اندر بھی تحیۃ الوضوء جائز ہے
اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اوقات مکروہہ میں ادا نہیں کرسکتا کیونکہ ذوات الاسباب میں سے نہیں ہے
لیکن حنفیہ کے یہاں تحیۃ الوضوء کیلئے ایک شرط ہے کہ اعضاء کے اندر جفاف ہو۔ عن جابر:۔
اس حدیث کے اندر نماز استخارہ کا ذکر ہے استخارہ باب استفعال کا مصدر ہے اور مشتق ہے خیرۃ یا خیر سے
خیرۃ پسندیدہ شی کو کہتے ہیں فی الامور سے مراد بخاری شریف کے اندر لفظ کلھا کی زیادتی ہے امام ابن
عارف بن ابی جمرہ فرماتے ہیں الامور عام مخصوص منہ البعض ہے حرام۔ مکروہ۔ کا خیر کے
اندر استخارہ نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ استحباب کے قائل ہیں ان دونوں رکعتوں کے اور بعض نے وجوب کا قول کیا ہے

24 **الفصل الثانی عن علی قال:۔** اس حدیث کے اندر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صدق ابوبکر یہ حضرت ۱۱۷/۳
علی نے اس وجہ سے فرمایا کہ حدیث کے بارے میں حضرت علی کا قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی آدمی داخل ہوتا تھا تو وہ
جب کوئی حدیث سنتے تو اس پر قسم لیتے تھے لیکن ابوبکر سے قسم نہیں لیتے تھے اور فرماتے تھے صدق ابوبکر
اب اشکال ہوتا کہ حضرت علی قسم کیوں لیتے تھے جبکہ علما کا اتفاق ہے کہ الصحابۃ کلھم عدول اس وجہ سے
بعض علماء نے استحلاف والی روایت کو باطل اور ضعیف قرار دیا ہے جواب یہ ہے کہ استحلاف
والی روایت صحیح ہے اور قسم لینے سے صحابہ کا کذب لازم نہیں آتا بلکہ احتیاطاً لیتے تھے
27 کرتے تھے عن عبد اللہ بن ابی اوفی: اس حدیث پاک سے صلوٰۃ الحاجت کا ثبوت ہوا جس کی نماز دو رکعت ۹
ہے دو رکعت ہے اور مستحب ہے حنفیہ کے نزدیک تسلیم کے ساتھ روایتیں ہیں یا دو رکعت مستحب ہے
یا چار رکعت مستحب ہے یا بارہ رکعتیں ہیں علامہ شامی فرماتے ہیں کہ بارہ رکعت پڑھی اور ثبوت پایا

## باب صلوٰۃ التسبیح ۱۲

28 صلوٰۃ التسبیح والی حدیث میں علما کا اختلاف ہے۔ ابن الجوزی۔ ابن تیمیہ۔ ابن عبد الہادی نے انکار کیا
ہے اس کے برخلاف ابو موسیٰ المدینی۔ ابوبکر آجری۔ ابن المنذر وغیرہ حضرات نے اس حدیث کی تصحیح و تحسین کی ہے
تیسری جماعت کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے ابن الجوزی بھی اسی طرف مائل ہیں علامہ نووی۔ ابن حجر
کے کلام میں تعارض ہے بعض جگہ تو انہوں نے حسن لغیرہ اور دوسری جگہ اس حدیث کو معلول بالشذوذ قرار دیا ہے
حضرت مولانا عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ
ظہیر احسن نیموی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے بلکہ کثرت طرق کی بناء پر صحیح لغیرہ بھی ہوسکتی ہے اور صلوٰۃ التسبیح
کے اوقات کے اندر دو طریقے مذکور ہیں ایک اس روایت کے اندر اور دوسرا عبد اللہ بن مبارک کی حدیث کے اندر اور
اس کے اندر ثناء کے بعد تعوذ و تسمیہ سے پہلے پندرہ بار اور پھر قرأۃ کے بعد دس بار اور باقی رکوع کے بعد اور باقی صورت وہ
ہے جو اس حدیث کے اندر مذکور ہے اور اس حدیث کے اندر ثناء کے بعد قرأۃ سے پہلے پندرہ بار پڑھنے کا

1328 ذکر نہیں بلا قراءۃ کے سجود بقدرہ درجہ کا ذکر ہے اور رکعت کے پورا ہونے کے بعد اٹھنے سے پہلے بیٹھکر دس مرتبہ پڑھے ۱۱۷/۱۴
اور دوسرے سجدہ دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہونیکا ذکر اس حدیث کے اندر ہے ابن المبارک کی حدیث میں اسکا ذکر نہیں آگے
دوسرے صاحب قنیہ نے ابن المبارک کی روایت کو اختیار کر لیا کیونکہ وہ علامہ مذہب کے حق پر ہے اسکے اندر جلسہ استراحت
لازم نہیں آتا اور اس حدیث کے اندر لازم آتا ہے مگر صاحب بحر اور اکثر حضرات نے اسی طریقہ کو اختیار کیا
جو اس حدیث ابن عباس کے اندر ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں یہ نماز خلاف قیاس ہے لہذا کبھی وہ اسکو اور کبھی دوسرے طریقے
30 کو اختیار کرے علامہ کشمیری نے بھی اسی کو پسند فرمایا عن ابی هريرة۔ اس حدیث سے معلوم ہوا سب سے پہلے نماز
کا حساب ہوگا اور ص ۲۹۹ پر ایک حدیث آرہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے سب سے پہلے حساب دماء خون وغیرہ کا ہوگا ۲۳
دونوں کے اندر علماء نے جمع ایسے کیا حقوق العباد کے اندر سب سے پہلے حساب دماء کا ہوگا اور حقوق اللہ میں سب سے پہلے
حساب نماز کا ہوگا فيكمل بها ما انتقص یہ تکمیل یا تو باعتبار کمیت کے ہوگی یعنی اگر اس نے اپنی زندگی کے
اندر فرائض کو کم کر دیا اور تمام کی ادائیگی نہیں کی تو نوافل کو ملا کر فرائض کی مقدار پوری کر دی جائیگی اور یا باعتبار ۲۵
کیفیت کے تکمیل ہوگی یعنی اگر خشوع و خضوع کے اندر کمی ہوگی تو نوافل کے ذریعہ اسکو پورا کر دیا جائیگا۔ اجزاء کی
باقی فرماتے ہیں خشوع کا مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ آگے زکوۃ کا ذکر ہے وہ درحقیقت خشوع و خضوع مراد نہیں ہے

# باب صلوة السفر ۱۱۸/۲

33 انسان کی دو ہی حالتیں ہیں ایک حضر کی اور ایک سفر کی۔ اور چونکہ حضر اکثری حالت اور سفر بہت کم واقع ہوتا
ہے پہلے اکثر کے احکام کا تذکرہ تھا اب آگے کے احکام مذکور ہوتے ہیں۔ سفر ماخوذ ہے سفر یسفر (ض)
سے جسکے معنی کھولنے کے ہیں کیونکہ احوال رجال کو یہ کھولتا ہے۔ ابو الولید ابن رشد نے نقل کیا ہے اقصر کرنا
نماز کے اندر مشروع ہے۔ حضرت عائشہ سے ایک روایت کے اندر ہے اقصر خائف کیلئے جائز ہے اور غیر خائف
کیلئے جائز نہیں ہے۔ قصر کے حکم میں بھی علماء کا اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک واجب ہے اشہب نے امام مالک
سے نقل کیا ہے واجب ہے اور یہی مذہب ہے سفیان ثوری۔ حماد بن سلیمان کا۔ امام شافعی سے منقول ہے قصر
رخصت ہے۔ امام مالک اور امام احمد سے مروی ہے کہ سنت ہے دوسری روایت ہے کہ افضل ہے۔ شوافع کی دلیل
ہیں جنکے ہیں عافیت طلب کرتا ہوں۔ جو لوگ سنت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں آیت کریمہ واذا ضربتم
فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوة سے اقصر پر فرمایا کوئی گناہ نہیں ہے علماء احناف نے جواب
دیا آیت کے بارہ میں خود اختلاف ہے بعض کی رائے ہے کہ اس قصر کیفیت مراد ہے اس صورت میں اسکا
محمل صلوة الخوف ہے اور بعض کی رائے ہے کہ اس سے قصر کمیت مراد ہے اس صورت میں صلوة السفر پر محمول ہے
تو آیت کے اندر جب دونوں احتمال ہیں تو استدلال غلط ہے دوسرا جواب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ ان لوگوں پر محمول ہے
جو قصر کے اندر گناہ ہی سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے استدلال کیا حضرت عائشہ سے روایت ہے ان کل ذلک قد فعل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قصر الصلوة واتم۔ اس حدیث کا جواب ہے کہ اسکا راوی ابراہیم بن ابی یحیی ہے جو متروک ہے
ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور اس میں عمرۂ رمضان کا ذکر ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ آپ نے کبھی عمرہ
رمضان کے اندر نہیں کیا لہذا اتمام کا قول سیرۃ مطہرہ کے خلاف ہے۔ حضرات حنفیہ کے استدلال مختلف احادیث
سے ہیں حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ نماز پہلے دو رکعت فرض تھی لیکن ہجرت کے بعد چار ہوگئی مگر صلوة سفر ہجرت کے

1333 بعد دوسری رکعت میں جیسے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں الصلوۃ الفطر رکعتان وصلوۃ الاضحی رکعتان وصلوۃ الجمعۃ رکعتان 118/2
وصلوۃ السفر رکعتان الخ ایسے ہی حضرت ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کا قول ہے کہ سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ
السفر رکعتین وہی تمام غیر قصر اور ایسے ہی مختلف روایات ہمارا مستدل بن سکتی ہیں۔ نیز اگر اتمام جائز ہوتا تو حضور
بیان جواز کیلئے ضرور کرتے بلکہ حضرت عثمانؓ نے اتمام کیا تو ان پر لوگوں نے نکیر کی اور ان کا تاویل کرنا دلیل ہے کہ حضور سے
1333 اتمام ثابت نہیں ورنہ تاویل کی کیا ضرورت تھی **الفصل الاول عن النبی** :- مقدار سفر جس میں قصر ثابت 2
ہوتا ہے اس میں ائمہ علماء کا اختلاف ہے امام صاحب۔ ابن مسعود، شعبی، نخعی، عثمان بن عفان، سفیان ثوری
ان تمام کے نزدیک سیر وسط کیساتھ تین دن تین رات کی مسافت قطع کرنے سے قصر صحیح ہوتا ہے۔ امام احمد اور
امام شافعی امام مالک ان حضرات کے نزدیک چار برید کا قصد کرنے سے قصر کی اجازت ہے اور چار برید امام شافعی کے
یہاں اڑتالیس میل کا اور امام مالک کہتے ہیں اڑچھیالیس میل کا ہوتا ہے لیکن واضح رہے کہ یہ سب اقوال
متقارب ہیں چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مولانا زکریا فرماتے ہیں کہ صورۃً تو ہمارا عدد زائد ہے اور حقیقۃً
اگر دیکھا جائے تو ان کے یہاں مقدار سفر ہم سے زیادہ ہے ظاہریہ کے نزدیک تین میل کی مسافت کے قصد سے بھی
قصر کی اجازت ہے اور یہ حدیث استدلال کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ذوالحلیفہ میں قصر کیا اور وہ مدینہ سے
تین میل پر ہمارا طرف سے جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ حضورؐ نے تو مکہ کا قصد کر رکھا تھا اس لیے وہاں قصر کی
صرف وہیں تک کا قصد نہیں تھا اور ابن حزم ظاہری کے نزدیک ایک میل کی مسافت کے قصد سے بھی قصر جائز ہے
35 **عن یعلی بن امیۃ** :- اس حدیث کے اندر قصر کو حضورؐ نے صدقہ فرمایا اس سے شوافعؒ عدم وجوب پر استدلال کیا 4
ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ صدقہ بھی کبھی کبھی واجب ہوتا ہے نیز حضورؐ نے فاقبلوا امر کا صیغہ ارشاد فرمایا
37 **عن ابن عباسؓ** :- اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ کتنے ایام کی اقامت کی نیت سے آدمی اتمام کرے گا 9
اس میں مختلف اقوال ہیں (۱) ابن مسیب فرماتے ہیں کہ وضع رحال اگر کر دیا تو نماز کا اتمام کرے (۲) اگر
ایک دن ایک رات کے قیام کی نیت کرے تو اتمام کرے یہ مذہب ربیعہ کا (۳) تین دن تین رات کے اقامت کی
نیت سے یہ بھی سعید بن المسیب کی ایک روایت ہے (۴) چار رات چار دن کے قیام کی نیت سے امام احمد اور
امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے (۵) چار دن سے زیادہ کی نیت سے مقیم بن جاتا ہے ابن رشد نے امام احمد اور
داؤد ظاہری سے نقل کیا ہے (۶) بائیس نمازوں کی نیت کرنے سے مقیم بن جاتا ہے ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ امام
احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے (۷) دس دن اور دس رات کی نیت سے مقیم بن جاتا ہے یہ مذہب ہے حضرت علیؓ کا
(۸) بارہ دن و رات کی اقامت کی نیت سے مقیم ہوجاتا ہے یہ مذہب ہے ابن عمرؓ کا (۹) تیرہ دن و رات کی نیت
سے مقیم ہوجاتا ہے یہ مذہب ہے بعض سلف کا (۱۰) پندرہ دن کی اقامت کی نیت سے حنفیہ کا مذہب ہے
ابن مسیب اور ابن عمرؓ سے بھی یہی مروی ہے امام مزنی کا بھی یہی مسلک ہے (۱۱) سولہ دن و رات کی اقامت
سے یہ مذہب ہے لیث بن سعد کا (۱۲) سترہ دن کی اقامت سے امام شافعی کی ایک روایت ہے (۱۳) دوسری
روایت امام شافعی کی جیسے پندرہ دن و رات کی اقامت کی نیت سے مقیم ہوجاتا ہے (۱۴) اسحاق بن راہویہ کے
نزدیک انیس دن رات کی اقامت کی نیت سے مقیم ہوجاتا ہے (۱۵) بیس دن کی اقامت کی نیت سے یہ ابن حزم
کا مذہب ہے (۱۶) امام احمد کا مذہب ہے کہ اکیس دن کی اقامت کی نیت سے اتمام واجب ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ

1337 ورنہ دن رات کی نیت سے مقیم بنتا ہے وہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن روایات مختلف ہیں بعض 118/9
کے اندر انیس اور بعض میں اٹھارہ اور بعض میں سترہ دن کا ذکر ہے۔ اسمیں علماء نے جمع کیا ہے جو لوگ
انیس والی روایت سے استدلال کرتے ہیں اس روایت کے اندر راوی نے یوم الدخول والخروج دونوں کو شمار
کرلیا۔ اور جسکے اندر اٹھارہ ہے اسمیں یوم الدخول والخروج کو ایک شمار کرلیا اور جسکے اندر سترہ ہے اسکے
اندر دونوں دن کا اعتبار نہیں کیا۔ ہمارا مستدل ابن عمر کی وہ روایت ہے جسکو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے
39 کہ آپ نے پندرہ دن کی اقامت کی نیت سے اتمام صلوۃ فرمایا عن ابن عباس۔ اسپر تمام کا اتفاق ہے احناف 12
کے اندر جمع بلا عذر جائز نہیں اور عذر کی صورت میں جمع صوری جائز ہے اور جمع صوری کہتے ہیں ظہر کی نماز کو
آخری وقت کے اندر اور عصر کی نماز کو اول وقت کے اندر پڑھے اور اسکے مقابل جمع حقیقی ہے ظہر کی نماز کے
وقت میں عصر کی نماز کو پڑھنا۔ یہ تو حضر کے متعلق تھا۔ سفر کے اندر بھی اختلاف ہے عرفہ اور مزدلفہ کے
اندر بالاتفاق جائز ہے اور ان دونوں کے علاوہ میں اختلاف ہے جسکے اندر علماء کے مختلف اقوال ہیں۔
۱ حسن بصری، امام صاحب، ابن سیرین، مکحول، نخعی کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں ہے ۲ امام شافعی امام احمد
اسحاق بن راہویہ، اشہب مالکی کے نزدیک یجوز کما یجوز القصر ۳ یجوز اذا جدّ بہ السیر یعنی جب جلدی کی
ہو اور تیزی سے چل رہا ہو تو جائز ہے یہ امام مالک کا مذہب ہے ۴ یجوز اذا اراد قطع الطریق ابن حبیب
مالکی کا مذہب ہے اور قطع طریق کا مطلب ہے مسافر چل رہا ہو اور اگر کہیں بیٹھ گیا اور سواری سے اتر
گیا تو اب جائز نہیں ہے ۵ مکروہ ہے یہ روایت ہے امام مالک کی ۶ جمع تاخیر جائز ہے جمع تقدیم
جائز نہیں یہ ابن حزم کا مذہب ہے۔ امام شافعی کا استدلال ان روایات سے ہے جسکے اندر جمع وارد ہوئی
حضرت معاذ کی روایت بھی ان کا مستدل ہے کیونکہ اسکے اندر جمع کا ذکر ہے ہم کہتے ہیں کہ جتنی روایات
سے آپ استدلال کرتے ہیں ان میں حضرت معاذ والی روایت کے علاوہ جتنی احادیث ہیں اور
صراحتا ان کے اندر جمع وارد ہوا ہے وہ صحیحین کی روایات نہیں اور جو صحیحین کی روایات ہیں ان
سے صراحتا جمع معلوم نہیں ہوتا اور حضرت معاذ والی حدیث کا جواب ہے کہ اسکے متعلق ابن حبان نے
لکھا ہے کہ وہ غیر محفوظ ہے امام ابوداؤد نے اسکو منکر قرار دیا ہے۔ حاکم ابو عبد اللہ صاحب مستدرک نے
اسکو موضوع قرار دیا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ قتیبہ اسکے ساتھ متفرد ہیں۔ نیز اسکے اندر
خالد مدائنی ایک راوی ہے جس سے گڑبڑ واقع ہوئی ہے نیز اسکے معارض طبرانی کی روایت ہے
جو خود حضرت معاذ سے مروی ہے جسکے اندر ہے کہ آپ نے ظہر کو آخر وقت کے اندر اور عصر کو اول وقت کے
پڑھا ہے اس سے خود معلوم ہوگیا کہ حضرت معاذ کی دوسری روایت کے اندر بھی جمع صوری مراد ہے
ہمارا استدلال آیت کریمہ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا سے ہے کہ نماز فرض کی گئی ہے
اپنے اپنے وقت کے اندر۔ ابن مسعود کی روایت کے اندر ہے کہ آپ نے کبھی جمع نہیں کیا الا بعرفتین۔ ان لوگوں نے
اعتراض کیا کہ جمع نہ ہونے کی صورت میں حرج لازم آئیگا اور شریعت کے اندر حرج مدفوع ہے ہم کہتے ہیں کہ
اسمیں حرج نہیں ہے نیز حنابلہ کے مسلک میں صاحب مجمع جمع صوری کے قائل ہیں نیز شیخ ابن عربی بھی جمع
صوری کے قائل ہیں۔ لہذا جن روایات کے اندر جمع وارد ہوا ہے ان تمام میں جمع صوری مراد ہے

1340 الاحوذی عن ابن عمرؓ: راحلہ پر کونسی نماز جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے اس کے اندر اختلاف ہے فرائض کے 118/15

اندر بلا عذر متفقہ طور پر جائز نہیں ہے نوافل کے اندر ابو یوسف، ابو سعید اصطخریؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے

یہی مذہب انس بن مالک سے مروی ہے جمہور کے نزدیک حضر میں نوافل جائز نہیں امام مالک فرماتے ہیں کہ اس سفر کے اندر نماز

جائز ہے جس کے اندر قصر کی اجازت ہو۔ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا گیا کہ اگر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر

نماز شروع کرے اور پھر جس طرف چاہے پھیرے تو جائز ہے اور وتر علی الراحلہ کا ذکر ماقبل میں آ چکا ہے

44 **الفصل الثانی عن معاذ بن جبل**: یہ حدیث شافعیہ کا مستدل ہے جمع بین الصلوتین کے اندر 22

اور اس کے جوابات ماقبل میں گذر گئے نیز اس حدیث کو ابن حزم نے معلول قرار دیا اور اگر ہم اس کی

صحت کو تسلیم کر لیں تو حضرت گنگوہی جواب دیتے ہیں کہ جمع کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ جمع دونوں

کا ظہر کے وقت میں ہو دوسرے یہ کہ دونوں کا جمع عصر کے وقت میں ہو تیسرے یہ کہ ہر ایک کا جمع اپنے اپنے وقت

کے اندر ہو جس کو جمع صوری کہتے ہیں جب جمع کے اندر تینوں احتمال ہیں تو ان میں سے ایک کو متعین کر لینا

ترجیح بلا مرجح ہے، نیز صریح آیت ان الصلوۃ کانت الخ کے خلاف حدیث محتمل کو راجح قرار دینا

48 صحیح نہیں ہے **الفصل الثالث عن عائشہؓ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پہلے دو رکعت فرض تھی 119/6

چنانچہ ابو بشیر دولابی فرماتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول منگل کے روز چار رکعت فرض ہوئی۔ علامہ سہیلی

فرماتے ہیں کہ چار رکعت ہجرت کے ایک سال بعد فرض ہوئی حدیث شریف کے اندر جو جملہ آیا ہے کہ اقرت صلوۃ

السفر علی الفریضۃ الاولی اس پر اشکال ہوا کہ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ صلوۃ سفر حدیث سے دو ہی رہی ہیں

حالانکہ قرآن کی آیت لا جناح علیکم ان تقصروا من الصلوۃ الآیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے چار ہیں

اور پھر ان کے اندر قصر کا حکم لگایا جا رہا ہے جواب۱: پہلے معلوم ہو چکا کہ آیت کریمہ کے اندر صلوۃ الخوف

مراد ہے جواب۲: مآل کے اعتبار سے کہہ دیا یعنی مدینہ کے اندر اگرچہ رکعات چار تھیں لیکن جب

آیت نازل ہوئی اور قصر ہوا تو اب اس کا مآل وہ ہوا جو ابتدائے مکہ میں تھا۔ **تاولت کما تاول عثمانؓ** 8

یہ تشبیہ مطلق تاویل کرنے کے اندر ہے ورنہ فی نفسہ حضرت عائشہ کی تاویل اور ہے حضرت عثمانؓ کی تاویل اور ہے

حضرت عائشہ کی تاویل۱ تو یہ ہے کہ قصر اور اتمام دونوں کو جائز قرار دیتی تھیں۔ تاویل۲ چونکہ وہ ام المومنین

تھیں لہذا قصر اسفار سے نہیں کرتی تھیں اس سفر کے اندر جس گھر کے اندر بھی جاتی تھیں اس کو اپنے بیٹے کا گھر

سمجھتی تھیں۔ اور حضرت عثمانؓ کی تاویل یہ ہے کہ اعراب چونکہ اس وقت جمع تھے اور وہ لوگ نماز

سیکھتے تھے تو اگر دو رکعت ان کے سامنے پڑھی جاتی تو جب وہ گھر جاتے تو سمجھتے کہ ظہر و عصر و عشاء کی

دو ہی رکعت ہے تو گویا تعلیماً للاعراب آپؓ نے ایسا کیا اس کا جواب امام طحاوی نے اشکال کے طرز پر یہ دیا

کہ کیا بات اعراب اس وجہ من زمنہ الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضورؐ کے زمانے تو اعراب لوگ

تعلیم کے زیادہ محتاج تھے بہ نسبت حضرت عثمانؓ کے زمانے کے۔ دوسری تاویل حضرت عثمانؓ کی یہ بیان کی گئی

کہ حضرت عثمانؓ نے قیام کا ارادہ کر لیا تھا اس لئے اتمام کیا اس کا جواب دیا گیا کہ اگر انہوں نے نیت کر لی تھی

تو یہ کوئی پوشیدہ بات نہ تھی اور تاویل کی ضرورت ہی پیش آتی نیز حدیث کے اندر ممانعت ہے کہ ہجرت

کے بعد تین دن سے زیادہ مکہ کے اندر قیام نہ کرو تو حضرت عثمانؓ حدیث اور ارشاد نبوی کے خلاف کیسے

1348 گو رسکتے تھے اسکا جواب یہ دیا گیا کہ حدیث کے اندر ان لوگوں کا استثناء ہے جنہوں نے ملک کے اندر گھوڑے وغیرہ 119 ۸
میں رکھا ہو اور حضرت عثمان نے بھی ملک کے اندر تا قل کیا تھا۔ تاویل تیسری ان کی بیان کی گئی کہ انہوں نے قصر
واتمام دونوں کو جائز قرار دے رکھا تھا اسی کو ابن بطال نے نقل کیا اور حضرت گنگوہی نے حق قرار دیا ہے

49 عن ابن عباس :۔ اس حدیث کے اندر وارد ہوا کہ وفی الخوف رکعۃ اسی بناء پر امام ترمذی نے فرمایا کہ اس ۸
حدیث کے ترک پر اجماع ہے ہم کہتے ہیں کہ ترک کہنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ مطلب ہے فی الخوف رکعۃ مع الامام

## باب الجمعۃ (الفصل الاول) ۱۵

جمعہ کے اندر میم پر سکون کسرہ اور ضمہ تینوں جائز ہیں اور ضمہ افصح لغات ہے اور اگر بفتح المیم ہے تو جامع کے معنی
میں ہے اور اگر بضم المیم ہے تو مجموع کے معنی میں ہے کیونکہ اس کے اندر خیر کو جمع کیا جاتا ہے جمعہ کی وجہ تسمیہ کے
اندر اختلاف ہے (۱) لانہ جمع فیہ خلق آدم و ہو الاصح الوجہ (۲) حضرت آدم اور حضرت حوا میں اجتماع اس
دن ہوا (۳) قریش اور ہر قوم کا اجتماع ہوتا ہے (۴) قصی ابن کلاب کے پاس قریش اس دن میں جمع
ہوتے تھے ——— (۵) کعب بن لوی جمع کرکے وعظ کرتے تھے (۶) اسعد بن زرارۃ اکٹھے کرکے نماز پڑھتے تھے

54 عن ابی ہریرۃ :۔ ثم ہذا یومہم الذی فرض علیہم کا ارشاد ہے جمعہ کے دن کی طرف ہے اب سوال واردہو تا کہ ۱۵
یہود و نصاریٰ کو کیا حکم تعیین اس کے اندر دو قول اختلاف کرلیں اور جواب جمعہ کے دن عبادت کرنے کا اشارہ
ہفتہ کے دن اور یہود ہفتہ کا دن عبادت کیلئے اختیار کریں اس کا جواب اول یہ ہے کہ متعین نہ کیا کہ عبادت اگرچہ
جمعہ کے دن فرض ہوئی لیکن انکو اجتہاد میں غلطی ہوئی اور ہفتہ اور یکشنبہ کو جمعہ سمجھا جواب ۲ اگرچہ تعیین ہوئی
جمعہ کی تعیین کا علم تھا لیکن انہوں نے تعیین اختیاری سمجھی جواب ۳ غلطی ہوئی اور پھر انکو حکم دیا گیا تھا
لیکن اپنی شرارت اور عناد کی وجہ سے مخالفت کی جواب ۴ علامہ تمیمی فرماتے ہیں کہ سنو جمعہ کا
حکم تھا لیکن انہوں نے جو دن اختیار کیا وہ صحیح واقع ہوا اور انکو انہوں نے جو دن اختیار کیا وہ غلط واقع
ہوا عن ابی ہریرۃ :۔ اس حدیث پاک کے اندر ان نعمتوں کا ذکر ہے جو جمعہ کے دن ملا ہر ہوئیں اسی میں ایک نعمت
وخروج آدم کو بھی ذکر کیا لیکن اس کا نعمت ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ نعمت
نہیں ابن العربی فرماتے ہیں کہ یہ نعمت ہے کیونکہ یہ سبب ہے نسل عظیم کا مساجد و معابد انبیاء کرام اور سرکار
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باسعود کا حضرت گنگوہی کا رجحان بھی اسی طرف ہے ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم الجمعۃ
اس جمعہ سے اگر ایک جمعہ مراد ہے اور ساعۃ ایام الدنیا مراد ہے تو آدم کا قیام کم ہوگا اور اگر جمعہ سے مختلف جمعے
مراد ہیں اور ساعۃ ایام الاخرۃ ہیں تو قیام طویل ہوگا ایسے ہی اگر ایک جمعہ مراد ہے اور ساعۃ ایام الاخرۃ تو بھی قیام طویل ہوگا

58 عن ابی بردۃ :۔ اس بات کے اندر اختلاف ہے کہ اس ساعۃ کا وجود ہے یا نہیں ایک جماعت کی ۲۵
رائے ہے کہ ساعۃ اٹھالی گئی اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ اس کا وجود ہے پھر اس کے اندر بھی دو جماعتیں ہیں
کہ سال بھر کے اندر ایک جمعہ کے اندر ہے یا ہر جمعہ کے اندر ساعۃ ہوتی ہے بعض کے نزدیک صرف ایک جمعہ کے
اندر اور دوسری جماعت کے نزدیک ہر جمعہ کے اندر ساعۃ ہوتی ہے پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ وہ ساعۃ مجہول ہے
یا متعین دونوں قول ہیں اور وقت معین کے اندر بعض نے استیعاب کا قول کیا اور بعض نے وقت محدود بتلایا
جس کے اندر مختلف اقوال ہیں ان میں دو قول زیادہ مشہور ہیں اول جس وقت خطیب منبر پر بیٹھے لیکر اختتام نماز تک

1358 ہونے تک۔ ثانی عصر کے بعد غروب شمس تک پہلے قول کو امام بیہقی۔ ابن العربی۔ امام نووی نے اختیار کیا اور دوسرے
قول کو امام احمد۔ حضرت ابوہریرہ۔ عبداللہ بن سلام اور شیخ حنفیہ نے نقل کیا قول اول کے قائلین اس حدیث
سے استدلال کرتے ہیں اور قول ثانی والے فصل ثانی کی پہلی حدیث کو مستدل بناتے ہیں **الفصل الثانی**

62 **عن ابی ھریرۃ:۔** یہ حدیث تفسیر ہے آیت کریمہ والسماء ذات البروج والیوم الموعود وشاھد ومشھود
کی یعنی آیت کریمہ کے اندر الیوم الموعود سے قیامت کا دن اور شاھد سے یوم جمعہ اور مشہود سے یوم عرفہ مراد ہے۔
یوم جمعہ کو شاھد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ خود لوگوں پر حاضر ہوتا ہے اور یوم عرفہ کو مشہود اس وجہ سے
کہتے ہیں کہ لوگ اسکے پاس جاتے ہیں وہ خود ان کے پاس نہیں آتا۔ اس حدیث سے جمعہ کا افضل ہونا
معلوم ہوا اور عبداللہ بن قرط کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم نحر افضل ہے اور ایک روایت کے اندر یوم عرفہ
کے افضل ہونے کا ذکر ہے لہذا پہلے تو عرفہ اور نحر والی روایت کے اندر جمع اور پھر جمعہ والی روایت کے اندر
جمع دیکھا ہے نحر اور عرفہ والی روایت کے اندر جمع یہ ہے کہ نحر والی روایت کے اندر لفظ اعظم وارد ہوا ہے
اور یوم عرفہ والی روایت کے اندر لفظ افضل صراحۃ وارد ہوا ہے لہذا جس کی صراحۃ فضیلت معلوم ہوئی وہ راجح
ہوگا اور یوم عرفہ اور جمعہ والی روایت کے اندر جمع یہ ہے کہ یوم عرفہ افضل ایام سنۃ کے اعتبار سے اور یوم جمعہ افضل
63 ہے ایام اسبوع کے اعتبار سے **الفصل الثالث عن ابی لبابۃ:۔** اس حدیث کے اندر آسمان۔
زمین۔ دریا۔ جبال ان تمام کو بیان کیا گیا کہ یہ ڈرتے ہیں جمعہ کے دن سے اور جمعہ کے دن سے ڈرنے کی وجہ یہ ہے کہ
قیامت کے خوف سے ڈرتے ہیں کہ قیامت اس دن میں واقع ہوگی اور جبال۔ ہوا۔ ارض سے مراد اسکے
رہنے والے ہیں۔ یا فی نفسہ ان تمام اشیاء کے اندر ادراک کی قوۃ ہے اس وجہ سے وہ ڈرتے ہیں۔

66 **عن ابی الدرداء:۔** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کا درود بلا واسطہ کشف
یا بواسطہ ملائکہ کے پہنچتا ہے چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدہ ملائکہ اس کام کیلئے مقرر
ہیں۔ ایک مسئلہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اپنی قبور کے اندر باحیاۃ ہیں نیز شہداء و صالحین
بھی باحیاۃ رہتے ہیں اب اشکال عقلی ان پر متوجہ ہوگا کہ حیاۃ انبیاء اور حیاۃ شہداء صالحین میں کیا
فرق رہا کیونکہ حیاۃ برزخیہ تو تمام کو حاصل ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بعض علماء کی رائے ہے کہ حیاۃ دنیوی
صرف انبیاء کرام ہی کو حاصل ہے لیکن حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ
حیاۃ سب کو حاصل ہے لیکن دونوں کی حیاۃ میں فرق ہے وہ یہ کہ انبیاء کرام کی حیاۃ اقوی اور دوسرے لوگوں
کی حیاۃ اقوی نہیں ہے **یرزقون** بعض کی رائے ہے کہ اس سے رزق معنوی مراد ہے ممکن ہے کہ دیدار الہی اور تجلیات
معنوی ہیں۔ اور بعض کی رائے ہے کہ اس سے رزق حسی مراد ہے چنانچہ ملا علی قاری کی رائے ہے کہ اس سے رزق
67 حسی ہی مراد ہے **عن عبداللہ بن عمرو:۔** فتنۃ قبر سے مراد سوال قبر وغیرہ ہے انبیاء کیساتھ شہداء الحق کیے

## باب وجوبہا

اس کے اندر اختلاف ہے کہ جمعہ کب واجب ہوا حافظ نے اپنا مذہب ثابت کرنے کیلئے فرمایا کہ ہجرت کے بعد جمعہ
واجب ہوا ہے لیکن علامہ سیوطی۔ ابوحامد شافعی کی رائے ہے کہ سورۃ جمعہ کے نازل ہونے سے پہلے مکہ کے اندر جمعہ
واجب ہوا۔ ابن حجر مکی نے اسی کو اختیار کیا علامہ شوکانی نے بھی اسی کو اختیار کیا

## الفصل الاول (۲۱)

1370 عن ابن عمر و ابی ہریرۃ :- لیختمن اللہ علی قلوبہم اس کے علماء نے چند مطلب بیان فرمائے (۱) اپنے لطف و کرم سے محروم فرما دیگا (۲) کافر بنا دیگا (۳) ان پر کفر و بدبختی کی علامت لگا دیگا جس سے انکو فرشتے پہچان لیں گے 121/12 13

## الفصل الثانی

1371 عن ابی الجعد الضمری :- ان کا نام عمرو بن بکر ہے اور من ترک ثلث جمع کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل تین جمعہ چھوڑ دے۔ مطلب یہ ہے کہ سال بھر کے اندر تین جمعہ غیر متوالیات ہوں لیکن اول راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک روایت کے اندر متوالیات کی قید آئی ہے تھاوناً کی قید لگا کر اعذار کو نکال دیا مثلاً مرض ۔ سفر ۔ وغیرہ کی وجہ سے ترک کردے 14 15

74 عن سمرۃ بن جندب :- اس حدیث کے اندر نصف دینار کی قید اتفاقی ہے اور مقصود مطلقاً صدقہ کرنا ہے اور 16

75 اس سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائیگی گناہ ختم ہوگا عن عبد اللہ بن عمرو :- جو شخص شہر کے اندر مقیم اور 17/18 تندرست آزاد ہو ایسے شخص پر بالاتفاق تمام کے نزدیک جمعہ واجب ہے اس کے علاوہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر شہر سے باہر ہو تو جمعہ واجب ہے یا نہیں اس کے اندر مختلف اقوال ہیں (۱) اگر شہر سے ایک میل باہر ہے تو اس پر جمعہ واجب ہے حنفیہ کے نزدیک (۲) دو میل اگر باہر ہے تو جمعہ واجب ہے (۳) اگر تین میل دور ہو تو واجب ہے یہ لیث بن سعد کا مذہب ہے (۴) ربیعۃ الرائے کے نزدیک چار میل اگر دور ہے تو واجب ہے (۵) زہری کے نزدیک چھ میل (۶) مجاہد سے مروی ہے کہ اگر دس میل ہے تو جمعہ واجب ہے (۷) جو شخص اذان سنے اس پر واجب ہے مؤذن کی آواز کو سنے یہ مذہب ہے امام شافعی ۔ امام احمد ۔ اسحٰق بن راھویہ ۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے امام مالک سے بھی اسی مذہب کو نقل کیا

اس کے اندر بھی اختلاف ہے اہل قری پر جمعہ واجب ہے یا نہیں ۔ حضرت امام صاحب فرماتے ہیں اہل شہر پر جمعہ واجب ہے اور اہل قری پر واجب نہیں ہے یہی مذہب حضرت علی ۔ حذیفہ ۔ حسن بصری ۔ ابن سیرین کا ہے امام بخاری ، امام شافعی کی رائے ہے کہ قری کے اندر جمعہ ہے ۔ حنفیہ کہتے ہیں جمعہ کی نماز اور نمازوں کی طرح نہیں بلکہ بہت سے شرائط اور قیود کیساتھ مقید ہے چنانچہ خود امام شافعی اور امام احمد نے چالیس آدمیوں کی قید لگا دی ہے لہذا اسکا حکم بھی اور جملہ نمازوں کی طرح نہیں ہوگا ۔ حضرات شافعیہ کا مستدل[۱] یہ ہے کہ ابوداؤد شریف کے اندر حضرت ابن عباس کی حدیث وارد ہوئی ہے ان اول جمعۃ جمعت فی الاسلام بعد جمعۃ جمعت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ لجمعۃ جمعت بجواثی قریۃ من قری البحرین یعنی حضور کی مسجد کے بعد سب سے پہلے جمعہ جو ادا کیا گیا جواثی کے اندر ادا کیا گیا جو بحرین کا ایک گاؤں ہے مستدل[۲] عبد الرحمٰن بن کعب کی حدیث ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضور کے مدینہ آنے سے پہلے ہم کو حرۃ بنی بیاضہ کے اندر ھزم نبیت میں اسعد بن زرارہ نے نماز پڑھائی ہے اور حرہ بنو بیاضہ بھی ایک گاؤں ہے مستدل[۳] یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے حضرت عمر کی خدمت میں خط لکھا ہم ادھر ادھر جنگل میں چھوٹے چھوٹے گاؤں میں کیا جمعہ پڑھیں تو جواب میں حضرت عمر نے لکھا تھا جمعوا حیث کنتم ۔ جہاں بھی تم ہو جمعہ ادا کرو

1375 یہ تین مستدل حضرات شوافع کے ہیں اور حضرات حنفیہ کرام کے استدلالات یہ ہیں: حضرات حنفیہ کا مستدل (۱) 121/18
حضرت جابر کی حدیث جو مشکوۃ ص۲۲۵ پر اس سے نہایت طویل حدیث ہے اسکے اندر ہے ثم اذن بلال
ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر الخ تو یہ جمعہ کا دن تھا واقعہ ہے اور اسکے باوجود حضور نے نماز ظہر ادا فرمائی
تو جس سے معلوم ہوا کہ قری کے اندر جمعہ نہیں ہے۔ مستدل (۲) حضرت علی فرماتے ہیں لا جمعۃ ولا تشریق الا فی
مسجد جامع اور ایک روایت کے اندر ہے لا جمعۃ ولا تشریق ولا اضحی ولا فطر الا فی مسجد جامع ہو گا قال
پر اشکال ہوا کہ یہ تو حضرت علی کا قول ہے حضور کا ارشاد نہیں ہے اسکا جواب محقق ابن ہمام نے دیا کہ صحابی
کا قول فیما لا یدرک میں مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے لہذا یہ مرفوعاً ثابت ہے۔ مستدل (۳) حضور جب مکہ
سے چلے اور قباء کے اندر چودہ دن قیام فرمایا تو ایک دفعہ بھی آپ نے جمعہ نہیں پڑھا بلکہ بنو سالم کے
اندر آکر جمعہ ادا فرمایا جو کہ مدینہ کے اندر اور نواحی کے اندر ہے مستدل (۴) حضرات صحابہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانے میں مختلف مقامات کے اندر مختلف غزوات کے اندر جمعہ منقول نہیں ہے لہذا جواثی کی کیا خصوصیت
کہ اسکے قریہ ہونے کے باوجود جمعہ ہو گیا یقیناً وہ بلد ہو گا چنانچہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی آتا ہے قرآن
پاک بار بار پکار کر قریہ کا اطلاق بلد پر کرتا ہے کہتا ہے کہ قریتین عظیم۔ اور اس سے مکہ۔ طائف
عظیم الشان دونوں شہر مراد ہیں ایک جگہ وارد ہوا ہے واسئل القریۃ اور اس سے مراد شہر ایلاء ہے
علامہ ابن الاثیر جزری فرماتے ہیں کہ اسکے اندر بھی جواثی کے اندر قلعہ موجود ہے۔ علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ
جواثی شہر تھا لہذا ابن عباس کی حدیث ہمارا استدلال ہے نہ کہ شافعیہ کا ان کا دوسرا مستدل عبدالرحمن
بن کعب کی حدیث ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حرہ بنو بیاضہ اور حزم نبیت مدینہ کے اندر ہے چنانچہ طبرانی
کے اندر ایک روایت ہے ابو نعیم نے ابن مندہ سے نقل کیا ہے جسکے اندر تصریح ہے کہ وہ مدینہ کے اندر ہے
نیز ابن عبدالبر نے بھی مدینہ کے اندر ہونے کی تصریح کی ہے۔ تیسرا استدلال شافعیہ کا حضرت عمر کا قول
جمعوا حیث کنتم سے ہے ہم پوچھتے ہیں کہ وہ لوگ بحرین تھے اور ان کا دفتر جب کسی مقام پر جائیں گے تو
شہر کے اندر ہو گا یا قصبہ اور گاؤں کے اندر ان کا دفتر قائم ہو گا یقیناً ان کا دفتر اور قیام شہر کے اندر ہوتا تھا
لہذا حیث ما کنتم کا مطلب ہے کہ جمعوا حیث ما کنتم من الامصار۔ نیز جب تم لوگ چالیس کے عدد کے
77 ساتھ تقیید کرتے ہو تو اگر ہم مصر کے ساتھ مقید کر لیں تو کونسا جرم ہے عن طارق بن شہاب 21
اس حدیث کے اندر چار کو گنایا کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں ہے داؤد ظاہری کے نزدیک غلام پر جمعہ واجب ہے امام احمد
سے بھی یہی ایک روایت ہے اور امام حسن بصری کہتے ہیں کہ مجرم اور اگر اسکو حکم ہو تو واجب ہے
80 الفصل الثالث عن جابر: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر پر جمعہ نہیں اور زہری و نخعی کے نزدیک واجب ہے 26

## باب التنظیف والتبکیر (الفصل الاول) 122/1

81 عن سلمان: اس حدیث کے اندر خوشبو کو مقید کر دیا اور بیت کی طرف اشارہ کر دیا کہ گھر والی کی خوشبو 2
لگانا جائز ہے نیز اشارہ کر دیا کہ دوسرے سے چھین کر اور غصب کر کے نہ لگائے ثم ینصت
ایک جماعت کے نزدیک انصات مسنون ہے جمہور کے نزدیک سنت واجب ہے اور یہ دونوں روایت منقول
ہے ہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ جو شخص کہنے تسبیح وغیرہ میں کوئی حرج نہیں ہے آگے چل کر

1381 فرماتے ہیں بقولہ مابینہ وبین الجمعۃ الاخری اس جمعہ اخری سے مراد جمعہ ماضیہ اور جمعہ آتیہ دونوں کا احتمال ہے لیکن اگلی 122/4
83 حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے جمعہ آتیہ مراد ہے **وعنہ قال** :۔ ومن مس الحصٰی فقد لغا اسکا مطلب ١ 7
یہ ہے کہ اسکا اجر باطل ہو جائیگا مطلب ٢ اس نے ایک غلط اور لغو کام کیا مطلب ٣ اسکی یہ جمعہ کی نماز ظہر کی نماز بن جائیگی
91 **الفصل الثانی عن معاذ بن انس** :۔ اس حدیث کے اندر آیا ہے کہ جو شخص نماز کی جماعت کے اندر لوگوں 23
پر پھاند کر آگے جائیگا **تو اتخذ جسرا** حافظ ابو الفضل عراقی نے اسکے متعلق بیان فرمایا کہ اتخذ مجہول
کا صیغہ اگر پڑھا جائے تو مطلب ہوگا کہ وہ پل بنایا جائیگا اور لوگ قیامت کے دن اس پر چلیں گے اور
اسکو روندیں گے اور معروف کے صیغے کی صورت میں مطلب ہوگا کہ اس نے اپنے اس عمل کی وجہ سے جہنم کا راستہ
اختیار کیا ۔ اسکے حکم میں بھی اختلاف ہے کہ تخطی جائز ہے یا نہیں ۔ امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے
بشرطیکہ آگے فرجہ نہ ہو اور اگر آگے فرجہ اور گنجائش بیٹھنے کی ہے تو جائز ہے ۔ حنابلہ کے نزدیک
مطلقاً مکروہ ہے خواہ امام ہو یا موذن ہو اور فرجہ نہ ہونے کی شرط ان کے یہاں بھی مشروط ہے ۔ مالکیہ فرماتے
ہیں کہ اگر امام کا ابھی تک اپنے حجرہ سے خروج نہیں ہوا اور آگے فرجہ ہے تو جائز ہے اسکے بعد بھی جائز
نہیں اور فراغ امام کے بعد بھی جائز ہے ۔ حنفیہ کے نزدیک بلا ایذاء قبل خروج الامام تو جائز ہے اور اسکے
93 بعد جائز نہیں ہے **عن معاذ بن انس** حبوۃ کے معنی گوٹ مارنے کے ہیں اسکے حکم میں بھی اختلاف ہے 24
حافظ عراقی عدم کراہۃ کی طرف مائل ہیں علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے ۔ امام ابوداؤد
فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے بھی اس کو مکروہ سمجھا ہو سوائے عبادہ بن نسی کے ۔ اب جو لوگ عدم
کراہۃ کے قائل ہیں وہ اس حدیث کا جواب ١ یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے چونکہ اسکے اندر سہل بن
معاذ ۔ ابو مرحوم عبد الرحیم بن میمون دو راوی ہیں اور دونوں ضعیف ہیں جواب ٢ ملا علی قاری فرماتے ہیں
کہ حضورؐ نے اسکے اندر ممانعت کسی ذاتی خرابی کی وجہ سے نہیں کی بلکہ علت خارجیہ کی بناء پر ہے اور وہ یہ کہ
اس حالت کے اندر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جواب ٣ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ دو چیزیں ہیں ایک احتواء
الحبوۃ ۔ اور ایک احتباء حضورؐ نے اس حدیث کے اندر احتواء الحبوۃ سے منع فرمایا یعنی اس خطبہ کی
حالت کے اندر وہ حبوہ اختیار کرے ۔ اور احتباء ممنوع نہیں اور نہ مکروہ ہے یعنی پہلے ہی سے اگر
کوئی ایسے بیٹھا ہوا ہو تو اجازت ہے کوئی ممانعت نہیں ہے اور یہ صحابہ سے مروی ہے

## باب الخطبۃ والصلوٰۃ 123/11

جمہور علماء کا اتفاق ہے جمعہ کے واسطے خطبہ واجب ہے اور بغیر خطبہ کے جمعہ صحیح نہیں ہے ۔ داؤد ظاہری ۔
حسن بصری ۔ عبد الملک مالکی کے نزدیک بغیر خطبہ کے بھی جمعہ صحیح ہے ۔ امام صاحب کے نزدیک خطبہ کے
اندر ذکر طویل کا ہونا ضروری نہیں تسبیح و تحمید و تہلیل بھی ایک مرتبہ کافی ہے صاحبین کے نزدیک ذکر طویل
کا ہونا ضروری ہے ۔ اسحاق بن راہویہ ۔ اوزاعی ۔ ابن القاسم مالکی ۔ داؤد ظاہری کا مذہب بھی
یہی ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دو خطبوں کا ہونا ضروری ہے ۔ امام صاحب کا استدلال فاسعوا الی
ذکر اللہ الخ سے ہے اور یہ ذکر عام ہے ۔ البتہ خطبتین کے مسنون ہونے کے امام صاحب بھی قائل ہیں
1401 **الفصل الاول عن انس** :۔ جمہور کے نزدیک زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوتا ہے ظاہریہ بھی 11

1401 امام احمد کی رائے جبکہ زوال سے پہلے جمعہ کا وقت ہو جاتا ہے ان لوگوں کا استدلال سہل بن سعد کی ایک ۱۲۳/۱۱
حدیث سے ہے کہ اور دوسرا استدلال ایک اور روایت ہے جسکے اندر ہے کہ وما نجد للحیطان فیئاً یعنی ہم جمعہ
کی نماز پڑھکر ایسے سویرے لوٹتے تھے کہ دیواروں کا سایہ بھی نہیں ہوتا تھا ۔ اس حدیث کا جواب
علامہ نووی نے دیا کہ اس قسم کی احادیث کا مقصود ابتکار شدید کو بیان کرنا ہے اور سہل بن سعد کی حدیث کا
جواب دیا کہ قیلولہ کا اصل وقت دوپہر ہے تو اس نام کو اس وقت سے ہٹا کر دوسرے وقت کے قیلولہ پر کر دیا
1405 تو گویا حدیث کے اندر استعمال مجازی پایا جا رہا ہے عن جابر: ۔ اس حدیث سے بین الخطبتین جلوس ۲۰
۱۲۳ط ثابت ہوا ہے یہ جلوس ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے عن ام ھشام
(ق) اس حدیث سے سورۂ ق کے پڑھنے کا ثبوت ہوا امام شافعی امام احمد کے نزدیک اسکا پڑھنا جمعہ کی
12 نماز میں واجب اور ہمارے نزدیک مستحب ہے عن ابی ھریرۃ: ۔ کون مدرک جمعہ ہے اور کون نہیں اسکے ۲۷
اندر اختلاف ہے ۔ مجاہد ۔ طاؤس ۔ عطاء کے نزدیک اگر کسی کا خطبہ فوت ہو گیا تو جمعہ فوت ہو گیا
حماد بن سلیمان ۔ حکم ۔ امام صاحب ۔ امام نخعی کے نزدیک اگر خطبہ کا حصہ پا لیا تو جمعہ پا لیا ۔ امام
شافعی امام مالک امام احمد کے نزدیک اگر ایک رکعت پالی تو جمعہ پڑھے ورنہ ظہر کی نماز ادا کرے اور ان
کا استدلال مشکوٰۃ شریف کی آخری حدیث ابوھریرہ کی ہے اس سے ہے ۔ اسکا جواب جمہور نے دیا کہ اسکے اندر ایک
راوی یاسین زیات ہے جو کہ ضعیف ہے ۔ امام نسائی نے اسکے متعلق لکھا کہ وہ متروک ہے ۔
13 **الفصل الثانی عن ابن عمر:** ۔ جمہور کے نزدیک منبر پر خطبہ دینا مستحب ہے ۔ بعض علماء کی رائے جبکہ ۱۲۴/۱
15 مکہ کے اندر منبر پر خطبہ نہ دے بلکہ باب کعبہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دے **الفصل الثالث عن جابر:** ۵
خطبہ کے اندر قیام حنفیہ ۔ حنابلہ بعض مالکیہ ۔ ابن القصار ۔ ابن العربی ۔ عبد الوہاب وغیرہ کے نزدیک
مستحب ہے یہی شافعیہ کی ایک وجہ ہے ۔ امام شافعی اور اکثر مالکیہ کا مذہب ہے کہ قیام واجب ہے ۔

## 1420 باب صلوٰۃ الخوف ۱۲۴ط ۱۴

صلوٰۃ الخوف کے مشروع ہونے اور باقی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے ۔ علامہ مزنی ۔ حسن بن زیاد اور
(واذا) امام ابو یوسف کے نزدیک مشروع نہیں کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ اور اسکے
اندر خطاب حضور کو خطاب ہے لہذا آپ ہی کی خصوصیات میں سے ہے ۔ جمہور علماء خلفاً عن سلف قائل ہیں
کہ نماز خوف مشروع ہے صاحب ہدایہ ۔ محقق بن قدامہ نے استدلال کیا کہ صحابہ نے حضور کے بعد متعدد
مواضع اور غزوات کے اندر صلوٰۃ الخوف پڑھی ہے اور تمام علماء کا اسی پر اجماع ہے ۔ اب اس کے
اندر بھی اختلاف ہے کہ اسکی مشروعیت کب ہوئی ۔ جمہور کی رائے جبکہ غزوۂ ذات الرقاع کے اندر
مشروعیت ہوئی البتہ اس غزوہ کے وقوع میں چند قول ہیں ۴ھ ۔ ۵ھ ۔ ۶ھ ۔ ۷ھ اور بعض کی
رائے جبکہ غزوۂ بنو نضیر کے اندر اسکی مشروعیت ہوئی ہے ابن قیم اور حافظ عسقلانی کا رجحان ہے
کہ غزوۂ عسفان کے اندر مشروعیت ہوئی ہے لہذا یہ غزوۂ ذات الرقاع سے قبل واقع ہوا
اس کی صورتیں بھی علماء نے مختلف ہی بیان کیے ۔ ابن القصار فرماتے ہیں کہ اسکی دس صورتیں مروی ہیں
حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ اس نماز کی سترہ صورتیں حدیث سے مروی ہیں ۔ ابن العربی نے چوبیس

صورتیں بیان کیں ان میں ہر ایک صورت مختار ہے اس لئے ان میں اولیٰ اور بہتر کا اختلاف ہے
امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سہل بن ابی حثمہ کی صورت زیادہ مختار ہے اور وہ یہ ہے کہ امام لشکر کا دو
حصے کرے ایک دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور ایک گروہ کو نماز پڑھائے اور ایک رکعت سے فارغ
ہو کر جب کھڑا ہو جائے تو پیچھے والی جماعت اپنی دوسری رکعت بغیر امام کے پوری کرے اور امام کھڑا ہو کر انتظار
کرتا رہے گا اور جب اس جماعت کی نماز پوری ہو جائے تو یہ دشمن کے مقابل جائے اور دوسری جماعت آئے اور
امام دوسری رکعت ان کو پڑھائے گا اور بیٹھ کر انتظار کرے گا اور یہ جماعت اپنی دوسری رکعت بغیر امام کے پوری
کرے گی اور امام اس جماعت کے ساتھ سلام پھیر دے گا۔ حضرات شافعیہ فرماتے ہیں کہ دو حال سے خالی نہیں
یا تو امام اور قبلہ کے بیچ میں دشمن ہوگا یا نہیں اگر ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو امام اور دشمن
کے درمیان پردہ حائل ہوگا یا نہیں اگر پردہ حائل ہے یا دشمن درمیان میں نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں
میں اوپر بیان کردہ صورت مختار ہے جو اوپر حنابلہ کی گذری اور اگر امام اور قبلہ کے درمیان دشمن ہے
اور کوئی چیز حائل نہیں تو امام لشکر کی دو صف کرے ایک آگے اور ایک دوسرے پیچھے اور رکوع تک نماز شروع
کرائے رکوع تک دونوں صفیں امام کے ساتھ شریک رہیں گی اور سجدہ کے اندر آگے کی صف جائیگی اور
پیچھے کی صف کھڑی رہیگی اور دونوں سجدوں کے پورا ہو جانے کے بعد امام اور صف اول کھڑا ہو جائیں اور
صف ثانی سجدہ کرینگی اور سجدہ کرنے کے بعد صف ثانی آگے آئیگی اور صف اول پیچھے ہو جائیگی اور رکوع تک
دونوں شریک رہیں گی اور سجدہ کے اندر صف اول جائیگی اور صف ثانی کھڑی رہیگی اور پچھلی صف کے سجدے
کے بعد دوسری صف سجدہ کریگی اور پھر دونوں ایک ساتھ سلام پھیرینگے۔ امام مالک کے نزدیک اسی صورت
مختار ہے جو حنابلہ کی ہے البتہ فرق یہ ہے کہ حنابلہ کے یہاں امام انتظار کرے گا اور امام مالک کے نزدیک انتظار
نہیں کرے گا بلکہ جماعت ثانی کے نماز پوری کرنے سے پہلے ہی سلام پھیر دیگا اور امام مالک کا اول قول بعینہ وہی
ہے جو حنابلہ کا ہے البتہ دوسرے قول میں یہ فرق کیا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ امام لشکر کے دو حصے کرے
ایک دشمن کی طرف چلا جائے اور ایک حصہ کو ایک رکعت نماز پڑھائے اور پھر یہ دشمن کے مقابلہ میں چلا
جائے اور دوسرا واپس آئے اور امام ان کو دوسری رکعت پڑھائے رکوع کے بعد امام سلام پھیر دیگا اور یہ
جماعت دشمن کے مقابلہ میں جائیگی اور پہلی جماعت اپنی دوسری رکعت آکر پوری کریگی اور سلام پھیر کر
چلی جائیگی اور دوسری جماعت واپس آکر مع قرأت کے اپنی دوسری رکعت پوری کرکے سلام پھیر دے —
امام احمد نے اپنے مذہب پر سہل ابن ابی حثمہ کی روایت سے استدلال کیا۔ اور حضرت صالح بن خوات کی حدیث
بھی ان کا مستدل ہے۔ امام شافعی نے اول دو صورتوں کے اندر تو ان دونوں حدیثوں سے استدلال کیا اور ان کے
یہاں جو تیسری صورت ہے کہ امام اور قبلہ کے درمیان دشمن بلا پردہ و حائل کے ہو تو ایسے وقت میں ان کا
استدلال حضرت جابر کی حدیث سے ہے ~~استدلال کیا~~ امام مالک کا استدلال اس روایت سے ہے جسکو یحییٰ بن
سعید انصاری نے قاسم بن محمد سے اور انہوں نے صالح بن خوات روایت کیا اس روایت کے اندر امام احمد کے مستدل
صالح بن خوات والا میں فرق یہ ہے کہ ایک میں سلام کے اندر انتظار کا ذکر ہے اور ایک میں ذکر نہیں ہے
حضرت امام صاحب کا استدلال جسکو ابوبکر جصاص اور صاحب ہدایہ نے بیان کیا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی

1420 حدیث ہے جسکی تخریج امام ابوداود و نسائی نے کی ہے اور دوسرا مستدل سالم بن عبد اللہ کی حدیث ہے لیکن علماء محققین ۱۲۴/۱۴
کے نزدیک ابن مسعود کی حدیث سے استدلال قوی ضعیف نہیں چنانچہ محقق ابن ہمام نے یہ اعتراض کیا کیونکہ ابن مسعود
نے جو صورت نماز کی بیان کی اسمیں اور امام صاحب والی صورت کے اندر فرق ہے اسکے جواب میں محقق ابن ہمام فرماتے
ہیں کہ امام محمد نے کہا۔ دارقطنی نے اندر ابن عباس کی ایک حدیث ذکر کی ہے جسکے اندر جو صورت بیان کی گئی ہے
وہ بعینہ امام صاحب والی صورت ہے لہذا ابن مسعود کی حدیث کا محمل بھی وہ حدیث ہوگی اگرچہ ابن عباس والی
حدیث مرسل ہے لیکن ہمارے ہاں کا قول فیصلہ یہ ہے کہ یہ ارسال کے اندر مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے لہذا وہ حدیث بھی قابل قبول ہے
اب احادیث ہر قسم کی چونکہ موجود ہیں لہذا ترجیح کے اندر بھی اختلاف ہوگیا امام احمد و شافعی نے صحت کے اعتبار
سے ایک حدیث کو ترجیح دیکر اپنا مذہب ثابت کردیا اور امام مالک نے عمل کے اعتبار سے اپنی دلیل کو ترجیح دی
امام صاحب کے یہاں ترجیح کا پہلا ذریعہ قرآن پاک پر نظر و فکر ہے چنانچہ ہم نے اپنی اختیار کردہ صورت کو
قرآن کے مطابق پایا فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتأت طائفة اخرى الخ ہمارے مذہب کی تائید ہے نیز
30 حضرت امام صاحب نے اپنی اس صورت کو جسمیں اقامت یہ مسئلہ جو کوفہ کے اندر مقیم تھے

## الفصل الاول

عن سالم بن عبد اللہ:۔۔۔ یہ حدیث ہمارا مستدل ہے اسکے اندر ہے کہ فقام کل واحد منهم فركع لنفسه الخ اسکے ۱۴
دو مطلب ہو سکتے ہیں مطلب ۱ دونوں طائفوں نے اسی وقت معاً اپنی اپنی نماز پوری کر لی مطلب ۲ علی التعاقب
دونوں نے ادا کی یعنی ایک طائفہ دشمن کے مقابلہ میں چلا گیا اور دوسرے نے ادا کی اور پھر وہ چلا گیا اور اسی طائفہ نے
آکر اپنی نماز پوری کی اسی کو ابن ہمام وغیرہ حضرات نے راجح قرار دیا ہے اور دلیل رجحان عبد اللہ بن مسعود کی حدیث
ہے کیونکہ اسکے اندر یہ الفاظ صاف ذکر ہے اشہب مالکی۔ ابن عبد البر۔ امام اوزاعی نے بھی اسی کو اختیار
کیا ہے۔ مسئلہ اس حدیث کے اندر دو مسئلے اور ہیں ایک یہ کہ جب میدان کارزار خوب گرم ہو تو ایسے وقت نماز
کیسے پڑھی جائیگی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رجالاً رکباناً۔ ماشیاً جیسے بھی چاہے پوری کرلو۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ
نماز موخر کی جائیگی اسی کو ابن ابی لیلی مکحول نے اختیار کیا۔ ائمہ ثلاثہ کا مستدل اس حدیث پاک کے
جملہ آخری فرمادیا فان کان خوف هو اشد من ذلك صلوا رجالا قياما الخ اور امام صاحب کا مستدل غزوہ خندق ہے
جسکے اندر آپ نے نماز بعد میں قضاء فرمائیں لیکن یہ استدلال موقوف ہے اس بات پر کہ غزوہ خندق سے پہلے
صلوة الخوف کا حکم ہو گیا ہو لیکن اسکے اندر اختلاف ہے محقق ابن ہمام وغیرہ کی رائے جسکا حکم بعد میں ہوا
صاحب ہدایہ۔ ابوبکر جصاص۔ ابن العربی وغیرہ کی رائے جسکا غزوہ سے پہلے صلوة الخوف کا حکم ہوگیا تھا
مسئلہ دوسرا مسئلہ صلوة الطالب کا ہے یعنی ایک شخص بھاگا جارہا ہو اور دوسرا شخص اسکو پکڑنے کیلئے پیچھے
بھاگ رہا ہو تو ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہے اور اس نماز کا نام صلوة الطالب ہے طالب کہتے ہیں پیچھے بھاگنے
والے کو اور مطلوب وہ شخص ہے جسکو پکڑنے کیلئے وہ بھاگ رہا ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلوب تو کیف ما کان
نماز پڑھ سکتا ہے اور طالب یعنی جو شخص پکڑنے کیلئے بھاگ رہا ہے اسکے اندر تفصیل ہے جو ابھی امام صاحب
کے مذہب کے ذیل میں آئیگی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ مطلوب کیلئے راکباً نماز جائز ہے ماشیاً نماز
جائز نہیں ہے اور طالب کے متعلق امام صاحب فرماتے ہیں کہ زمین پر اتر کر پڑھنا پڑیگی یہی امام شافعی
کی ایک روایت ہے اور امام مالک کی بھی ایک روایت ہے دوسری روایت ان دونوں کی یہ ہے کہ زمین پر اترنے کی ضرورت نہیں

1427 **عن یزید بن رومان** اس روایت کے اندر محض صحابی سے مراد سہل بن ابی حثمہ مراد ہیں جیسا کہ اس حدیث کا آخر ۱۲۴/۱۹
میں مصنف نے بخاری کی تخریج کے اندر ذکر فرمایا۔ علامہ حافظ ابن حجر کا رجحان فتح الباری کے اندر اس بات کی طرف ہے
کہ اس سے مراد صالح بن خوات کے والد خوات بن جبیر ہیں چنانچہ ابن مندہ نے جو روایت صالح بن خوات سے نقل
کی ہے اس کے اندر محض صحابی کے بجائے عن ابیہ ہے **ذات الرقاع** اس غزوہ کی وجہ تسمیہ کے اندر علماء کا اختلاف
ہے (۱) بعض کہتے ہیں کہ چونکہ ان لوگوں کے جھنڈوں کے اندر کپڑے کے پھٹے ہوئے ٹکڑے اور چیتھڑے بندھے ہوئے
تھے اس لیے ذات الرقاع کہتے ہیں (۲) زخموں کی وجہ سے اپنے اعضاء پر پٹی اور کپڑے بندھے ہوئے تھے (۳) وہاں
کی زمین مختلف الوان کی تھی **عن جابر** :- یہ واقعہ مشکوۃ ص ۲۵۰ پر بھی آ رہا ہے اور اس آنے والے
مشرک کا نام غورث ابن الحارث ہے چنانچہ مستدرک حاکم بخاری مسند احمد کے اندر ان کے نام کی تصریح ہے
اصحاب سیر کے اندر اختلاف ہے کہ یہ مسلمان ہوا یا نہیں دونوں ہی قول ہیں اس روایت کے اندر بیان کیا گیا کہ
فکانت لرسول الله صلى الله عليه وسلم اربع ركعات وللقوم ركعتان۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ حضور سے جتنی صورتیں
مروی ہیں ان تمام کے اندر یہ صورت سب سے زیادہ اغرب ہے کہ آپ کی چار رکعت ہو جائیں اور آپ کے مقتدیوں
کی دو ہی رکعت ہو لہذا احتمال یہ ہے کہ آپ نے جب نماز پڑھائی ہوگی تو آپ مقیم ہوں گے اور صحابہ مسافر
ہوں گے۔ شوافع کہتے ہیں کہ اس کے اندر دلیل ہے صلوۃ المفترض خلف المتنفل کے جواز کی یعنی گویا حضور
کو چار رکعت نفل پڑھی ہوگی اور مقتدیوں نے اپنا فرض ادا کیا ہوگا اس پر اعتراض ہوا کہ پہلے یہ ثابت
کرو کہ حضور نے دو رکعت پر سلام پھیرا ہوگا حالانکہ اسکا ذکر کہیں بھی نہیں۔ بعض احناف جیسے کہ حضرت گنگوہی
بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ آپ کے ساتھ خاص ہے آپ کی فضیلت کی وجہ سے۔ بعض نے بیان کیا کہ سرکار دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کو اتمام اور قصر کے اندر اختیار تھا تو آپ نے اپنے لئے اتمام اختیار کیا اور صحابہ کیلئے قصر
اختیار کیا لیکن اس تاویل کا جواب ہے کہ حضور نے اتمام تمام عمر کبھی نہیں کیا جیسا کہ ابن قیم اور علامہ ابن تیمیہ نے
تصریح کی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ نماز آپ نے حضر کے اندر پڑھائی ہوگی اس لیے آپ نے چار رکعت
پڑھیں اور صحابہ کی رکعتان کا مطلب ہے کہ وللقوم ركعتان معه صلى الله عليه وسلم یعنی دو حضور کے ساتھ اور دو بعد میں پڑھی ہوں گی
لیکن اس تاویل پر بھی لوگوں نے اشکال کر دیا کہ صلوۃ الخوف حضر کے اندر حضور سے ثابت نہیں ہے .......
23 **وعنه قال** :- یہ حدیث شوافع کا مستدل ہے اور یہ صلوۃ الخوف غزوۂ عسفان کے اندر پڑھی گئی ہے۔ ۱۲۵/۴
24 **الفصل الثانی عن جابر** :- یہ حدیث حنفیہ مالکیہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے صلوۃ المفترض خلف المتنفل کا ثبوت
ہوا اور حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ امام شافعی کے استاد ۱۱
کا نام اس کے اندر معلوم نہیں ہو سکا۔ نیز اس کی دوسری طرق کے اندر ایک راوی عنبسہ بن سعید ہے اور وہ راوی متکلم فیہ ہے
دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکرہ کی روایت کے اندر اسی
قسم کا مضمون موجود ہے لہذا اب جواب ہوگا کہ یہ حضور کی خصوصیت ہے جواب ۳ علامہ حضرت امام طحاوی فرماتے ہیں کہ
نماز جب دو مرتبہ پڑھنے کی اجازت تھی اسوقت کا یہ واقعہ ہے اور بعد میں آپ نے منع فرما دیا۔ وفیہ ما فیہ
25 **الفصل الثالث عن ابی هریرة** اس حدیث کے ظاہر سے ابن عباس اور ان کے متبعین نے استدلال کیا
کہ صلوۃ الخوف ایک رکعت ہے لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ فتقوم لهم ركعة کا مطلب ہے کہ حضور کے ساتھ ایک ہوگی تھی ۱۲

# باب صلوٰۃ العیدین

۱۲۵/۱۸

1426 عید دراصل عود تھا واو ساکن ماقبل مکسور واو کو یا سے بدل دیا عید ہوگیا اسکی جمع اعیاد آتی ہے
قیاس کے موافق اسکی جمع اعواد ہونی چاہیے لیکن اس صورت میں التباس ہوگا اس اعواد سے جو عود
کی جمع ہے اسوجہ سے اعیاد جمع آتی ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ کے اندر مختلف قول ہیں (۱) کیونکہ یہ ہر سال لوٹ
کر آتی ہے (۲) خوشی لوٹ کر آتی ہے (۳) تفاؤلاً حضور اسکو عید کہتے تھے۔ یہ تینوں وجہ تسمیہ علامہ نووی
نے بیان فرمائی۔ نماز عید کے شروع ہونے کے وقت کے اندر بھی اختلاف ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ سنہ ۱ھ میں
شروع ہوئی اور بعض نے سنہ ۲ھ بتلایا اور بعض نے کہا اس شعبان کے اندر مشروعیت ہوئی ہے جسکے اندر
بعد والے رمضان کے اندر آپ نے پہلا روزہ رکھا تھا۔ بعض لوگوں نے جمع کیا ہجرت ربیع الاول کے اندر
ہوئی ہے لہذا اگر ہجرت کا مہینہ اس ربیع الاول سے پہلے جو محرم گذرا ہے اسکی اگر سنہ ہجرت کی ابتداء
ہے تو اس حساب سے لوگوں نے سنہ ۱ھ کہدیا اور جن لوگوں نے آئندہ محرم سے ہجرت کے سن ابتداء ہوئی تو انہوں
نے سنہ ۲ھ بتلایا۔ صلوٰۃ عید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اسکے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے (۱) فرض
عین ہے ابن حبیب مالکی کے نزدیک (۲) فرض کفایہ ہے امام احمد کا مذہب اور شافعیہ کی ایک وجہ ہے
(۳) سنۃ مؤکدہ ہے امام شافعی امام مالک کا مذہب ہے (۴) واجب ہے امام صاحب کا مذہب ہے (۵) سنۃ کفایہ ہے
یہ مروی ہے بعض مالکیہ سے۔ حنفیہ نے وجوب پر استدلال کیا آپ نے ہمیشہ مواظبت فرمائی ہے چنانچہ ابن عباس
فرماتے ہیں انہ صلى الله عليه وسلم داوم حتى مات اور مداومت بلا ترک وجوب کی دلیل ہے اور جو لوگ عدم وجوب کے
قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اعرابی کی حدیث سے جسکو آپ نے پانچ فرائض بتلائے تھے اور اس نے سوال
کیا ہل علی غیرھن تو آپ نے جواب دیا لا الا ان تطوع اور اسکا جواب یہ ہے کہ اعرابی نے فرائض کا
سوال کیا تھا اور آپ نے فرائض کے متعلق جواب دیا ہے اور ہم وجوب کے قائل ہیں۔

بہ تقدیم وجوب علیہم الخلفاء الدیوبندی ۱۲

## الفصل الاول

26 **عن ابی سعید** :- اس باب پر علماء کا اجماع ہے اس سے پہلے نماز پڑھی جائیگی اور اسکے بعد خطبہ ہوگا ۱۸
چنانچہ حضرت ابن عمرؓ۔ عثمانؓ۔ ابن زبیرؓ سے مروی ہے اس سے پہلے ان لوگوں نے نماز عید ادا فرمائی
اور اس کے بعد خطبہ دیا۔ حافظ عراقیؒ نے فرمایا ہے یہ ثابت نہیں ہے آگے اسپر النوویؒ نے مفصل کلام کیا۔
اب اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ نماز عید سے پہلے کس نے خطبہ دیا اور سب سے پہلے خطبہ دینے والا کون ہے
اسکے اندر مختلف قول ہیں ۱۔ حضرت امیر معاویہؓ ۲۔ حضرت عثمان غنیؓ ۳۔ زیاد ۴۔ مروان۔ اگر حضرت عثمانؓ
خطبہ کو نماز پر مقدم کرنا ثابت ہو جائے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ جماعت کے اندر کثرت تاخیر سے ہوتی ہے اور حضرت معاویہؓ نے
اتباعاً للعثمانؓ ایسا کیا۔ اور مروان کے تقدیم کرنے کی وجہ اسکی شرارت ہے وہ صحابہؓ اور حضرت
علیؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا تو صحابہ کرامؓ یہ بات سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور اٹھکر چلے جاتے تھے تو اس نے خطبہ
کو مقدم کر دیا اور نماز کو مؤخر تاکہ نماز کے انتظار تک تو یہ لوگ بیٹھے رہیں گے **عن جابر** :- علامہ ابو بکر
شاطبی کتاب الاعتصام کے اندر تحریر فرماتے ہیں ابن عبد البر نے اجماع نقل کیا ہے اس بات پر الصلوات مسنونہ
کیلئے اذان واقامت نہیں ہے البتہ بعض صحابہ مثلاً ابن الزبیر۔ معاویہ۔ عمر بن عبد العزیز سے منقول کیا گیا
ہے کہ یہ لوگ اذان واقامت کے نماز عید کیلئے قائل تھے اور سب سے پہلے کس نے احداث اذان کیا اسکے اندر
بھی علماء نے چند قول نقل کیے (۱) حضرت معاویہؓ (۲) حجاج بن یوسف (۳) مروان بن الحکم (۴) زیاد۔

1426 جمہور سے اجماع نقل کیا گیا ہے اذان و اقامت نہیں ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اور حضرت ابو بکر حضرت عمر رضی اللہ عنہم ۱۲۵/۱۸
سے اذان و اقامت ثابت نہیں ہے ۔ اب اسمیں بھی اختلاف ہے الصلوۃ جامعۃ کہہ سکتے ہیں یا نہیں
مالکیہ کے یہاں مکروہ ہے علامہ زرقانی مالکی نے بھی کراہت نقل کی ہے ۔ علامہ شعرانی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے
28 ملا علی قاری نے تو اس استحباب پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے **عن ابن عمر:** ۔ بعض روایات سے معلوم ہوا
حضرت عمر نے خطبہ کو مقدم کیا حالانکہ صحیحین کی روایت سے معلوم ہوا ان سے تقدیم صلوۃ ثابت ہے لہذا ان ۲۲
روایات کا جواب علماء نے یہ دیا کہ یہ ضعیف ہے اور صحیحین کی حدیث راجح ہوگی جواب ۲ [illegible] فرمایا ۔
**عن ام عطیۃ:** ۔ اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے عید گاہ مسجد کے حکم میں ہے کیونکہ حائضہ کو مسجد سے
علیحدہ رہنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ مسجد کے اندر سے دفع کرنے کا حکم ہے ۔ ہماری طرف سے جواب
32 یہ ہے کہ عورتوں کو دفع کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا ہے تاکہ لوگوں کا اختلاط نہ ہو **عن عائشۃ:** ۔ اس حدیث ۱۲۶/۱
کے اندر دو جاریہ کا ذکر ہے اول کا نام حمامہ تھا اور دوسرے کا نام قاضی عیاض نے ابن عباس سے نقل کیا زینب ہے
**عن النبی:** ۔ ائمہ اربعہ کا اسبات پر اتفاق ہے کہ سنت یہ ہے کہ عید الفطر کے دن کھانا نماز سے پہلے مستحب ہے نیز میٹھی
35 چیز ہو اور وتر ہو اور تمرات ہوں تو مستحب ہے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانا مستحب ہے **عن البراء:** ۔ ۶
اس مسئلہ کے اندر ائمہ کا اتفاق ہے کہ نماز سے پہلے اضحیہ کا ذبح جائز نہیں اور وہ ذبح اضحیہ کے اندر شمار
نہیں ہوگا ۔ عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ طلوع شمس کے بعد فوراً اسکا وقت شروع ہو جاتا ہے یعنی قبل الصلوۃ
ان کے نزدیک جائز ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبل ذبح الامام بھی جائز ہے یا نہیں ۔ امام مالک کے نزدیک جائز نہیں
امام شافعی امام احمد کے نزدیک اگر نماز کے بعد اتنی دیر گذر جائے جس میں امام ذبح کر سکتا ہے تو جائز ہے ۔
محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں یہی مذہب امام احمد سے نقل کیا گیا ہے لیکن ان کا ظاہر مذہب ہے کہ اہل مصر
کیلئے جائز نہیں اور اہل قری کے متعلق ان کا اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اتنی دیر انتظار کر لیا جتنی دیر
میں امام نماز اور ذبح کرے ۔ امام مالک فرماتے ہیں اقرب الائمہ کا انتظار کرے

## الفصل الثانی

40 **عن بریدۃ:** ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا عید الاضحی میں نماز کا انتظار کرنا چاہیے اسکے بعد [crossed out] نماز سے فارغ ہو کر
اپنی قربانی میں سے اگر کھائے لیکن جس شخص پر قربانی واجب نہیں اسکا کیا حکم ہے جمہور کے نزدیک اسکو بھی انتظار کرنا ۱۵
چاہیے اور نماز کے بعد اگر کھائے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اسکو انتظار کی ضرورت نہیں ہے پہلے ہی کھا سکتا ہے
41 **عن کثیر بن عبد اللہ:** ۔ اس حدیث سے عیدین کی تکبیرات کے عدد کا علم ہوا اسکے اعداد اور حکم دونوں میں ۱۶
علماء کا اختلاف ہے ۔ حمادیہ ایک فرقہ رافضی کا ہے ان لوگوں کے نزدیک عیدین کی تکبیرات فرض ہیں
جمہور کے نزدیک سنت ہیں ۔ امام صاحب کے نزدیک واجب ہیں اور اعداد کے متعلق امام شافعی علیہ الرحمہ
فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت کے اندر تکبیر تحریمہ کے علاوہ سات تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت کے اندر پانچ تکبیریں
ہیں قیام من السجود والی تکبیر کے سوا ۔ امام مالک امام احمد فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت میں مع تکبیر تحریمہ کے سات
تکبیریں ہوں گی اور دوسری رکعت میں پانچ ہوں گی کالشافعی ۔ امام صاحب کے نزدیک دونوں رکعتوں کے
اندر تین تکبیریں زائد ہیں امام مالک امام شافعی کا مستدل یہ حدیث ہے اور دوسرا مستدل جعفر بن محمد کی حدیث ہے
حنفیہ نے سعید بن العاص کی حدیث سے استدلال کیا جس کے اندر ہے آپ اضحی اور فطر کے اندر چار تکبیرات کہتے تھے

1441 جس میں تکبیر تحریمہ اور دوسری رکعت کے اندر تکبیر میں قیام الی السجود کو شمار کیا گیا ہے یہی مذہب حضرت ابوموسی اشعری ۱۲۶/۱۶
حذیفہ۔ سعید بن العاص۔ ابن مسعود۔ عقبہ بن عامر۔ حضرت عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم کا ہے۔ امام احمد نے تو یہ فرمایا
ہے کہ تعداد تکبیر کے اندر روایات متعارض ہیں اسلئے عمل صحابہ کو دیکھا جائے گا۔ اور ہم نے ابن مسعود کے
عمل کو دیکھا اور وہ متفق علیہ ہے ابن مسعود سے ہم نے اسی کو اختیار کر لیا اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ ان تکبیرات کے
اندر رفع یدین ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رفع یدین ہے اور امام مالک کی ایک روایت ہے عدم رفع
یدین ہے اور دوسری روایت ہے رفع یدین اور عدم رفع کے اندر اختیار ہے اور تیسری روایت ان کی یہ ہے
46 عدم رفع یدین ہے عن جابر :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا خطبہ کی ابتداء حمد سے ہوگی یہی علامہ ابن قیم ۲۴۹
نے نقل کیا ہے ابتداء حمد سے ہوگی تکبیرات سے نہیں ہوگی۔ البتہ درمیان کے اندر تکبیرات کہی جائیں گی بعض
لوگ کہتے ہیں عیدین اور استسقاء کے خطبہ میں ابتداء بالتکبیر ہوگی اور بعض نے کہا عیدین کے اندر تکبیر اور
50 استسقاء کے اندر استغفار سے ابتداء کرے عن ابی عمیر :۔ ان کا نام عبداللہ ہے اس مسئلہ کے ۱۲۷/۲
اندر اختلاف ہے اگر کوئی شخص نماز عید کے بعد آئے تو قضاء کرے یا نہیں امام احمد۔ امام سفیان ثوری اور
حضرات امام صاحب فرماتے ہیں قضاء ہوگی امام مالک فرماتے ہیں اگر زوال کے بعد آئے تو قضاء نہیں ہے امام شافعی
52 فرماتے ہیں اگر غروب کے بعد قضاء نہیں ہے الفصل الثالث عن ابی سعید :۔ اس حدیث کے آخر میں ۸
ہے ابوسعید خدری نے فرمایا الا تاتون بخیر یعنی تم کو بغیر اس عمل کے بھلائی نہیں ہوگی بلکہ اختلاف ہوگا کیونکہ
تمہارے عمل کے اندر حضور کے عمل سے مخالفت ہے اور مخالفت ہے آگے چلکر فرماتے ہیں ثم انصرف اس کے دو مطلب ہیں
مطلب :۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں نماز نہیں پڑھی اور واپس آگئے مطلب ۲ :۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں منبر سے نماز کی طرف متوجہ ہوگئے ۱۳

## باب فی الاضحیۃ

اضحیہ کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے امام شافعی امام احمد۔ اسحٰق بن راہویہ۔ ابو ثور۔ ابن المنذر فرماتے ہیں
سنت مؤکدہ ہے امام صاحب کے نزدیک ایسے شخص پر واجب ہے جو صاحب نصاب مقیم حر ہو امام مالک سے مقیم کی
قید منقول نہیں ہے بعض کے نزدیک فرض علی الکفایۃ ہے۔ حنفیہ کی دلیل وجوب یہ ہے کہ حضور نے اسپر مواظبت فرمائی ہے
54 الفصل الاول عن عائشۃ :۔ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے یطاء فی سواد اسکا مطلب علامہ خطابی ۱۷
نے بیان فرمایا اسکے کھر سیاہ ہوتے تھے ویبرک فی سواد اور پیٹ کے بیٹھنے کی جگہ بھی سیاہ تھی وینظر فی سواد
یعنی اسکی آنکھیں بھی سیاہ ہوتی تھی یہ تفسیر ان تینوں جملوں کی علامہ خطابی نے فرمائی شیخ عبدالقادر جیلانی
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ان جملوں کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے بعض اسکا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں
یہ کنایہ ہے اس کے موٹاپے سے یعنی وہ اتنی موٹی اور چوڑے بدن والی تھی دھوپ سے اسکا سایہ اتنا
وسیع ہوتا تھا اسکا چلنا۔ بیٹھنا۔ دیکھنا سب اس سایہ کے اندر ہوتا تھا اور دیگر علماء نے اسکے معنی
یہ بیان کئے اسکے یہ اعضاء یعنی قدم۔ بیٹھنے کی جگہ یعنی نیچے کا پیٹ اور آنکھیں سب سیاہ تھیں ومن امۃ محمد ۱۹
امت محمد کی جانب سے قبول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک قربانی تمام کیلئے کافی ہے بلکہ مطلب ہے اسکے ثواب میں
تمام کو شریک فرمایا اور جو ایک کو اسکا ثواب بخش دے اس سے علماء نے استدلال کیا ایک شخص کے عمل کا ثواب
دوسرے کو پہنچتا ہے خواہ وہ دوسرا زندہ ہوں یا مردہ ہوں نیز جمہور کے نزدیک تمام قسم کے اعمال حسنہ کا ثواب

1455 پہنچتا ہے امام شافعی کے نزدیک صدقات جزئیہ اس کی مستثنیٰ ہیں ان کا ثواب غیر کو نہیں پہنچتا ہے **عن جابرؓ** الخ ۱۲۶/۱۹
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرا آدمی کو شریک کرکے ذبح کرنا چاہیے اور یہ مسئلہ عام ہے ابل، بقر، غنم سبھوں کو
شامل ہے البتہ شیخ عراق کے مسئلہ عمر کے اعتبار سے جداگانہ ہیں ابل کے اندر پانچ سال کا جو ہوگا اسکو مسنہ
کہتے ہیں اور بقر کے اندر جب دو سال کا ہو جائے اور غنم کے اندر جب ایک سال کا ہو جائے اور دوسرے سال میں
داخل ہو جب وہ مسنہ ہوگا۔ مسنات میں تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مسنہ کے ذبح کرنے سے قربانی ادا ہو جائیگی
لیکن اگر اسپر کوئی شخص قادر نہیں ہو یا وہ بھیڑ کا بچہ ذبح کر سکتا ہے یا نہیں اس کے اندر علماء کا اختلاف ہے
عطاء فرماتے ہیں کہ مطلقاً وہ جائز ہے خواہ وہ بھیڑ کا بچہ ہو یا بکرے کا یہی اوزاعی کا مذہب ہے - امام زہری اور
حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں ہے یعنی نہ بھیڑ کا جائز ہے اور نہ ~~مطلق~~ بکرے کا جائز ہے جمہور کے نزدیک
بھیڑ کا بچہ تو جائز ہے لیکن بکرے کا بچہ جائز نہیں اول کی جواز کی دلیل تو یہ حدیث پاک ہے اس کے اندر جذعہ من الضأن
بھیڑ کے بچہ کی اجازت دی ہے اور ثانی کے عدم جواز کی دلیل عقبہ بن عامر کی حدیث ہے اور پھر جذعہ من الضأن
کے اندر امام شافعی کے یہاں ایک سال سے زائد ہونا چاہیے اور حنفیہ کے یہاں چھ ماہ کا ہو۔ زعفرانی نے نقل
کیا ہے کہ سات مہینہ کا ہونا کافی ہے ابوبکر بن العربی نے نقل کیا ہے کہ اگر وہ مسنات میں داخل کر لیا جائے
اور فرق معلوم نہ ہوتا ہو دور سے دیکھنے میں برابر ہو تو کافی ہے خواہ کتنی عمر ہو ورنہ کافی نہیں ہے **عن عقبة بن
عامرؓ**۔ اس حدیث کے اندر لفظ **عتود** وارد ہوا بعض کے نزدیک ایک سال کا بچہ ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ چھ
ماہ کا ہوتا ہے اب یہ کہ آپ نے چھ ماہ کے بچہ کو ذبح کر لیا کیسے دیدیا اسکا جواب دیا کہ یہ حضرت عقبہ ابن عامر کی خصوصیت
ہوگی اسپر اشکال ہوا کہ ان کی خصوصیات میں کیسے ہوگی جبکہ بخاری شریف کے اندر یہی مقولہ آپ نے حضرت ابو بردہ
کے متعلق فرمایا تو اگر عقبہ کی خصوصیت مانیں تو ابو بردہ کی خصوصیت نہیں ہو سکتی اور اگر ابو بردہ کی خصوصیت
تسلیم کریں تو عقبہ کی خصوصیت نہیں ہوگی اسکا جواب دیا گیا کہ دونوں کے خصائص میں ہے ہو گیا اسپر اشکال ہوا
کہ پھر خصوصیت کے معنی کہاں باقی رہے وہ بھی فوت ہو جائیں گے حافظ فرماتے ہیں کہ اسکا جواب یہ دیا جا سکتا ہے ۱
کہ ایک ہی مجلس کے اندر دونوں کو آپ نے یہ فرمایا ہو گا یا اولاً ایک کیلئے خصوصیت تھی پھر دوسرے کے لئے بھی کر دی گئی
57 **عن ابن عمرؓ**۔ اس سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ کے اندر ذبح کرنا چاہیے امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ صرف امام کیلئے ہی ۲۳
مسنون ہے ~~جمہور کے نزدیک~~ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں کیلئے مسنون ہے امام کی خصوصیت نہیں ہے
58 **عن جابرؓ**۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ابل اور بقر سات آدمیوں کیلئے کافی ہے چنانچہ ائمہ ثلاثہ کا یہی ۲۴
مذہب ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے خواہ وہ سو شخص ہوں یا کم ہوں یا زائد ہوں
ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ ایک بقرہ یا ابل سات لوگوں کی طرف سے کافی نہیں ہو سکتی بلکہ ایک ہی کی طرف سے کافی ہو
سعید بن جبیر۔ اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ جزور (ابل) دس کیلئے اور بقرہ سات کیلئے کافی ہو سکتا ہے
اور ایک حدیث سے ان کا استدلال ہے جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ وہ حال اونٹ کے دس کیلئے کافی ہونے کا مطلب
یہ ہے کہ قیمت کے اعتبار سے ایک اونٹ دس بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔ دوسرا استدلال ان لوگوں کا ابن عباسؓ
کی روایت ہے اسکا جواب۱ یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے جواب۲ وہ حدیث صحیح کے معارض ہے جواب۳ دو قسم کی
روایتیں ہیں لہذا احتیاط کا تقاضہ سات کے اندر ہے جواب۴ وہ حدیث باب اشتراک بالمغفرة کا مطلب ہے اور اس کی تقسیم کے

1459 ارشاد ہے۔ حنفیہ اور جمہور کا مستدل یہی حدیث ہے حضرت جابر کی عن ام سلمة :۔ عشرۂ ذی الحجہ کے اندر قربانی ١٢٧ / ٢٥
کا ارادہ کرنے والے کیلئے تقلیم کے حکم میں اختلاف ہے۔ امام احمد، اسحاق بن راہویہ، داؤد ظاہری، ربیعۃ الرائے
کی رائے یہ ہے کہ یہ بھی تحریم کیلئے ہے اور اس شخص کیلئے تقلیم اظفار حرام ہے۔ امام مالک امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے
حنفیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ لا مکروہ ولا محرم لیکن حنفیہ کی فروع کے اندر یہ مسئلہ ہے کہ ترک تقلیم مندوب ہے علامہ بیہقی نے
1460 اسپر علماء کا اجماع نقل کیا ہے عن ابن عباس :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کا عمل تمام اعمال سے افضل ہے ٢٧
حتی کہ فرائض سے بھی افضلیت معلوم ہوئی حالانکہ فرائض سے افضل نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تحریض پر
محمول ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ عشرۂ رمضان افضل ہے یا عشرۂ ذی الحجہ دونوں قول ہیں
لیکن اصح یہ ہے کہ عشرہ رمضان کی لیالی افضل ہیں کیونکہ ان کے اندر شب قدر ہے اور عشرۂ ذی الحجہ کے ایام یوم عرفہ کی وجہ سے افضل ہیں

61 **الفصل الثانی عن جابر قال :۔** اس حدیث کے اندر لفظ موجوئین ہے متعلق ابو موسیٰ المدینی فرماتے ہیں کہ ١٢٨ / ٣٠
ان جانوروں کو کہتے ہیں جنکے خصیتین نکال دیئے جائیں یعنی خصی کو کہتے ہیں۔ علامہ جوہری فرماتے ہیں کہ جن کے
خصیتین کے رگ توڑ دی جائے ان کو کہتے ہیں علی ملة ابراہیم کی زیادتی باوجود آپ کے نبی مستقل ہونے کے
اسلئے ہے کہ اس اضحیہ کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے نیز آپ ان کی اولاد میں سے ہیں اب اس مسئلہ
کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے کہ آپ نبوۃ سے پہلے کسی شریعت کے پابند تھے یا نہیں بعض نے کہا کہ پابند تھے
اور بعض نے انکار کردیا ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اصح یہ ہے کہ آپ کسی شریعت کے پابند نہیں تھے **عن علی :۔**
65 اگر اکثر حصہ کان وغیرہ کا کٹ جائے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے **عن البراء :۔** عیب قلیل مانع نہیں اور کثیر مانع ہے ١٢
مشی کے باب میں مانع کثیر یہ ہے کہ اگر بقدر صحت جانور چلایا گیا تو وہ چلے تو چل نہ سکے یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے
73 اور حنفیہ کے نزدیک اگر پیر نہ رکھ سکے تو جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے **الفصل الثالث عن نافع :۔** ١٢٩ / ٣
اس حدیث سے معلوم ہوا عید الاضحی کا زمانہ تین دن ہے یہی ائمہ ثلاثہ، حضرت عمر، علی، ابن عباس، انس بن مالک
مروان، امام شافعی، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری کا مذہب ہے ابن سیرین فرماتے ہیں الیوم النحر کے علاوہ اور
وقت ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ ہلال المحرم تک اضحیہ کا وقت ہے اور جائز ہے

## باب العتیرہ ٨

عتیرہ یہ بھی ایک ذبیحہ ہے اضحیہ کی طرح رجب کے اندر عشرۂ اولیٰ میں ذبح کرتے تھے ایسے ہی جاہلیت کے اندر کفار بتوں کیلئے
77 ذبح کرتے ان کا خون بتوں کے سروں پر ڈالتے تھے **الفصل الاول عن ابی ہریرة :۔** اس حدیث پاک کے اندر ٨
دو چیزوں سے منع فرمایا ایک عتیرہ اور ایک فرع اول کے متعلق گذر گیا ثانی کے متعلق علماء نے دو تفسیر کی ہیں
ایک خود حدیث پاک کے اندر ہے کہ ان کا جانور سب سے پہلے جو بچہ دیتا تھا اسکو وہ اپنے شیطانی بتوں کیلئے
ذبح کرتے تھے دوسری تفسیر علماء نے بیان کی وہ سنت مانتے تھے کہ اگر اسکے اتنے بچے پیدا ہو جائیں تو ایک
ذبح کرونگا اسکو بھی فرع کہتے ہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اب یہ دونوں منسوخ ہیں شروع اسلام میں صحابہ کرام
اللہ تعالی کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے تشبہ کی وجہ سے منسوخ کردیا گیا امام شافعی کے نزدیک اب بھی مستحب ہے
79 **الفصل الثالث عن عبد اللہ بن عمرو :۔** اس حدیث پاک کے اندر ایک لفظ وادناہا منیحة عرب میں دستور ١٣
تھا کہ جس شخص کے پاس بہت سے جانور ہوتے تھے وہ ایک جانور دودھ وغیرہ سے نفع کیلئے دوسرے کو دیدیتا تھا تاکہ وہ نفع حاصل
کرے اس جانور کو منیحہ کہتے ہیں چونکہ وہ اسکا مملوک نہیں ہے اسلئے اسکی نفی کی ہے۔

# صلوٰۃ الخسوف

دیگر کسوف ہے ایک خسوف اول شمس کیساتھ اور خسوف قمر کیساتھ استعمال ہوتا ہے لیکن بعض اوقات عکس
کیا جاتا ہے یا اور بعض نے کہا ہے اشکال ہے۔ کسوف شمس کب ہوا اسکے اندر چند اقوال ہیں اول سنہ ۲ھ میں ہوا
ثانی سنہ ۶ھ میں ہوا ثالث سنہ ۱۰ھ میں ہوا البعض کی رائے ہے کہ دو مرتبہ ہوا سنہ ۵ھ اور سنہ ۱۰ھ میں۔
علامہ نووی اور بعض سے علماء سے مروی ہے کہ کئی مرتبہ کسوف و خسوف ہوا۔ محققین کی رائے ہے کہ صرف ایک مرتبہ ہوا
ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نماز سنت مؤکدہ ہے اور امام صاحب کے نزدیک سنت غیر مؤکدہ ہے۔ ابو عوانہ فرماتے
1481 ہیں کہ واجب ہے اور قاضی ابو زید دبوسی سے بھی وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے **الفصل الاول:-** ۱۸
اس فصل کی دوسری حدیث حضرت عائشہ کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صلوٰۃ خسوف کے اندر قراءۃ میں
جہر فرمایا اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام ابو یوسف امام احمد اسحٰق ابن راہویہ ابن المنذر ابن العربی کے نزدیک
جہر بالقراءۃ ہوگا ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ جہر و سر کے درمیان اختیار ہے امام محمد امام شافعی امام مالک
فرماتے ہیں کہ سری قراءۃ ہوگی اور ان لوگوں کی دلیل اس فصل ثانی کی نمبر ۱ عبد اللہ ابن عباس کی حدیث
ہے۔ رہ گیا اشکال وارد ہوا ابن عباس بچہ چھوٹی عمر کے دور تھے لہذا حضور کی آواز
ان کو پہنچی ہی نہیں ہوگی لیکن اس اشکال کو ابن عبد البر نے رد کر دیا ہے کیونکہ امام شافعی والی روایت
کے اندر صراحت موجود ہے کہ میں حضور کی پہلو میں کھڑا تھا۔ امام ابو حنیفہ اور احمد وغیرہ کی دلیل حضرت
عائشہ کی روایت ہے اس حدیث کا جواب جمہور نے دیا کہ حضور کا یہ گمان ہے جہر فرماتے تھے تو چونکہ
عائشہ اخیر میں تھیں اور کبھی کبھی ایک آواز سنتی تھیں اس سے یہ سمجھیں کہ آپ جہر فرما رہے ہیں اور
دوری کی وجہ سے مسلسل قراءۃ کی آواز نہیں آ رہی ہے حالانکہ حضور مسلسل جہراً قراءۃ نہیں فرما
رہے تھے بلکہ گاہے گاہے فرماتے تھے جیسا کہ اوپر معلوم ہو گیا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس نماز
کے اندر کتنے رکوع ہیں اس کے اندر مختلف روایتیں ہیں ایک سے لیکر پانچ تک احادیث میں وارد ہیں
امام محمد سفیان ثوری ابراہیم نخعی داؤد ظاہری علی ابن عباس ابن عمر عبد اللہ ابن زبیر ابو بکرہ
نعمان ابن بشیر عبد الرحمن ابن سمرہ ان حضرات کے نزدیک ایک رکوع ہے اسکے بعد ابن مسعود فرماتے
ہیں کہ دو رکوع ہیں۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ تین رکوع ہیں۔ حضرت علی قتادہ ابن عباس سے
مروی ہے کہ چار رکوع ہیں بشیعہ حافظ ابن حبیب پانچ رکوع ہے۔ امام شافعی وغیرہ ابن عباس عائشہ
کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اور جو تین رکوع کے قائل ہیں وہ جابر کی روایت سے استدلال
کرتے ہیں اور حضرت قتادہ وغیرہ کا مستدل ابن عباس کی حدیث ہے پانچ والوں کا مستدل ابی ابن کعب کی
حدیث ہے۔ حضرات حنفیہ کا مستدل نعمان ابن بشیر کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جسکی اور کوئی تفصیل
نہیں ہے مستدل ۲ عبد اللہ ابن عمر کی روایت ہے تیسرا مستدل سمرہ ابن جندب کی روایت ہے مستدل ۴
عبد الرحمن ابن سمرہ کی روایت ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ روایات قولیہ غیر متعارض ہیں اور روایات فعلیہ
متعارض ہیں اور قول و فعل میں جب تعارض ہو جاتا ہے تو قول کو ترجیح ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ
نماز کا قاعدہ بھی یہی ہے کہ ہر رکعت میں ایک رکوع ہوتا ہے اور ان کے علاوہ جن احادیث میں ایک سے زائد رکوع
سے زیادہ وارد ہوا ان تمام کا جواب یہ ہے کہ چونکہ نماز کے اندر قیام نہایت طویل فرمایا تھا اور

1481 آپ پر کیفیات اور عجیب حالات کا غلبہ تھا جس میں آپ کبھی آگے کو بڑھ جاتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ١٢٩/١٨

83 آپ رکوع فرما رہے ہیں عن عائشۃ :- اس حدیث کے اندر ایک لفظ اور ہوا ہے الفرع وفی المختلف ١٣٠/٢

کہ آپ سجدہ سے اٹھے اور انجلاء شمس ہو گیا تھا اب یہاں سے ایک مسئلہ پیدا ہو رہا ہے کہ انجلاء شمس دو حال سے خالی نہیں

یا تو نماز کے اندر ہو گا یا نماز کے بعد اگر نماز کے بعد ہے تو کوئی اشکال نہیں اگر نماز کے اندر ہے تو دو حال سے

خالی نہیں یا تو پہلی رکعت میں ہو گا یا دوسری رکعت میں اگر پہلی رکعت کے اندر انجلاء ہو تو مالکیہ کے نزدیک

صلوٰۃ نافلہ کی طرح اس نماز کو بھی ہر رکعت میں ایک ایک رکوع ہو گا اور اگر دوسری رکعت میں انجلاء ہوا

تو اس کے اندر مالکیہ سے دو روایت ہیں (۱) دو دو رکوع ہر رکعت میں ہوں گے (۲) اخیر رکعت ایک رکوع کے

ساتھ ادا کرے - حنفیہ کے نزدیک چونکہ الکسوف میں بھی ایک ایک ہی رکوع ہے لہذا انجلاء اور عدم انجلاء

دونوں صورتوں میں مسئلہ ایک ہی رہیگا -

فخطب الناس :- اس مسئلے کے اندر بھی اختلاف ہے کہ اس نماز کے اندر خطبہ ہے یا نہیں اس حدیث سے ٣

معلوم ہوا کہ خطبہ ہے چنانچہ یہی مذہب امام شافعی اسحاق بن راہویہ - ابن جریر طبری وغیرہ کا

حضرت امام صاحب - امام مالک امام احمد کے نزدیک خطبہ نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کا

خیال تھا کہ کسوف اور خسوف جب ہوتا ہے جبکہ کوئی بڑا آدمی مرتا ہے چنانچہ اس وقت حضرت ابراہیم

ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی ہوا تھا تو ان کے اس زعم کو ختم کرنے کیلئے خطبہ فرمایا تھا -

84 عن ابی موسی :- اس حدیث کے اندر فرمایا گیا کہ فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فزعاً یخشی الخ اس سے ٦

معلوم ہوا کہ آپ قیامت کے آنیکے خوف سے ڈر گئے حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت

بیان فرمائی تھیں اور ان میں کوئی ابتک ظاہر نہیں ہوئی تھیں لہذا ڈرنے کا کیا مطلب ہے اس کے

علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں جواب :- یہ واقعہ علامات کے بتلانے سے پہلے پیش آیا تھا -

جواب :- یہ بھی احد من آیات الساعۃ ہو گا جواب :- یہ کلام محض تمثیل - تشبیہ، تخییل پر مبنی ہے

جواب :- یہ راوی نے اپنا خیال اور عندیہ بیان کیا فصلی باطول قیام الخ امام احمد امام شافعی ٧

اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے کہ سجود کے اندر اطالت ہوگی یہی مالکیہ کا مذہب ہے اور ائمہ کا مختار بھی ہے

اطالۃ السجود کرے عن جابر :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے جماعت کیساتھ نماز پڑھائی چنانچہ ائمہ اربعہ

کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے ابن حبیب مالکی کے نزدیک شرط ہے اگر اور جگہ جماعت کیلئے امام الحی کا ہونا ضروری

## باب فی سجود الشکر ١٣١/٢

سجدہ خارج از صلوٰۃ کی چار قسمیں ہیں سجدہ سہو، سجدہ تلاوت، سجدہ شکر، سجدہ مناجات۔

سجدہ سہو اور تلاوت دونوں جائز ہیں بلکہ بعض کے نزدیک مسنون اور بعض کے نزدیک واجب ہے اور

سجدہ شکر امام شافعی امام احمد کے نزدیک مسنون ہے امام مالک امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے

دوسری روایت حضرت امام صاحب کی عدم کراہت کی ہے - آجکل حنفیہ علماء کا مختار یہ ہے کہ سجدہ شکر

مشروع اور مستحب ہی ہے صاحبین کا مذہب ہے علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ النعمتین بعض جہال ہیں اور بعض سجدہ

میں - تعالیٰ کیلئے سجدہ شکر ہوتا ہے اور چوتھی قسم سجدہ مناجات یہ علماء کے نزدیک کوئی اصل نہیں رکھتا ہے

131/13

# باب الاستسقاء

استسقا اس کے معنی ہیں سقیہ کے طلب السقیا اور اصطلاح شرع کے اندر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے پانی کو نیاز مندی و فروتنی کے وقت طلب کرنا کھیتیوں اور باغات کیلئے۔ اور بارش کے بند ہونے کا سبب منع زکوۃ ہوتا ہے۔ یہ نماز ۶ھ میں شروع ہوئی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ نماز مستحب ہے اور حضرت امام صاحب کے نزدیک جائز ہے لیکن مسنون و مستحب نہیں ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ استسقاء کی تین صورتیں ہیں نماز کے ذریعہ۔ مطلق دعا کے ذریعہ۔ اور نماز مکتوبہ کے بعد دعا کے ذریعہ۔ نیز اس نماز کے اندر جمہور کے نزدیک تحویل رداء ہے اور حضرت امام صاحب کے نزدیک تحویل رداء نہیں ہے۔ اس باب کی مناسبت اگلا باب ایام کا باندھا

133/13

# کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض و ثواب المرض

1523 جنائز جمع ہے جنازہ کی بکسر الجیم جسکے معنی میت کے ہیں اور بفتح الجیم اس سریر کو کہتے ہیں جس پر میت کو اٹھایا جاتا ہے اور بعض فقہاء نے اسکا عکس بیان کیا ہے یہ ماخوذ ہے جنز بمعنی ستر باب ضرب سے جسکے معنی چھپانے کے ہیں کیونکہ اس سریر پر میت کو اور اس میت پر کفن کو چھپایا جاتا ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے کتاب الصلوٰۃ کے بعد یہ باب بالخصوص [illegible] تمام شعبوں میں [illegible] شعبہ ہے [illegible] کے احکامات کے بیان کرنے کے بعد آخر میں اس باب کو منعقد کیا جانا تھا لیکن اس باب کے اندر اہم جزء نماز ہے اسیلئے اس باب کو کتاب الصلوٰۃ کے ساتھ ذکر کیا اور آخر میں ذکر اسیلئے کیا کہ یہ آدمی کی آخری نماز ہوتی ہے اور چونکہ موت اور اسکی نماز سے پہلے آدمی کو مرض لاحق ہوتا ہے اور اسکے مناسبات سے عیادۃ ہے اسیلئے عیادۃ کا باب منعقد ہوا ہے۔ عیادۃ اصل میں عِوادۃ تھا واؤ ماقبل مکسور تھا واؤ کو یا سے بدل دیا عیادۃ ہوگیا

1523 24 **الفصل الاول عن ابی موسیٰ:** اگر بھوکے کے پاس کھانا نہ ہو اور مرنے کا خطرہ ہو تو اگر دوسرے شخص کے پاس کھانا ہے تو اسکو کھلانا فرض ہے کفایہ ہے۔ عیادۃ جمہور کے نزدیک مستحب ہے **عن ابی ہریرۃ:** 13 14 اس حدیث کے اندر سلام کرنے کو حق مسلم قرار دیا گیا سلام کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو تنہا ہوگا یا جماعت ہوگی اگر تنہا ہے تو اسکو سلام کرنا سنت ہے اور بعض نے کہا ہے واجب ہے اور اگر جماعت ہے تو سنت کفایہ ہے اور جس شخص کو سلام کیا گیا وہ بھی دو حال سے خالی نہیں اگر تنہا ہے تو جواب دینا فرض عین ہے اور اگر جماعت ہے تو فرض کفایہ ہے اگر ایک نے جواب دیدیا تو سب کی ادا ہو جائیگا علامہ نووی نے فرمایا ہے سب کا جواب دینا اولیٰ ہے دوسرا حق اسکے اندر عاطس (چھینکنے والا) کو جواب دینا یرحمک اللہ کیساتھ بیان کیا گیا بعض مالکیہ اور بعض ظاہریہ کے نزدیک اسکی الحمد للہ کا جواب یرحمک اللہ کیساتھ دینا فرض ہے۔ حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ فرض کفایہ ہے شافعیہ اور مالکیہ کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ سنت کفایہ ہے تیسرا حق اسکی حدیث پاک کے اندر اجابۃ داعی کو بیان کیا گیا بعض شافعیہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے اجابۃ کو واجب کہا ہے علیہ [illegible] ابن الحسن [illegible] نے جمہور صحابہ اور تابعین سے یہی نقل کیا ہے۔ جمہور ائمہ اربعہ حضرات کے نزدیک واجب ہے [illegible] مستحب ہے بعض

26 شافعیہ نے عدم وجوب پر اجماع نقل کیا ہے **عن البراء بن عازب:** اس حدیث پاک کے اندر منجملہ اور 18 حقوق کے ایک حق ابرار المقسم کو بیان فرمایا اسکے مصداق میں علماء کے چند قول ہیں (۱) اگر آدمی قسم کھائے 19 کہ فلاں کام کروں گا لیکن کسی وجہ سے اسپر وہ قادر نہ ہو سکا تو دوسرے مسلمان کا حق ہے کہ وہ اسکی امداد کرکے وہ کام کر دے تاکہ وہ اپنی قسم سے بری ہو جائے (۲) قسم کھائی تھی کہ میں یہ کام کراؤں گا فلاں شخص سے ہو تو اس شخص کو

1526 چاہیے اور وہ ہر کسی قسم کی اللہ ... رکھے اور اسکا وہ کام کر دے دوسرا حق نصر المظلوم ہے جو واجب ہے ایک ۱۳۳ / ۱۰۹
بات قول قابل لحاظ یہ ہے کہ خصوصیت کیسں حدیث کے اندر مسلمان کے ذمہ پانچ حق اور دوسری حدیث کے اندر چھ
اور تیسری حدیث کے اندر سات حق بیان فرمائے گویا تو رتبہ ایک عدد کی زیادتی فرمائی اسکی دو وجہ ہیں
(۱) نزول آنے احکام کے اندر اضافہ ہوتا رہتا تھا تو پہلے کم تھے بعد میں اور زیادہ ہوگئے (۲) مخاطب کے احوال کے اعتبار
سے آپؐ نے بیان فرمایا عن ابی هریرة :- اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے سوال اور پھر بندہ کے جواب
کے بعد بندہ نے یہ قول کہا وانت رب العالمین اسکے علماء نے دو مطلب بیان فرمائے (۱) آپ رب ہیں اور
تمام صفات کمال کو جامع ہیں تو مرض جو ایک صفت نقص ہے وہ آپ کے اندر کیسے جمع ہو سکتی ہے (۲) سارے عالم کے ۲۵
آپ رب ہیں اور تمام کی نگہداشت رکھتے ہیں تو اگر آپ بیمار ہو جائیں گے خدانخواستہ تو پھر عالم کی نگہداشت کون
کریگا لہذا آپ کا مریض ہونا محال ہے آگے چلکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر تو اسکی عیادت کرتا تو لوجدتنی عنده
اسکے معنی علماء نے چار بیان فرمائے (۱) یہاں مضاف محذوف ہے ای لوجدت رضائی عنده (۲) جب مرد بیمار ۲۶
ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو نہایت حقارت اور شکستگی کی حالت میں سمجھتا ہے اور یہ حالت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے
تو اس لئے اسکے پاس رہتے ہیں۔ علامہ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے اندر فرماتے ہیں یہاں مضاف محذوف ہے
29 ای لوجدت ذکری عنده کیونکہ جب آدمی مریض ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے عن ابن عباس :-
علامہ زمخشری ربیع الابرار کے اندر تحریر فرماتے ہیں یہ شیخ کبیر قیس بن ابی حازم ہیں ۳
حافظ فرماتے ہیں یہ اگر قیس بن ابی حازم ہیں تو یہ غیر مخضرمی ہیں کیونکہ جو شیخ کبیر قیس بن ابی حازم مخضرمی
ہیں ان کا انتقال حضور کے بعد نہیں ہوا بلکہ وہ بعد تک زندہ رہے آپ نے فرمایا فنعم اذاً یعنی اللہ
کرے ایسا ہی ہو چنانچہ ابو البشر دولابی وغیرہ کی روایات کے اندر ہے فاصبح الاعرابی میتاً۔
32 عنها قالت :- اس حدیث کے اندر آپؐ نے فرمایا تربة ارضنا بریقة بعضنا کے نزدیک اس تربۃ ۸
سے تراب مدینہ مراد ہے کیونکہ حضور کا ارشاد ہے غبار مدینہ شفاء ہے بعض کی رائے ہے کہ مطلق
زمین مراد ہے کیونکہ ارض کے اندر جاذبیت ہوتی ہے اور ہر شخص کیلئے اسکے وطن کی زمین مناسب ہوتی ہے
35 عن ابن عباس کلمہ کا اطلاق اسم فعل حرف تینوں پر آتا ہے اس حدیث کے اندر کلمات اللہ سے مراد اسماء اللہ ہیں ۱۶
اور کتاب اللہ مراد ہے اور تامہ صفت لازمہ اشارہ فرمایا کہ وہ تام ہیں باب شفاء کے اندر بلا حرج کے اندر تام ہیں اور
لامۃ ھامۃ کہتے ہیں ہر اس دابہ کو جو ذی سم ہو اور لامة کے معنی جمع کرنے والے کے ہیں یہاں مراد جامع شر ہے
37 اور لامة معنی میں ملمہ کے ہے ھامۃ کی مناسبت سے لامۃ کہدیا عن ابی سعید الخدریؓ نصب کے معنی تعب کے
ہیں اور وصب کے معنی مرض کے ہیں اور ہم کے معنی غم کے ہیں اور غم اس رنج کو کہتے ہیں جو فی الحال تکالیف کی ۲۰
وجہ سے پہنچے اور حزن کہتے ہیں اس کو جو متوقع تکالیف کی وجہ سے پہنچے اور ہم کہتے ہیں گذشتہ تکالیف کی وجہ سے
1545 جو رنج پہنچے عن النبی :- اس حدیث کے اندر طاعون کو مطلقاً شہادۃ قرار دیا لیکن یہ حدیث مقیدہ ہوگی ان قیود ۱۳۵ / ۸
کیساتھ جنکا ذکر دوسری حدیث عائشہ کے اندر وارد ہوئی ایک اشکال وارد ہوتا ہے ابن ماجہ کے اندر ایک حدیث
وارد ہوئی جسکے اندر ہے الطاعون زنا وغیرہ کی وجہ سے پھیلتا ہے یعنی طاعون معصیۃ کا اثر ہے تو جب
معصیۃ کا اثر ہے تو شہادہ کا سبب کیسے بنیگا اسکا جواب یہ ہے کہ گنہگار کیلئے شہید ہونا منافی نہیں ایک

1545 آدمی گنہگار بھی ہو سکتا ہے اور کبھی با وجود شہادت اسکو مل سکتی ہے البتہ وہ اپنی معصیت کی وجہ سے شہید بازی کے برابر نہ ہوگا ۳۵/۸
46 **عن ابی ھریرۃ** :- اس حدیث پاک کے اندر پانچ آدمیوں کو شہید قرار دیا گیا شہید کی تین قسمیں ہیں ایک وہ ۹
جو شہید ہو آخرۃ اور دنیا دونوں کے حکم میں یہ وہ شخص ہے جو اخلاص کیساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ مارا جائے دوسرا وہ
شہید ہے جو دنیا کے حکم میں ہے آخرۃ کے اعتبار سے شہید نہیں یہ وہ شخص ہے جو بغیر اخلاص کے اللہ کے راستے میں شہید ہوا
تیسرا وہ شخص جو شہید ہی حکم الدنیا والآخرۃ دونوں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں
کے ماسوا ہیں اور حدیث کے اندر جو پانچ کا ذکر ہے ان میں چار ہی اسی قسم کے اندر داخل ہیں ایسی شہیدوں
کی تعداد متعدد روایات کے اندر مختلف وارد ہوئی ہیں جو بیس سے زیادہ لوگ اس میں داخل ہیں
مطعون کے بارے میں حافظ فرماتے ہیں الحسکو جن نے مارا ہو ۔ طاعون کہتے ہیں جو ہوا کے فاسد ہونے
کی وجہ سے زہریلا مادہ پھوڑ وغیرہ کی شکل آتا ہے اس پر اشکال وارد ہوا ہے آنحضور نے تو طاعون کا
سبب دوسرا بیان کیا اور وہ جنوں (جنوں) کا چوکا لگنا ہوتا ہے اسکا جواب ۱ ممکن ہے کہ فساد مزاج جو جن کے
کی وجہ سے ہو جواب ۲ طاعون کے دو سبب ہوں ایک اطباء والا جو اوپر بیان کیا گیا اور دوسرا
سبب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم والا ہو مبطون کی تفسیر بعض نے مریض اسہال کے ساتھ کی اور بعض نے کیا مطلق پیٹ
47 کی بیماری والا ۔ **عن عائشۃ قالت** اس حدیث کے اندر طاعون والی جگہ سے نکلنا منہی عنہ قرار دیا ہے ۱۰
حضرت ابو موسیٰ اشعری وغیرہ ۔ اسود بن ھلال وغیرہ کے نزدیک نکلنا جائز ہے ایک جماعت کے نزدیک نہی تنزیہی ہے
جمہور کے نزدیک نہی تحریمی ہے کیونکہ ص ۱۳۹ پر ایک حدیث آرہی ہے جسکے اندر طاعون سے بھاگنے والے کو میدان جنگ سے بھاگنے والے کی طرح قرار دیا گیا
51 **الفصل الثانی عن زید بن ارقم** اس حدیث سے معلوم ہوا اگر آنکھوں میں درد ہو تو شخص اس درد ۱۹
کی وجہ سے عیادت کرنا مسنون ہے لیکن طبرانی کی ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے العین و دمل ۔ ضرس کی
وجہ سے آپ نے عیادت کی دونوں حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے حافظ فرماتے ہیں البیہقی نے کہا دم ۔ ضرس والا
61 قول یحییٰ بن ابی کثیر کا ہے **عن جابر بن عتیک** اس حدیث کے اندر وارد ہوا المراۃ تموت بجمع اسکی مصداق ۱۳۶
میں علماء کے چند قول ہیں (۱) وہ عورت جو حمل کی حالت میں مر جائے (۲) جو عورت بکر کی حالت میں مر جائے (۳) ۱۲
62 جو عورت نفاس کی حالت میں مر جائے ۔ **عن سعد** اس حدیث کے اندر سائل حضرت مصعب بن سعد ہیں
حضور نے جواب دیا یہ ھکذا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقرب ہوتا ہے اسکی آزمائش زیادہ ہوتی ہے پھر اس سے کم جو ۱۶
74 اس سے کم غرضیکہ تقرب جتنا کم ہوگا اتنا ہی ابتلاء کم ہوگا ۔ **الفصل الثالث عن انس** :- ۱۳۷
اس یہودی غلام کا نام عبد القدوس بتلایا جاتا ہے ۔ مسند احمد کے اندر اسکی خدمت کی تفسیر منقول ہے کہ حضور اکرم ۱۴
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور جوتے وغیرہ سیدھے کرتا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا ذمی کی عیادت
جائز ہے اور اسکی عیادت کرنی چاہیے ابن بطال فرماتے ہیں اگر اسلام کی امید ہو تو عیادت کرنی چاہیے
حافظ فرماتے ہیں اسکا ہونا ضروری نہیں بغیر امید اسلام کے بھی جواز ہے مقاصد مختلف ہوتے ہیں اگر کسی
ذمی سے کسی قسم کا تعلق ہے تو عیادۃ جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے فقال لہ اسلم الخ اس سے معلوم ہوا بچہ کا
اسلام مقبول ہے یہی مذہب حضرت امام ابو حنیفہ امام احمد امام بخاری کا ہے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں اسلام صبی مقبول نہیں ہے
72 **عن عطاء بن ابی رباح** اس امراۃ سوداء کا نام بعض نے ام زفر اور بعض نے سعیرہ بتلایا ہے ۔ ۲۰

1582 **عن ثوبانؓ:** بخار کے قطعۃ من النار ہونیکا مطلب ہے کہ اسکے اثرات جہنم کی گرمی کے اثرات کے مشابہ ہے ۱۳۱/۵
فلیطفئہا عنہ بالماء الخ یعنی پانی وغیرہ سے غسل کرکے اس کی گرمی کو زائل کرنا چاہئے اسمیں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ علاج
ہر بخار کیلئے ہے یا خاص بخار کیلئے ہے دونوں قول ہیں علامہ ابن قیم کی رائے یہی ہے کہ یہ خاص بخار کیلئے ہے جو
اہل عرب کو ایک خاص موسم میں ہوتا تھا ایسے ہی اس پانی کے اندر بھی اختلاف ہے کہ جس کو کہا جائیگا یہ خاص ہے
یا عام پانی مراد ہے بعض نے کہا کہ زمزم کا پانی مراد ہے اور بعض نے مطلقاً پانی مراد لیا ہے اور یہی صحیح بھی ہے
87 کیونکہ زمزم کی صورت میں یہ حکم مکہ والوں کیلئے خاص ہوگا **عن انسؓ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض
کی عیادت تین روز بعد کرنی چاہئے لیکن یہ ایام کی قید معتبر نہیں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ اسکا ایک ۱۹
راوی مسلمۃ بن علی متروک ہے ابوحاتم سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے حافظ فرماتے ہیں
کہ اسکا ایک شاہد معجم طبرانی کے اندر موجود ہے مگر اسکے اندر بھی متروک راوی موجود ہے جمہور کا مذہب یہی ہے
89 کہ عیادت فوراً کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے **عن ابن عباسؓ:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مریض ہوئے تو ۲۱
ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ قلم دوات لاؤ صحابہ میں اختلاف ہوا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور نے یہ بیہوشی کی
حالت میں فرمایا حقیقۃً منشاء مقصود نہیں تھا اور دوسرے بعض صحابہ کرام فرماتے تھے کہ حقیقۃً آپ نے دوات
قلم مانگا ہے جب یہ اختلاف بہت بڑھ گیا تو حضور نے فرمایا قوموا عنی الخ اور مقصود اس حدیث
کا یہ ہوا کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھنا چاہئے لیکن اس سے وہ شخص مستثنیٰ ہے جو مونس ہو
92 **عن ابن عباسؓ:** اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے اذا اشتہی احدکم الخ کہ اگر کسی مریض کو کسی چیز کی خواہش ۱۳۸/۲۲
ہو تو اسکو وہ چیز دینی چاہئے حالانکہ اطباء کے نزدیک اس کی خواہش پر عمل کرنا ممنوع ہے بلکہ
جو چیز ڈاکٹر بتلادے اسی کی اجازت ہے تو اسکا جواب۱ اشتہاء سے اشتہاء صادق مراد ہے اور اشتہاء صادق
صحت کے اندر ہوا کرتی ہے بخلاف اشتہاء کاذب کے قول میں مجبور یقینی ہے جواب۲ ایسا مریض جو اشتہاء
قوی کے اندر ہو بیٹا ہو اسمیں یہ ہے جواب۳ وہ مریض مراد ہے جو دنیا سے چلنے کا ارادہ کر رہا ہے
جواب۴ یہ حکم عام ہے ہر مریض کیلئے کیونکہ جب اسکو اسکی طبیعت کے موافق غذا ملیگی تو وہ مرض کا مدافعت
93 کریگی **عن عبداللہ بن عمروؓ:** اس حدیث کے اندر وطن میں مرنے والے کی فضیلت کے اندر آپ نے فرمایا کہ ۲۶
قیس لہ من مولدہ الی منقطع اثرہ الخ کہ جتنا سفر اسنے کیا تو گھر سے لیکر مقام سفر تک کے درمیان کا جتنا ۱۳۹/۱
فاصلہ ہے اتنا ہی حصہ اسکو جنت کے اندر ملیگا اب اشکال وارد ہوا کہ دنیا کی حقیقت جنت کے سامنے
کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی لہذا جو حصہ دنیا کا اسنے قطع کیا اگر وہ آخرت میں ملیگا تو یہ فضیلت میں شمار
نہیں ہوگا اسکا جواب۱ یہ ہے کہ قبر کے اندر اتنی وسعت ہو جائیگی جتنی زمین اسنے قطع کی ہے جواب۲ سفر
کی حالت میں جو اسنے عمل کیا اسکی مقبولیت کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے جواب۳ جنت جتنی اسکو ملیگی اسکے
اندر اتنی ہی وسعت اور ہو جائیگی واللہ اعلم

# باب تمنی الموت وذکرہ ۱۳۹/۹

99 **الفصل الاول وعنہ:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کو موت کی تمنی اس وجہ سے نہ کرنی چاہئے کہ ۱۱
جب زندہ رہیگا تو اپنے اعمال خیر سے نفع کو بڑھائیگا اور یہ اعتراض ہوا کہ کبھی اسکا عمل ارتداد سے بھی تو زائل ہو جاتا

1599 اس صورت میں تو نقصان اور خسارہ ہی رہیگا اسکا جواب حافظ ابن حجر نے دیا کہ یہ بات کم ہوتی ہے جو آدمی ہمیشہ ۴ ۱۳۹/۱۱
ایمان اور عمل صالح کیساتھ زندگی گزاریگا اور یہ بات بعید ہے اللہ تعالیٰ آخر عمر میں اسکے ایمان کی دولت چھین لے
صدمہ اور انتقال ہوا کہ حضور نے فرمایا کہ آدمی کی عمر خیر کا اضافہ کرتی ہے حالانکہ اسکے خلاف بھی ہو جاتا ہے
جواب ۱ حدیث شریف میں مومن سے مومن کامل مراد ہے لیکن اسپر اشکال ہوتا ہے کہ حکم تو آپ نے عام بیان فرمایا
دو ہر تمنی موت سے جو شخص کو روکا گیا ہے پس یہ مومن کامل کیسے مراد ہو سکتا ہے جواب ۲ گو یہ کلام عام کیساتھ
ساتھ آپ نے فرمایا لیکن اسکے معنی تو مقید لگی ہوئی ہے یعنی عمل کی قید اس کلام میں لگی ہوئی ہے جواب ۳ اگرچہ وہ
اپنی عمر کے اندر اعمال خیر و شر دونوں کرتا ہے لیکن اسکے اعمال خیر اعمال شر کیلئے کفارہ بن جاتے ہیں۔
حضور نے جو تمنی موت سے منع فرمایا ہے وہ مطلقاً نہیں بلکہ تمنی دو حال سے خالی نہیں یا تو دنیا کے مصائب اور
پریشانی کی وجہ سے تمنی کرتا ہے یا معصیت اور کبائر کے ارتکاب کے خوف سے تمنی موت کرتا ہے اول ناجائز ہے
1601 ثانی کے اندر گنجائش ہے عن عبادۃ ؓ اس حدیث پاک کے اندر لقاء سے مراد موت ہے اور کبھی اس ۱۵
کا اطلاق بعث کے علاوہ موت اور رؤیۃ پر بھی ہوتا ہے یہی معنی علامہ غزالی نے بیان کیے ہیں ابن الاثیر جزری
فرماتے ہیں کہ لقاء سے مراد دار آخرۃ کی طرف رغبت اور اللہ کی طرف مائل ہونا اور دنیا سے اعراض کرنا
لیکن اگر چونکہ حدیث شریف کے اندر ہے انا نکرہ الموت اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لقاء سے مراد موت ہے
اور اس صورت میں ابن الاثیر والا مطلب غلط ہو جائیگا اسکا جواب دیا کہ الموت سبب لقاء کو بیان کرنا
03 کیونکہ موت لقاء کا سبب ہے عن ابی قتادۃ ؓ اس حدیث کے اندر بیان فرمایا کہ فاجر آدمی کے ۱۳۹/۱۹
مرنے سے عباد بلاد شجر دواب وغیرہ راحت پاتے ہیں۔ بلاد تو اس وجہ سے راحت پاتے ہیں کہ وہ
اسکے ظلم و طغیان کی وجہ سے اللہ بلاد کے حقوق ادا نہیں کرتا اور نیز عباد اس وجہ سے کہ وہ بھی ظلم سے
بچے اور شجر و دواب کے متعلق علامہ داودی اور علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ راحت اس وجہ سے پاتے ہیں کہ
ان ظالمین کے ظلم و عدوان کی نحوست اور سزا میں بارش بند ہو جاتی تھی جسکی وجہ سے نہایت تکلیف میں
رہتے تھے اب اسکے مرنے پر بارش شروع تو انکی مصیبت ختم ہوگئی۔ قال ابو الولید الباجی فرماتے ہیں کہ
درخت دفن ہونے کے بعد ضرورت کٹ جاتے تھے اور جانوروں کو مارتے تھے اسکے اب وہ راحت پاگئے

07 الفصل الثانی عن ابی ہریرۃ ؓ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کے اندر جو وارد ہوا ۱۴۰/۲
ھاذم اللذات یہ بدال المہملہ ہے جسکے معنی مزیل کے ہیں۔ علامہ سہیلی روضۃ الانف میں تحریر
فرماتے ہیں کہ ہاذم بالذال المعجمہ قاطع کے معنی میں ہے اور بالدال المہملہ مزیل کے معنی میں ہے اور یہ اول
معنی یعنی ذال معجمہ والی صورت کے اندر یہاں مراد ہیں حافظ نے رد فرمادیا کہ مزیل کے معنی مراد
08 لینے میں کوئی اشکال نہیں گویا حافظ کے نزدیک دونوں قراءتیں صحیح ہیں عن ابن مسعود ؓ اس حدیث ۳
کے اندر فلیحفظ الرأس وما وعی وارد ہوا اسمیں وما وعی سے آنکھ کان ناک۔ علامہ ... مراد ہے
09 اور آگے چلکر ماحوی سے مراد قلب ہے عن عبد اللہ بن عمرو ؓ اس حدیث پاک کے اندر موت کو تحفہ مومن قرار دیا ۶
10 اور تحفہ کہتے ہیں کہ جو بطور تکریم کے کسی شخص کو دیا جائے چونکہ موت بھی ابدی نعمت کیلئے پہلا زینہ ہے
اور بقاء دائمی اور جنت کی نعمتوں کا وصال موجود ہے اسلئے موت کو تحفہ بیان کیا گیا عن بریدہ ؓ اس حدیث ۱۴۰/۷

1610 پاک کے اندر فرمایا گیا ہے کہ مومن مرتا ہے پیشانی کے پسینہ کیساتھ تو اسکے معنی و مطلب میں علماء کے چند قول ہیں ۱۲۰/۷
(۱) یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مومن موت کی سختیاں برداشت کرتا ہے اور پریشانی کی وجہ سے اسکی پیشانی
پر پسینہ آجاتا ہے (۲) مومن آدمی جہد سے لیکر مرنے تک برائی نیکیوں کا متلاشی رہتا ہے اور اسی حالت میں مر
جاتا ہے (۳) مومن کی علامت کی طرف اشارہ ہے کہ اسکی پیشانی پر مرنے کے وقت پسینہ آجاتا ہے
(۴) مومن کو خدا کی رحمت کی لطیف سے پسینہ آجاتا ہے (۵) بعض نے سوال فرمایا ہے کہ جب مومن مرتا ہے اور
سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے ~~[illegible]~~ تو حیا کی وجہ سے پسینہ
11 پیشانی پر آجاتا ہے **عن عبید اللہ بن خالد** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اچانک موت کا واقع ہونا اللہ تعالیٰ ۱۴۱ A
کی ناراضگی کی پکڑ ہے لیکن خود اس حدیث کے اندر معلوم ہوگیا کہ یہ مومن کیلئے نہیں بلکہ کافر کیلئے ہے اور
مومن کیلئے رحمت ہے علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اور رحمۃ للمؤمن سے مراد مومن کامل ہے کیونکہ ایک جگہ
وارد ہوا ہے کہ اخذۃ الاسف للفاجر کے مقابل مومن کامل ہے لیکن یہاں عام مومن مراد ہے اور
جس روایت میں فاجر کا لفظ ہے اس کا فرد ہے اور مومن کیلئے اخذۃ الاسف اسوجہ سے ہے کہ
حضرات انبیاء کرام مثلاً حضرت سلیمان اور حضرت ابراہیم وغیرہ کی موت اچانک واقع ہوئی امام نووی نے
12 ایسا ہی نقل کیا اگرچہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابراہیم کے متعلق کہنا صحیح نہیں ہے **عن انس** اس حدیث سے ۱۰
معلوم ہوا کہ انسان کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اس چیز سے امن دیتے ہیں جس کا
وہ خوف رکھتا ہے اس مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف ہے کہ الشمال سے رجاء اولیٰ ہے یا صرف خوف
دیگر حضرات کے نزدیک رجاء اور ایک کے نزدیک خوف اولیٰ ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ شروع عمر میں تو
خوف اولیٰ ہے تاکہ عبادت کرے اور نواہی سے بچے اور آخری عمر میں رجاء اولیٰ ہے امام نووی نے مطلقاً رجاء کو اولیٰ
13 قرار دیا ہے **الفصل الثالث عن جابر** اس حدیث پاک کے اندر ہول مطلع سے مراد سکرات
14 الموت موت کی سختیاں مراد ہیں **عن ابی امامۃ** اس حدیث پاک میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے رونے ۱۳
پر حضور نے فرمایا اعندی تتمنی الموت کے چند مطلب ہیں (۱) تجھ جیسا محبوب ہو تو تم مرنے کی ۱۴۵
تمنا کرتے ہو یعنی جب ادمی کے پاس اسکی محبوب شئی ہوتی ہے تو وہ مرنے کی تمنی نہیں کیا کرتا لہذا تم کیسے کرتے ہو
(۲) میرے منع کرنے کے باوجود تم موت کی تمنی کرتے ہو ایک اشکال وارد ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص
تو حضور کی نصیحت اور آخرت کے ذکر اور موت کے ذکر سے روئے اور یہ رونا تو جائز ہے لہذا حضور نے یہ
نکیر کیوں فرمائی جواب جبکہ حضور کے موجود ہوتے ہوئے یہ رونا خلاف اور تمنی خلاف تھی۔

## باب ما یقال عند من حضرہ الموت ۲۳

16 **الفصل الاول عن ابی سعید** اس حدیث پاک کے اندر حضور نے تلقین کا امر فرمایا علماء حدیث نے اس امر کو ۲۴
نقل کیا ہے کہ یہ امر استحباب کیلئے ہے صاحب بعض الحاشیہ نے لکھا ہے کہ وجوب کیلئے ہے علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے
کہ یہ امر کو وجوب کیلئے کہنا جائز ہے کیونکہ استحباب پر اجماع ہے علامہ مشفق جالی فرماتے ہیں کہ امر وجوب
کیلئے ہے کیونکہ استحباب پر کوئی قرینہ نہیں ہے مسئلہ میں کہ اجماع خود قرینہ ہے ابن حجان ابن قیم
نے صدایہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یعنی لفظ موتاکم سے مراد من حضرہ الموت ہے اور محقق ابن ہمام

1619 فرماتے ہیں کہ خوشبو سے مراد اسکے حقیقی معنی مراد ہیں ۔ **عنها قالت** امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نفس بھی 131/2
روح کے ساتھ چلی جاتی ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب نفس چلی گئی تو آنکھیں بند کر دینی
20 چاہئیں **عن عائشة** ۔ یہ حدیث بات کا سبب نہیں بنتا یہ کہا جا سکتا کہ باب کے عنوان میں 6
عبارت محذوف ہے اصل میں تھا باب ما یقال عند من حضرہ الموت **الفصل الثانی**
22 **عن معقل بن یسار** قراءت سے مراد قراءت علی المحتضر ہے بعض نے کہا کہ قراءة علی المیت مراد ہے 8
قول اول راجح ہے چنانچہ قال ابن حبان یٰسین پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اخروی احوال اور معاد کا ذکر
ہے تو جب یہ پڑھے گا تو اس میں انس پیدا ہوگا اور اس سے حیات کا امر ہوتا ہے اس لئے بھی یہی معلوم ہوا
سورہ یٰسین کی قراءت محتضر پر ہو یا میت پر عمل سلف بھی یہی ہے ابن حبان کی بھی یہی رائے ہے
25 **عن حصین بن وحوح** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو زیادہ وقت تک گھر میں نہ رکھنا چاہئے
وجہ یہ ہے کہ گھر والوں پر جزع فزع اور نعش کے پھٹنے کا احتمال ہے نیز آثار تعفن سے لوگوں کو تکلیف ہو 12
جائے۔ یہاں سے ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ میت پاک ہے یا ناپاک علماء سے دونوں قول منقول ہیں مالکیہ کے
نزدیک میت پاک ہے اور حنفیہ کا مشہور قول ہے کہ ناپاک ہے بعض علماء حنفیہ کہتے ہیں کہ وہ پاک ہے
27 ورنہ پھر غسل سے کیسے پاک ہوگا۔ **الفصل الثالث عن ابی هريرة** اس حدیث پاک کے اندر
آپ نے فرمایا الی السماء التی فیها الله بعض لوگوں نے اسکو تشبیہ کا ثبوت قرار دیا اور بعض نے کہا کہ اس کے 16
اندر مضاف محذوف مانا ہے ای السماء التی فیها حکم الله۔ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ حضور نے اپنے ملحفہ کو ناک پر رکھ 21
لیا اس کی وجہ کافر کی بری حالت کو سنا اب یہ کہ اس وقت تو کوئی بدبو وغیرہ نہ تھی لہذا آپ نے اپنی ناک
پر کپڑا کیوں رکھا جواب ۱ دیا کہ آپ کا تعلق ملأ اعلیٰ سے ہے تو وہاں کی بدبو محسوس ہوئی اسی لئے
کپڑا اپنی ناک پر رکھ لیا۔ جواب ۲ کفار کی ناپسند بیان کرنے کیلئے آپ نے ایسا فرمایا۔

## باب غسل الميت

132/19
میت کو غسل دینا ائمہ ثلثہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے ابن ہمام نے اس پر اجماع نقل کیا۔ مالکیہ کے ہاں
دو قول ہیں ایک سنت کفایہ دوم فرض کفایہ نیز حضرت کے عمل سے بھی غسل ثابت ہے امام نوویؒ فرماتے
34 ہیں کہ تکفین بالاجماع فرض کفایہ ہے **الفصل الاول عن ام عطية** ان کا نام نسیبہ 20
بنت الحارث ہے **نحن نغسل ابنته** اس سے مراد حضرت زینب ہیں مسلم کے اندر ایسا ہی ہے لیکن ابن
ماجہ کے اندر واقع ہوا کہ یہ صاحبزادی ام کلثوم ہیں۔ ابن عبد البر نے جمع کیا کہ چونکہ ام عطیہ غاسلات
میں سے ہیں لہذا دونوں کے غسل میں ہوں گی۔ اب اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ ایک مرتبہ
پانی بہا دینا کافی ہے یا نہیں ائمہ ثلثہ کے نزدیک ایک مرتبہ غسل فرض ہے۔ امام مالک کے ہاں
انقاء شرط ہے لیکن اگر غور کی نظر کی جائے تو سب کے نزدیک انقاء اولیٰ ہے ائمہ ثلثہ کے
نزدیک تثلیث مسنون ہے امام مالک کے نزدیک کوئی عدد مسنون نہیں لیکن اگر ان کی کتابوں کو
دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے ہاں وتر مسنون ہے حنابلہ کے ہاں تثلیث سے زائد مکروہ ہے
حسن بصری کے ہاں تین مرتبہ دھونا فرض ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو فوراً ان مسنون ہے

1634 فقال اشعرنها شعار کہتے ہیں اس کپڑے کو جو متصل ہو بدن کے یعنی یہ شعار تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۱۲۳/۲۲
عورت کے بالوں کی تین چوٹیاں باندھی جانی چاہئیے چنانچہ یہی امام شافعی کا ہے اور اسی حدیث سے ان کا استدلال ہے
ہمارے نزدیک تین چوٹیاں باندھی نہیں جائیں گی اور اس حدیث پاک کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور کے امر سے نہیں باندھی تھیں
35 بلکہ ان عورتوں نے خود اپنی رائے سے باندھی تھیں۔ **عن عائشۃ**: اس حدیث پاک کے اندر حضور کے
کفن مبارک کا ذکر ہو رہا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں لیس فیہا قمیص ولا عمامۃ۔ امام شافعی اور امام احمد اس کا ۲۳/۲۴
مطلب بیان فرماتے ہیں کہ اس کے اندر یہ دونوں چیزیں بالکل نہ تھیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کا
مطلب یہ ہے کہ ان تین اثواب کے اندر یہ دونوں چیزیں نہیں تھیں بلکہ یہ ان سے خارج ہیں تو گویا ان
کے نزدیک پانچ کپڑے تھے۔ کفن مسنون کے اندر ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی امام صاحب امام احمد
فرماتے ہیں کہ تین کپڑے ہیں امام مالک کے نزدیک پانچ عدد ہیں۔ ھادی باللہ ایک شیعہ ہے وہ
کہتا ہے کہ سات کپڑے ہونے چاہئیے۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک وہ تینوں کپڑے یہ ہیں
دو لفافے۔ ایک ازار۔ امام صاحب کے نزدیک تین یہ ہیں۔ ازار۔ لفافہ۔ قمیص۔ امام مالک
فرماتے ہیں کہ ایک ازار دو لفافے ایک قمیص ایک عمامہ۔ حضرت امام شافعی و امام احمد کا استدلال یہ
حدیث ہے کہ تین کپڑے بتلائے گئے اور قمیص و عمامہ کی نفی فرما دی۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ان دو
کی نفی مطلقا نہیں بلکہ ان ثلاثۃ اثواب میں سے ہونے کی نفی کرنی مقصود ہے چنانچہ حضرت ابن عمر نے اپنے لڑکے
واقد کو عمامہ اور قمیص کفن کے اندر دیا تھا۔ ھادی باللہ کا استدلال ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے ہے
ہمارا مستدل وہ ہے جو امام مالک نے بیان فرمایا تھا چنانچہ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ آپ کو حلہ یمانیہ اور
قمیص کے اندر کفن دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ کے اندر قمیص کو دینا ثابت ہے اور
اس حدیث پاک کا جواب۱ یہ ہے کہ یہاں اس قمیص کی نفی ہے جس کے اندر آپ کو غسل دیا گیا تھا یعنی آپ کو نئی قمیص
کفن کے اندر دی گئی تھی جواب۲ پہلے جواب کا عکس ہے یعنی جدید قمیص کی حدیث پاک کے اندر نفی ہے کہ آپ کے کفن میں پرانی
قمیص تھی نئی قمیص نہیں تھی جواب۳ اس سے اس قمیص کی نفی ہے جس کے اندر آستین وغیرہ ہو۔ **عن عبد اللہ**
37 **بن عباس**: اس حدیث پاک کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ محرم اگر مر جائے تو اس کے سر کو کفن سے ڈھانکا نہیں
جائیگا چنانچہ یہی مذہب شافعیہ۔ حنابلہ کا ہے اور یہ حدیث مستدل ہے ہمارے نزدیک اس کے سر کو ڈھانکا ۲۵
جائیگا اور اس حدیث پاک کا جواب یہ ہے کہ یہ اس رجل کی خصوصیت ہے۔

## الفصل الثانی

39 **عن علی**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن کے اندر غلو نہ کرنا چاہئیے اور اوپر حضرت جابر کی حدیث گذری ۱۴۴/۳
جس کے اندر ہے کہ کفن کی تحسین کرنی چاہئیے ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب۱ یہ ہے کہ تحسین باعتبار
کیفیت کے ہے اور اس حدیث کے اندر غلو باعتبار کمیت کے مراد ہے۔ جواب۲ لا تغلوا کا مطلب یہ ہے کہ
آدمی کو اس کی حیثیت کے مطابق کفن دیا جانا چاہئیے یہ نہیں کہ غریب آدمی کو کمخواب اور اطلس کے کپڑوں میں کفن
40 دینے لگو **عن ابی سعید**: اس حدیث کے اندر المیت یبعث فی ثیابہ التی یموت الخ سے معلوم ۴
ہوا کہ آدمی جس کپڑے کے اندر مرتا ہے اسی میں وہ قیامت کے دن اٹھیگا اور ایک حدیث شریف کے اندر
وارد ہوا کہ ننگا قیامت کے دن مبعوث ہوگا دونوں میں تعارض کو دفع کرنے کیلئے علماء نے چند جواب دئیے ہیں

1640 جواب ۱: بعض کے اعتبار سے ہے یعنی بعض لوگ ننگے اور بعض لوگ اپنے کپڑوں میں مبعوث ہوں گے ۱۴۴ / ۵
جواب ۲: جس وقت مبعوث ہوں گے تو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے اور پھر حشر میں ننگے ہو جائیں گے اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم
علی نبینا وعلیہ السلام کو لباس پہنایا جائیگا۔ جواب ۳: بعث اور چیز ہے اور حشر اور چیز ہے ایک کے
اندر عریاں ہوں گے اور ایک کے اندر ملبوس ہوں گے۔ جواب ۴: کپڑوں سے کنایہ تو اعمال شہید کی خصوصیت ہے
جواب ۵: کپڑوں سے مراد اعمال ہیں اور حدیث کے اندر کپڑوں پر اعمال کا اطلاق کیا جاتا ہے لیکن اس جواب
پر اعتراض ہوگا کہ جب کپڑوں سے اعمال مراد ہیں تو حضرت ابو سعید نے کپڑے کیوں پہنے ان کا عمل اس جواب کے
خلاف ہے؟ جس کا جواب یہ دیا کہ انہوں نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے کپڑوں سے اس کے حقیقی معنی سمجھے
جیسے حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود کے اندر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ظاہر پر عمل کیا تھا۔
43 عن ابن عباس: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائیگا بلکہ ان کے خونوں ہی کے ۷
اندر ان کو دفن کر دیا جائیگا چنانچہ اکثر ائمہ اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حسن بصری کے نزدیک غسل واجب ہے
اور جو شخص کہ حالت جنابت میں شہید ہوا ہو اسکو امام صاحب کے نزدیک غسل دیا جائیگا اور دوسرے ائمہ کے نزدیک اس
44 کو بھی بغیر غسل دفن کر دیا جائیگا **الفصل الثالث عن سعد بن ابراہیم** اس حدیث پاک کے اندر ۹
حضرت عبد الرحمان بن عوف نے حضرت مصعب بن عمیر کے متعلق جو فرمایا وہو خیر منی یہ تواضعاً فرمایا کیونکہ
حضرت ابن عوف عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور مصعب بن عمیر اس درجہ کے صحابی نہیں ہیں۔

## باب المشی بالجنازة والصلوة علیها ۱۵

نماز جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں پہلی ہجری کے اندر ہوئی ہے مکہ میں مشروع نہیں ہوئی تھی۔
46 **الفصل الاول عن ابی ہریرة** اس حدیث پاک کے اندر لفظ اسرعوا کے متعلق محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں
48 کہ یہ امر بالاجماع استحباب کیلئے ہے۔ ابن حزم ظاہری کے نزدیک وجوب کیلئے ہے ۱۵ / ۱۹
حضرت ابو سعید کی اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک جنازہ دیکھنے کے وقت کھڑا ہونا اور دوسرا
مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص قبرستان جائے جنازہ کے ساتھ تو اس کے رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے اور دونوں مسئلوں
کے اندر علماء کا اختلاف ہے۔ مسئلہ قیام کے متعلق امام احمد، امام اوزاعی، اسحاق بن راھویہ، امام محمد بن حسن
شیبانی فرماتے ہیں کہ کھڑا ہونا مستحب ہے۔ امام نعمان بن ثابت، امام محمد بن ادریس، امام مالک بن انس کے
نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے۔ بعض مالکیہ مثلاً سحنون مالکی، اشہب مالکی وغیرہ کے نزدیک قیام اور قعود کے
اندر اختیار ہے۔ جو لوگ قیام کے استحباب کے قائل ہیں وہ اس حدیث اور متعدد روایات سے استدلال
کرتے ہیں لیکن در اصل بات یہ ہے کہ اندر قیام کی علت میں اختلاف ہے بعض احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ ملائکہ کی
وجہ سے قیام کرتے تھے اور بعض کے اندر آپ نے فرمایا الیست نفساً۔ بعض کے اندر ہے کہ موت گھبراہٹ کی چیز ہے
بعض کے اندر ہے کہ قیام اس لیے کہ اس کا جنازہ سر سے بلند نہ ہو۔ بہرحال جمہور ائمہ اس کے نسخ کے قائل ہیں اور
دلیل میں حضرت علی کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کے اندر ہے کہ آپ نے ہم کو قیام کا حکم دیا اور پھر
آپ بھی بیٹھ گئے تو امرنا بالجلوس لیکن اس کا جواب استحباب والے دیتے ہیں کہ امرنا بالجلوس کا
مطلب ہے کہ امرنا بالجلوس بعد وضع الجنازة نیز مشکوٰة ص ۱۴۶ پر ایک حدیث آ رہی ہے اس سے بھی استدلال

1648 کیا جا سکتا ہے لیکن اسکا جواب بھی وہ لوگ یہی دیتے ہیں ۔ ایسے ہی ایک حدیث ابو موسیٰ اشعری کی ہے لیکن اسکا ۱۴۷ 19
ایک راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے دوسرا مسئلہ قعود بعد الوضع کا ہے امام کی بات۔ اور قادری کے
نزدیک میت کو اتار دینے تک بیٹھنا جائز نہیں ہے ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے
اسمیں بھی اختلاف ہے کہ حتی توضع سے وضع عن الاعناق مراد ہے یا وضع فی القبر مراد ہے بعض کے
نزدیک قبر کے اندر رکھنا مراد ہے اور بعض کے نزدیک کاندھوں سے اتارنا مراد ہے علامہ ابن تیمیہ،
52 ابن قیم، ابن حجر عسقلانی کے نزدیک یہی راجح ہے اور یہی اصح ہے وغیرہ ۔ نجاشی حبشہ کا ۲۶
بادشاہ تھا جس کا نام اصحمہ تھا اور ان کا تذکرہ عطیہ کے معنی میں ہے یہ مسلمان تھے انکا پر حضور نے
نماز جنازہ مدینہ پاک کے اندر پڑھی اور ان کا جنازہ حبشہ کے اندر تھا جس سے مسئلہ مستنبط ہوا
کہ نماز غائبانہ جائز ہے چنانچہ یہی مذہب امام شافعی امام احمد کا ۔ ابن حجر فرماتے ہیں اور اس کے
جواز میں کسی کا اختلاف نہیں لیکن امام ابو حنیفہ اور امام مالک فرماتے ہیں جنازہ کی نماز غائبانہ جائز نہیں ہے
ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ جنازہ جس جگہ ہے اگر وہ قبلہ کی جانب ہے تو نماز غائبانہ جائز ہے ورنہ نہیں
بعض علماء کے نزدیک میت جس دن مری ہے اس دن تک پڑھ سکتے ہیں اس کے بعد جائز نہیں ہے ۔ علامہ
خطابی، ابن تیمیہ، ابن قیم لکھتا ہے کہ مذہب یہ ہے کہ اگر ایسے شخص کے اندر اس کا انتقال ہوا کہ جہاں اسکی
نماز نہیں پڑھی گئی تو جائز ہے اور اگر اسپر نماز پڑھی جا چکی تو جائز نہیں ہے علامہ رویانی شافعی نے
اس مذہب کو اختیار کیا جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور عدم جواز
والے اس حدیث کا جواب ۱ دیتے ہیں کہ یہ نماز غائبانہ تھی یہ حضور کی خصوصیات میں سے ہے چنانچہ اس نماز
جنازہ کا مشاہدہ فرمایا ہے علامہ ابن دقیق العید نے اس پر اعتراض فرمایا کہ آپ نے کیا مشاہدہ
فرمایا ہے محض احتمال ہے امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ دلیل موجود ہے چنانچہ ابن حبان نے
عمران بن حصین سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے اندر ہے کہ الا نری الا انہ بین یدیہ یعنی آپ کے
سامنے ہم نے اسکو نہیں دیکھا یہ قرینہ اور قائم ہے اس بات کی کہ وہ منکشف ہوا تھا لیکن صحابہ
کرام کو نظر نہ آیا ۔ نیز ابن عباس سے بلا سند ایک روایت کے اندر نقل کیا گیا ہے کہ آپ کے لئے منکشف
ہوا تھا لہذا حضور کے نماز پڑھ لینے پر دوسروں کی نماز کو قیاس نہیں کیا جائیگا یہ قیاس مع الفارق ہے
جواب ۲ : نجاشی کے خصائص میں سے ہے کہ آپ نے اس پر نماز پڑھی غائبانہ اور اس کے علاوہ کسی اور
پر نہیں پڑھی جو نہایت اشکال ہوا کہ دوسری روایات کے اندر معاویہ بن معاویہ لیثی اور زید بن حارثہ
اور جعفر بن ابی طالب پر بھی آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور ان کا جنازہ کسی اور مقام پر تھا لہذا آپ کا خصوصیت
کا دعوی کرنا صحیح نہیں ہے اسکا جواب دیا گیا کہ ان لوگوں کا جنازہ کا تو آپ پر کشف ہو گیا تھا اور کا
خصوصیت کا دعوی کرنا کشف کے نہ ہونے کی صورت میں تھا لہذا آپ کا اعتراض غلط ہے نیز حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب ستر قراء پر نماز نہیں پڑھی جواب ۳ : علامہ خطابی وغیرہ نے اس
حدیث کا یہ جواب دیا کہ ایسی جگہ پر اگر وہ شخص مرا ہے جہاں اسپر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو تو ایسے شخص کی
غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے علامہ عینی نے اس جواب پر اعتراض کیا کہ یہ بعید ہے کہ کوئی ایسی بھی جگہ ہو کہ

1652 جہاں رسیر نماز نہ پڑھی جاسکے لیکن اس مطلب کو بھی رد کر دیا گیا اور یہ بات ثابت ہے کہ نجاشی پر خواص ۱۲۲/۲۶
صحابہ جو حبشہ کے اندر موجود تھے انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ جواب ۲: علامہ قرطبی نے جواب دیا کہ آپ نے
یہ نماز تالیف قلب کیلئے پڑھی تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلام کے اندر ہر شخص جو مسلمان ہے
53 اس کے ہر قسم کے حقوق کی رعایت کی جاتی ہے عن عبد الرحمن بن ابی لیلی اس حدیث پاک کے اندر صلوۃ ۲۷
جنازہ کی تکبیرات کا ذکر ہے علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ صحابہ کا اختلاف تکبیر کے متعلق تین سے لیکر نو تک اعداد کے
چند اقوال سنئے:۔ (۱) ابن عباس، انس، جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک تین تکبیریں ہیں
(۲) ائمہ اربعہ۔ جمہور علماء۔ حضرت عمر۔ ابن عمر۔ ابن ابی اوفی۔ زید بن ثابت کے نزدیک چار تکبیریں ہیں
(۳) زید بن ارقم۔ حذیفہ۔ اصحاب معاذ بن جبل، شیعہ۔ ظاہریہ کے نزدیک پانچ تکبیریں ہیں (۴) ابوبکر
ابن المنذر و حضرت علی کے نزدیک چھ تکبیریں ہیں (۵) اہل بدر پر چھ تکبیریں اور دوسرے صحابہ پر پانچ تکبیریں
اور بقیہ صحابہ پر چار تکبیریں کہی جائیں گی (۶) حضرت علی سے مروی ہے کہ نماز جنازہ کے اندر چھ تکبیریں ہیں
54 لیکن یہ تمام اختلاف سلف کے اندر تھا اب تمام کے نزدیک چار تکبیریں ہیں عن طلحۃ بن عبد اللہ ۱۲۵/۲
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے اندر سورۃ فاتحہ پڑھی جائیگی چنانچہ امام شافعی اور احمد اسحق بن راہویہ
کے نزدیک بطور قراءت کے پڑھی جائیگی حضرات حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نہیں پڑھی جائیگی اور اس حدیث کا جواب
یہ دیتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ سنیت ثابت ہو سکتی ہے حالانکہ آپ وجوب کے قائل ہیں جواب ۲: اس حدیث
کے راوی ابن عباس خود ہیں اور یہ مذہب البیہقی کا ہے جواب ۳: یا سورۃ فاتحہ پڑھنا بطور دعاء تھا
56 بطور قراءت کے نہیں پڑھی گئی عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے اندر نماز جنازہ ۸
جائز ہے امام شافعی و احمد و اسحق کا یہی مذہب ہے یہی امام مالک کی ایک روایت ہے دوسری روایت
امام مالک کی بہ کراہت جائز ہے یہی مذہب ہے امام محمد کا اور مسند احمد ابو داؤد کی روایت میں صحیح اور
وارد ہوا کہ جس نے نماز مسجد کے اندر پڑھی اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ شافعیہ اعتراض کرتے ہیں اس پر کہ اسکی سند صحیح نہیں
کیونکہ اس میں ایک راوی صالح مولی التوأمہ ہے جو کہ مختلط ہے اسکا جواب حافظ ابن حبان فرماتے
ہیں کہ ان کو اختلاط ۱۲۵ھ میں ہوا اور ان کو روایت کرنے والا ابن ابی ذئب ہیں جو کہ ان کے قدیم اصحاب
میں سے ہیں۔ علامہ ابن قیم نے لکھا کہ یہ حدیث حسن ہے ابوداؤد کی سند والی صحیح ہے البتہ اس حدیث کے الفاظ
میں اختلاف ہے بعض کے اندر فلا شئ له اور بعض میں فلا شئ علیہ اور کسی میں فلیس له شئ اور بعض میں فلا اجر له
وارد ہوا ہے بعض علماء نے خطیب بغدادی سے نقل کیا ہے کہ فلا شئ له صحیح ہے اسکا جواب ۳: حضرات حنفیہ
کہتے ہیں کہ اگر یہ آپ کی سنت ہوتی تو اس حدیث میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وارد ہوئی ہے ہوتی
مسجد نبوی کے باہر آپ نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے اگر یہ ہوا کہ نجاشی پر آپ نے نماز مصلی کے اندر
پڑھی ہاں البتہ کبھی کبھی آپ نے پڑھی ہے جو زیادہ سے زیادہ جواز کا درجہ ہے شیخ ابن ہمام ایک قول
نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ یہ فرمائیں کہ مسجد کے اندر نماز جنازہ افضل ہے یا جائز اگر افضل ہے تو ہم
تسلیم نہیں کرتے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے خلاف ہے اور اگر آپ جواز کے قائل ہیں تو ہم بھی
جواز کے قائل ہیں البتہ ہم کراہت کے قائل ہیں اب یہ کراہت کے اندر بھی اختلاف ہے بعض کے نزدیک تنزیہی

1656 اور بعض نماز وتر کو بھی کہتے ہیں تحقیق ابن ہمام کا رجحان تنزیہی کی طرف ہے اور یہی صحیح ہے عن ابن عباس ۱۲۵/۸
58 مثل ذلک ... بعض نے اس کو ... ابن عربی اور بعض نے حبیب ابن ثابت سے نقل کیا ہے اس حدیث سے ۱۱
ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ قبر پر نماز جائز ہے یہی مذہب ہے امام شافعی احمد ابن وہب کا امام مالک کی ایک روایت
نماز جنازہ بھی یہی ہے ابن القاسم سے مشہور مالکیہ یہی مذہب نقل کی امام محمد امام ابو یوسف ابراہیم نخعی ثوری
کے نزدیک جائز نہیں اور اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں آپ کے خصائص میں سے ہے ابن حبان نے الفاظ نقل کیا کہ حضور
کی خصوصیت نہیں تو ... آپ کے اصحاب بھی ان پر پڑھتے اس کا جواب یہ ہے کہ بعض نے ان کو اس کی اجازت
ثابت ہوتا ہے اور دوسرے ان کو ... اجازت نہیں ہوتا معلوم ہو سکتا ہے اور خصوصیت کی دلیل مسلم کی روایت
59 ابوہریرہ کی حدیث میں موجود ہے وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ان هذه القبور مملوءة ظلمة ... ان الله ... حضور کے ۱۴
قبر پر نماز پڑھنے کی وجہ سے ان میں نور پیدا کر دیا ہے نور کا پیدا ہونا حضور ہی کی نماز سے ہے لہذا
آپ ہی کی خصوصیت ہے علامہ سیوطی نے انموذج اللبیب ... اور بعض علماء نے نقل کیا کہ اگر میت پر بغیر
نماز جنازہ کی نماز پڑھے دفن کر دی گئی ہو تو اس کے لئے ... پڑھی ... مسئلہ ... میں ... قبل
قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے تو شافعیہ کے یہاں تین قول ہیں (۱) ابدا پڑھ سکتا ہے (۲) تین دن تک پڑھ سکتا ہے
(۳) ایک مہینہ تک ... اور حنفیہ کے یہاں اگر کسی نماز جنازہ پڑھے بغیر ... گئی تو قبر پر نماز اس وقت
65 تک جائز ہے جب تک نہ پھٹے اور انفساخ ... اور اکثر تین دن تک ہوتا ہے عن جابر ۱۲۶/۱
اس حدیث باب کے ... حضور ... فعل وارد ہوا ہے جمع بین الرجلین فی ثوب واحد
... علماء کا اختلاف ہے علامہ ... کہتے ہیں کہ ... واحد ... فی قبر واحد ہے اور یہ
... اختیار کیا کہ دو آدمیوں کو ... ایک کفن میں ... بعض علماء فرماتے ہیں کہ
اس سے ثوب حقیقی مراد ہے اور دونوں میت کے درمیان ... بعض نے کہا کہ وہ
دونوں ... ایک کفن میں لپیٹ دیا ہوگا بعض نے کہا
... کا مطلب یہ ہے کہ ایک کپڑا ... کر دونوں کو ... ان میں ... دیا ہوگا۔
اس مطلب کو علامہ انور شاہ نے ابن تیمیہ سے نقل کیا دوسرا ... اس حدیث میں وارد ہے ... ۳
اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ نماز جنازہ شہید کی پڑھی جائیگی یا نہیں امام اعظم امام ...
... سعید بن مسیب کے نزدیک پڑھی جائیگی ... دیگر ... نہیں پڑھی جائیگی
اور استدلال یہ حدیث ہے ... استدلال ابو داؤد کی روایت سے ... علیہ اور یہ ...
اور ... ہوتا ہے ... اشکال ... بخاری کی ہے اور آپ کا
استدلال ابو داؤد کی روایت سے ہے ... استدلال راجح ہو گیا اشکال ... روایت ... اور
آپ کی روایت مرسل ہے - اول اشکال کا جواب یہ ... ابن ... آپ نے
نماز پڑھی اور اس کی سند بالاتفاق حسن ہے اور یہی ... استدلال ... کافی ہے اور دوسرے اشکال
کا جواب یہ ... اور اس حدیث جابر کا جواب یہ ... آپ نے
... حضور ... اس کو معلوم ہی نہیں کہ حضور نے شہداء احد کی نماز پڑھی یا نہیں

1665 ہونا ثابت ہو۔ استدلال اس حدیث سے صحیح نہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ طبرانی کی حدیث میں بھی فصلی علیہ واحد ۱۳۴/۳

ہو اور سہیل ابن بیضاء کی تو ہے۔ ان کا انتقال کیا گیا وہاں عموماً ہے مراد دعا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ صلی علی جنازہ نماز جنازہ پڑھنے

67 **الفصل الثانی عن المغیرة :** اس حدیث پاک کے اندر بیان کیا گیا ہے جنازہ کی کس جانب ۵

میں چلے اور کس جانب کے اندر افتراق ہے اس طرف چلنا اولیٰ ہے۔ امام بخاری، سفیان ثوری کے نزدیک

ہر طرف چلنے میں اختیار ہے۔ امام محمد کے نزدیک پیچھے چلنا اولیٰ ہے۔ امام شافعی کے یہاں آگے چلنا اولیٰ ہے

امام مالک سے دونوں روایتیں ہیں۔ بعض کے نزدیک اگر راکب ہے تو آگے چلنا اولیٰ ہے اور اگر راکب ہے

تو پیچھے چلنا اولیٰ ہے۔ یہی امام مالک کی ایک روایت ہے۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ آگے بھی اور پیچھے بھی

اور پیچھے چلنا اولیٰ ہے۔ امام بخاری اپنے مذہب پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مقصود جنازہ کی مشایعت

ہے اور وہ ہر طرف سے حاصل ہو سکتی ہے۔ حنفیہ کا استدلال ابن مسعود کی حدیث سے ہے اس پر استدلال کیا ہے لوگوں نے

کہ اس روایت میں ابو ماجد راوی ضعیف ہے۔ جواب یہ ہے کہ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ بھی مرسل

اور مرسل ہمارے یہاں مقبول ہے۔ دوسری بات امام بخاری کے تشریح میں حضور ﷺ کا اس کی ہیں تو جو

حضرت عباس فرماتے ہیں ایک حق اتباع جنازہ ہے اور دوسرے حق میں جنازہ کے پیچھے چلنا ہو

ابوبکر و عمر حضرت علی پیچھے چل رہے تھے اس سے پوچھا گیا کہ آپ پیچھے چلتے ہیں حالانکہ ابوبکر و عمر جنازہ

کے آگے چلتے تھے آپ نے جواب دیا کہ وہ دونوں اس بات کو جانتے تھے اور عوام ان کے آگے نہیں چل

سکتے تھے تو آگے پیچھے ہو گئی جو اس میں عوام اور بھی زیادہ پیچھے ہو جاتے اس لئے کہ معلوم ہوا کہ اصل

افضلیت پیچھے چلنے میں ہے۔ دوسرا جز حدیث پاک کا ہے والطفل یصلی علیہ۔ اس مسئلہ کے اندر کہ ۸

اختلاف ہے کہ سقط کی نماز پڑھی جائیگی یا نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ مختار اور جمہور کا مذہب ہے کہ

نماز پڑھی جائیگی۔ سعید بن جبیر کا مذہب کہ نماز نہیں پڑھی جائیگی۔ بعض کا مذہب اگر وہ چار مہینہ کا

پورا ہو گیا تو اس پر نماز پڑھی جائیگی ورنہ نہیں۔ سعید بن جبیر حضرت ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

نماز جنازہ والے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ ان پر نماز نہیں پڑھی گئی ہم کہتے ہیں کہ اس بارے میں

جو روایات مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے آپ نے نماز نہیں پڑھی اور بعض سے معلوم ہوا نماز پڑھی گئی

اور یہی صحیح بھی ہے امام احمد فرماتے ہیں الحسن روایت کے اندر نہ پڑھنا وارد ہوا وہ حدیث منکر ہے اور

نیز ان کے لئے فضیلت نبوت کافی ہے ایک جواب یہ ہے کہ حضور نماز کسوف کے اندر مشغول تھے لہذا جس حدیث

کے اندر نہ پڑھنا وارد ہوا ہے اس کا مطلب ہے آپ نے نماز نہیں پڑھی اور جس کے اندر وارد ہوا ہے کہ نماز

پڑھی اس کا مطلب ہے کہ صحابہ نے نماز پڑھی ہے ایک جواب یہ ہے کہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر

لہذا نماز کا پڑھنا راجح ہو گا نہ پڑھنے پر۔ سعید بن جبیر کا استدلال ایک یہ تھا کہ بچہ مغفور لہ ہوتا ہے

لہذا نماز جنازہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہم کہتے ہیں کہ اس قاعدہ کے تحت تو نبی پر بطریق اولیٰ نماز نہ

پڑھنی چاہئے کیونکہ وہ نبی نبوت اور قرب خداوندی کے باوجود معصوم و مغفور لہ ہوتا ہے حالانکہ نبی

پر تمام کے نزدیک نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے تیسرا جز اس حدیث کے اندر ہے والسقط یصلی علیہ ۶

تمام محدثین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز ہے بشرطیکہ استہلال یا آثار حیات اس کے اندر پائے گئے ہوں امام احمد داؤد ظاہری کے نزدیک اگر

فراده

1670 چار ماہ کا حمل ہے تو پڑھی جائیگی عن ابی ھریرۃ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ جنازہ کو کیسے اٹھایا 146/12
جائیگا امام شافعی۔ ابو ثور کے نزدیک بین العمودین اٹھائیگا یعنی ایک آدمی اپنے مونڈھے پر دونوں طرف سے
اسکے پائے رکھ لے اور دو آدمی پیچھے کھڑے ہو کر اس جنازہ کی ایک ایک لکڑی کو پکڑ لیں ~~[illegible]~~ امام صاحب
حسن بصری امام احمد کے نزدیک تربیع افضل ہے امام مالک کے نزدیک دونوں برابر ہیں اور یہ اختلاف افضلیت
79 کے اندر ہے عن نافع ابی غالب موئت انس ابن مالک جب رجل کے جنازہ پر نماز پڑھی ان کا امام 147/2
عبداللہ بن عمیر یا عبداللہ بن عمر ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک امام رجل کے قریب کھڑا ہو ~~یہی ایک روایت~~
~~مالک رحمہ اللہ سے ہے اور دوسری روایت امام کی~~ اور عورت کے جنازہ میں کمر کے قریب کھڑا ہوگا یہی ایک روایت
امام صاحب اور امام مالک سے ہے دوسری مشہور روایت امام صاحب کی یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں کے سر کے قریب
کھڑا ہو اور امام مالک کی دوسری روایت یہ ہے کہ وسط رجل اور منکبین مراۃ کے پاس کھڑا ہو حسن بصری
84 کے نزدیک اختیار ہے الفصل الاول عن جعفر بن محمد اس حدیث سے معلوم ہوا حضرت حسن 15
کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا چاہئے اور اسکے بعد محمد بن سیرین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ ان کے نزدیک کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ وہاں انہوں نے کھڑے ہونے پر نکیر فرمائی ہے تو دونوں حدیثوں
کے اندر تعارض ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بعد میں جب مسئلہ محقق ہوگیا تب انہوں نے رجوع کر لیا پہلے ان کا
87 مذہب جواز قیام کا ہوگا عن مالک بن ھبیرۃ اس حدیث کے اندر لفظ اوجب کا مفعول مذکور نہیں
مولانا شیخ عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ اسکا مفعول جنت ہے اور امام نووی فرماتے ہیں کہ اوجب المغفرۃ اور 20/4

# باب دفن المیت

94 الفصل الاول عن ابن عباس اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ حضور کی قبر اطہر میں چادر ڈالی 6
گئی ہے چنانچہ علامہ سیوطی۔ ابن حزم ظاہری کے نزدیک ڈالی جائیگی امام نووی نے جمہور سے نقل کیا کہ چادر نہیں
ڈالی جائیگی اور اس حدیث کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ آپ کے غلام نے وہ چادر از خود ڈال دی تھی تاکہ اس
کو کوئی دوسرا شخص استعمال نہ کرے۔ وکیع بن الجراح فرماتے ہیں کہ یہ حضور کی خصوصیت تھی ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ
کہا جاتا ہے کہ نکال دی گئی حافظ فرماتے ہیں کہ نکالدیا تھا حافظ عراقی اپنے الفیہ میں فرماتے ہیں
95 وفرشت فی قبرہ قطیفۃ ؛ قیل اخرجت وھذا اثبت ؛ عن سفیان اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ 7
حضور عالی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک مسنم ہے چنانچہ امام صاحب امام احمد فرماتے ہیں کہ قبر مسنم ہونی چاہئے
مگر شوافع کا یہی مختار ہے ملا علی قاری نے جمہور علماء سے یہی نقل کیا قاضی حسین شافعی فرماتے ہیں کہ
اسی پر علماء کا اتفاق ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ قبر مسطح افضل ہے دوسرا قول ان کا تسنیم ہے حضرت
امام مالک سے ابن تیمیہ نے تسطیح کا قول نقل کیا ہے۔ جمہور علماء کا مذہب تسنیم ہے اور اسی حدیث سے وہ
استدلال کرتے ہیں امام شافعی کا مسطح ہونے کی صورت میں استدلال ابو الھیاج اسدی کی حدیث سے ہے جسکے
اندر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول مذکور ہے ولا قبرا مشرفا الا سویتہ الخ ہم کہتے ہیں کہ قبر کے مسنم ہونے کی صورت
97 میں بھی قبر کے اندر کوئی بلندی نہیں ہوتی عن جابر جمہور کے نزدیک تجصیص (پختہ بنانا) اور بناء و قعود۔ استناد
یہ سب چیزیں مکروہ ہیں امام مالک کے نزدیک جلوس مکروہ نہیں بلکہ پیشاب پاخانہ کی غرض سے قعود مکروہ ہے۔ حنفیہ کا مسلک قعود کے 9

1697 باب میں مختلف ہے اصحاب متون نے مطلق مکروہ لکھا ہے اور یہی روایت امام مالک سے بھی نقل کیا ہے امام عینی فرماتے ہیں ١٢٨ / ٩
امام طحاوی کا قول راجح ہے علامہ شامی نے دونوں کے اندر تطبیق دی کہ مطلقاً قعود مکروہ تنزیہی اور بیت الخلاء
1700 یا غائط کیلئے قعود مکروہ تحریمی ہے **الفصل الثانی عن عروۃ** :۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ١٣
انتقال کے بعد اہل مکہ و مدینہ کے اندر اختلاف ہوا بعض نے (اہل مکہ) کہا قبر مبارک کے اندر لحد ہوگا اور اہل مدینہ نے کہا
شق ہوگا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ جو گورکن کو جلدی لایا جائے جنمیں سے ایک لحد بناتے تھے ایک شق بناتے تھے اول کا نام
ابوطلحہ انصاری اور دوسرے کا نام ابو عبیدہ ابن الجراح تھا چنانچہ ان دونوں کو بلانے بھیجے ایک ... ایک اول گیا
جو پہلے آجائیگا وہی اپنا عمل کرے چنانچہ حضرت ابوطلحہ انصاری پہلے آگئے اور انہوں نے لحد بنائی۔ اسبات پر
علماء کا اتفاق ہے کہ لحد افضل ہے اور زمین کے گرنے کی صورت میں شق افضل ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق فرماتے
01 ہیں کہ احناف کے یہاں لحد پر قدرت ہوتے ہوئے شق بنانا مکروہ ہے **عن ابن عباس** :۔ اس حدیث کا ١٥
اندر اللحد لنا والشق لغیرنا کے معنی کے چند مطالب بیان فرمائے (۱) اللحد للمسلمین والشق لغیر المسلمین (۲) اللحد
لاہل المدینۃ والشق لغیر اہل المدینۃ (۳) اللحد للمعشر المسلمین والشق لغیرہم (اور بعض) سب کے راجح ہیں
03 **عن ہشام** :۔ اس حدیث کے اندر وارد ہوا **اعمقوا** یعنی قبر کو گہرا کیا کرو بناؤ اب اسکے ١٦
اندر اختلاف ہے کہ کتنی گہرائی ہونی چاہئے حنفیہ کے نزدیک سینے کے بقدر امام شافعی کے یہاں ایک انسان
کے قد اور ایک بسطہ کے بقدر عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ناف تک اور امام مالک کے یہاں متوسط افضل ہے
05 **عن ابن عباس** سُلّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیل کے معنی ہیں جنازہ کو قبر کے کونے کی طرف رکھکر میت ٢١
کو سر کی جانب سے قبر میں داخل کرنا یہ امام شافعی امام احمد انس بن مالک کے نزدیک مستحب ہے امام ابو حنیفہ حضرت
علی، محمد بن حنفیہ، اسحاق بن راہویہ قبلہ کی طرف سے داخل کیا جائیگا۔ امام مالک سے ایک روایت امام
شافعی کے موافق ہے اور دوسری روایت کے اندر فرماتے ہیں کہ اختیار ہے امام شافعی کا مستدل یہ حدیث ہے اور
08 ہم کہتے ہیں کہ روایات کے اندر اختلاف ہے **عن جعفر بن محمد عن ابیہ** ثلث حثیات مستحب ہے اور ٢٥
رش علی القبر امام غزالی کے نزدیک جائز نہیں ~~احناف~~ جمہور کے نزدیک جائز ہے سنن بیہقی کے اندر
ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر اطہر پر رش ہوا تاکہ خالی پن کیلئے ایسا کیا جاتا ہے
09 نیز مٹی کے اندر انتشار نہ ہو **عن جابر قال** :۔ اس حدیث کے اندر تجصیص اور قرأت پر لکھنے ٢٧
سے منع کیا گیا کیونکہ اسمیں اہانت ہے اور بیٹھنا جائز ہے البتہ نقش علامت لگانا جائز ہے کتبہ کے
11 اندر بعض کے نزدیک جواز ہے اور بعض نے اسکے لگانے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے **عن المطلب** ١٢٩ / ٣
**بن وداعۃ** :۔ مہاجرین کے اندر سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا آپ غزوۂ بدر
میں تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پتھر قبر کے سرہانے لگایا گیا اور عمرو بن حزم کی حدیث
کے اندر ہے کہ رجلین کے پاس رکھا ظاہر یہ ہے کہ ابوداؤد کی روایت راجح ہے اور جمع یہ ہوگا کہ ایک
پتھر سرہانے اور ایک رجلین کے قریب رکھا ہوگا چنانچہ عمرو بن ... شبہ کی روایت کے اندر دو پتھروں
کا ذکر ہے کہ دو پتھر آپنے اٹھائے تھے ایک آگے اور ایک رجلین کے قریب رکھا۔ علامہ بدرالدین فرماتے ہیں
کہ قبر پر علامت لگانے کی دلیل یہ حدیث ہے اور اگر علامت قبر پر لگائی جائیگی تب الحاوی فرماتے ہیں دونوں طرف علامت

1714 عن عائشة: اس حدیث سے مصنف کا مقصود تعظیم میت کو بیان کرنا ہے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر میت ۱۱
کسی کا موتی نگل جائے تو کیا میت کو پھاڑ کر وہ نکالا جائیگا یہ اس حدیث کے تحت یہ مسئلہ بھی
متعلق ہے علماء نے بیان کیا ہے وہ اس کے اندر داخل نہیں بلکہ وہ نکالا جائیگا اور اگر اپنا موتی نگل جائے
15 تو اس کے اندر دونوں قول ہیں **الفصل الثالث** عن انس: اس حدیث کے اندر جس صاحبزادی
کا ذکر ہے وہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں آپ نے فرمایا **لم یقارف اللیلة** اس کے معنی میں چند مطلب بیان کیا ۱۲
فرمائے ہیں مطلب ۱ وہ جس شخص نے کوئی گناہ نہ کیا ہو وہ ان کی قبر میں اترے مطلب ۲ وہ جس شخص نے جماع ۱۳
اپنی بیوی سے نہ کیا ہو وہ اترے اول صورت کے اندر آپ نے بتلا دیا قبر میں میت کو اتارنے والا متقی
اور پرہیزگار ہونا چاہیے اور ثانی صورت کے اندر مطلب کی توضیح یہ ہوگی اس دن حضرت عثمان نے اپنی
باندی سے جماع کر لیا تھا حضور کو ناگوار ہوئی تو اسپر آپ نے تنبیہ فرمائی اب یہ شبہ ہے کہ حضرت
عثمان نے جماع ایسی حالت میں کیوں کی جبکہ وہ بیمار تھیں نزع کی حالت تھی جواب یہ ہے کہ چونکہ ان
کا مرض طویل ہو گیا تو آپ کو ضرورت ہوگی اور یہ معلوم نہ ہوگا آج انتقال فرما جائیگی اس لیے جماع فرمایا
دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے حضرت ابو طلحہ تو نامحرم تھے ان کو قبر اطہر کے اندر کیسے اتارا اسکا جواب حضرت شیخ
16 نے جلد الحاشیہ دیا محرم کو اتارنا مستحب ہے اور غیر کا مستحب علی الغیر ممنوع نہیں ہے **عن عمرو بن العاص**
اس حدیث پاک کے اندر حضرت عمرو بن العاص اپنے صاحبزادے سے فرمایا نار یا نائحہ کو میری قبر پر نہ لانا ۱۵
کیونکہ یہ دونوں چیزیں ناجائز ہیں آگے چلکر فرمایا اقیموا حول قبری اسکا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ
دفن کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر میرے لئے تثبیت کی دعا کرو تاکہ مجھے اطمینان اور انسیت پیدا ہو اس سے استدلال ۱۶
18 کیا جا سکتا ہے اسبات پر کہ مردہ قبر کے اندر سنتا ہے **عن ابن ابی ملیکة** یہ واقعہ اسوقت کا ہے ۲۰
جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کیلئے تشریف لے جا رہی تھیں جب مکہ پہنچی تو اپنے بھائی حضرت عبد الرحمان کے
مزار پر تشریف لے گئی اور یہ دونوں شعر پڑھے — وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيْمَةَ حِقْبَةً مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى
قِيْلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّيْ وَمَالِكًا لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا — در اصل یہ دونوں
شعر تمیم بن نویرہ کے ہیں جو اس نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے اور مالک کو حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت خالد بن الولید نے قتل کر دیا تھا اس شعر کے اندر شاعر نے اپنے اور اپنے بھائی
مالک بن نویرہ کی مصاحبت اور پھر اسکی مفارقت کی تاثرات عجیبہ کا اظہار کیا ہے دونوں شعروں کا ترجمہ
اور مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں اپنی زندگی کے اندر ایسے متقارب اور مصاحب رہتے تھے جیسے جذیمة الابرش
بادشاہ کے دونوں ندیم (جو چالیس سال تک ساتھ رہے تھے) زمانہ کی ایک مدت تک یہاں تک کہا گیا یہ
دونوں کبھی جدا اور متفرق نہیں ہوں گے (یعنی لوگوں نے ہم دونوں بھائیوں کے متعلق یہ قیاس آرائیاں کی) پس جبکہ ہم دونوں
جدا ہو گئے [illegible] تو گویا میں اور میرا بھائی مالک ایک زمانے تک جمع رہنے کے بعد ایسے ہو گئے کہ ایک رات بھی
ساتھ نہیں گذاری (جذیمة الابرش کے دونوں ہمنشینوں میں ایک کا نام مالک اور دوسرے کا نام عقیل تھا) یا کیا ہے
اور لطول اجتماع کے اندر لام کو بعد کے معنی میں لیا گیا جیسے اقم الصلوۃ لدلوک الشمس اس کے اندر لام بعد کے معنی
میں ہے یہ تو اس شعر کا ترجمہ اور مطلب ہوا اب حدیث کے اندر جو مسئلہ مختلف فیہ ہے اسکو سنئے وہ حضرت علامہ

1718 فرماتے ہیں او حضرتک ... یعنی اگر میں تمہارے جنازہ کے اندر حاضر ہوتی تو تم کو یہاں سے منتقل نہ ہونے
دیتی بلکہ اسی جگہ دفن کرتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ نقل جنازہ جائز نہیں ہے چنانچہ یہی مذہب حنابلہ اور مالکیہ کا ہے
البتہ غرض صحیح کی وجہ سے انتقال جائز ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ قبل الدفن جنازہ کا منتقل کرنا
حرام ہے دوسری روایت یہ ہے کہ مکروہ ہے مگر یہ کہ مدینہ یا مکہ کے قریب ہو اور بعد الدفن مطلقاً ناجائز ہے
امام صاحب کے یہاں قبل الدفن تھوڑی دور انتقال جائز ہے اور بعض علماء کے نزدیک قبل الدفن بھی
جائز نہیں لیکن اصح یہی ہے کہ ایک میل یا دو میل تک انتقال جائز ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ
نبی اور ولی کی قبر اور ایسے ہی مکہ یا مدینہ کی طرف منتقل کرنے کے اندر کوئی اشکال نہیں ہے اور بعد الدفن کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں

## باب البکاء علی المیت ۱۴۹

22 **الفصل الاول عن النبی قال:** — اس حدیث کے اندر ابو سیف قین وارد ہوا ان کا
نام حضرت براء بتلایا جاتا ہے یہ حضرت ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ کے خاوند تھے۔
حضرت ابراہیم کی عمر کے اندر اختلاف ہے ۱۶ ماہ، ۱۸ ماہ، اور بعض لوگوں نے سات ماہ اور بعض روایت
سے اندازہ ہوتا ہے کہ سترہ ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آگے جملہ حدیث میں وارد ہے وانت یا رسول اللہ
یعنی عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ اور عام طور سے اصل بات یہ ہے کہ الناس میں بتلوں وانت تبکی یا رسول اللہ
اور ... تعجب کے طور پر فرمایا۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ رونا جائز ہے یا نہیں
بطور نوحہ کے رونا جائز ہے البتہ نوحہ جائز نہیں ہے نیز اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ اگر
کسی کو کوئی غم پہنچے تو اس کو رونا چاہیے یا ہنسی خوشی رہنا افضل ہے محققین کہتے ہیں کہ اقتداء
رسول اور رونے میں ہے اور یہی افضل ہے البتہ بعض صوفیاء نے ہنسی خوشی رہنے کو افضل کہا ہے
23 لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ **عن اسامۃ بن زید:** اس حدیث کے اندر جن صاحبزادی کا ذکر ہے ان کا
نام حضرت زینب ہے ان للہ ما اخذ وله ما اعطی میں لفظ ما مصدریہ اور موصولہ دونوں ہو سکتا ہے
آگے جملہ حدیث میں چند صحابہ کے نام کا تذکرہ وارد ہوا ورجال اس سے اشارہ فرماتے ہیں کہ عبادہ
24 ابن صامت اور ... اور عبد الرحمٰن ابن عوف بھی شامل ہیں۔ **عن عبد اللہ بن عمرؓ:**
اس حدیث میں وارد ہو لکن یعذب بهذا او یرحم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے نوحہ کرنا چونکہ ممنوع
ہے تو اگر نوحہ کرے تو اللہ تعالی عذاب دیں گے لیکن یہی زبان اگر رحم کا سبب بنتی ہے جیسے
تسبیح، درود پڑھنا انا للہ اور تلاوت کلام ہمیشہ بطور ... کی جائے۔ دوسرا جملہ حدیث میں وارد ہوا
ان المیت یعذب ببکاء اهله۔ اس مسئلہ کے اندر تمام کا اتفاق ہے کہ مطلق ثلاثہ اور ...
اور اکثر نے اس قول کی وجہ سے عذاب نہیں ہوتا لیکن حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ کا مسلک ...
کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ اور ابو ہریرہ اور امام شافعی کے نزدیک نوحہ وغیرہ سے
بھی عذاب نہیں ہوتا کیونکہ قرآن شریف میں آتا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری۔ لہذا میت کو
کسی دوسرے کے رونے کی وجہ سے عذاب نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں نے اس جملہ کا محمل منافقین کو بتلایا
اور کہا کہ عذاب سے مراد منافقین ہیں اور ابن عمرؓ نے اس جملہ کو عام سمجھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ

1724 رجب ہو دل ہو گیا انتقال ان کا گھر والوں نے رونا شروع کیا تو آپ نے فرمایا اس قدر واقعہ کا صحیح یہ جملہ فرمایا ١٥٠/١٢

بعض لوگوں نے ابن عمر اور ان سے قبل امام شافعی وغیرہ دونوں کے مسلک میں یہ جمع کیا کہ جب رونا نوحہ کی
انکی عادت ہو تو وہ عذاب کا سبب ہے ورنہ نہیں۔ بعض لوگوں نے جمع یہ کیا کہ اگر اسنے وصیت کی ہو
کی تو عذاب ہوگا ورنہ نہیں اسکو اختیار کیا علامہ مزنی اور ابراہیم حربی نے اور ابو اللیث سمرقندی نے
عام علماء سے یہی مذہب نقل کیا۔ داؤد ظاہری فرماتے ہیں کہ نوحہ سبب عذاب اسوقت ہے جبکہ اسنے
نوحہ سے منع نہ کیا ہو۔ بعض لوگوں نے کہا کہ میت کو عذاب دینے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں وہ جیسے
جو برے کام کرتی تھی اور اسکے گھر والے اسکے ان برے کاموں کی تعریف کرتے ہیں تو اسکو ملائکہ کی طرف سے
تعریضاً سوال ہوتا ہے اور قیامت میں فرشتے اس میت کو وہی اعمال یاد دلاکر عذاب دیتے ہیں۔ مشہور ہے کہ زمانہ جاہلیت میں
اپنے مُردوں کو یاد کیا۔ بچوں کو یتیم کیا عورتوں کو بیوہ کیا اور اب گھر والے اسکو اسطرح یاد کرتے ہیں
کہ یا جبل العشیرة یا مخرب البلدان یا موتم الولدان تو فرشتے اسکو جھنجھوڑ کر کہتے کیا تو ایسا ہی تھا جب لوگوں کو
یتیم بنایا یا شہروں کو خراب کیا عورتوں کو بیوہ بنایا اور عذاب دیتے۔ اسی مطلب کو علامہ ابن حزم
ظاہری نے بیان کیا محمد ابن جریر طبری فرماتے ہیں اس جگہ کا مطلب یہ ہے کہ اسکے گھر والوں کے رونے سے
اسکو غم ہوتا ہے اور اسی غم کو عذاب سے تعبیر کر دیا اسی کو قاضی عیاض اور ابن المرابط اور ابن تیمیہ نے راجح قرار دیا
بعض لوگوں نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ وقت البکاء اسکو عذاب دیا جاتا ہے اور بعض لوگوں نے مطلب یہ بیان کیا ہے
28 اسکا مقصود تو بیہ ہے عن النبی قال :— اس حدیث سے انور علمہ العبر حسن عورت سے اور جیسا ٢١
ذکر ہے اسکے نام پر شفیق کا نظیر فرماتے ہیں کہ یہ انف اسمہا اسکا چکنا دار دہوا نقیل لیا اسکے قائل
حضرت مقبول ابن عباس ہیں جیسا کہ معجم طبرانی سے الاثر ہے اور معنا الصبر عند الصدمة الاولی کا مطلب
29 یہ ہے کہ صبر کامل تو ادمی کو اسوقت ہونا چاہیے جسوقت مصیبت پہونچی ہو عن ابی ھریرة اس حدیث ٢٢
سے معلوم ہوا انسان سے اگر بیٹیں تو اتنے مر جائیں تو اسکو جہنم سے خلاصی دلادیتے ہیں لیکن قسم
اسکا چکنا پڑتا یا الا تحلة القسم اسکے مطلب میں علماء کا اختلاف ہے بعض لوگوں نے کہا کہ قرآن
پاک میں وارد ہوا ہے کہ وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہنم
کے اوپر ہر شخص جائیگا تو مقصود یہ اسکی طرف اشارہ کیا کہ اللہ تعالی اپنی قسم کو پورا کرنے کے
واسطے جہنم میں ذرا سی دیر کیلئے بھیج دینگے اب اعتراض وارد ہو گا کہ قرآن پاک کے
اندر تو قسم کا ذکر نہیں ہے تحلة القسم کیسے کہہ دیا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قسم مقدر ہے جواب ہے
اس آیت سے پہلے ایک آیت ہے فوربک لنحشرنہم اس آیت سے اسکا تعلق ہے جواب حدیث پاک کے
سکونی قسم سے مراد تو کید کلام ہے چنانچہ یہ کلام تو کرتے ہے حتما مقضیا کذا ذکرہ جواب وان منکم سے
جو حصہ پیدا ہوا یہی قسم کا مقصود ہے بہذا یہ حصر قسم کے قائم مقام ہے۔ اب یہ کہ ان واردھا کا مطلب
کیا ہے یعنی ہر شخص کا جہنم پر گزرنے کا کیا مطلب ابن عباس فرماتے ہیں کہ ورود سے مراد دخول ہے یعنی وہ جہنم
کے اندر داخل ہوگا لیکن وہ جہنم اسپر بردا و سلام ہو جائیگی۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ورود سے مراد
مرور ہے امام نووی نے اسی کو اصح الاقوال قرار دیا ہے بعض نے کہا ورود سے مراد جہنم کی

## الفصل الثانی

١٥١/٧
1735 عن ابن عباس اس حدیث کے اندر فرطان فرط کی جمع ہے جیسے پہلے آگے جانے والے کو کہتے ہیں اس کا
مراد کافرادے ہے جو مرجائے۔ لن یصابوا بمثلی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کچھ نہ ہو یا کوئی غم
37 تو اس کے لئے میرا مرنا کافی ہے کیونکہ مجھ جیسا غم کسی کو نہیں پہنچ سکتا ہے عن عبد اللہ بن مسعود ١٢
اس حدیث کے اندر تعزیہ (ماتم پرسی) کی فضیلت بیان کی گئی ہے ماتم پرسی جائز بلکہ مستحب ہے امام ١٢
شافعی امام احمد کے نزدیک مرنے کے پہلے اور مرنے کے بعد تین دن تک جائز ہے اور بعض شافعیہ نے مطلقاً
ماتم پرسی کو جائز کہا ہے کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ امام محمد سفیان ثوری کے نزدیک دفن سے
39 پہلے پہلے ماتم پرسی جائز ہے عن عبد اللہ بن جعفر میت کے گھر کھانا دینا مستحب ہے
بلا اختلاف البتہ دوسرے لوگوں کو ان کے یہاں جا کر کھانا نوحہ میں داخل ہے الفصل الثالث عن ام سلمة ١٥
44 اس حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخرجہ اللہ منہ حتی یقین اس جملے کا تعلق یا تو قال ١٥٢/٨
سے ہے یعنی حضور نے یہ جملہ دو مرتبہ فرمایا۔ یا اس کا تعلق اخرجہ سے ہے اس لئے کہ شیطان کو دو مرتبہ نکالا
ایک مرتبہ اس وقت جبکہ وہ اسلام لائے تو اس کے ایمان نے لا نکالا وسوسہ ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو نکالدیا
اور دوسری مرتبہ اس وقت جبکہ وہ انتقال کرنے لگے اس وقت بھی اس کا وسوسہ نہ چلا اور وہ محفوظ نکالدیا گیا

## باب زیارة القبور (الفصل الاول) ١٥٣/٢

مردوں کیلئے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے جیسا امام نووی نے تصریح کی ہے اس پر عبدری اور حازمی نے استحباب پر اجماع
نقل کیا ہے لیکن اس اجماع کے اندر نظر ہے کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے اختلاف نقل کیا ہے کہ ایک جماعت کے
نزدیک منع ہے چنانچہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں ابن بطال مالکی نے امام شعبی سے نقل کیا ہے اگر حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منع نہ فرماتے تو میں اپنی لڑکی کی قبر کی زیارت کرتا اسی کے مثل ابن سیرین اور
نخعی وغیرہ سے منقول ہے اور وہ لوگ اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں ابن عبد البر نے اتفاق نقل
کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سلف کے بعد جو علماء آئے ہیں انہوں نے اس پر اتفاق کیا ہے
62 عن بریدة اس حدیث پاک کے اندر آپ نے زیارت کا امر فرمایا چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک یہ امر ٢
مرد و عورت سب کو شامل ہے اور اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ پہلے آپ نے منع فرمایا تھا اب اس حدیث
سے منسوخ ہو گیا چنانچہ اس حدیث کے اندر ناسخ و منسوخ دونوں مذکور ہیں۔ بعض کے نزدیک عورتیں داخل نہیں ہیں
ابو اسحاق شیرازی نے مہذب کے اندر لکھا ہے ابن حنفیہ والکیا کا قول ہے۔ حنابلہ حنفیہ شافعیہ
کی ایک روایت یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ علامہ بدر الدین فرماتے ہیں اس سب کیلئے جائز ہے یہی حنفیہ کا مشہور قول
اور مالکیہ کا قول ہے امام احمد سے بھی یہی منقول ہے علامہ نووی نے صاحب مستظہری سے نقل کیا اگر نوحہ
کی غرض سے عورتیں جائیں تو حرام ناجائز ہے اور اگر بغیر نوحہ کی غرض سے جائیں تو مکروہ ہے
آگے چلکر آپ نے فرمایا ونهيتكم عن لحوم الأضاحي ایک جماعت نے مدینہ میں آکر اپنے فقر و فاقہ کا اظہار کیا ٣
تو اس وقت حضور نے فرما دیا تھا کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت مت رکھا کرو اس کے بعد پھر آپ نے زیادہ
دن تک رکھنے کی اجازت دیدی اس میں بھی اختلاف ہے کہ تین دن کی ابتداء کب سے ہے بعض نے یوم النحر اور بعض نے یوم الذبح
کو مبتدا کہا اور بعض نے کہا کہ مبتداء یوم الدفن ان تین میں داخل نہیں اور بعض نے کہا کہ داخل ہے کل مجموعہ تین دن ہے

1762 تیسری چیز اس حدیث پاک کے اندر بیان فرمائی کہ میں نے تم کو نبیذ کے برتنوں کے استعمال سے منع فرما دیا تھا چنانچہ ١٥٢/٣
شروع کتاب کے اندر ایک حدیث گذری جسکے اندر دُبّاء، حنتم، نقیر، مزفت وغیرہ سے ممانعت وارد ہوئی تھی اسی کی
طرف اس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ پہلے وہ منع تھی اور اب تمکو انکے استعمال کی اجازت ہے لیکن اس
مسئلہ کے اندر اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ بھی منسوخ ہے یا نہیں۔ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کے
ذریعہ ان چاروں برتنوں کی نہی منسوخ ہو گئی ہے اور ان کا استعمال جائز ہے امام مالک اور امام احمد کے نزدیک
ان چاروں کے اندر نہی موجود ہے اور وہ منسوخ نہیں ہے لہذا ان کے استعمال کی اجازت نہیں ان چار کے علاوہ جائز ہے
63 **عن ابی ھریرۃ**۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی قبروں کی زیارت کرنی چاہیئے اور دوسرا مسئلہ اس ٥
حدیث سے معلوم ہوا ابوین النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ
آپ کے ابوین شریفین ناجی نہیں ہیں ملا علی قاری۔ حضرت گنگوہی کا رجحان اسی طرف ہے لیکن جمہور علماء
خلف و سلف کا قول ہے کہ ناجی ہیں اس مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے علامہ سیوطی نے چھ رسالے تحریر فرمائے
ہیں۔ قاضی پانی پتی وغیرہ۔ علامہ شامی۔ حافظ ابن ناصر دمشقی۔ حافظ عسقلانی وغیرہ کا رجحان
بھی اسی طرف ہے کہ ابوین شریفین ناجی ہیں۔ جو لوگ عدم نجاۃ کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے
استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرۃ طلب کرنے کی اجازت نہیں دی مسلم شریف کے اندر ایک روایت ہے
جسکے اندر ہے کہ ایک آدمی نے حضور سے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہے آپ نے فرمایا کہ جہنم میں ہے پھر اس نے کہا کہ آپ کے
باپ کہاں ہیں آپ نے فرمایا کہ ان ابی وابوک فی النار اس سے صراحۃً ثابت ہو گیا کہ آپ کے والدین جہنم کے اندر
فترۃ ہیں۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ہمارا استدلال یہ ہے کہ ابوین شریفین فترۃ والوں میں سے ہیں اور ان
سے صرف توحید مطلوب ہے اور سنئے اور وہ کسی شئی میں مواخذہ نہیں ہے حضرت عبداللہ کا اٹھارہ سال کی عمر
میں انتقال ہو گیا تھا اور جس زمانہ میں ان سے حمل ٹھہرا اسی میں والدہ بھی اپنے مائکہ چلی گئی ہیں
ہمیشہ ایک ہی جگہ مقیم رہی ہیں تو کسی غریب ماحول سے کوئی اثر ان لوگوں کو نہیں پہنچا استدلال ۲
خطیب بغدادی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ کے ابوین شریفین کو زندہ کیا گیا اور اور وہ
مسلمان ہو گئے اگرچہ یہ ضعیف ہے لیکن کچھ بعید نہیں اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ مغفرت
طلب نہیں کرنے کی ممانعت عار ہونے کی بناء پر ہے یا یہ وجہ ہے کہ لوگوں کو کوئی گمان نہ ہو اور استغفار
کی کوئی ضرورت نہیں اور ان ابی وابوک فی النار کا جواب ۱ یہ ہے کہ راوی نے غلطاً لفظ کہکر
اس جملہ کو بڑھا دیا مقصود یہ کہنے کا مطلب نہیں جواب ۲ چچا پر باپ کا اطلاق عرب میں کیا جاتا تھا ہے
لہذا لفظ ابی سے مراد آپ کے چچا ابو طالب ہیں وہ بالاتفاق جہنمی ہیں جواب ۳ آپ نے یہ جملہ والدین
64 کے احیاء سے پہلے فرمایا ہوگا اور احیاء کے بعد وہ اسلام لائے۔ **عن بریدۃ**۔ اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جا کر السلام علیکم کہنا چاہیئے یعنی لفظ السلام مقدم اور علیکم مؤخر
ہو اور بعض روایت کے اندر جو علیک السلام وارد ہوا ہے اس سے میت
بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ وہ اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا اسکو آپ نے فرمایا و انا ان شاء اللہ
اگرچہ ہر شخص کو موت کا لاحق ہونا ضروری ہے لیکن آپ نے تحسین کلام یا تبرک کے طور پر

1768 فرمایا باعتبار فاعل کے اعتبار سے فرمایا الفصل الثالث عن محمد بن النعمان اس سے راوی قبور 154/12
اور یہ نقل کرتا ہیں اس اور بقیہ کو یحییٰ ابن علاء سے اور وہ بھی متروک ہیں اور وہ نقل کرتے ہیں
1771 ان کو ابو ہریرہ سے۔ عن عائشہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کی زندگی میں جو معاملہ اس سے 26
ساتھ ہوتا تھا بعد موت کے قبر میں بھی وہی معاملہ کرنا چاہئے اگر کوئی عورت کا محرم نہیں ہے
اور دور رشتہ دار ہو تو اس سے پردہ کرے بعد اس کا محرم رشتہ دار کی قبر پر بھی پردہ میں جانا چاہئے
جیسا کہ اس حدیث میں حضرت عائشہ کے فعل سے معلوم ہوا۔ فرماتی ہیں کہ آپ کی قبر اطہر
کا ادب و احترام بھی ضروری ہے جیسا کہ آپ کی حیات طیبہ میں ضروری تھا ۱۲ واللہ اعلم

1772 # کتاب الزکوٰۃ 155/1

قرآن و حدیث میں اکثر صلوٰۃ و زکوٰۃ کا ذکر ملا ہوا ہے نیز زکوٰۃ کا ذکر نماز کے بعد ہے اسی لئے مصنف
قرآن پاک کا اقتداء کرتے ہوئے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الزکوٰۃ کو ملا دیا ہے یا دیگر سے مصنف فرمایا
زکوٰۃ لغت میں اس کے معنی النماء و التطہیر کے ہیں کیونکہ زکوٰۃ کی وجہ سے مال میں برکت اور زیادتی
ہوتی ہے اور وہ حرام مال سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ اگر زکوٰۃ نہ دی جائے تو زکوٰۃ والا مال
مشتبہ ہو کر حرام ہے اور جب زکوٰۃ ادا کی تو مال حرام سے اور مال پاک ہوگیا نیز گناہ سے بھی وہ
پاک ہو جاتا ہے ایسی بخل اور ذلیل بخل سے بھی پاک ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کی مشروعیت میں اختلاف ہے
ابن عباس کی روایت کے مطابق قبل الہجرۃ ہے اور ابن الاثیر جزری اور جمہور کے نزدیک بعد الہجرۃ
ہے ایسی ہی مشروعیت کو امام نووی نے جزم کیا کہ یہ مسئلہ فرض ہوا ہے اور ابن الاثیر
جزری نے سنہ ۹ھ بتلایا ہے حافظ فرماتے ہیں کہ سنہ ۲ھ کا ہے میں وفد عبد القیس کی
حدیث میں زکوٰۃ کا ذکر ہے اور وہ واقعہ سنہ ۵ھ سے پہلے کا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ سنہ ۵ھ سے پہلے
مشروعیت ہوئی۔ ملا علی قاری نے امام نووی اور ابن الاثیر جزری اور جمہور دونوں کے
قول میں یہ جمع فرمایا کہ فرضیت اجمالیہ ہجرت سے پہلے اور فرضیت تفصیلیہ ہجرت کے بعد ہوئی
1772 الفصل الاول عن ابن عباس اس حدیث کے اندر اشکال ہے کہ پہلے کے اندر 1
یہود و نصاریٰ کی طرح ... اہل کتاب کا ذکر کیا تو ... کیوں متعلق کی
آپ کو فرمایا جاتا ہے کہ علامہ طیبی جواب دیتے ہیں کہ اہل کتاب ... میں آپ کے شرف
کے ذکر پر الشفاء فرمایا جو ... کو بھی شامل ہے دوسرا یہ مسئلہ ... اس حدیث
سے ... کیا کہ ... کے مطالب میں ... مسئلہ ... ہیں
کیا گیا۔ فترد علی فقرائھم فقراء کی ضمیر کے اندر اختلاف ہے فقہاء حنفیہ کی اللہ کی 5
ضمیر مسلمین کی طرف راجع ہے شافعیہ کی رائے کے مطابق اغنیاء کی طرف راجع ہے یعنی اغنیاء کے فقیروں
کو دیا جائیگا گویا دوسرے علاقہ میں ... منتقل نہ کیا جائے ... کو دیا جاتا تھا
چنانچہ اس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ نقل زکوٰۃ جائز نہیں ... اس مسئلہ
میں علماء کا اختلاف ہے لیث بن سعد امام احمد نے ... نقل زکوٰۃ جائز ہے حافظ ...

1772 ابھی تک تلف یا یقین نہ ہو اور وقت جانے کا خدشہ ہو تو جائز ہے البتہ اگر دوسرا مال قبضہ کا ہو اور زیادہ محتاج ہیں 155/5
یا بہتر ہے گا یا مال التعجیل یا خشیت دار نقول کو جائز ہے مالکیہ حنابلہ شافعیہ کے یہاں اصح قول ہے کہ
افضل جائز نہیں ہے لیکن اگر ادا کر دیا تو مالکیہ کے نزدیک ادا ہو جائیگی شافعیہ کے نزدیک ادا نہ ہوگی امام
احمد کے دونوں قول ہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ میں زکوۃ کے اندر اختلاف ہے جیسا کہ شہر کا ما فضل
1773 ہوا اور اگر کا فضل ہے تو بالاتفاق مستحب ہے نزدیک نقل جائز ہے۔ عن ابی ھریرۃ اس حدیث کے 6
اندر وارد ہوا کہ عمر نے لیکن منع کیا اندر کہا ہر دو وارد ہوا یعنی حب مختصر لکھتے ہیں جو ایک امر
اور اصح روایۃ ہی ہے لیکن جمہور کی قرات اور ہے جملہ ثانی اس حدیث کا اندر یہ ہے کہ فھی علیہ
او لا ومثلھا معہا علیہ اخرا معہا او جس کے اندر لیکن اس میں وارد ہوا لیکن اس کے اندر اشکال یہ کہ 12
اول کے اندر ہے کہ دوبارہ دو سال کی پیش ہوگا اور اولی ہوگا لہذا قاضی عیاض فرماتے ہیں
کہ اصل میں یوں ہونا چاہئے کہ فھی علیہ اخرا ومعہا علیہ اولاہا ۔ شیخ عبد الحق محدث
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ صحیح ہے یا تو اس سے دوسری قسم اور جو ہوگا وہ
اسی طرح یعنی عکس اول ہوگا یا مقصود ہے کہ اس سے مقصود تکثیر و بیان کرنا ہے کیفیت
1777 نفس اللازم بیان کرنا مقصود نہیں ہے عن عبد اللہ بن ابی اوفی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر 156/2
انبیاء پر صلوۃ جائز ہے چنانچہ ایک جماعت اس کی قائل ہے لیکن جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے
1778 دوسرا مسئلہ جس پر ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینے آئے تو اس کو دعا دینا کیا حکم ہے ظاہریہ
کے نزدیک واجب ہے جمہور شافعیہ بلکہ جمہور علماء کا مذہب مستحب ہے امر ندب کے لئے ہے عن ابی ھریرۃ 7
اس حدیث کے اندر حضور نے حضرت عمر کو عامل بنایا وہ جب پہلے ابن جمیل کے پاس گئے ان کے نام میں حافظ
نے تین قول نقل کئے ہیں (۱) معلوم نہیں (۲) عبد اللہ (۳) حمید ۔ بعض کی رائے ہے کہ چونکہ یہ منافق تھا
اس لئے صدقہ سے انکار کیا اور پھر حضور نے اس پر نکیر فرمائی بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسلمان
تھا اور حضور سے اپنے گزشتہ حال کی دعا کرائی تھی اور پھر اس کثرت پر شکر کے بجائے
زکوۃ کو نہیں روکنا چاہئے اور دوسرے شخص خالد بن ولید کے پاس حضرت عمر گئے تو حضرت خالد بن الولید نے بھی 10
انکار کیا لیکن حضور نے ان کے متعلق فرمایا قد احتبس ادراعہ ۔ اس کے دو مطلب ہیں (۱) خود
صدقہ و لیکن اس کا صدقہ یا فیہ کی ادا کر دیا ہے لہذا وہ مستحق نہیں (۲) اللہ یا
جو کچھ تھا وہ سب اللہ کی راہ میں دیدیا اور اب وقت نصاب ہی نہ رہا لہذا مستحق نہ کیا ما تو
تیسرے شخص حضرت عباس ہیں ان کے متعلق جو کچھ حضور نے فرمایا اس کے بھی دو مطلب ہیں
(۱) حضرت عباس سے آپ نے دو سال کی زکوۃ پہلے ہی لی تھی اس لئے آپ نے فرمایا واما العباس
فھی علی (۲) حضرت عباس نے حضور سے زکوۃ کی مہلت مانگی تھی تو اس کو آپ نے فرمایا کہ وہ تو 10
میرے ذمہ ہے اور وہ میرے چچا ہیں اور چچا باپ کی طرح ہیں لہذا اس پر تنگی مت کرو
1779 عن ابی حمید الساعدی اس حدیث کے اندر ابن اللتبیہ کا نام عبد اللہ بتلایا جاتا ہے صدقہ 11
عشر فرماتے ہیں کہ ان کو حضور نے قبیلہ بنی ذبیان کا صدقہ لینے کا عامل بنایا تھا۔

1779 اور ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا کہ غیر مسلم کے حدیہ کا عامل بننا ... تو قاعدہ فرماتے ہیں کہ دونوں کا عامل بنایا ۱۵۴/۱۱
ہوگا اس حدیث سے علامہ خطابی نے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا کل امر یتذرع به الی محظور فهو محظور یعنی جو امر کسی حرام ۱۸
شی کی طرف وسیلہ ہو وہ خود حرام ہو جاتا ہے چنانچہ قاعدہ ہے کہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوتے ہیں اب یہ قاعدہ
اس حدیث سے کیسے مستنبط ہوا یہ ایسے ہوا کہ ہدیہ لینا سبب ہے عامل کی مساہلت کرنے کا صدقہ میں اور مساہلت
حرام ہے اور اسکا سبب ہدیہ ہے لہذا وہ بھی حرام ہوگا۔ دوسری بات یہ بیان فرمائی خطابی نے کہ ہر دخیل فی العقد
کو دیکھنا چاہیے کہ اسکا حکم عند الانفراد وہی ہے جو عند الاقتران ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ عقد بھی جائز ہے ورنہ نہیں
اور یہ بات بھی حدیث سے معلوم ہوئی کہ یہاں ہدیہ عمل کیساتھ ہے عمل ہوگا تو ہدیہ بھی ملیگا اور اگر عمل ہی
ختم ہو جائیگا تو ہدیہ بھی ختم ہو جائیگا لہذا عند الانفراد العمل ہدیہ کا حکم اور ہے اور عند الاقتران العمل ہدیہ کا حکم اور
ہے لہذا یہ جائز نہیں

اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ حیلہ جائز ہے یا نہیں حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک جائز ہے اور حنابلہ و مالکیہ کے
نزدیک جائز نہیں ہے علامہ خطابی نے اس جملہ سے اسی عدم جواز کی طرف اشارہ فرمایا ہے **الفصل الثانی**
1781 عن ابن عباس رضی ... والذین یکنزون الذهب والفضة الخ یہ آیت اپنے عموم کی وجہ سے ہر کنز کو شامل ہے تو اس کے ۲۲
عموم سے ان لوگوں کو خوف ہوا نیز حضرت ابوذر کا مذہب بھی یہی تھا کہ ضرورت سے زائد ایک پیسہ اور مال بھی
رکھنا جائز نہیں ... آنے سے پہلے ہی اسکو خرچ کر دینا چاہیے لیکن بقیہ صحابہ ان کے خلاف تھے
تو حضور نے اس حدیث کے اندر ان کی اس پریشانی اور خوف کو ختم فرمایا اسطریقے پر کہ جو خزانہ ہے اسکا
مال زکوٰۃ جب نکل گیا تو اب وہ اس خزانہ کے اندر اور اس آیت کے عموم سے بالکل نکل گیا چنانچہ اگر اس کے
1782 عموم میں تمام مال داخل ہوتا تو اللہ تعالیٰ میراث کو کیوں فرض فرماتے عن جابر بن عتیک ... ۲۶
سیکیب مبغضون اس سے عمال مراد ہیں چونکہ ان کی ... چھوٹی ہوتی ہے اسلئے جمع تصغیر استعمال ۲۷
فرمایا اور مبغضون اسلئے فرمایا کہ مال سے طبعی محبت ہر شخص کو ہوتی ہے لہذا مال کے چھیننے والے سے آدمی بغض
رکھتا ہے وان ظلموا فعلیہم یعنی اگر بالفرض والتقدیر یا تمہارے زعم کے مطابق اگر وہ ظلم کریں تو ۱۵۷/۱۰
بھی تم لوگ دیدو اور اسکا ظلم سے حقیقۃً ظلم مراد نہیں ہے ایسی صورت میں تو قطعاً جائز نہ ہوگا ایک مسئلہ یہ کہ اگر
عامل زکوٰۃ کے اندر رشوت وغیرہ لے لے تو وہ فاسق ہو جاتا ہے اور فسق سے حنفیہ کے نزدیک معزول نہیں ہوگا
1784 بلکہ مستحق عزل ہوگا اور شافعیہ کے نزدیک مطلق فسق سے معزول ہو جائیگا عن بشیر بن الخصاصیة
اس حدیث کے اندر آپ نے مالداروں کو ان کے مال کے کتم سے منع فرمایا ہے چند وجوہ سے (۱) چونکہ مال سے محبت ۴
زیادہ ہوتی ہے تو وہ محبت کی وجہ سے اپنے زعم میں ذرا سے مال کے لینے کو بھی اعتداء سمجھتے تھے ۔
(۲) مال کا کتم خیانت ہے اور یہ جائز نہیں (۳) حضور مستقبل فرماتے ہیں کہ اجازت کتم کے بعد ان لوگوں
1786 کی ہمیشہ کیلئے عادت ہو جاتی ہے اسلئے آپ نے منع فرمایا عن عمرو بن شعیب ... اس حدیث کا ۷
ورود ... ہوا لا جلب ولا جنب یہ جملہ باب الزکوٰۃ کی طرح باب الرهان کے اندر بھی وارد ہوا ہے ۸
باب الزکاۃ کا مطلب یہ ہے کہ جب ... ساعی زکوٰۃ لینے کیلئے جائے اور ایسی جگہ اتر کے جہاں

1786 ان لوگوں کا مال زکوۃ دور ہو اور اس جگہ سے لے آنا مال میرے پاس یہاں لاؤ تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ ١٥٨ ٨
اور جنب کہتے ہیں مال والے لوگ اپنا مال مکان مشہور و معروف سے دوسری جگہ منتقل کر دیں تاکہ عامل کو
ان کے پاس پہنچنے میں مشقت ہو آپ نے اس کو بھی منع فرمایا۔ اور ان دونوں کی مخالفت اس وجہ سے ہے کہ دونوں
کے اندر مشقت ہے اور باب الرھان کے اندر جو ان دونوں کی مخالفت ہے وہاں ان کی تفسیر دوسری ہے۔
جلب کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑے اور پیچھے سے دوسرا آدمی چیخ مارے تاکہ گھوڑا
خوب دوڑے آپ نے اس سے بھی منع فرمایا کیونکہ ایسی صورت کے اندر مسابقت کا علم نہیں ہوگا اور کوئی
فائدہ مرتب نہ ہوگا کیونکہ فطری دوڑ کا پتہ نہیں چلیگا اور جنب کا مطلب ہے ایک آدمی اپنے ساتھ دو
گھوڑے لے لے اور جب ایک تھک جائے تو دوسرے پر سوار ہو جائے اس کی بھی ممانعت اسی وجہ سے ہے اس
اندر بھی دوڑ کا فائدہ نہ ہوگا۔ یہ دونوں تفسیر ~~ابن اثیر~~ امام مالک اور ابو عبید نے بیان کیں اور پہلی جو دو تفسیر ذکر
کی گئی ہیں ان ~~میں سے~~ کو محمد بن اسحاق امام المغازی نے بیان فرمایا۔ ابن الاثیر نے جنب کا مطلب بیان
فرمایا مال دار لوگ اپنے جانور دوسری جگہ لیکر چلے جائیں اور وہ عامل ان کے پیچھے پیچھے جائے اس کو آپ نے منع فرمایا
ایسے ہی جلب کے اندر تیسری تفسیر کتاب البیع کے اندر آئیگی تو جو ایک جلب و جنب کی تین تین تفسیریں ہو گئیں

١٥٨/٩
1787 عن ابن عمر: مال کا حاصل کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کے پاس پہلے سے مال ہوگا یا نہیں اگر ٩
پہلے سے مال نہیں ہے تو بغیر حولان کے زکوۃ واجب نہیں ہے اور اگر پہلے سے مال ہے تو پھر دو حال سے
خالی نہیں یا تو مال مستفاد مال موجود کی جنس سے ہے یا نہیں اگر مال موجود کی جنس سے نہیں تو اس کو مال
موجود کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائیگا اور اگر دونوں کی جنس ایک ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو ربح و اولاد
میں سے ہوگا یا نہیں اگر ہے تو اس کے ساتھ لاحق اور اس کے تابع بنا دیا جائیگا اور اگر اولاد و ربح میں سے نہیں ہے
تو امام صاحب اور حضرات صحابہ کرام کے نزدیک ملحق ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ملحق نہیں ہوگا بلکہ اس پر
جداگانہ حولان حول ضروری ہے اور یہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ
اس سے وہ مال مراد ہے جو ابتداً حاصل ہوا ہو یا مال مستفاد من غیر جنس الموجود مراد ہے۔ اور ہمارے
نزدیک جو مال ہم جنس ہو اس کو لاحق اور تابع اسی لئے بنایا جاتا ہے اسباب زکوۃ کے اندر اصل تجانس ہے

١٥٩/١٠
1788 عن علی: اس مسئلہ کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے کہ زکوۃ کو حول سے پہلے ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں ١٠
امام مالک کے نزدیک جائز نہیں دوسرا قول مالکیہ کا مختار و مشہور یہ ہے کہ جائز ہے اب یہ کتنی مدت پہلے تک جائز ہے
(۱) حولان حول کے ایک دو دن پہلے (۲) دس دن اور اس کے قریب (۳) ایک دو مہینہ قبل تک جائز ہے۔
حنابلہ کے یہاں دو سال اور اس سے کم کی زکوۃ پہلے ادا کی جا سکتی ہے۔ شافعیہ حنفیہ کے نزدیک نصاب کے مالک
ہونے سے پہلے دے سکتا ہے ہمارے یہاں تو مطلقاً ہے اور شافعیہ کے یہاں صرف ایک سال پہلے کی قید ہے اور دو سال
پہلے دی جا سکتی ہے یا نہیں اس کے اندر دو وجہ ہیں ایک یہ کہ جائز ہے دوسرے یہ کہ جائز نہیں ہے تعجیل
بعض کے نفس تعجیل کا مسئلہ تو اس حدیث سے معلوم ہو گیا اور تعجیل لعامین کا مسئلہ ابو ہریرہ کی ما قبل کی
حدیث کے اندر ہے کہ حضور نے حضرت عمر کو ابن جمیل و خالد و حضرت عباس کے پاس بھیجا تھا وہاں تفصیل

١٦٠/١٢
1789 سے گزر گیا۔ عن عمرو بن شعیب: اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے کہ یتیم کے مال کے اندر زکوۃ ہے یا نہیں ١٢

1789 ائمہ ثلثہ کے نزدیک اگر اسکے پاس نصاب کے برابر مال ہے تو زکوۃ واجب ہے۔ امام شافعی، ابو وائل، سعید بن جبیر 152/12
عطاء، مجاہد، ابن مبارک، حسن بصری، سفیان ثوری کے نزدیک زکوۃ واجب نہیں ہے۔ ائمہ ثلثہ اس حدیث سے استدلال
کرتے ہیں۔ ہمارا استدلال حضرت ابن مسعود کی ایک روایت سے ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں
صدقہ سے مراد نفقہ ہے چنانچہ لا تحل الصدقۃ ... قرینہ ہے کیونکہ صدقہ تمام اموال میں کھاتا مگر نفقہ تمام مال کو ختم کرتا ہے
1790 **الفصل الثالث عن ابی ھریرۃ:** اس حدیث کے اندر وارد ہوا وکفر من کفر علامہ ابو سلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ 14
نے اندر تحریر فرمایا ہے کہ حضور کے انتقال کے بعد جو لوگ مرتد ہوئے ان میں ایک فرقہ تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کی رسالت کا انکار کر بیٹھا اور مسیلمہ وغیرہ پر ایمان لے آیا۔ دوسرا فرقہ وہ ہے جو اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ گیا
اور تیسرا فرقہ وہ ہے جس نے زکوۃ کا انکار کیا۔ یہ دراصل کافر نہیں تھے بلکہ بغاۃ تھے ان پر کفر کا اطلاق تغلیبا کر دیا
گیا چونکہ علامہ خطابی نے شیعہ لوگوں کا یہ اعتراض نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے مسلمانوں پر کفر کا اطلاق کیا اور ان کی اولاد
ان کی اولاد کو قتل کیا اور قید کیا اسکا جواب دیتے ہیں اور یہ حضرت ابوبکر پر بہتان اور کذب ہے مقصود بالقتال
پہلی قسم تھی اور ان دوسری قسم کے ساتھ قتال تبعاً فرمایا۔ اب یہ اعتراض ہے کہ فرضیت کا انہوں نے انکار کیا تو ان کو بغاۃ
کیوں کہا گیا بلکہ ان لوگوں کو کافر کہنا چاہیے اسکا جواب دیتے ہیں اس زمانے میں اگرچہ ایسے لوگوں کو کافر
کہا جا سکتا لیکن ان لوگوں کو کافر اسوجہ سے نہیں کہا کہ زمانہ اسلام کی ابتداء تھی اور اسلام کی شہرت اور اسکے تمام احکام
کی اشاعت نہیں ہوئی تھی لیکن اب اسلام خوب پھیل چکا اور کان وغیرہ سے ہر شخص واقف ہے لہذا اب ایسا
شخص کافر ہوگا یہی بحث علامہ نووی، حافظ عسقلانی، علامہ عینی و قسطلانی وغیرہ نے کی ہے۔ حضرت شیخ مدظلہ العالی
فرماتے ہیں کہ جو لوگ زکوۃ کے منکر ہیں وہ تو بالکل کافر ہیں البتہ ایک فرقہ وہ تھا جو اداء زکوۃ الی الامام کا منکر
تھا ان کے متعلق شیخین کے اندر اختلاف ہوا تھا آگے وارد ہوا لو منعونی عناقا۔ عناق چھوٹے بکری کے بچے کو
کہتے ہیں اس صورت میں کوئی اشکال نہیں لیکن بعض روایات کے اندر عقالا وارد ہوا ہے جسکے معنی رسی کے ہیں 18
یعنی اگر رسی جسکی قیمت کچھ نہیں اگر مال زکوۃ ہے تو ہم اسکو بھی لیں گے بعض نے کہا ہے اس سے مراد ہے جس سے اونٹ کو
1793 باندھا جاتا ہے وہ قیمتی رسی ہوتی ہے **عن عائشۃ:** اس حدیث کے اندر وارد ہوا ما خالطت الزکوۃ مالا 23
قط الا اھلکتہ اس کے دو مطلب ہیں (۱) ایک شخص نے اپنے مال کی زکوۃ نہیں نکالی اور وہ مال زکوۃ اسکے مال کے 24
اندر ملی رہی تو چونکہ اسکا رکھنا اسکو حرام ہے تو یہ حرام مال اسکے بقیہ حلال کو بھی ہلاک کر دیگا (۲) ایک شخص مالدار
ہے اور پھر وہ دوسرے سے زکوۃ لیکر اپنے مال میں ملائے تو وہ مال زکوۃ اسکو لینا حرام تھا لیکن اس نے لیا لہذا وہ
اسکے بقیہ مال کو بھی ہلاک کر دیگا **وقد احتج** الخ فرماتے ہیں مصنف علیہ الرحمہ کہ اس حدیث سے ائمہ ثلثہ 26
نے استدلال کیا ہے کہ زکوۃ کا تعلق ذات مال اور عین مال سے ہے اسی وجہ سے زکوۃ کا مال دوسرے مال کو نہ دینے کی صورت
میں ہلاک کر دیتا ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک زکوۃ کا تعلق ذمہ سے ہے اور اسپر پھر یہ مسئلہ مرتب ہوا
کہ امام صاحب کے نزدیک زکوۃ کے اندر قیمت کا دینا جائز ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسی مال کا دینا واجب ہے اسی مال
کی قیمت سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ امام صاحب والے مذہب ہی کو حضرت عمر، ابن عمر، ابن عباس، طاؤس وغیرہم نے اختیار کیا
ابن قدامہ نے دلیل بیان کی کہ معاذ بن جبل نے اہل یمن کو خطاب کیا تھا البسیس و خمیص وغیرہ لے آؤ تو انہوں نے
زکوۃ کے اندر اسکو وصول کیا اور ایسے ہی بہت سی روایات مستدل ہیں۔

# باب ما يجب فيه الزكوٰة (الفصل الاول)

1794 عن ابی سعید: — اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا ہے کہ پانچ وسق سے کم کے اندر عشر نہیں ہے اس مسئلہ ۱۵۸/۱
کے اندر اختلاف ہے کہ کن کن اشیاء کے اندر عشر ہے امام شافعی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ مکیل، مدخر، مقتات
کے اندر زکوٰۃ ہے اور جس کے اندر ان تینوں صفتوں میں سے کوئی نہ ہو تو اس کے اندر عشر نہیں ہے امام احمد کے یہاں مقتات
ہونا ضروری نہیں ہے۔ امام احمد کے نزدیک مکیل کے اندر عشر ہے خواہ مدخر و مقتات ہو یا نہ ہو۔ پھر ان اشیاء کے نصاب
کے اندر بھی اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جس کے اندر عشر ہے اس کا نصاب پانچ وسق ہے۔ داؤد ظاہری
کے نزدیک مکیلات کے اندر ایک کیل اور بقیہ کے اندر قلیل و کثیر سب کے اندر عشر ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی نصاب
ضروری نہیں ہے اور استدلال کرتے ہیں ابن عمر کی حدیث سے جس کے اندر ہے کہ جس زمین کو چشموں اور آسمان نے سیراب
کیا ہو اس کے اندر عشر ہے اور جس کو پانی سینچ کر دیا گیا ہو اس کے اندر نصف عشر ہے اور اس حدیث کے اندر
کسی نصاب — مدخر وغیرہ — یا کسی معین مقدار کی تعیین نہیں کی گئی بلکہ ہر قلیل و کثیر صیغہ کو شامل ہے ایسے ہی
ارشاد باری تعالیٰ ہے ومما اخرجنا لکم من الارض یہ بھی عام ہے اور ہر قسم کو شامل ہے۔ اب ائمہ ثلاثہ نے جو اس
حدیث سے نصاب معین پر استدلال کیا اس کا جواب ہے کہ یہ حدیث من باب الزکوٰۃ ہے من باب العشر نہیں ہے
اور پانچ وسق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پانچ وسق دو سو درہم کا ہوتا ہے کیونکہ ہر وسق چالیس درہم کا
ہوتا ہے تو گویا آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو سو درہم کے اندر زکوٰۃ ہے دوسرا استدلال ان کا یہ تھا کہ ان کے
نزدیک نصاب اور مدخر ہونا بھی ضروری تھا اس کا استدلال انہوں نے اس حدیث سے کیا لیس فی الخضروات
صدقۃ ہم اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ یہ خطاب عمال کو ہے کہ تم کو ان کا صدقہ وصول کرنا ضروری نہیں ہے
1795 اموال والوں کو چاہیے کہ وہ خود صدقہ دیں **عن ابی ہریرۃ**: — اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عبد اور ۳
فرس کے اندر صدقہ نہیں ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے ظاہریہ کے نزدیک عبد و فرس کے اندر مطلقاً صدقہ نہیں
خواہ وہ عبد تجارۃ کیلئے ہو یا خدمت کیلئے ہو۔ جمہور کے نزدیک اگر تجارۃ کیلئے ہیں تو بالاتفاق صدقہ ہے
اور اگر خدمت اور غزوہ کیلئے ہے تو بالاتفاق صدقہ نہیں ہے اور اگر نہ خدمت کیلئے ہے نہ ہی تجارۃ کیلئے
ہے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صدقہ نہیں اور امام صاحب، حماد بن سلیمان، نخعی، زید بن ثابت کے نزدیک صدقہ
واجب ہے کیونکہ شرح موطا وغیرہ کے اندر موجود ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایسے گھوڑوں کے اندر صدقہ لیا ہے اور جن
روایات کے اندر فرس میں صدقہ نہ ہونے کا ذکر ہے اس سے مراد فرس غازی اور عبد خدمت ہے۔ اور جن فرس
کے اندر صدقہ ہے اس کے اندر امام صاحب سے تین روایات ہیں (۱) اگر ذکور و اناث دونوں شامل ہوں تو صدقہ ہے
کیونکہ اس سے توالد اور تناسل کا سلسلہ قائم رہتا ہے (۲) محض اناث کے اندر بھی صدقہ ہے کیونکہ غیر کے فحول سے
توالد کا سلسلہ قائم ہو سکتا ہے (۳) محض ذکور کے اندر بھی صدقہ ہے اور ان تمام کی قیمت لگا کر اس کے
1796 حساب سے صدقہ واجب ہے یا ہر فرس کے بدلے میں ایک درہم واجب ہوگا **عن انس**: — اس حدیث کے اندر ۵
وارد ہوا کہ من سئل فوقھا فلا یعطہ صدقہ دینے والا اگر زیادہ صدقہ لینا چاہے تو مت دو۔ اس پر اعتراض ہوگا ۸
کہ ایک حدیث کے اندر تو آتا ہے کہ مصدق کو راضی کرو تو اس حدیث کے اندر اور ارضاء مصدق والی روایت
کے اندر تعارض ہے اس کا جواب ۱ ارضاء مصدق ضروری ہے اس وقت جبکہ وہ ظالم نہ ہو اور اس نے
مال کم دیا ہے جواب ۲ ارضاء مصدق والی روایت مرضیہ پر محمول ہے اور اس حدیث کے اندر ایک مسئلہ

1796 نے طور پر بیان فرمایا۔ آگے آپ نے بیان فرمایا کہ پچیس کے اندر بنت مخاض ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ بعض نے حضرت علی اور ۱۵۸ ۲۸
شریک بن عبداللہ سے نقل کیا کہ پچیس کے اندر تو پانچ بکری اور چھبیس کے اندر بنت مخاض ہوگا حقہ طروقۃ الجمل ۱۰
حقہ کو حقہ اسلئے کہتے ہیں کہ وہ مستحق ہوجاتی ہے اسبات کا کہ اس پر سواری ہو یا جائے اور طروقۃ الجمل اسکو اسلئے کہتے
ہیں کہ اس سے جمل جماع کرنے کے لائق ہوجاتا ہے۔ آگے اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ فاذا زادت علی عشرین و
مائۃ ففی کل اربعین بنت لبون الخ اسکے اندر علماء کا اختلاف چل رہا ہے کہ ایکسو بیس سے زیادہ ہونے کی صورت
میں کیا حکم ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک روایت کے اندر یہ ہے کہ اگر ایک عدد بھی ایکسو بیس پر زائد ہوگیا
تو تین بنت لبون واجب ہونگے اور ایکسو تیس تک اتنا ہی رہیگا اور ایکسو تیس پر دو حقہ واجب ہوجائیگے دوسری
روایت ان کی یہ ہے کہ ایکسو تیس تک کچھ نہیں اسکے بعد تین حقے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ایک
بھی زائد ہوجائے ایکسو بیس پر تو اسکے بقدر زکوۃ واجب ہوگی اور جب پچیس اسپر زائد ہوگئے تو دو حقے
اور ایک بنت مخاض ہوگا اور پھر ایکسو پچاس تک تین حقے ہوں گے اور پھر استیناف ہوگا یہی مذہب
حضرت علی۔ ابن عمر۔ ابن مسعود۔ نخعی وغیرہ سے اور آگے اور مستدل دونوں فریقوں کا یہی حدیث ہے ہمارے نزدیک
مطلق زیادتی مراد ہے اور ائمہ ثلاثہ کی روایت ثانیہ کی دلیل یہ ہے کہ زادت کے اندر زیادتی سے خمسین
اور اربعین کی زیادتی مراد ہے۔ آگے حدیث کے اندر آپ نے فرمایا کہ اگر کسی پر جذعہ واجب ہے لیکن اسکے مال میں
جذعہ نہیں بلکہ حقہ ہے تو وہ حقہ ہی دیدے اور اسکے ساتھ بیس درہم بھی زائد دیدے اس عشرین درہم
کے متعلق امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ تعیین شارع ہے اسی کا دینا ضروری ہے امام صاحب کے نزدیک شارع
کی تعیین نہیں بلکہ اگر اسکے بدلہ اسکی قیمت کے بقدر کچھ اور دیدے تو کافی ہے۔ ایک اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ
اگر کسی شخص پر بنت مخاض واجب ہے اور وہ اسکے مال کے اندر موجود ہے لیکن اسکا عوض ہوکے ابن لبون کا دینا جائز
ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ حضور نے فرمایا فان لم تکن الخ امام صاحب کے نزدیک جائز
ہے اب یہاں بنت مخاض اور ابن لبون کے اندر تو ایک سال کی زیادتی کا فرق ہوتا ہے لہذا ایک دوسرے کے بدلے
میں ایک جائز ہے اسکا جواب ہے کہ چونکہ بنت مخاض مونث ہے اور اسکے نفع زیادہ ہے وہاں ایک سال
کی کمی کا اعتبار نہیں بخلاف ابن لبون کے کہ وہ مذکر ہونے کی وجہ سے اتنا نافع نہیں رہیگی وہاں کمی کی زیادتی
کرادی گئی ہے۔ آگے چلکر حدیث پاک میں فی سائمۃ سائمہ کی قید ہے یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک احترازی ہے
اور امام مالک کے نزدیک یہ قید اتفاقی ہے۔ قاضی ابوالولید باجی فرماتے ہیں کہ یہ قید واقعی ہے ورنہ مقصود
اطلاق ہے کیونکہ حضور نے ابل کے اندر بھی سائمہ کی قید لگائی ہے آگے ایک جملہ اس حدیث کے اندر ہے کہ
ولا تخرج فی الصدقۃ ھرمۃ ولا تیس ولا ذات عوار الا ماشاء المصدق الخ امام ابوعبید فرماتے ہیں مصدق سے مراد
مالک ہے اور یہ بفتح الدال وبتشدید پڑھا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ یہ مصدق بکسر الدال ہے اور اس کی مراد لیتے ۲۶
والا ساعی مراد ہے۔ شیخ الحدیث صاحب دامت المعالی فرماتے ہیں کہ مصدق یا تو متصدق کے معنی میں ہے یا بتشدید الصاد
والدال ہے ان دونوں صورتوں میں اس سے صدقہ دینے والا مراد ہے اور اگر مصدق سے ساعی مراد لیں تو یہ استثناء
درست نہیں ہے کیونکہ ساعی بغیر اجازت کے لے نہیں سکتا اسکی مشیت کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے اور اگر مالک
مراد مالک ہو تو ھرمہ اور ذات عوار پر اشکال ہوگا کہ ان دونوں کا دینا جائز نہیں ہے لہذا اسکی مشیت سے

1796 کیا ہو سکتا ہے جب وہ مصروف ہو سکتا ہے جبکہ اس کے پاس تمام جانور زکوٰۃ کے علاوہ اور جو جانور ہیں ان سب کو اثبت کیا

۲۶ ان میں سے ایک دینا چاہئے اور اس تقدیر پر بچیگا ۔ اگر اسی تقدیر سے ساعی مراد لیں تو استثناء بھی صحیح نہیں ہوگا اور اگر اس کا مالک مراد لیں تو تمیں کے اندر تو استثناء صحیح ہے لیکن بقیہ کے اندر استثناء غلط ہوگا اور اگر ہم

مجبوراً استثناء کریں تو اس کا مراد مالک نہیں ہو سکتا مگر یہ اللہ کو لیکن کے معنی میں لیا جائے ولا یجمع

۲۷ بین متفرق اس جملہ میں اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ خطاب کس کو ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ خطاب مالک کو ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ مصدق کو ہے حافظ عسقلانی علامہ کاسانی اور محققین کے

نزدیک دونوں کو خطاب ہے اگر مالک کو خطاب ہے تو اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ تین آدمی میں ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں انہوں نے ساعی کو دیکھ کر اپنے تینوں حصوں کو ملا دیا تاکہ

صرف ایک ہی بکری واجب ہو کیونکہ اگر الگ الگ رہتا تو ہر ایک کے نصاب واجب ہوتا ہے حصہ میں الگ الگ زکوٰۃ واجب ہوتی تو حضور نے اس سے منع فرمایا کہ نہ جمع کرے مالک اپنے متفرق کو ۔ اور دوسرا

۲۷ جملہ ہے ولا یفرق بین مجتمع اس کا مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں تو اس نے ساعی کو دیکھ کر اپنے چند بھائیوں کے اندر ان کو تقسیم کر دیا تاکہ قلیل ہو جائیں اور اس سے زکوٰۃ واجب

۱۵۹
۱ نہ ہو اس سے بھی آپ نے منع فرمایا کہ نہ تفریق کرے مالک اپنے مجتمع میں خشیۃ الصدقۃ اول مطلب کی بنا پر اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا خشیۃ زیادۃ الصدقۃ اور ثانی صورت میں مطلب ہوگا خشیۃ وجوب الصدقۃ

اور اگر خطاب مصدق کو ہے تو لا یجمع بین متفرق کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک ایک شخص کے پاس بیس بیس بکریاں تھیں تو اس صورت میں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے لیکن ساعی نے ان تمام کو ملا دیا تاکہ صدقہ واجب ہو جائے

حضور نے اس سے منع فرمایا تو اس صورت میں خشیۃ الصدقۃ کا مطلب ہوگا خشیۃ عدم وجوب الصدقۃ ۔ اور

۱۲۰
ولا یفرق بین مجتمع کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک شخص کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں ساعی نے اگر اس کو ایک تو نہ دو کیا ہے یہ چند نصاب سے تو نہ متفرق ایک کر دیا اور اسے ان کو الگ الگ چالیس چالیس پر تقسیم کر کے چند نصاب کی زکوٰۃ الگ الگ واجب کر دی اس سے بھی حضور نے منع فرمایا کہ ساعی مجتمع کے درمیان

تفریق نہ کرے جائے اور اس صورت میں خشیۃ الصدقۃ کا مطلب ہوگا خشیۃ تقلیل الصدقۃ ۔ وما کان من

۱ خلیطین فانہما الخ خلطہ کی دو قسمیں ہیں (۱) خلطہ اشتراک (۲) خلطہ جوار ۔ اول کا مطلب یہ کہ خلیطین کا مال مشاع ہو اور ثانی کے اندر مشاع نہیں ہوتا ہے ۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ خلطہ کا اثر وجوب

زکوٰۃ اور عدم وجوب میں ہوتا ہے یا نہیں امام صاحب کے نزدیک اس کا کوئی اثر نہیں جس شخص کا مال نصاب کے بقدر ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور جس کا مال نصاب کے بقدر نہیں اس پر زکوٰۃ بھی نہیں امام مالک

بھی یہی فرماتے ہیں لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ اگر دونوں کے پاس بقدر نصاب مال ہے مثلاً ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں تو امام مالک کے نزدیک مجموعہ زکوٰۃ لی جائیگی یعنی

دونوں کو ملا کر اسی میں سے صرف ایک بکری لی جائیگی اور ہمارے یہاں منفرداً زکوٰۃ لی جائیگی یعنی ہر ایک سے ایک ایک بکری لی جائیگی ۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک خلطہ کا اثر نصاب میں بھی ہے اور ادائے

زکوٰۃ میں بھی ہے ہمارے یہاں خلیطین سے مراد خلطہ شرکت ہے ۔ فتراجعان بینہما بالسویۃ اس کا مطلب

یہ مطلب اگر ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں ہیں اور دوسرے کے پاس اسّی بکریاں ہیں تو ساعی اندازوں سے 159/1
دو بکریاں لیگا ایک چالیس والے سے اور ایک اسّی والے سے لیکن ایک شخص کے پاس دو ثلث ہیں اور
دوسرے کے پاس ایک ثلث ہے بعد وزن لواخ حیث کا دینے کے بجائے اس میں مال زکوٰۃ کو اثلاثا تقسیم کرینگے
1797 عن عبد اللہ بن عمر :- اس حدیث کے اندر لفظ عثریا کے متعلق علماء مختلف ہیں اور علامہ جوہری
فرماتے ہیں کہ اس زمین کو کہتے ہیں جسکو آسمان سیراب کرے۔ بعض شراح کہتے فرماتے ہیں کہ ایسی زمین کے ٢
اندر نمی ہو اور وہ درخت اسی نمی سے سیرابی حاصل کرے حافظ اور جمہور شراح مشکوٰۃ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے
کلام کلام کے اندر تکرار ہو گیا کہ آسمان وعیون کا ذکر ما قبل میں آچکا ہے عن ابی ہریرۃ !- اول جملہ اس ٤
1798 حدیث کے اندر ہے العجماء جرحها جبار استعاطلب یہ مطلب اگر کوئی جانور بغیر سائق وراکب یا قائد وغیرہ کے ٤
چل رہا ہے اور کسی آدمی کو زخم لگا دے تو اس پر تاوان نہیں دوسرا جملہ والبئر جبار استعاطلب یہ مطلب ٥
ہے کہ زمین کے اندر کوئی شخص کنواں کھودے اور کوئی دوسرا آدمی اس کے اندر گر جائے تو اس پر تاوان نہیں مطلب
یہ مطلب ایک آدمی کسی کے کنواں کھودنے واسطے اور کھودنے والا اس میں دب کر مر جائے تو کنویں والے پر کوئی تاوان
نہیں۔ والمعدن جبار استعاطلب یہ مطلب ایک شخص نے مزدور کو لایا زمین سے نکلوانا اور وہ زمین
کے اندر دب کر مر گیا تو اس کا تاوان نہیں ہے وفی الرکاز الخمس حدیث کا اندر باب سے اسی جملہ کو مناسبت
ہے جس خزانہ کو زمین کے اندر دفن کیا جائے اسکو کنز کہتے ہیں اور جو خود پیدا ہو وہ معدن ہے اور
لفظ رکاز عام ہے دونوں کو شامل ہے اور امام صاحب کے نزدیک یہاں رکاز سے عام معنی مراد ہیں ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک یہاں دفینہ اہل جاہلیت مراد ہے کیونکہ حضور نے رکاز کا عطف معدن پر کیا ہے عطف مغایرت
کو چاہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رکاز سے عام معنی مراد نہیں ہیں اگر دونوں ایک ہوتے تو مختصر فرماتے وفیہ
الخمس - ہماری طرف سے جواب یہ ہے اس سے استدلال تام نہیں یہاں پر اظہار فی موقع الاضمار ہے اور فائدہ
اسکا یہ ہے کہ بتادیں کہ اندر معدن کا ذکر نہیں بلکہ دونوں پر یہ ہے والبئر جبار وفی الرکاز الخمس
تو الفاظ کی صورت میں دونوں اور بعضوں میں تطبیق نہیں ہوگی بلکہ الگ الگ بیان ہو لیکن دونوں الگ الگ
1799 ہیں اسوجہ سے حضور نے معدن اور رکاز کو الگ الگ بیان کیا الفصل الثانی عن علی !— ٥
اس حدیث کا وقت داروہم اما ذا وصلی حساب ذٰلک - اس مسئلہ کا اندر اختلاف ہے کہ اگر دو سو پر کچھ ١٠
زائد ہو جائے تو ائمہ ثلاثہ صاحبین ابن المنذر فرماتے ہیں کہ ایک درہم کے اندر بھی اسکا چالیسواں حصہ
واجب ہوگا امام صاحب فرماتے ہیں کہ چالیس درہم تک کچھ نہیں اسکے بعد ایک درہم واجب ہوگا چنانچہ ایک حدیث
کا مفہوم آتا ہے ولا شیء فیما دون الاربعین اور وہ اس حدیث کا بیان واقع ہوگی۔ ولیس فی العوامل شیء ١٣
ائمہ ثلاثہ اور جمہور کا یہی مذہب ہے امام مالک لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ عوامل میں زکوٰۃ ہے
ائمہ ثلاثہ کے نزدیک واسطے بیضہ ہیں کہ شنق وقص کہتے ہیں کہ جو دوسرے نصاب میں داخل ہو اور شنق وہ ہے
جو پہلے نصاب میں داخل ہو۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ وقص وہ ہے جو پہلے نصاب میں داخل ہو اور
شنق وہ ہے جو کچھ بھی نصاب میں داخل ہو۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ شنق کا دینا جائز ہے یا نہیں
امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ قسمہ دیا جائیگا :—

1801 عن انس ... اس میں تصریح ہے اندر ... ہو کر اگر تجاوز فی الصدقہ میں تجاوز کرنے والا منع صدقہ کے روکنے والے کی طرح ۱۵۹/۱۵
ہے اگر معتدی سے مراد صاحب ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جب وہ مقدار معین سے زیادہ اسکی صدقہ لیگا تو آئندہ وہ مالک
اس سے اپنا مال چھپا لیگا تو گویا منع ہونا ثابت ہوگیا اور اگر اسکی مراد ہم مالک مال کو لیں تو مطلب ہوگا
کہ وہ صدقہ کے اندر اعتدال نہیں کرتا مقدار مناسب نہیں دیتا تو گویا حق واجب کو روک رہا ہے تیسرا مطلب ۱۶
اسکا یہ ہے کہ صدقہ دیکر احسان جتلانے والا عدم ثواب کے اندر مثل مانع کے ہے چوتھا مطلب یہ کہ معتدی سے مراد
وہ شخص ہے جو غیر محل کے اندر صدقہ رکھے تو جیسے مانع کا ثمر مستحق تک نہیں پہنچتا ہے ایسے ہی اعتدا والے کا
1804 مستحق تک نہیں پہنچا اس کو زکوۃ سے محروم رکھا ہے ۱۵۹/۱۹ عن عتاب بن اسید اس حدیث کے اندر خرص کا ذکر ہے ۱۹
خرص کا معنی اندازہ لگانے کے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو اندازہ لگانے کیلئے بھیجا
کرتے تھے تاکہ وہ لوگ مال کو دیکھکر زکوۃ کا فیصلہ فرما دیں۔ اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ خرص
کیا جائیگا یا نہیں قاضی شریح۔ داود ظاہری کے نزدیک صرف نخل کے اندر خرص ہوگا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
نخل اور عنب کے اندر خرص ہوگا امام مالک کی ایک روایت یہ ہے کہ نخیل تک تو صحیح تو زیتون کے اندر
بھی خرص ہوگا امام صاحب کے نزدیک اب خرص نہیں ہوگا۔ شریح اور داود ظاہری حضرت عائشہ کی
اس حدیث سے اور ائمہ ثلاثہ اسکے بعد عتاب بن اسید کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں امام صاحب
فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث یا تو ثابت نہیں اور اگر ہم ثبوت مان لیں تو وہ محکم نہیں اور اگر بعض
حضرات مفہوم ہو تو منسوخ ہیں کیونکہ خرص کی اندر پھلوں کو دیکھکر اندازہ لگایا جاتا ہے اور اسکے اندر
غلطی کا احتمال ہے اور وہ ربوا ہوگا اور ربوا منع ہے۔ اب اعتراض ہوا کہ عتاب بن
اسید کی حدیث منسوخ کیسے ہوگی وہ تو فتح مکہ کے بعد آخر میں اسلام لائے لہذا ان کی حدیث موخر ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ فتح مکہ ۸ھ میں ہوا اور حضور نے تحریم حجۃ الوداع ۱۰ھ کے اندر فرمائی۔ نیز یہ
مزابنہ کے اندر داخل ہے اور حدیث المزابنہ اپنے عموم کی وجہ سے ... ہے۔ ایک جواب یہ ہے کہ
امام طحاوی نے حضرت جابر کی ایک روایت نقل کی ہے جسکے اندر ہے کہ نہی عن الخرص اس سے بھی معلوم ہوا کہ پہلے
خرص کا حکم تھا بعد میں آپ نے منسوخ فرمایا اور یہ حدیث منسوخ ہے ایک جواب یہ ہے کہ یہ خرص کا حکم عمل
کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ اسوقت چونکہ عمال موجود ہوتے تھے اور وہ خیانت کرتے تھے تو ان کی خیانت کو ختم
کرنے کیلئے آپ نے خرص کا حکم دیا خرص کے حکم میں امام شافعی سے تین روایات ہیں (۱) واجب ہے
1807 (۲) مستحب ہے (۳) جائز ہے یہی امام مالک کا ایک قول ہے ۲۵۹/۲۴ عن ابن عمر اس حدیث سے معلوم ہوا ۲۵
کہ عسل (شہد) کے اندر زکوۃ ہے یہی حضرت امام صاحب امام احمد کا مذہب ہے حضرت امام مالک امام شافعی فرماتے
ہیں کہ شہد کے اندر صدقہ نہیں کیونکہ روایات کے اندر ثبوت نہیں ملتا اور اپنی طرف سے ہم متعین نہیں کر سکتے
امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس نوع کی احادیث ضعیف ہیں درجہ ثبوت کو نہیں پہنچی لیکن ابن ... فرماتے
1808 ہیں کہ باوجود ضعف کے ایک دوسرے سے قوت پکڑتے ہیں ۲۵۹/۲۸ عن زینب امرأۃ عبداللہ اس حدیث سے معلوم
ہوا کہ زیورات کے اندر صدقہ ہے یہی مذہب ہے امام صاحب ابن عمر۔ ابن مسعود۔ ابن حزم کا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ۲۶
زکوۃ نہیں ہے کیونکہ اس باب کے اندر تمام روایات ضعیف ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن

1808 دارقطنی کے اندر ص۲۰۵ پر ایک حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے جسکے اندر زکوۃ کا ذکر ہے اور اس حدیث کا متعلق 159 26
ابن التحقیق الصحیح فرماتے ہیں اسکا اسناد وھی بشرط الصحیحین ہے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی تھیں جب انکو اپنے زیور کا تو
کا مطلب ہے کہ کسی کو چند دن کیلئے عاریۃ پر دیدو۔ امام بیہقی نے حضرت انس بن مالکؓ سے زیور کے اندر
1812 زکاۃ کا مطلب یہ بیان کیا ہے عمر کے اندر ایک مرتبہ زکاۃ دیدو عن ربیعۃ بن ابی عبد الرحمن اس حدیث
کے اندر اقطاع اقطاع سے ماخوذ ہے جسکے معنی ہیں کسی شخص کیلئے کوئی چیز متعین کردینا خواہ مع تملیک کے اور 9
بغیر بلاتملیک کے معادن القبلیۃ ان کے حکم میں ائمہ کا اختلاف ہے امام صاحب اوزاعی سفیان ثوری کے
نزدیک ان معادن کے اندر خمس واجب ہوگا بدلیل وفی الرکاز الخمس یہی ایک قول امام شافعیؒ کا اور ایک روایت 13
امام مالک کی ہے امام احمد اسحاق بن راہویہ کے نزدیک ان کے اندر زکوۃ واجب ہے یہی امام شافعی
اور حضرت امام مالک کا ایک قول ہے اور ان کا استدلال اسی حدیث سے ہے ہم اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں
اس حدیث کو اہل حدیث ثابت نہیں کرتے۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اگر مشقت سے ان معادن
1813 سے حاصل ہو تو زکاۃ ورنہ خمس ہے **الفصل الثالث عن علی رضی اللہ عنہ** عفو ارباک کے اندر صدقہ نہ ہونیکی
1814 وجہ یہ ہے کہ وہ مقدار واجب کو نہیں پہنچتا اور وہ کسی کا مملوک بھی نہیں ہوتا **عن طاؤس**۔ اس حدیث 15
سے معلوم ہوا اوقاص کے اندر صدقہ نہیں وقص کہتے ہیں اس مال کو جو بین الفریضتین ہوتا ہے اسکے اندر 18
امام مالک امام احمد۔ امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہے۔ امام صاحب سے اسکے اندر تین اقوال
ہیں ۱ کچھ واجب نہیں ہے ۲ حسب حساب ذلک واجب ہوگا ۳ دس سے پہلے کچھ نہیں اور اگر دس ہیں تو زکوۃ ہے

## باب صدقة الفطر 20

اسکی مشروعیت عید سے پہلے سنہ۲ ہجری کے اندر ہوئی دوسرا قول یہ ہے کہ جب رمضان کی فرضیت ہوئی یعنی شعبان سنہ۲ھ
میں اسی وقت اسکی بھی فرضیت ہوئی۔ اسکے حکم میں علماء اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فرض ہے اور
امام صاحب کے نزدیک واجب ہے۔ ظاہریہ۔ اشعب مالکی۔ ابن اللبان کے نزدیک سنت ہے۔ فرضیت والے
استدلال کرتے ہیں ایک روایت سے جسکے اندر ہے فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃ الفطر۔ ہم جواب کے اندر
کہتے ہیں کہ یہ دلائل ظنیہ ہیں ان سے فرضیت ثابت نہیں ہوگی نیز حضرات صحابہ کی اطلاع کے متعلق فرق کے
طریقہ پر فرماتے وہ ان لوگوں کیلئے فرض تھی کیونکہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی اسکے مستحق فرمایا کہ
لیکن ہم تک یہ حکم اخبار آحاد کے ذریعہ پہنچا ہے لہذا فرضیت کا ثبوت نہیں ہوگا بلکہ وجوب کا ہوگا لیکن ان
لوگوں کے نزدیک بھی صدقہ فطر کا منکر کافر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا اختلاف لفظی ہے۔

**الفطر** سے مراد حنفیہ کے نزدیک عید کی صبح صادق اور شافعیہ کے یہاں آخری رمضان کی شام مراد ہے
اور باقی ائمہ کے دونوں قول ہیں شافعیہ فرماتے ہیں افطار چونکہ شام کے وقت ہوتا ہے لہذا وہی وقت
اسکی مراد ہے اور ہم کہتے ہیں اس کا مقصود افطار خوشی کا ہے اور خوشی کا افطار صبح کے وقت ہوتا ہے

1815 **الفصل الاول عن ابن عمرؓ**۔ اس حدیث سے معلوم ہوا عبد پر بھی صدقہ فطر از خود واجب ہے 20
داؤد ظاہری بھی اسی کے قائل ہیں لیکن ایک مشترک کیا تو وہ یہ ہوا اس عبد کو کسب اور کمانے کیلئے چھوڑ دے
جمہور کے نزدیک آقا پر اسکا صدقہ واجب ہے داؤد ظاہری اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں جمہور کی دلیل

1815 یہ ھیکہ لیس علی المرء الصدقۃ فی عبدہ ولا فی فرسہ الا صدقۃ الفطر ۔ دوسرا مسئلہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت ١٤٠/٢٠
پر بھی از خود صدقہ دینا واجب ہے چنانچہ حضرت امام صاحب سفیان ثوری ۔ ابن المنذر کے نزدیک اسی پر واجب ہوگا
بشرطیکہ عورت مالدار ہو ۔ ائمہ ثلثہ فرماتے ہیں کہ اسکے خاوند پر واجب ہے خواہ مالدار ہو یا نہو حضرت
امام صاحب کا استدلال یہ حدیث ہے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی غلام کافر ہے اور مسلمان کا غلام ہے تو حضرت
امام صاحب کے نزدیک اسکا صدقہ اسپر واجب ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کافر عبد کی زکوۃ مولی پر واجب نہیں ہے
کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر کے اندر من المسلمین کی قید لگا دی ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے
استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکے ساتھ امام مالک متفرد ہیں لیکن ضحاک بن عثمان ایک متابع ان کا مسلم کے
1816 اندر موجود ہے لہذا متفرد کہنا صحیح نہیں ہے قبل خروج الناس یہ بھی حنفیہ کا استدلال ہے **عن ابی سعید** ٢٢
اس حدیث کے اندر طعام سے مراد ائمہ ثلثہ اور حضرت ابو سعید کا نزدیک گیہوں ہے اور اس حدیث سے استدلال
کرتے ہوئے ایک صاع دینے کے اندر وہ لوگ واجب کرتے ہیں ۔ حضرت امام صاحب حضرات خلفاء اربعہ ابن مسعود
ابن عباس ۔ مجاہد نخعی شعبی کے نزدیک گیہوں کے اندر نصف صاع واجب ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر
طعام سے گیہوں مراد نہیں ہے اسلئے کہ حضور کے زمانے میں گیہوں کا شیوع نہیں ہوا تھا چنانچہ محققین نے تسلیم کرلیا ہے
کہ یہاں طعام سے مراد جو یا مطلق طعام ہے ۔ حضرت ابو سعید نے عام حدیث پر عمل کرتے ہوئے ایک صاع کا
حکم دیدیا ۔ یا تبرعا ایک صاع کو فرماتے تھے **او صاعا من اقط** اقط پنیر کو کہتے ہیں اسکو صدقہ کے ٢٣
اندر دینے اور نہ دینے کے اندر علماء کا اختلاف ہے مالکیہ فرماتے ہیں کہ اگر اقط غالب قوت بلد ہے تو کافی ہے
شافعیہ کے دونوں قول ہیں جواز اور عدم جواز کے ۔ حنابلہ فرماتے ہیں کہ اگر اعرابی (دیہاتی) ہے تو غالب
قوت بلد کا اعتبار ہوگا اور اگر شہری ہے موجود اسکے پاس اس پنیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے تو دونوں
قول ہیں حنفیہ کہتے ہیں کہ نصف صاع گیہوں کی قیمت کا جتنا پنیر آئے اتنا دینا ہوگا صرف نصف صاع پنیر
کافی نہیں ہوگا او صاعا من زبیب ائمہ ثلثہ کا مذہب یہی ہے اور امام صاحب کی بھی ایک روایت یہی ہے دوسری روایت
یہ ہے کہ نصف صاع زبیب کا واجب ہے دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے اندر لفظ او جو طعام شعیر تمر
اقط زبیب کے اندر آیا ہے یہ شافعیہ حنفیہ کے یہاں اختیار کیلئے ہے امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف ہے
مالکیہ کے یہاں ان تمام چیزوں میں سے جو غالب قوت بلد ہے اسی کو دینا چاہیئے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ
جو غالب قوت المخرج ہے اسکا اعتبار ہے یعنی زکوۃ دینے والا عام طور سے جو کچھ کھاتا ہے وہی صاع کے اندر دے ١٦١/٢

## باب من لا تحل له الصدقة (الفصل الاول)

1821 **عن النبی** یہ آپ پر صدقہ حرام تھا علامہ خطابی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے علامہ قرافی نے اجماع نقل کیا ہے ۔ ٣
1823 امام احمد بن حنبل سے صدقہ تطوع کے اندر جواز کا قول نقل کیا گیا ہے **عن عبد المطلب** الخ اس حدیث ٢
کے اندر لفظ آل محمد کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے امام صاحب امام مالک فرماتے ہیں کہ اس سے بنو ہاشم
مراد ہیں امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس سے بنو ہاشم کیساتھ ساتھ بنو مطلب بھی مراد ہیں ۔ اصبغ مالکی فرماتے ہیں
کہ اس سے بنو قصی مراد ہیں امام احمد بن حنبل سے بنو ہاشم کیساتھ ساتھ بنو عبد المطلب بھی مراد ہیں لیکن
دوسری روایت کے اندر صرف بنو ہاشم مراد ہیں بعض کے نزدیک صرف قریش مراد ہیں ۔ اس مسئلہ کے اندر

1823 اس میں کیا اختلاف ہے؟ ان کے لئے صدقہ بالکلیہ حرام ہے یا کچھ تفصیل ہے اکثر حنفیہ حضرات شوافع حنابلہ کے یہاں ١٤١/٦
1825 صدقہ تطوع جائز ہے بعض حنفیہ کے یہاں صدقہ تطوع اور صدقہ فرضیہ دونوں حرام ہیں عن عائشۃ :-
تحقیق اس حدیث سے ایک مسئلہ معلوم ہوا تبدل ملک سے تبدل عین ہو جاتا ہے اور اس مسئلے کے اندر کسی کا ٩
اختلاف نہیں دوسری بات معلوم ہوئی آپ کی ازواج کا حکم اور ہے اور آپکے موالی کا حکم دیگر ہے
1827 عن ابی ھریرۃ :- حدیث الی کراع الخ کراع ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے کافی دور ہے یعنی اگر کوئی شخص ١٣
میری دعوت کرے تو میں اس کی خاطرداری اور دل شکنی سے بچنے کیلئے اسکی دعوت کو قبول کروں گا اگرچہ مجھ
کو وہاں جانے کے اندر کتنی ہی مشقت کیوں نہ ہو بعض لوگوں نے کہا کراع سے مراد گوشت کا ٹکڑا ہے یعنی
اگر مجھے کوئی ذرا سی چیز بھی بطور ہدیہ کے دے تو میں اسکو قبول کروں گا یہ نہیں کہ تھوڑا سمجھ کر اس کو
1828 واپس کر دوں یہ آپ نے غایت تواضع کی طرف اشارہ فرمایا ہے عنہ قال :- اس حدیث کے اندر ١٤
مسکین کی تعریف بیان کی گئی ہے مسکین اور فقیر کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے حنفیہ کہتے ہیں مسکین
کہتے ہیں من لا شئ لہ اور فقیر کہتے ہیں من لہ ادنی شئ یہی مالکیہ کی ایک روایت ہے دوسری روایت
ان کی یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں امام شافعی ہمارا عکس کہتے ہیں المسکین من لہ ادنی شئ والفقیر
من لا شئ لہ ۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے لیکن دلائل اور احادیث مشکوٰۃ میں ہیں الفصل الثانی عن ابی
1829 رافع :- ان موالی القوم من انفسھم ۔ دیکھئے معلوم ہوا موالی کا حکم قوم کے حکم کی شکل ہے لہذا بنو ہاشم ١٦
کی طرح ان کے موالی کو بھی صدقہ دینا جائز نہیں ہے اکثر شافعیہ ۔ امام احمد اور امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے
1832 امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول یہ کہ غلام اور محرم دونوں حکم کے اندر الگ الگ ہیں عن عبید اللہ ٢١
بن عدی بن الخیار :- اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا ہے غنی اور قوی مکتسب کیلئے صدقہ لینا جائز نہیں
اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ صدقہ لینے کی حرمت کا نصاب کتنا ہے ۔ ہادی باللہ کے متبعین
اور حضرات حنفیہ کے نزدیک جسکے پاس بقدر نصاب مال ہو وہ زکوٰۃ نہیں لے سکتا ۔ سفیان ثوری ۔ امام ابن
عبداللہ بن المبارک ۔ اسحاق بن راھویہ کے نزدیک جس شخص کے پاس پچاس درہم ہیں وہ غنی ہے اور اسکے لئے صدقہ
لینا حرام ہے ۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کوئی نصاب اور مقدار متعین نہیں حتی اگر پاس درہم
سے زیادہ ہو تب بھی وہ صدقہ لے سکتا ہے ابوعبید جیسے لوگوں کے نزدیک چالیس درہم والے کو زکوٰۃ
لینا جائز نہیں ہے ۔ اب یہ سوال کس شخص کیلئے جائز ہے اور کس کیلئے حرام ہے ۔ حنفیہ کے نزدیک اگر
ایک دن کے بقدر کھانا پینا موجود ہے تو سوال حرام ہے ۔ ہمارا استدلال اس حدیث سے ہے جسکے اندر
ہے کہ تو جو شخص سوال کرے غنیا لکم فیسئلون فقرا الخ ۔ امام احمد کی دلیل ص ١٦٢ پر ہے عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے
جسکے اندر ہے قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما الغنیٰ قال خمسون درھما الخ ۔ اور ابو عبید جیسے لوگوں کا
1833 استدلال ص ١٦٣ پر ہے عن عطاء بن یسار :- اس حدیث سے معلوم ہوا عامل کیلئے صدقہ لینا ٢٢
جائز ہے خواہ وہ ہاشمی ہو چنانچہ حنفیہ کے نزدیک اسکے لئے لینا جائز ہے اور یہ حدیث مستدل ہے
جمہور کے نزدیک بھی جائز ہے ۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اگر غنی ہے تو کچھ لینا جائز ہے
ہمارے نزدیک غنی ہو تب بھی صورت میں بقدر اپنے عمل کے لینا جائز ہے

1835 عن زیاد بن الحارث الصدائی: — فجزأها ثمانیة اجزاء: یہ اشارہ ہے قرآن پاک کی آیت شریفہ ۱۶۱ ۲۶
انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها الخ کی طرف اس حدیث کے اندر دو چیزوں میں علماء کا اختلاف
ہے اول یہ کہ اب بھی یہ اقسام ثمانیہ مستحق زکوٰۃ کے ہیں یا نہیں امام احمد، زہری، حسن بصری انکی طرح کے
نزدیک اب بھی صدقہ تمام کیلئے مستحق ہے علامہ شعبی اور جمہور علماء کے نزدیک مؤلفة القلوب کا حصہ منسوخ
ہوگیا اب یہ ۷ اصناف ثمانیہ میں کے ہر ایک پر صدقہ رہا۔ دوم یہ کہ ہر ایک کو دینا واجب ہے یا ایک کو دے دینے سے بھی ادا ہو جاتا ہے
ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک کو دے دینا کافی ہے ایسے امام مالک کے یہاں زیادہ محتاج کو ترجیح دی جائیگی۔ اور حضرت
امام شافعی اور عکرمہ کے نزدیک ہر ایک کو دینا واجب ہے۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ اگر صدقہ زیادہ ہے تو
1836 ہر ایک کو دینا واجب ہے ورنہ کسی ایک کو دیدے۔ **الفصل الثالث عن زید بن اسلم:** — حضرت عمر بن ۱۶۲ ۲
الخطاب کے اس فعل مبارک کے متعلق حضرت علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ باب التقویٰ سے ہے۔ حضرت شیخ ابن حجر مکی
فرماتے ہیں کہ علامہ طیبی اپنا استاد کا قول بھول گئے یعنی امام شافعی کے نزدیک تو حرام مال کھا لینے سے قئ کا
کرنا واجب ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ مال جسکو حضرت عمر نے تناول فرمایا
وہ حرام تھا نیز آپ طیبی کو ان کے استاد محترم کا مقولہ یاد دلا رہے ہیں۔ لہذا علامہ طیبی کا فرمانا درست ہے

## باب من لا تحل له المسئلة الخ (الفصل الاول)

1837 **عن قبیصة:** — تحملت حمالة قوم کے اندر اگر کوئی شخص دوسرے کو قتل کر دے تو اس پر جو قصاص یا دیت واجب ۵
ہوتی ہے اسکا کوئی دوسرا شخص کفیل بن گیا کہ میں تیری دیت ادا کروں گا لیکن پھر اسکے پاس بھی دیت کیلئے مال نہ ہو
تو ایسے شخص کیلئے سوال جائز ہے اپنی اس کفالت سے بری ہونے کیلئے اور اس کفالت ہی کا نام حمالت ہے
حسن بصری فرماتے ہیں کہ اسکو سوال کرنا اس وقت جائز ہے جبکہ اس دیت کے وجوب کا سبب کوئی حرام شئ نہ ہو تو علامہ
شوکانی فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ سے مطلقاً جواز نقل کیا گیا ہے شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ
حسن بصری کا فرمانا صحیح ہے کہ وہ حرام شئ نہ ہو۔ آگے فرمایا گیا حدیث کے اندر ورجل اصابته فاقة حتی یقوم ثلٰثة
علامہ سید جمال الدین حنفی فرماتے ہیں کہ احناف اور بعض شوافع اور ابن خزیمہ کا یہی مسلک ہے کہ تین آدمی گواہ
ہونے ضروری ہیں جمہور کے نزدیک یہ استحباب کیلئے ہے اور یہ کلام اس صورت میں ہے جبکہ اس شخص کے پاس
پہلے مال کا ہونا لوگوں کو معلوم ہو اور اگر سب کو معلوم ہے کہ اسکے پاس مال نہیں ہے تو پھر شہادت گواہ کی
1842 ضرورت نہیں ہے **عن حکیم بن حزام** اس حدیث پاک کے اندر ید علیا سے مراد ید متعفف (غیر سائل) اور ید سفلی ۱۶
سے مراد ید سائل ہے بعض لوگوں نے کہا کہ ید علیا سے مراد ید منفقہ اور ید سفلی سے مراد ید سائل ہے اسکے علاوہ
1845 اور بھی بحث کی تفسیریں ہیں **عن عمر بن الخطاب** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مال بغیر طمع و اشراف کے ۲۴
ملے تو اسکو لے لینا چاہیے امام احمد بن حنبل سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ اس شخص کو لینا واجب ہے۔ ابن جریر
طبری فرماتے ہیں کہ اگر دینے والا رسول ہے تو مستحب ہے اور اگر غیر رسول ہے تو اسکے اندر تین روایتیں ہیں
(۱) لینا چاہیے (۲) اگر دینے والا بادشاہ ہے تو نہ لے (۳) دیگر کا صورت فاطمی یعنی بادشاہ کے علاوہ کے قبول
1847 **الفصل الثانی عن عبد اللہ بن مسعود** اس حدیث کے اندر تین الفاظ خموش۔ خدوش۔ کدوح ۲۷
کے متعلق علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ متقارب ہیں بعض نے کہا کہ خمش ناخن سے چھیلنا اور خدش ناخن سے اور
کدح دانت سے چھیلنے کو کہتے ہیں۔

## الفصل الثالث

1860 **وعنه قال** — اس حدیث کے اندر ملکان سے مراد کیا ہے حافظ فرماتے ہیں اللہ مجھے علم نہیں ہے اب ایک سوال پیدا ہو گیا جب فرشتوں کی کوئی آواز نہیں سنتا تو پھر ان کے دعا دینے کیا فائدہ ہے اسکا جواب علامہ سندی نے دیا ہے حضور کا پیغام دینا فرشتوں کے پیغام کے حکم میں ہے جواب ۲ یہ مقصود بالذات صرف دعا ہے خواہ کوئی سنے یا نہ سنے اگر دعا کے اندر وارد ہوا ہے اعط منفقاً خلفاً شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں اگر خلف سے مراد مال اور غیر مال دونوں ہو سکتا ہے ایسے ہی تلف کے اندر مال اور غیر مال دونوں محتمل ہیں واللہ اعلم ممسکاً تلفاً علامہ سندی فرماتے ہیں اجمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ حضور نے بخیل کو بد دعا دی ہے شیخ اکبر صاحب فتوحات مکیہ فرماتے ہیں یہ بد دعا نہیں بلکہ حضور نے اسکو دعا دی ہے اللہ تعالیٰ اسکو خرچ (تلف) کرنے کی توفیق بخشے **عن حارثة بن وهب** اس حدیث کے اندر فرمایا گیا انہ یاتی علیکم زمان الخ اسکے اندر اختلاف ہے کہ یہ زمانہ گزر گیا یا آئندہ آئیگا (۱) بعض کے نزدیک یہ زمانہ قرب قیامت کے قریب آئیگا (۲) بعض علماء فرماتے ہیں حضرت معاویہ کے زمانہ میں گزر گیا (۳) بعض کی رائے ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں گزرا

1872 **الفصل الثانی عن ابی سعید** اس حدیث سے معلوم ہوا مومن کے اندر یہ دونوں خصلتیں نہیں ہو گی اس پر اشکال ہوا یہ دونوں تو دوسرں اندر پائی جاتی ہیں یہ حدیث خلاف واقعہ ہے اسکا جواب ۱ یہ ہے کہ مومن سے مراد حدیث پاک کے اندر مومن کامل ہے جواب ۲ علامہ توریشتی فرماتے ہیں الخصلتین سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں خصلتیں اسکی انتہا کو پہنچ جائے

1873 **عن ابی بکر الصدیق** اس حدیث کے اندر منان سے مراد یا تو احسان جتلانے والا مراد ہے یا قاطع رحم مراد ہے

1878 **الفصل الثالث وعنه انه سمع** اس حدیث کے اندر جو واقعہ ذکر کیا ہے اسکے اندر فرشتے نے ان لوگوں سے کہا ارجل مسکین الخ اس پر اشکال ہوا فرشتہ کے یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے لہذا انہوں نے یہ کیوں کہا اسکا جواب ۱ علامہ سندی نے دیا کہ رجل مسکین کا مطلب یہ ہے کہ میں ایسا رجل ہوں اگر تم فاعل ہو سے مسکینت ثابتی ہے تو خود ملک کے جواب ۲ اللہ تعالیٰ نے جب اسکو اس کہنے کی اجازت دیدی تو اب وہ جھوٹ جھوٹ نہیں رہی ہے

1882 **عن ابی ذر** اس حدیث پر اشکال ہوا حضرت ابوذر نے حضرت کعب احبار کی لوگوں کے سامنے بے عزتی کیوں کی؟ جواب یہ ہے کہ حضرت ابوذر پر تصوف کا غلبہ تھا خود ان کا مذہب تمام مال جو کھانے سے زائد ہو دیکر پورا کرتے تھے حتیٰ کہ پاس شام کو مال دیکھتے اسی کو نار سمجھتے تھے رات کے وقت کسی کے پاس ایک درہم بھی نہ رکھنا چاہئے دن کے دن خرچ کر دینا چاہئے حضرت عثمان نے ان کو حکم دیدیا تھا اس لئے ربذہ چلے جاؤ اور وہیں رہو

1885 **عن ابی هریرة** علامہ سیوطی فرماتے ہیں اس حدیث جو ادخار کے عدم جواز کا ثبوت ہوا یہ ابتدا اسلام کے اندر تھا بعد میں ادخار کی اجازت ہو گئی ہے

# باب فضل الصدقة

## (الفصل الاول)

1888 **عن ابی هریرة** بعدل تمرة ملا علی قاری فرماتے ہیں اسکی مساوات صورة اور قیمۃ ہو ایک مراد ہو سکتا ہے اور طیب کی قید اسلئے لگائی اللہ تعالیٰ طیب ہیں اور طیب ہی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یمین کیا قبول کرنے کا مطلب ہے کہ اچھی طرح اسکو قبول فرماتے ہیں گویا حسن تکمیل کی طرف اشارہ ہے حتیٰ تکون مثل الجبل تکون کی ضمیر صدقہ تمرہ اور ان سے ثواب جو مجھ میں آرہا ہے منقول طور پر اسکی طرف بھی ضمیر راجع ہو سکتی

1890 وعنہ ؓ ۔ من انفق زوجین ۔ زوجین سے اشارہ ہے عبادات کی طرف کہ دونوں ایک جنس کے ہوں ۔ 167/12
علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اسکے بعد ذکر سے خرچ کرنے کی طرف اشارہ ہے ۔ من ابواب الجنۃ ابواب سے آٹھ
ابواب اصلیہ مراد ہیں اور وہ آٹھ ہیں علامہ سیوطی نے در منثور اور الحاوی کے اندر اس مسئلہ کو تفصیل سے
تک ذکر فرمایا ہے ان آٹھ کے اندر چار دروازوں کا ذکر تو حدیث پاک میں ہے باب الصلوۃ ۔ باب الجہاد
باب الصدقۃ ۔ باب الریان اور چار ان کے علاوہ جو ہیں وہ یہ ہے باب التوکل ۔ ایک کاظمین الغیظ
والعافین کا دروازہ ۔ باب الحج ۔ اور چوتھا باب الذکر یا باب العلم ہے ۔ اور ممکن ہے کہ ان ابواب سے
ابواب اصلیہ ہی مقصود نہ ہوں بلکہ اندرونی خانہ ابواب مراد ہیں ۔ فمن کان من اہل الصلوۃ الخ اب یہاں 13
نماز کے خرچ کرنے کا کیا مطلب اسکا جواب یہ ہے کہ اسکے اسباب مثلاً وضو ۔ جا نماز وغیرہ کے اندر خرچ کرنا مراد ہے
اور باب الریان ریان رو سے ہے کہ یہ معنی سیرابی کے ہیں اور وہاں جاکر سیرابی حاصل ہوگی 15
1891 وعنہ قال ۔ اس حدیث کے اندر وارد ہوا کہ ما اجتمعن فی امرئ الا دخل الجنۃ اس پر اشکال ہوا کہ اس 16
حدیث کے اندر جن عبادات کا تذکرہ ہے اطعام مسکین ۔ عیادت مریض ۔ اتباع جنازہ ۔ یہ تو دوسری حدیثوں
کے اندر پایا جاتا ہے پھر خاص طور سے بیان فرمانا کیسے صحیح ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ جو سب کام جو شخص
ایک دن کے اندر کرے اسکے لئے یہ فضیلت ہے جواب ۲ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ دخل الجنۃ سے مراد یہ ہے کہ آٹھ کے آٹھ
1894 دروازوں سے اسکو بلایا جائیگا وعنہ قال ۔ لا تحقرن جارۃ لجارتہا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر کوئی پڑوسی 21
دوسرے کے پاس تھوڑا سا ہدیہ بھیجے تو اسکو حقیر نہ سمجھنا چاہئے بلکہ قبول کرنا چاہئے اس صورت کے اندر
خطاب مُہداۃ الیہا کو ہوگا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس تھوڑا سا ہی مال ہو تو اسکو بھی صدقہ کر دینا
1898 چاہئے اس کو حقیر سمجھ کر صدقہ سے نہ رکے عن ابی ذر ؓ ۔ وفی بضع احدکم صدقۃ ملا علی قاری اور 168/4
مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ النفس شہوۃ کے پورا کرنا صدقہ کے ثواب کے حکم میں نہیں ہے
بلکہ صدقہ کا ثواب اس وجہ سے اسکو ملیگا کہ اس نے محل حلال کے اندر عمل کیا ۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ وطی ہی
خود صدقہ ہے کیونکہ اسکی وجہ وطی ان کے محل حلال کے مصادف ہوئی آگے آپ نے فرمایا ارایتم لو وضعہا فی حرام 6
اکان علیہ وزر ۔ اسکے متعلق علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس کے اندر قیاس کی دلیل ہے اور اہل الظاہر ہوا نکے
1902 ظاہر یہ کہتے ہیں کیا عن ابی ھریرۃ اس حدیث کے اندر امرأۃ مومسۃ سے مراد امرأۃ زانیہ ہے اور 11
یہ عورت بنی اسرائیل میں سے تھی ۔ اسی قسم کا واقعہ بخاری کے اندر مرد کے متعلق آیا ہے حافظ نے اس عورت
اور مرد کے واقعہ میں جمع یہ کیا کہ دونوں کو واقعہ پیش آیا ہوگا اب یہ کہ اس عورت نے اپنے خف کو
ناپاک کیوں کیا اسکا جواب ۱ ۔ یہ ہے کہ اس نے اپنا موزہ اس کتے کے آگے ہی ڈالا بلکہ اس خف کا
پانی کنویں وغیرہ میں ڈالدیا ہوگا جواب ۲ ۔ اس کے دین میں کتے کا جھوٹا حلال ہوگا ۔
1903 عن ابن عمر و ابی ھریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بلی کو باندھنا گناہ ہے چنانچہ ابن عبدالملک فرماتے ہیں 13
کہ مطلقاً باندھنا تو صغیرہ ہے اور چونکہ اس نے اس پر اصرار کیا اسلئے کبیرہ ہوگیا اور عذاب دیا گیا ۔
1909 ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ عذاب کیلئے گناہ کا کبیرہ ہونا ضروری نہیں ہے الفصل الثانی عن انس 24
تطفئ غضب رب کو نا درک تو تشبیہ دی ہے اسلئے لفظ اطفاء کا صیغہ استعمال کیا ۔ اور میتۃ السوء کے اندر سوء بفتح السین 25

1909 ہے کیونکہ مضاف الیہ ہے اور جب یہ اضافت واقع ہوتا ہے تو تعظیم السین مستعمل ہوتا ہے اسکی مراد سکرات الموت ہیں ۱۶۹/۲۵
ص ۱۶۹/۲
1912 عن سعد بن عبادۃ ام سعد کا نام عمرہ ہے اور پانی کو افضل اسلئے کہا گیا کہ اس جگہ پانی کم ہوتا ہے۔ ۳
ص ۱۶۹/۴
1914 عن فاطمۃ بنت قیس: اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ مال کے اندر زکوۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں اور استشہاد کے ۴
اندر یہ آیت تلاوت فرمائی لیس البر ان تولوا وجوھکم الخ کیونکہ اس آیت کے اندر ایتاء زکوۃ سے پہلے ایتائی
ذوی القربی ابن سبیل مساکین رقاب وغیرہ کے حقوق کو بھی بیان کیا گیا۔ اس حدیث کے اندر تو وارد
ہوا ان فی المال لحقا سوی الزکاۃ لیکن ابن ماجہ کے اندر وارد ہوا لیس فی المال حق سوی الزکوۃ اب
دونوں کے اندر تعارض ہو گیا بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث ابن ماجہ مضطرب ہے۔ ابو بکر بیہقی فرماتے ہیں
کہ اس کی اسناد میں نے کسی شئی پائی۔ بعض لوگوں نے دونوں کے اندر یہ جمع کیا کہ اس حدیث کا محمل
ص ۱۶۹/۹
1915 صدقہ نافلہ ہے اور ابن ماجہ کی روایت کا محمل صدقہ فرائضہ ہے عن بُہیسۃ: اس حدیث کے اندر ۹
لا یحل سے مراد لا ینبغی ہے اور ان چیزوں کے اندر منع اسوجہ سے تھا جس میں تمام افراد برابر شریک ہیں کہ
ص ۱۷۰/۱
1922 بعض لوگوں نے کہا کہ ان کے اندر کوئی مؤنۃ اور مشقت لوگوں کو نہیں ہوتی عن ابی ذر: اس حدیث کے اندر ۱۷۰/۱
وارد ہوا فتخلف رجل باعیانھم اسکے دو مطلب ہیں (۱) علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے
بڑھا اور اسکو صدقہ دیدیا (۲) اسکی مراد مسبوقیت معنوی ہے یعنی اس کے اندر وارد ہوا تخلف رجل باعیانھم
یعنی ان لوگوں کے پیچھے جاکر اسکو چپکے سے صدقہ دیا ہے۔ الشیخ الزانی شیخ سے مراد اگر بوڑھا ہے تو چونکہ بڑھاپے ۵
کے اندر شہوت کا غلبہ نہیں ہوتا مگر اسکے باوجود اگر وہ زنا کرے تو مبغوض ہوگا اور اگر شیخ سے بوڑھا مراد نہیں ہے
بلکہ شباب محض مراد ہے تو چونکہ اسکی بیوی موجود ہے اسلئے وہ مبغوض ہوگا۔ فقیر مختال تکبر فقر سبب غضب
ص ۱۷۰/۶
1923 ہے کیونکہ فقر مقتضی تھا تواضع وعاجزی کو لیکن خبث باطن کی وجہ سے اس نے تکبر کیا ہے عن النبی: ۶
اس حدیث کے اندر معنی یہ ہے کہ پانی سے زیادہ اشد اسلئے کہا گیا کہ لوہا پتھر کو کاٹ دیتا ہے اور چونکہ آگ
لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ کو پانی بجھا دیتا ہے اور پانی کو ہوا خشک کر دیتی ہے اسلئے ہوا کو ایک
درجہ سے اشد ہے اور ان سب سے زیادہ صدقہ اشد اسلئے ہے کہ صدقہ اپنے رب کے غضب کو ختم کر دیتا ہے
ص ۱۷۰/۱۶
1926 اور کوئی دوسری شئی اسکو ختم نہیں کر سکتی عن ابن مسعود اس حدیث کے متعلق ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ ۱۶
یہ ضعیف ہے ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ کذب ہے لیکن متاخرین نے ان لوگوں پر تعاقب کیا اور کہا کہ یہ حسن ہے چنانچہ
اکابر کا اس پر عمل ہے کہ وہ یوم عاشورا کے اندر وسعت اور فراخدلی سے خرچ کرتے ہیں۔

## باب افضل الصدقۃ

مشکوۃ ص ۱۷۰/۲۰ (الفصل الاول) ۲۰

ص ۱۷۰/۲۰
1929 عن ابی ھریرۃ اس حدیث کے اندر ظہر غنی کے اندر لفظ ظہر مقحم اور تحسین کلام کیلئے ہے اسکا مفہوم ہوا کہ مالداری ۲۰
کی حالت میں صدقہ افضل ہے اور اسی باب کی فصل ثانی کے اندر ابو ھریرہ کی حدیث کے اندر بیان کیا گیا ہے
کہ جہد المقل فقیر کا صدقہ افضل ہے دونوں میں تعارض ہے جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل وہ شخص
ہے جو توکل کے مقام پر فائز نہ ہو۔ اور فصل ثانی کی حدیث ایسے فقیر پر محمول ہے جو توکل کے اعلی مقام پر
ص ۱۷۰/۲۷
1933 فائز ہو۔ عن ام سلمۃ: حضرت ام سلمہ کی پانچ اولاد تھی عمر، سلمہ، درہ، زینب، عبد اللہ ۲۷
ص ۱۷۱/۲
1934 عن زینب: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند پر صدقہ کرنا جائز ہے امام شافعی فرماتے ہیں ... سفیان ثوری ۱۷۱/۲

1934 نزدیک جائز ہے اور یہی ایک روایت امام احمد کی ہے یہی ابو ثور اور ابو عبید فرماتے ہیں - امام مالک اور امام احمد کی ۱۷۱/۲
دوسری روایت امام صاحب اور حسن بصری کے نزدیک جائز نہیں ہے یہی حضرت عمر سے مروی ہے اور استدلال دونوں
فریق کا یہی ہے امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں یہ انہوں نے سوال کیا تھا اتجزی الصدقۃ عنہما اور اجزاء فرائض سے ہوتا ہے ۷
معلوم ہوا صدقہ فریضہ دینا جائز ہے - قاضی عیاض فرماتے ہیں الصدقتین و ہو من حلیلتین اس قسم کی عبارت کا
استعمال استحباب کے اندر ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ فرمان اور عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ صدقہ نافلہ مراد ہے
امام نووی نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے اور یجزی الصدقۃ عنہما کا مطلب یہ ہے کہ نار سے بچنے کیلئے کافی ہے ابن تیمیہ
منتقی کے اندر فرماتے ہیں اکثر علماء کے نزدیک اس صدقہ سے نافلہ مراد ہے - ابن المنذر نے اجماع نقل کیا ہے
[illegible] اس مسئلہ کے اندر خاوند اپنی بیوی کو دے سکتا ہے یا نہیں - یہ نقل کیا ہے صدقہ نہیں دے سکتا حضرت زینب
اور زوجہ عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ دوسری عورت جو باب پر کھڑی تھیں ان کا نام بھی حضرت زینب تھا الفار کے قبیلہ سے تھیں
اجماع نفی مجوز ہے اس ابن المنذر نے نقل کیا ہے کہ اپنی بیوی پر صدقہ نہیں کیا جا سکتا ولا تخبرہ من نحن ایک اشکال
ہوا جب ان عورتوں نے حضرت بلال سے وعدہ لیا تھا کہ آپ ہمارا نام مت بتلانا تو پھر حضرت بلال نے بتلا کر وعدہ
خلافی کیوں کی اس کا جواب یہ ہے کہ ان عورتوں نے تو وعدہ لیا تھا لیکن حضرت بلال نے تو ان سے وعدہ نہیں کیا تھا
ہاں یا نہیں ان کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا جواب ان کا وعدہ اگرچہ تھا لیکن حضور کا امر واجب تھا اور زیادہ
مستحق تعمیل کے اعتبار سے جواب اور عورتوں نے جو منع کیا تھا وہ شرم و حیاء کی وجہ سے کیا تھا -

1941 **الفصل الثانی عن ابن عباس** (ص ۱۷۱/۲): اس حدیث کے اندر فرمایا گیا الا رجل یسأل باللہ ولا یعطی یہ یسأل کو ۲۱
معروف اور مجہول دونوں صیغوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں - مجہول کی صورت میں مطلب ہوگا اشر الناس وہ
شخص ہے جو سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ کے وسیلہ کے ساتھ اور پھر نہ دے یعنی سوال کا باعث چونکہ انسان شدید
حالت کے اندر کرتا ہے تو اس شخص نے اس کی حالت پر رحم نہ کھایا اور نیز اللہ تعالیٰ کے نام کا لحاظ بھی نہ کیا
اور اگر معروف کا صیغہ ہو تو مطلب ہے اشر الناس وہ فقیر ہے جو لوگوں سے اللہ کی قسم دے کر وسیلہ مانگ
1945 کر لوگوں سے سوال کرتا ہو - **الفصل الثالث عن ابن عباس** (ص ۱۷۲/۲): اس حدیث کے اندر یہ بیان کیا ۱۷۲/۲
جب آیت کریمہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا الخ نازل ہوئی تب انہوں نے اپنے محبوب باغ بیر حاء کو صدقہ کیا
لیکن دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس باغ کے اندر ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے اچانک ایک
پرندہ پر نماز کے اندر نظر پڑی جس کی وجہ سے نماز کے اندر سے توجہ ہٹ کر اسکی طرف ہو گئی تو اس سے نماز
کے اندر خلل واقع ہوا تو اسی بنا پر اسکو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا لیکن ان دونوں میں کوئی تعارض
نہیں ہے کیونکہ دونوں سبب ہو سکتے ہیں ممکن ہے آیت بھی انہی ایام کے اندر ہو اور یہ واقعہ بھی جب یہ پیش آیا ہو

## باب صدقۃ المرأۃ من مال الزوج (الفصل الاول) مشکوٰۃ ص ۱۷۲/۱ ۱۰

بعض مشکوٰۃ کے نسخوں کے اندر صرف لفظ باب لکھا گیا ہے اسکے بعد عنوان نہیں ہے اور اس صورت میں چونکہ
ما قبل کے باب سے اسکے مضامین جداگانہ ہیں اس لئے باب تو الگ باندھا لیکن اصل مضمون ایک ہے اسلئے
1947 مستقل عنوان نہیں باندھا اور جو ایک جگہ آئندہ بھی یہی حکمت ہے عن عائشہ (ص ۱۷۲/۱) اس حدیث کے اندر ۱۰
عورت کے خرچ کرنے کا شوہر کے مال میں ذکر ہے لیکن اجازت اور عدم اجازت کا ذکر نہیں ہے اور اسکے بعد

نوٹ: یہاں الفصل الثانی [illegible] الفصل الثالث [illegible] مشکوٰۃ ص ۱۷۲ [illegible]

1947 والی حدیث کے اندر بغیر اسکے خرچ کا ذکر ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے لیکن علماء نے بیان کیا کہ بغیر ۱۴۲/۱۰
اجازت کے خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور اس قسم کی احادیث کا جواب۱ جن سے جواز معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ ان کی
کی عادت پر موقوف ہیں چونکہ وہ لوگ اپنا تمام مال گھر لاکر رکھدیتے تھے جواب۲ :- ان سے قلیل مال مراد ہے
اور مال قلیل کو خرچ کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے جواب۳ :- شوہر کی رضا پر محمول ہے جواب۴ :- ممکن ہے
ان کے شوہر کی طرف سے اجازت دیدی ہو - البتہ غلام کو کسی حالت کے اندر خرچ کرنا بلا اجازت جائز نہیں ہے
1950 ص۱۴۳/۱۵ عن عائشة :- اس حدیث کے اندر رجل سے مراد حضرت سعد بن عبادہ ہیں اور ان کی والدہ کا نام عمرہ ۱۵
ہے اور تصدقت سے مراد کنواں کھودنا ہے جیسا کہ ثانی کے اندر اسی مضمون کی حدیث خود حضرت سعد بن
عبادہ کی حدیث کے اندر گذرا ہوا ہے واللہ اعلم ۔

## ص۱۴۳/۲۵ باب من لا یعود فی الصدقة (الفصل الاول) ۲۵

1954 ص۱۴۳/۲۶ عن عمر بن الخطاب :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ کو خریدنا جائز نہیں ہے چنانچہ اہل ظواہر کا یہی مذہب ہے امام اعظم حسن بصری
کا ہے جمہور کے نزدیک جائز ہے مع الکراہت اور بعض کے نزدیک کراہت تحریمی اور بعض کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے
1955 ص۱۴۳/۲ عن بریدة :- عبادات مالیہ محضہ اور عبادات مرکبہ من البدن والمال کے اندر نیابت جائز ہے اور عبادات بدنیہ محضہ کے اندر جائز نہیں اور اس حدیث کا جواب ہے کہ الصوم سے مراد ہے کہ کھانا صوم ادا کرے - امام احمد ... ۱۴۳/۲

## ص۱۴۳/۲ کتاب الصوم ۲

عبادات بعض مالیہ محضہ ہیں - جیسے زکوۃ - بعض بدنیہ محضہ ہیں جیسے نماز - روزہ اور بعض مرکب ہیں جیسے حج
ثواب قاعدہ کے مطابق مصنف کو چاہیے تھا کہ کتاب الصلوۃ کے بعد - کتاب الصوم کو ذکر کرتے تاکہ عبادات
بدنیہ محضہ ایک طرف ہو جاتیں اسکے بعد زکوۃ کا ذکر ہونا چاہیے تھا تاکہ عبادات مالیہ محضہ ایک طرف رہے
لیکن قرآن و حدیث کے اندر صلوۃ کے بعد زکوۃ کا ذکر ہے تو مصنف نے دونوں کا اقتداء کرتے ہوئے سوا زکوۃ
کو ذکر کیا اور اسکے بعد اب صوم کو ذکر کرتے ہیں - صوم کا ثبوت قرآن پاک - احادیث نبویہ اور
اجماع امت سب سے ہے قرآن پاک کے اندر ہے کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم اس آیت کے اندر
کما کتب کے اندر تشبیہ بعض علماء کے نزدیک نفس فرضیت کے اندر ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک رمضان کے
روزوں میں تشبیہ ہے چنانچہ سب سے پہلے روزہ جو یہود پر فرض ہوا لیکن انہوں نے فساد کیا اور رویت ہلال کی
بنا پر حرف شبہ کے دن کے روزے کو احتیاطاً کیا اور اسکے بعد نصاریٰ پر فرض ہوا ایک مرتبہ رمضان
گرمی کے زمانے میں واقع ہوا تو ان لوگوں نے سردی کے اندر روزہ رکھ لیا اور ایک مرتبہ ان کا کوئی بادشاہ
بیمار ہوا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اسکو صحت ہوگئی تو ہم اپنے تیس روزوں پر دس روزوں کی اور زیادتی
کریں گے چنانچہ اسکو صحت ہوگی اور اسکے بعد ایک مرتبہ وہ اور بیمار ہوا انہوں نے سات روزوں کی زیادتی کی اور
نذر مانی پھر جب دوسرا بادشاہ آیا تو اسکے حکم سے تین کی اور زیادتی کی اور اب وہ خدا کے حکم کے خلاف بجائے
تیس کے پچاس روزے رکھتے ہیں لعنة اللہ علیہم اجمعین - صوم سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر فرض ہوا جب
انہوں نے شجرہ کھایا اور اسکا اثر ان کے بدن پر تیس یوم تک رہا تمام بدن سیاہ رہا اسکے بعد
جب اسکا اثر ختم ہوا تو شکریہ کے اندر تیس یوم کے روزے رکھے حافظ ابن حجر کی سند کے متعلق فرماتے ہیں ...

کہیں جگہ نہیں پائی۔ اسکی مشروعیت سنہ ۲ھ کے اندر ہوئی ماہ شعبان میں۔ و ب اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ رمضان کے علاوہ کوئی اور روزہ بھی فرض تھا یا نہیں رمضان سے پہلے۔ اکثر شافعیہ کے نزدیک اس سے پہلے کوئی روزہ فرض نہیں تھا۔ اکثر حنفیہ اور بعض شافعیہ کے نزدیک ایک وجہ یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ فرض تھا حدیث سے بھی صوم کی مشروعیت متعدد جگہ سے ثابت ہوتی ہے بنی الاسلام علی خمس کے اندر بھی ایک یعنی صوم ہے ایسے ہی اسکی فرضیت جمہور علماء کا اجماع ہے لہذا اسکا منکر کافر ہے صوم کے معنی لغت کے اندر الامساک مطلقاً کے ہیں نابغہ ذبیانی کہتا ہے خیلٌ صیامٌ وخیلٌ غیرُ صائمۃٍ تحت العجاج والاخری تعلک اللجما تو صیام سے مراد ممسکین ہیں اور اصطلاح کے اندر کہتے ہیں الامساک عن المفطرات فی ایام مخصوصۃ مع النیۃ

## الفصل الاول

**عن ابی ہریرۃ** علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازوں کے کھلنے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ حقیقۃً دروازے کھل جاتے ہیں۔ یا یہ کنایہ ہے کثرت رحمت کے نزول کی طرف اور جہنم کے دروازوں کے بند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ غضب الٰہی اس زمانے کے اندر رک جاتا ہے وسلسلت الشیاطین۔ اس پر اشکال وارد ہوا کہ رمضان کے اندر لوگ گناہ وغیرہ تو کرتے ہیں لہذا شیاطین کے بند ہونے سے کیا فائدہ ہوا اسکا جواب ۱۔ یہ ہے کہ الشیاطین کے اندر الف لام عہد کیلئے ہے یعنی مردۃ الشیاطین جو سرکش اور سردار شیطان ہیں ان کو قید کیا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے شیاطین اپنے کاروبار کے اندر مشغول رہتے ہیں جواب ۲۔ چونکہ پورے سال شیاطین کے وساوس کیساتھ نفس متلبس رہا تو اگر تمام بھی قید ہو جائیں تو نفس اسکا خوگر اور عادی ہو گیا اور اسکے تقاضے سے یہ گناہ ہوتے رہتے ہیں ان کیلئے صرف ایک ماہ کیلئے شیطان کی ضرورت نہیں ہے **وعنہ قال** اس حدیث پاک کے اندر اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا گیا فانہ لی یعنی روزہ میرے ہی لئے ہے اس پر اشکال ہوا کہ تمام اعمال اور عبادات اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہوتی ہیں لہذا خاص طور سے صوم کے متعلق یہ فرمانا کہ فانہ لی اسکا کیا مطلب ہے چنانچہ اسکے مطلب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ۱۔ صوم چونکہ ایسی عبادت ہے کہ اسکے اندر ریاء نہیں ہو سکتی اور اسکے علاوہ جو اور عبادات ہیں ان کے اندر ریاء متحقق ہو سکتا ہے تو اسلئے خاص طور سے اسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فانہ لی چنانچہ علامہ مازریؒ۔ ابو عبید۔ حکیم ترمذی وغیرہ نے اسی کو راجح قرار دیا کہ فانہ لی کا مطلب یہ ہے کہ اسکے اندر ریاء نہیں ہوتی۔ حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ ریاء نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس عمل کے اندر کوئی ریاء نہیں ہو سکتی اگرچہ صائم اپنے قول کے اندر ریاء کر سکتا ہے مثلاً یہ کہے کہ میں روزہ سے ہوں لیکن خاص اس عمل کے اندر کوئی ریاء نہیں ہو سکتی ۲۔ ابن عیینہ اسکی تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ اسکا ثواب اتنا عظیم ہے کہ اس میں دوسرا کوئی ادراک نہیں کر سکتا ہوں فرشتوں سے ادا نہیں ہو سکتا چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر عمل کے متعلق ثواب کو عشرہ حسنہ سے لیکر سبعمائۃ تک بتلایا اور جب روزہ کا نمبر آیا تو فرمایا کہ قال اللہ تعالیٰ الا الصوم خود آپؐ نے اسکے ثواب کی تعیین نہیں کی ۳۔ الصوم لی کے اندر اضافت تکریم و تشریف کیلئے ہے جیسے بیت اللہ ۴۔ صوم میری صفات تنزیہیہ میں سے ہے ۵۔ چونکہ صوم صفات ملائکہ میں سے ہے اسی خصوصیت کی بناء پر اسکا تعلق اللہ رب العزت سے ہے ۶۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ متشابہات میں سے ہے حافظ عسقلانیؒ نے بیان فرمایا اس حدیث کے پچپن سے زیادہ علماء نے ۵۵ مطالب بیان کئے ہیں۔

1959 للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ فطر سے مراد فطر عید کا دن جو ہوتا ہے وہ بھی مراد ہو سکتا ہے اور روزہ افطار بھی 143/12
مراد ہو سکتا ہے اور یہی احتمال اچھا ہے اب یہاں فرحۃ اور خوشی کا سبب کیا ہے ملا علی قاری اور نواب قطب الدین
فرماتے ہیں ۱) اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے بخیر وخوبی نکلنا ہے ۲) صفات ملکیہ اسکے اندر آجاتی ہیں۔
۳) ادنیٰ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کھانے وغیرہ کی اشیاء سے خوشی ہوتی ہے ولخلوف فم الصائم الخ صائم کی منہ 120
کی جو حنفیہ کے نزدیک خلو معدہ کی وجہ سے اور شافعیہ کے نزدیک دانتوں کی وجہ سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو مشک
کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے اسمیں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ یہ خوشبو دنیا کے اندر ہوتی ہے یا آخرت کے
اندر ہوگی دونوں ہی قول ہیں اشکال وارد ہوا کہ خوشبو اور بدبو کا احساس خواص حیوان میں سے ہے لہذا
اسکے احساس کی نسبت خداوند قدوس کی طرف کیسے صحیح ہے جواب ۱) قدر و قیمت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ
کے نزدیک مشک سے زیادہ اسکے منہ کی خوشبو پیاری ہوتی ہے جواب ۲) ثواب کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے
نزدیک وہ خوشبو پیاری ہوگی یعنی آدمی اگر خوشبو وغیرہ ملے گا وہ اس نیت سے لگائے تاکہ اسکو لوگ سونگھیں
تو ان کو راحت ہوگی اور مجھے ثواب ملیگا تو اس ثواب سے کہیں بڑھا ہوا ثواب اس روزہ دار کی خوشبو
کے اندر ہے یہ جواب علامہ نووی نے بیان کیا جواب ۳) دونوں کے اندر تقابل مقصود نہیں بلکہ مطلق ثواب کو بیان
کرنا مقصود ہے الصیام جنۃ علامہ نووی اور نواب قطب الدین نے بیان کیا ۱) شہوات اور آثام سے ڈھال ہے
(۲) جہنم اور اسکے عذاب سے ڈھال ہے (۳) حرص و شہوت سے ڈھال ہے جب کوئی اس سے قاتلہ الخ
تو یہ کہدے انی امرؤ صائم یعنی زبان سے کہدے اے بھائی میں اللہ کی ذمہ داری کے اندر ہوں مجھ سے قتال سے
کوئی فائدہ نہیں یا قلب کے اندر کہے یعنی اسپر غمگین ہو اور خاموش رہے

## الفصل الثالث

1963 عن عبد اللہ بن عمرو الصیام والقرآن یشفعان للعبد علامہ نووی فرماتے ہیں کہ زبان حال اور زبان قال دونوں کا 20
شفاعت کرنے کا احتمال ہے پھر اسکے اندر اختلاف ہے کہ قرآن سے کیا مراد ہے ۱) قرآن سے قراءۃ قرآن مراد ہے
(۲) علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ صلوۃ باللیل مراد ہے اور جو لوگ عموم مجاز کے قائل ہیں وہ دونوں کو مراد لیتے ہیں
1965 عن سلمان الفارسی قد اظلکم بعض روایت کے اندر بالظاء المعجمہ واقع ہوا اور معنی دونوں کا ایک ہیں 24
قرب بیان کرنا مقصود ہے وہو شہر الصبر یعنی اس مہینہ کے اندر انسان اپنی شہوات کو روکتا ہے دوسرا
احتمال یہ بھی ہے کہ آدمی کو گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے سے اس مہینے کے اندر صبر کرنا چاہیے ویزاد فیہ الرزق 27
اس سے یا تو مراد مطلق برکت ہے یا حقیقۃً زیادتی ہوتی ہے اولہ رحمۃ واوسطہ مغفرۃ وآخرہ عتق من النار 144/2
سبب یعنی بندہ جب اس مہینہ کے اندر عبادت کریگا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اسپر متوجہ ہوگی اور رحمت کے بعد
انسان کی مغفرۃ کا نمبر ہے اور جب مغفرۃ متحقق ہوگی تو عتق من النیران یقیناً متحقق ہوگا۔
1966 عن ابن عباس اطلق کل اسیر اسپر اعتراض ہوا کہ بہت سے قیدی حقوق العباد کی وجہ سے گرفتار 5
ہوتے ہیں لہذا حضور ان کو کیسے چھوڑ دیتے تھے جواب ۱) اسیر سے مراد وہ ہیں جو حقوق اللہ کے
اندر قید ہوئے ہوں جواب ۲) اگر حقوق العباد والے قیدی مراد ہیں تو حضور ان حقوق والوں کو ادا
کر دیتے ہونگے جواب ۳) غالباً اسکے قیدی وہ لوگ ہوتے تھے جو جہاد سے قید ہو کر آتے تھے اور ان کے
بارے میں خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فاما منا بعد واما فداء اور یہ آیت حضور کے انتقال کے بعد منسوخ ہوئی ہے

1966 وراثطی کل ساکی واسپر بھی اشکال ہے کہ رمضان کی کیا خصوصیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ کو کچھ نہ کچھ دیتے تھے اسکا جواب
ہے کہ بمقابلہ دوسرے مہینوں کے زیادہ دیتے تھے۔

## باب رؤیۃ الہلال (الفصل الاول) 11

1969 عن ابن عمرؓ - لا تصوموا حتی تروا الهلال صوم رمضان کا ثبوت رؤیت سے ہے اسکے شاہد کے اندر اختلاف ہے امام مالکؒ کے 11
نزدیک ہلال رمضان کیلئے دو شاہد کا ہونا ضروری ہے باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک شاہد کافی ہے
ہلال عید کے اندر بعض کے نزدیک ایک شاہد کافی ہے - جمہور کے نزدیک دو کا ہونا ضروری ہے امام صاحب
فرماتے ہیں اگر مطلع صاف نہیں ہے تو دو شاہد کافی ہیں لیکن اگر مطلع صاف ہے تو پھر الجماعۃ مقرر ہے
یعنی بہت لوگوں کی گواہی ضروری ہے فان غم علیکم فاقدروا له جمہور اسکا مطلب بیان کرتے ہیں اگر بادل وغیرہ 12
ہو تو تم لوگ حساب وغیرہ لگاؤ - حنابلہ بیان کرتے ہیں فاقدروا قدر بمعنی الضیق سے مشتق ہے اور مطلب
یہ ہے کہ تنگی کرو یعنی شعبان کے مہینے کو انتیس یوم کا قرار دو کر تیس شعبان کا روزہ رکھو تیسرا مطلب
امام الحرمین سے منقول ہے کہ منازل قمر اور منازل نجوم کے ذریعے حساب لگاؤ - یوم الشک کے اندر بھی ائمہ کا
اختلاف ہے حنابلہ فرماتے ہیں کہ مطلع اگر صاف ہے اور چاند نظر نہیں آیا تو یہ یوم الشک ہے اور اگر
مطلع صاف نہیں تھا تو تیس دن کے اندر روزہ رکھنا ضروری ہے - جمہور کے نزدیک تیس شعبان یوم الشک
ہے اس کے اندر روزہ رکھنا مکروہ ہے - آگے آپ نے فرمایا الشهر تسع وعشرون لیلۃ - اسپر اشکال ہوا
کہ حضورؐ نے اسکو بتعین طور پر کیسے فرمایا جبکہ مہینہ کبھی تیس کا کامل ہوتا ہے ؟ جواب ۱ :- لفظ قد یکون یہاں
محذوف ہے جواب ۲ :- آپ نے کسی معین مہینہ کیلئے یہ فرمایا ہوگا جواب ۳ :- اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انتیس کا
مہینہ ہو جاتا ہے جواب ۴ :- ابن العربی فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے
اور کبھی تیس دن کا لہذا تم احتیاطاً نہ تو پورے تیس دن کا روزہ رکھو اور نہ یہ کہ تخفیفاً صرف انتیس
1971 ہی روزے رکھو بلکہ تم لوگ صحیح حساب لگا لیا کرو عن ابن عمرؓ - انا امۃ امیۃ - امیۃ یہ منسوب ہے 13
ام العرب کی طرف چونکہ وہ لوگ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے تو آپ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہم لوگ
پڑھنا لکھنا نہیں جانتے - بعض لوگوں نے کہا کہ یہ منسوب ہے ام کی طرف کہ اکثر عورتیں لکھی نہیں ہوتی بعض کے
1972 نزدیک یہ ام القری کی طرف منسوب ہے کہ مکہ کے لوگ بے لکھے پڑھے ہوتے تھے واللہ اعلم عن ابی بکرۃ 14
اس حدیث کے اندر فرمایا گیا کہ شهرا عید لا ینقصان یعنی عید کے دونوں مہینے رمضان اور ذوالحجہ کم نہیں ہوتے لیکن 15
اسپر اشکال وارد ہوا ہے کہ کبھی دونوں کم ہوتے ہیں لہذا یہ حدیث خلاف واقع اور خلاف محسوس ہے ؟
جواب ۱ :- یہ ہے کہ ثواب کے اعتبار سے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے اگرچہ ثواب تیس دن کا ہے وہی انتیس
دن کا بھی ہوگا جواب ۲ :- یہ ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں مہینے ایک ہی سال کے اندر
ایک ساتھ کم ہو جاتے ہیں امام احمدؒ نے اسکو بیان کیا بخاری کے بعض نسخوں میں امام بخاریؒ کا بھی اسی طرف رجحان
بیان کیا گیا ابو بکر بزار کا بھی یہی قول ہے جواب ۳ :- اکثر یہ دونوں مہینے کم نہیں ہوتے جواب ۴ :- اسکا
وہ سال مراد ہے جس سال آپ نے یہ فرمایا تھا امام الحسن کا قول ہے جواب ۵ :- امام بیہقی اور امام طحاوی
فرماتے ہیں کہ باعتبار احکام کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے اسکے علاوہ اور بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں

1973 عن ابی ھریرۃؓ: ماقبل سے متعلق ہے اس حدیث کے اندر تقدیم صوم کی کراہت کا ثبوت کردی (۱) وجہ سے صوم نفل و فرض کے اندر اشتباہ 172/12
نہ ہو (۲) تاکہ آدمی کے اندر رمضان کے روزے رکھنے کی طاقت رہے چنانچہ آپ کے متعلق بعض روایات کے اندر آتا
ہے کہ آپ نصف ماہ پہلے روزہ رکھنے سے منع فرماتے تھے۔ اب ایک اشکال وارد ہوگا کہ بعض روایات کے اندر
یہ وارد ہوا کہ آپ پورے ماہ شعبان کا روزہ رکھتے تھے بعض کے اندر ہے کہ اکثر کا اور بعض کے اندر ہے کہ علاوہ ازیں
بہرحال جب آپ روزہ رکھتے تھے تو دوسروں کو آپ نے کیوں منع فرمایا جواب یہ ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی
دوسرا۔ اب ان روایات مختلفہ کے متعلق ابن المبارک فرماتے ہیں کہ بعض روایات سے کل کا روزہ معلوم ہوتا ہے وہ
اکثر پر محمول ہے علامہ طیبی اس جواب کو نہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ کبھی پورے مہینے کا اور کبھی اکثر کا رکھتے
تھے علامہ عینی نے اس جواب کو راجح قرار دیا اور حافظ نے ابن المبارک کے جواب کو پسند فرمایا بعض نے یہ جواب
دیا کہ یہ احادیث جن کے اندر کل کا ذکر ہے منسوخ ہیں پہلے آپ کل مہینہ کا روزہ رکھتے تھے اور بعد میں اکثر
کا رکھنے لگے (۲) دوسرا اس ماہ کے اندر روزہ رکھنے کی حکمت یہ تھی کہ عبادت کا تسلسل رمضان کی عبادت کیساتھ
ہوجائے جو کہ موجب زیادتی ثواب ہے۔ آپ کی ازواج چونکہ آپ کے کام کے اندر مشغول رہتی تھیں اپنے حیض
کے ایام کے روزوں کو پورا نہیں کرسکتی تھیں تو وہ اس ماہ کے اندر قضا کرتی تھیں تو حضور بھی رکھتے تھے

## 1981 الفصل الثالث عن ابی البختری

اس حدیث پاک کے اندر دو ٹکڑے ہیں اول حصہ سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ 175/2
حضرت ابن عباس کی بطن نخلہ کے اندر خود ملے اور ثانی حصہ سے معلوم ہوا کہ خود تو ذات عرق کے اندر تھے وہاں سے ایک
آدمی کو سوال کیلئے بطن نخلہ بھیجا۔ شیخ ابن حجر کی دونوں کے اندر تطبیق اس طرح دی کہ حضرت ابن عباس بطن نخلہ
کے اندر تھے اور یہ لوگ ذات عرق کے اندر تھے وہاں سے چاند دیکھا اور ایک آدمی کو بھیجا اور پھر خود بھی بعد میں
بطن نخلہ آگئے اور خود جاکر تحقیق کرلی فقال بعض القوم ہو ابن ثلاث الخ علماء نے بیان کیا کہ چاند کے متعلق
یہ نہ کہنا چاہئے کہ یہ ایک رات کا یا دو رات کا معلوم ہوتا ہے بس جس دن دیکھا گیا اسی دن کا کہنا چاہئے
حدیث پاک کے اندر آتا ہے طبرانی کی ایک روایت ہے کہ ان من اشراط الساعۃ انتفاخ الاھلۃ باب الفصل الاول

## 1983 عن انسؓ

تسحروا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ امر ندب کیلئے ہے بالاجماع۔ اہل کتاب کے یہاں بھی سحری 7/8
کھائی جاتی تھی لیکن ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ سونے کے بعد کھانا جائز نہیں شروع اسلام کے اندر ہمارے یہاں
بھی یہی تھا کہ اگر آدھی رات کو سوجائے تو اسکے بعد سحری کھانا جائز نہیں لیکن اب یہ منسوخ ہوگیا اور حضور نے
فرمایا کہ سحری کے اندر کھانا کھایا کرو تاکہ ہمارے درمیان اور اہل کتاب کے یہ فرق باقی رہے جیسا کہ اسکے بعد کی حدیث
1984 کے اندر حضرت عمرو بن العاص والی روایت کے اندر موجود ہے

## عن سھل

اس حدیث سے تعجیل افطار کی تاکید معلوم 10
ہوئی چنانچہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تعجیل افضل اور تاخیر مکروہ ہے۔ البتہ حضرت عثمان اور حضرت عمر کے متعلق روایات
کے اندر آتا ہے کہ وہ لوگ نماز مغرب کے بعد افطار فرمایا کرتے تھے اسکے اندر روایات مختلف ہیں ابن ابی شیبہ
کی روایت کے اندر قبل الصلوۃ کا ذکر ہے اور بعض کے اندر بعد الصلوۃ کا ذکر ہے لہذا جواب یہ ہوگا کہ افطار
نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز سے پہلے کھانے وغیرہ کے ذریعہ افطار نہیں کرتے تھے بلکہ چونکہ وہ لوگ مسجد کے اندر معتکف
1985 تھے ایک پانی کے گھونٹ سے افطار کرلیا کرتے اور نماز کے بعد آکر کھانا کھاتے تھے عن عمرؓ: فقد افطر الصائم 10
اسکے چند مطلب بیان کئے گئے ہیں (۱) مفطر ہوگیا خواہ روزہ دار افطار کرے یا نہ کرے (۲) غروب کے بعد روزہ کا وقت

1986 افطار کے اندر داخل ہو گیا۔ علامہ ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہی ہے کہ مفطر کے ہے **عن ابی ھریرۃ** ؓ ۔ اس مسئلہ 175 12
کے اندر صوم وصال سے نہی متعلق ہو گا حضرت ابن زبیرؓ ۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ یہ لوگ
پانچ پانچ دن تک صوم وصال رکھتے تھے صوم وصال کہتے ہیں کہ آدمی روزہ رکھنے کے بعد افطار نہ کرے حتیٰ کہ
دوسرا دن آ جاتا ہے۔ اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام احمد، اسحاق، ابن المنذر، ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ
سحر سے سحر تک وصال جائز ہے یہی بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ کا مذہب ہے۔ اکثر علماء اور جمہور کے نزدیک مکروہ ہے
اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں امام احمد وغیرہ حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث سے جو بخاری کے اندر ہے
او واصل حتی السحر الی السحر سے استدلال کرتے ہیں جمہور ان احادیث کا جواب کہ اندر کتاب سے وصال ثابت ہے یہ
جواب دیتے ہیں کہ حضور ﷺ ان لوگوں کو [illegible] تھے اس وجہ سے نکیر نہیں فرمائی۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ حضور ﷺ
صوم وصال سے جو منع فرمایا ہے یہ ازراہ رحمت و شفقت کی وجہ سے تھا لہذا اگر کسی کے اندر قوت و طاقت ہو
اس کے لئے اجازت ہے۔ چونکہ اس صوم وصال کے اندر تاخیر افطار ہے اور اس صورت میں [illegible]
تشبیہ ثم لشبہ بالدوام آنحضرت نے منع فرما دیا۔ انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی اس پر اشکال ہے کہ جب حضور ﷺ 13
کھاتے پیتے تھے تو پھر آپ کا صوم وصال کہاں رہا جواب ۱ یہ کھانا جنت کا ہوتا تھا اور دنیا کے احکام وہ نہیں ہیں
جو دنیا کے کھانے کے ہیں جواب ۲ حضور ﷺ کے حق میں [illegible] ہے آپ کا صوم وصال کھانے پینے سے نہیں ٹوٹتا
جواب ۳ اس سے حقیقۃ کھانا مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح قوت دیتا ہے جواب ۴ اس سے
وہ کھانا مراد ہے جو خواب کے اندر ہوا کرتا ہے جواب ۵ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے قوت نصیب کرتے ہیں۔

1987 **الفصل الثانی عن حفصة** ؓ ۔۔ من لم یجمع الصیام ۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ نیت کب 14
فرض ہے امام مالک لیث بن سعد امام زفر، جابر بن زید فرماتے ہیں کہ صوم فرض ہو یا نفل دونوں صورتوں میں رات سے
نیت ضروری ہے امام شافعی و احمد فرماتے ہیں کہ فرض روزہ کے لئے رات سے نیت ضروری ہے اور نفل روزے کے لئے دن کی
نیت بھی معتبر ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ روزہ دو حال سے خالی نہیں یا تو فرض اور واجب ہو گا یا نفل ہو گا اگر
فرض ہو دو حال سے خالی نہیں یا تو یوم معین کا ہو گا یا غیر معین اگر یوم معین کا فرض ہے جیسے رمضان تو دن کی نیت کافی
ہے اور اگر غیر معین یوم کا ہے تو رات سے نیت ضروری ہے اور نفل کے اندر دن کی نیت کافی ہے
قائلین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص فجر سے پہلے روزہ کا عزم نہ کرے اس کا
روزہ نہیں امام شافعی کا استدلال حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جس کے اندر ہے کہ آپ ﷺ صبح کو آ کر پوچھتے
کہ کھانے کی کوئی چیز ہے اگر وہ انکار کر دیتیں تو آپ روزہ رکھ لیتے فرماتے انی اذا لصائم ۔ احناف ان احادیث
دونوں طرح کی وارد ہیں لہذا ان کو [illegible] جن روایات میں رات سے نیت کا ذکر
نہیں وہ نفلی روزہ پر محمول ہوں گی اور جن میں ذکر ہے جیسے یہ حضرت حفصہؓ کی حدیث تو یہ صوم فرض پر
محمول ہے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یوم عاشوراء کے دن فرمایا کہ جس نے کھانا نہیں کھایا وہ
روزہ رکھ لے اور جس نے کھا لیا وہ بقیہ شام تک [illegible] رہے اور روزہ فرض ہے [illegible] معلوم ہوا کہ فرض روزہ
میں بھی دن میں نیت کافی ہے اور یوم عاشوراء کی فرضیت منسوخ ہو گئی لہذا یہ [illegible]
منسوخ احکام بھی منسوخ ہو گئے [illegible] غیر معین کا اندر رات کی نیت ضروری ہے [illegible]

واسطے میں یعنی روزہ دار طعام اور روزہ دونوں کا احتمال ہے صرف تعیین ہو سکے روایت میں عنبر دونوں سے ۱۲ ۱۷۵/۱۲

1988 عن ابی ھریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت بھی کھا سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اذان ۱۷۵/۱۴

سے اذان صبح مراد نہیں بلکہ اس اذان سے مراد وہ اذان ہے جو وقت سے پہلے ہوتی ہے جیسا کہ اسی باب میں آگے آتا ہے

میں حواشی سے اتنا معلوم ہوا ہے جواب یہ ہے اس سے مراد قرب کی اذان ہے یعنی اذان دار کو چاہئے کہ

اذان فجر کے بعد اچھی طرح کھانا نہ کھائے تا کہ کھانا کھا کر ہی چلا جائے تا کہ نماز میں مشغول ہو اور فاصل ہو

جواب ہذا یہ ہے کہ مراد حضرت بلال کی اذان ہے یعنی حضرت بلال سحری کے وقت جو اذان دیتے تھے وہ

متعلق تھی آپ نے فرمایا کہ جو آدمی اذان کے وقت کھا رہا ہو تو اپنی حاجت پوری کر لیں جا سکتے ۱۲

## باب تنزیہ الصوم (الفصل الاول) ۱۷۶/۴

2000 عن عائشۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دار بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے یعنی روزہ ٹوٹتا نہیں اس مسئلہ میں ۸

اختلاف ہے حضرت ابن مسعود اور سعید بن المسیب اور ابن قتیبہ کے نزدیک قبلہ بحالت صوم مفسد صوم ہے

امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے مطلقاً خواہ شیخ ہو یا شاب ہو اور یہی مسلک ہے حضرت ابن عمرؓ کا اور

امام مالک کی دوسری روایت امام شافعی اور سفیان ثوری کا مذہب ہے کہ بوسہ لینا جائز نہیں

شیخ کو بوسہ لینا جائز ہے بعض علماء کا قول ہے کہ فرض کا روزہ ہو تو مکروہ ہے اور نفل کا روزہ ہو تو جائز ہے یہی

مالکیہ کی ایک روایت ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر شہوت کا خوف ہو تو حرام ہے اور اگر خوف نہ ہو تو

ترک اولیٰ ہے امام مالک کی بھی یہی روایت ہے بعض لوگوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے خواہ ہو یا نہ ہو شہوت میں

2001 شاب اور شیخ دونوں کو بوسہ لینا جائز ہے ۱۲ عنھا اس مسئلہ کے اندر مسلک میں اختلاف ۹

2004 ہے کہ جنب کا روزہ درست ہے یا نہیں اب تمام کا اتفاق ہے کہ روزہ باقی رہتا ہے عنہ قال ۱۲

اس حدیث کے اندر افطار سے مراد اجر مراد ہے یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ۱۳

جماع کرے اور روزہ کے اندر تو کفارہ واجب ہے یہی اکثر کا مذہب ہے شعبی، قتادہ، نخعی کہتے ہیں کہ

کفارہ واجب نہیں مگر اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ اگر جماع کے علاوہ کوئی چیز کھا پی لے تو کفارہ

واجب ہے یا نہیں حنابلہ شافعیہ کے یہاں واجب نہیں مالکیہ اور حنفیہ کے یہاں واجب ہے شافعیہ

کہتے ہیں کہ اس حدیث میں صرف جماع ہی کا ذکر ہے دوسری بات حدیث سے معلوم ہوئی کہ ترتیب

ہے کفارہ میں یعنی پہلے غلام آزاد کرے پھر روزے رکھے اس کے بعد امام شافعی کے نزدیک مومن ہونا ضروری

حنفیہ کے نزدیک مومن ہونا اولیٰ ہے ضروری نہیں مگر ترتیب ہو تو جب ہی مسکین ہوں شہر میں کفارہ

ہو تو کھانا ادا نہ کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک دونوں میں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفارہ میں ترتیب ہے یہی امام محمد امام شافعی امام احمد کا قول

ہے امام مالک کے نزدیک تخییر ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بعرق فیہ تمر لابتیہا یعنی الحرۃ ۱۴

سے مراد مدینہ ہے یعنی اس لابتیہا کا نام حرہ ہے جو مدینہ میں ہے آگے یہ حدیث سے معلوم ہوا

کہ حضور نے اس کفارہ کو دینے کی اجازت دی کیونکہ بہت غریب تھے یا اجازت دی ہو

کہ خرچ کرے اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے یعنی جو شخص جو ان اجل کا مستحق ہو

2004 ہیں جن سے پاؤں اپنی وصل کی خصوصیت ہے شعبی فرماتے ہیں کہ ہر ایک جیسا شخص الشریک استغفار 127/16
کرتا ہے یہی اس کا کفارہ ہے جمہور کے نزدیک ہر صورت میں کفارہ واجب ہے اور یہ حدیث واقع
اپنی اوجریہ بتیا کو خاص ہے حافظ نے لکھا ہے کہ یہی امام احمد اور سفیان ثوری کا مذہب کا استقفاء ہے
بعض شافعیہ بعض مالکیہ اور بعض حنابلہ کا اور امام زہری کا یہی قول ہے دوسرا جواب اس حدیث کا
یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ ان پر حرج کرتے ہی اجازت دی ہے
مستقبل کفارہ سے یہ حدیث ساکت ہے چوتھا جواب یہ ہے کہ اس شخص کی یہ خصوصیت تھی اور اس زمانہ
2005 اپنے گھر والوں کو دیکر صدقہ معاف ہوتا ہے اس لیے کفارہ ادا ہو جائیگا **الفصل الثانی عن عائشة** 19
لیکن لعنت کیا یہ زیادتی ثابت نہیں اور محمد ابن دینار طاحی اس میں متفرد ہیں حافظ کہتے ہیں کہ
اگر ثابت ہو جائے تو اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ مص فرمایا کرتے تھے **عن معدان بن طلحة**
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقا قے مفسد صوم ہے حالانکہ اس سے پہلی حدیث کے اندر واقعہ ہے
2009 احتیاط ہی ملا مفسد صوم ہے مسعود اس حدیث کے اندر قاء استقاء کے معنی میں ہے **عن عامر**
**بن ربیعة**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صائم کیلئے مسواک جائز ہے حنفیہ کے نزدیک مطلقا مسواک 25
جائز ہے امام شافعی کے نزدیک زوال سے پہلے مستحب اور بعد الزوال مکروہ ہے ابو ہریرہ فرماتے ہیں
کہ طلوع سے پہلے تک جائز اور بعد العصر مکروہ ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ صوم فرض کے اندر مکروہ ہے
اور صوم نفل کے اندر جائز ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ رطب مکروہ ہے اور یابس جائز ہے امام
احمد کی دوسری روایت اسحق ابن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ بعد الزوال یابس اور رطب دونوں مکروہ
ہیں اور رطب قبل الزوال بھی مکروہ ہے امام شافعی خلوف فم الصائم الخ سے استدلال کرتے ہیں کہ یہاں
احتمالی جواب دیا کہ اس خلوف کا تعلق خلو معدہ سے ہے دانت سے نہیں چنانچہ ایک حدیث کے اندر آتا
ہے کہ من خلال الصائم السواک۔ اسی وجہ سے امام شافعی بھی یہ مذہب نقل ہیں **عن شداد**
2012 **بن اوس**: اتی رجلا بالبقیع مسند احمد سے معلوم ہوا کہ یہ معقل ابن سنان ہیں علامہ عینی نے 177/2
بیان کیا کہ معقل ابن یسار ہیں افطر الحاجم والمحجوم الخ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ حجامت مفسد صوم 3
ہے یا نہیں امام احمد، اسحاق بن راہویہ، اوزاعی، عطاء بن رباح کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائیگا
جمہور ائمہ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا امام احمد، اسحاق وغیرہ کے نزدیک اس پر قضا واجب ہوگی عطاء کہتے
ہیں کہ قضاء کیساتھ ساتھ کفارہ بھی واجب ہے اور یہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور جو لوگ کہتے
ہیں کہ روزہ فاسد نہیں ہوگا وہ لوگ آنے والی دوسری روایات سے استدلال کرتے ہیں اور اس حدیث کا
جواب (۱) دیتے ہیں کہ افطر کے معنی ہیں قرب من الافطار یعنی محجوم حجامت کے بعد اتنا کمزور اور ضعیف ہو
جاتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ اپنا روزہ افطار کرلے اور حاجم کیلئے ہو سکتا ہے کہ خون لگاتے ہوئے
خون حلق کے اندر چلا جائے جواب (۲) افطر فعلا فی وقت الافطار جیسے اصبح دخل فی وقت
الصبح جواب (۳) خاص ان دونوں شخصوں کے متعلق آپ نے افطر فرمایا کیونکہ وہ دونوں غیبت کے
اندر مشغول تھے جواب (۴) حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کی بیچ باب کی

کی جو تفسیر حدیث ابن عباس کی گذری حضور ﷺ نے شوال ۱۸ ہجری حجۃ الوداع کے اندر احرام کی حالت میں حجامت کرائی آگے ١٤٧/٣
فرماتے ہیں کہ واحتجم وھو صائم ۔

## باب صوم المسافر (الفصل الاول) ١٦

2019 عن عائشۃؓ: اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ مسافر اپنی سفر کی حالت کے اندر روزہ رکھے یا نہیں نیز ١٧
رکھنے کی صورت میں فرض سے کافی ہوگا یا نہیں ۔ حضرت عمرؓ ابن عمرؓ ، ابن عباسؓ ، ابو ہریرہؓ ، نخعی ، شعبی ، ظاہریہ
سے منقول ہے کہ سفر کی حالت میں اگر رکھ لیا تو کافی نہیں ہوگا اور بعد میں حالت قیام قضاء واجب ہوگی
علامہ ابن جریر طبریؒ اور حافظؒ نے ایک جماعت سے نقل کیا کہ اگر صوم بھی اگر شاق ہو مشقت والا سفر اپنی
ہلاکت کا خوف ہو تو نا جائز اور نا کافی ہوگا ۔ جمہور کے نزدیک روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں
البتہ امام احمدؒ کے نزدیک افطار افضل ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صوم افضل ہے ۔ ابن عباسؓ ، مجاہد
سے دونوں برابر اختیار ہے ۔ حضرت قتادہؒ ، عمر بن عبد العزیزؒ اور مجاہد سے قول ہے کہ ایسرھما افضلہما

2021 عن جابرؓ: لیس من البر الصوم فی السفر الخ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا جن کے نزدیک ١٩
سفر میں روزہ نا جائز اور نا کافی ہے ۔ ابن خزیمہ ، ابن جریر طبری نے اس حدیث کا جواب دیا کہ یہ ایسے
شخص پر محمول ہے جس پر کہ حالت کی خرابی کی وجہ سے سایہ کیا گیا کیونکہ اسکے اندر روزہ رکھنا مشقت ہے
اسلئے آپ نے فرمادیا امام شافعیؒ نے جواب دیا کہ حدیث کا محمل وہ شخص ہے جو رخصت کو قبول نہ کرے
امام طحاوی فرماتے ہیں کہ لیس من البر سے مراد لیس من البر الکامل ہے یہ کہ شخص کا نام جس پر لوگوں نے سایہ کر
رکھا تھا ابو اسرائیل ہے

2022 عن انسؓ: ذھب المفطرون اس حدیث سے کہ مطلق جواز صوم فی السفر ٢٢
پر استدلال کیا گیا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ نے جہاد کے موقعہ پر فرمایا تھا جبکہ اس موقعہ پر مفطر
لوگ بھی جہاد کے اندر مشغول ہو گئے آگے لے سکتے فرمایا کہ ذھب المفطرون الخ اور جو لوگ روزہ دار ٢٣
تھے وہ ضعف کی وجہ سے رہ گئے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے تو گویا اس دفعہ کی خصوصیت تھی اسلئے فرمایا

2023 عن ابن عباسؓ: مکہ کی طرف آپ ﷺ رمضان میں غزوہ فتح کیلئے تشریف لے گئے فرفعہ الی یدہ ٢٤
یہاں تک کہ تمام لوگوں نے دیکھ لیا [illegible] کی توجیہ کی ہے کہ اعلان کی الرفع مقصود ہے
اعلان عام لوگوں تک لگایا تا کہ تمام لوگ دیکھ لیں حافظ فرماتے ہیں کہ مسند سے ابو داؤد نے اس
روایت کو نقل کیا ہے کہ [illegible] پیرہ غلط واقع ہوا اصل ٢٦
میں خمر تھا اس حدیث میں صوم ہوا کہ اگر رمضان قیام کی حالت میں آئے اور پھر سفر کی نوبت پیش
آئے تو افطار کرے جیسے کہ حضرت علیؓ ، حضرت عائشہؓ ، عبیدہ سلمانی سے منقول ہے کہ ایسے شخص
کو افطار جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک فرماتا ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ۔ اور اس شخص پر بھی شہود
شہر ہوا ہے ۔ جمہور کے نزدیک افطار جائز ہے اور یہی حدیث مستدل ہے اور آیت شہر کا جواب

2025 یہ ہے کہ [illegible] **الفصل الثانی** عن انس بن مالکؓ الخ ١٤٨/١
وضع عن المرضع والحبلی اس مسئلہ کے اندر ائمہ کا اتفاق ہے کہ اگر بچہ پر یا عورت کو خوف ہو تو افطار ٢
جائز ہے لیکن افطار کے بعد اس پر کیا چیز واجب ہے اس کے اندر اختلاف ہے حضرت ابن عباسؓ ابن عمرؓ

2025 کے نزدیک فدیہ واجب ہے حضرت امام محمدؒ، حسن بصریؒ، نخعیؒ، زہریؒ فرماتے ہیں کہ قضاء واجب ہے۔ امام شافعیؒ کا ۱۷۸/۲
صحیح قول اور امام احمدؒ کے نزدیک فدیہ کیساتھ قضاء بھی واجب ہے لیث بن سعدؒ کے نزدیک مرضع پر
فدیہ واجب ہے کیونکہ حرج دوسرے سے دور ہو چکی ہے اور حاملہ پر فدیہ واجب نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ابن عباسؓ
نے اپنے مسلک پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث باب قضاء کے اندر منسوخ ہے

2027 **الفصل الثالث عن جابرؓ** :- اس حدیث سے بھی عدم جواز والوں نے استدلال کیا کہ آپؐ نے ۴
سفر کے اندر روزہ رکھنے والوں کو عصاۃ کہا۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ پہلے آنحضورؐ نے خلاف پر
عمل کیا اور طریقہ صوم کے اندر ہے بنا بریں لوگ عزیمت پر عمل کریں لیکن چونکہ انہوں نے حضورؐ کے فعل کی
2028 مخالفت کی اس وجہ سے آپؐ نے فرمایا کہ اولئک العصاۃ الخ **عن عبد الرحمان بن عوفؓ** اس حدیث سے ۷
معلوم ہوا جیسے حضر کے اندر افطار کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے ایسے ہی سفر کے اندر روزہ رکھنے والا
گناہ گار ہوتا ہے یہ جمہور کے خلاف ہے لہذا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی تمام اسناد ضعیف ہیں جواب ۲ یہ
اس شخص پر محمول ہے جو صوم کی قدرت نہ رکھے جواب ۳ یہ ہے کہ ایسے شخص پر محمول ہے جو رخصت کا انکار کرے

## باب القضاء (الفصل الاول) ۹

2030 **عن عائشہؓ** :- حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ امور خانہ داری اور حضورؐ کی ۱۰
اصلاح کی وجہ سے مجھے موقع نہیں ملا کرتا تھا کہ میں اپنے ان روزوں کی قضاء کروں جو حیض اور دوسرے
اعذار کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے لہذا ان کی قضاء میں شعبان کے اندر کرتی تھی اور حضورؐ بھی اس
2033 ماہ کے اندر بکثرت روزہ رکھتے تھے رمضان میں پورا کرتی تھی **عن عائشہؓ** :- صام عنہ ولیہ الخ ۱۲
فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر روزے واجب ہوں تو اس کی طرف سے ولی کو چاہئے کہ وہ ادا کرے
مریض دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو وہ روزے پر قادر تھا مثلاً بیماری کے بعد چند دن صحت کی حالت
میں گذارے یا قضاء پر قادر نہیں تھا اگر قضاء ممکن نہیں تھی تو قتادہ، طاؤس کے نزدیک بقول ابن قدامہ
فدیہ دینا ضروری ہے اور بقول ملا علی قاری کے فدیہ اور قضاء میں سے ایک واجب ہے اور اگر صوم کی قضاء ممکن
تھی تو پھر اس کے اندر علماء کے مختلف مذاہب ہیں امام شافعیؒ امام احمدؒ کا ایک قول اور ابن حزمؒ کے نزدیک
ولی اپنے روزے کی قضاء کرے۔ اسحاق بن راہویہ امام احمدؒ کے نزدیک اگر اس پر نذر کا روزہ واجب ہے
تو ولی اس کی قضاء کرے اس کے علاوہ کسی صوم کی قضاء ولی پر نہیں ہے۔ امام محمدؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ کے
نزدیک اس پر کسی صوم کی قضاء نہیں بلکہ صرف فدیہ واجب ہے۔ ابن حزمؒ نے اسی حدیث سے استدلال کیا۔
امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر روزے سے نذر کا روزہ مراد ہے چنانچہ ایک روایت کے اندر نذر کی
تصریح ہے۔ احناف کا استدلال فصل ثانی کی پہلی حدیث حضرت نافعؒ کی ہے احناف استدلال کرتے ہیں۔
کہ فدیہ دینے کے اندر ان ائمہ ثلاثہ میں اختلاف ہے امام شافعیؒ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر دن کے روزہ کے
بدلے ایک مسکین کو ایک مد گیہوں کا دے سفیان ثوری کے نزدیک نصف صاع اور امام محمدؒ
کے نزدیک گیہوں کے اندر نصف صاع اور بقیہ کے اندر ایک صاع فدیہ میں دے جیسا کہ اصل تفصیل
شامی میں صدقۃ فطر کے اندر گذر گئی ہے ظاہر احسن تھا اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ صام عنہ ولیہ
سے مراد اداء کی فدیۃ الصیام عنہ ہے۔

# باب صیام التطوع (الفصل الاول)

2038 عن عائشةؓ — اس حدیث سے مقصود عدم موالمتہ علی الصیام کو بیان کرنا ہے چنانچہ آپؐ روزہ رکھتے ١٢٨ / ١٤ / ١٨
ہے اندر شعبان کے مہینے میں اختلاف ہے شعبہ ابن المبارک فرماتے ہیں حضورﷺ سے جو یہ ثابت ہے کان یصوم شعبان
کلہ اس سے اکثر مراد ہے جیسے صلی اللیل کلہ کہا جاتا ہے حالانکہ کھانے پینے بات چیت و بیت الخلاء جانے
وغیرہ کا وقت یقیناً اس سے خارج ہے اسی لیے علامہ طیبیؒ نے اعتراض کیا کہ شعبان کے بعد لفظ کلہ تاکید کے لیے
ہے جیسے حقیقی معنی مراد ہے لہذا حقیقت سے مجاز کی طرف نہیں لے جایا جاسکتا البتہ یہ کہا جائے گا
کہ آپ کی عادت شریفہ کبھی اکثر ماہ روزہ رکھنے کی تھی اور کبھی پورے ماہ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ پہلے
اکثر کا روزہ رکھتے تھے اور بعد میں کل ماہ کا روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا بعض لوگوں نے یہ توجیہ کی کہ چونکہ
آپ کبھی اول شہر کا کبھی اوسط شہر کا اور کبھی آخر شہر کا روزہ رکھتے تھے تو مجموعہ کے اعتبار سے
کل شعبان کہہ دیا اب جبکہ آپ اس ماہ میں کثرت سے روزہ کیوں رکھتے تھے (۱) لانہ یرفع الاعمال
یعنی اس ماہ میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں تو آپ نے پسند فرمایا کہ جب اعمال روزہ کی حالت میں اٹھائے
جائیں (۲) ترمذی شریف کے اندر ہے کان یصوم تعظیماً لرمضان (۳) حضورﷺ کی عادت ہمیشہ ہر مہینہ کی
آپ ہر مہینہ کے اندر تین روزہ رکھتے تھے لیکن بعض مرتبہ عوارض کی وجہ سے مثلاً سفر وغیرہ کی وجہ
سے بعض ماہ کے روزے چھوٹ جاتے تھے تو ان سب کی قضاء شعبان میں فرماتے (۴) ازواج مطہرات
ہمیشہ آپ کے کام میں اور خدمت میں مشغول رہتی تھیں جس کی وجہ سے ایام حیض کے روزے بھی
قضاء نہیں کر سکتی تھیں صرف شعبان کے اندر قضاء کرتی تھیں اس وجہ سے حضورﷺ بھی روزہ رکھ لیا
2038 کرتے تھے عن عمران بن حصینؓ من سرر شعبان سرر کا اطلاق اول شہر اوسط شہر اور آخر شہر ٢٣
تینوں پر آتا ہے کقولہ فی القاموس — علماء نے بیان کیا کہ یہاں پر سرر سے مراد اول اور اوسط
بھی آخر مراد ہے لیکن چونکہ آپ نے آخر کے تین چار روزوں سے منع فرمایا ہے ~~رمضان سے پہلے~~
~~رکھنے سے~~ بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے آخر شہر مراد ہے اور یہ صحابی اسے مستقل طور پر رکھتا تھا جیسے
قضاء یا نذر کا روزہ وہ چھوٹ گیا اور اس نے دریافت کیا آخر شہر میں کوئی اشکال نہیں پایا جاتا ہے
کہ حدیث کا محمل وہ شخص ہے جو ہمیشہ آخر ماہ کا روزہ رکھتا تھا آپ نے منع فرمایا اس نے ممانعت کی
وجہ سے بالکل چھوڑ دیا تو اس پر آپ نے فرمایا اما صمت من سرر شعبان ای من آخر شعبان یعنی
2039 جب تجھ کو عادت ہے آخر ماہ میں روزہ کی تو رکھ لیا کر عن ابی ہریرۃؓ — اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٢٤
محرم کے مہینہ میں روزہ رکھنا سب سے افضل ہے اور ترمذی کے اندر ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کونسا
روزہ افضل ہے تو آپ نے فرمایا کہ شعبان کا روزہ افضل ہے اب دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا
دفع تعارض کی اول صورت یہ کہ ترمذی والی روایت ضعیف ہے اور یہ روایت صحیح ہے کیونکہ
مسلم کی روایت ہے دوسری صورت یہ کہ شعبان کا روزہ افضل ہے اگرچہ ترمذی کی حدیث ضعیف ہے
لیکن آپ کے عمل کی وجہ سے مؤکد ہو گیا تیسری صورت یہ کہ آپ کو محرم کی افضلیت کا علم اخیر میں ہوا
اور شعبان میں کثرت روزہ اس وجہ سے رکھتے کہ محرم کے اندر آپ کو کثرت اسفار پیش آتے تھے چوتھی
صورت دفع تعارض کی افضل الصیام میں لفظ من مقدر ہے ای من افضل الصیام

2040 عن ابن عباس یوم عاشوراء اس نام کے اندر تو نحویین کا اختلاف ہے کہ یہ اسلامی لفظ ہے ۱۲۸/۲۶
یا جاہلیت کا لفظ ہے دونوں قول ہیں اور یہ صفت ہے جس کا موصوف محذوف ہے ای الیوم مثلاً عاشوراء - اس کے
صوم کے متعلق علماء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اسکا روزہ جائز نہیں بعض لوگوں کے نزدیک
اب بھی حکم باقی ہے جمہور کے نزدیک پہلے حکم تھا اب فرضیت منسوخ ہو گئی حنفیہ کے نزدیک پہلے فرض تھا
اور اب منسوخ ہو گیا یہی ابو الولید ابن تیمیہ اور دوسرے علماء نے راجح قرار دیا ہے امام شافعی کا بھی
یہی قول ہے اور بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ پہلے بھی فرض نہیں تھا یہ لوگ استدلال کرتے ہیں حضرت
معاویہ کی حدیث سے جسکے اندر ہے هذا یوم عاشوراء ولم یکتب اللہ علیکم صیامه - ہم کہتے ہیں اس حدیث
کا جواب یہ ہے کہ لم یکتب اللہ علیکم صیامه علی الدوام یعنی دوام سے فرضیت کی نفی ہے مطلقاً نفی نہیں
و اسکے اندر بھی اختلاف ہے کہ اسکا مصداق کونسا دن ہے جمہور کے نزدیک دسویں بعض کے نزدیک نویں
تاریخ ہے ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے ابو اللیث سمرقندی کی کتاب سے علامہ طبری وغیرہ نے نقل کیا
2041 مقصد اس سے کیا ہے نویں تاریخ مراد ہے وعنہ قال - اس حدیث کے اندر آپ نے فرمایا لئن بقیت الی قابل ۲۷
اسکے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) یعنی دسویں کے بجائے میں نویں کا روزہ رکھوں گا اور یہی مخالفت کیلئے
ابن عباس کا یہی مذہب نقل کیا گیا ہے (۲) بعض نے کہا اسکا مطلب ہے اگر میں اگلے سال تک زندہ
رہا تو نویں کیساتھ دسویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا - اسکے اندر بھی اختلاف ہے صرف ایک ہی
روزہ رکھے یا دونوں رکھے امام شافعی مالک احمد کے نزدیک افراد نہ کرنا چاہیے بلکہ نویں تاریخ کا بھی
روزہ رکھے محقق ابن ہمام نے حنفیہ سے کراہت افراد نقل کی ہے بلکہ نویں یا گیارہویں کا روزہ اسکے
ساتھ ملائے - ہمارے یہاں اول یہ ہے کہ نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھے - ~~صوم عاشوراء~~
2044 عن ابی قتادة فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور کو غصہ اس وجہ سے آیا کہ اس نے سوال بے ادبی اختیار کی ۴
کیا اور پوچھا کہ آپ کیسے روزہ رکھتے ہیں - یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کیسے روزہ رکھوں -
آپ نے فرمایا صوم دھر کے متعلق لا صام ولا افطر اسکے متعلق بعض علماء کی رائے ہے کہ یہ بد دعا ہے اور ۷
بعض نے کہا کہ یہ اخبار ہے یعنی لا صام جب وہ پورے سال کا روزہ رکھے گا تو ان ایام منہیہ کا بھی
اور ان کے اندر روزہ رکھنا منع ہے جو ثواب بقیہ کے روزوں سے ملا تھا وہ ختم ہو جاتا ہے
لہذا مثل لا صام کے ہو گیا (۲) لا صام اس وجہ سے فرمایا کہ اس نے سنت کی مخالفت کی ہے (۳) روزے
کی جو اصل غرض کف النفس عن الاشیاء ہے وہ اس صوم دھر سے حاصل نہ ہوگی - اب صوم دھر کے حکم
میں علماء کے مختلف قول ہیں (۱) ابن حزم کے نزدیک حرام ہے (۲) اسحاق بن راہویہ اور ظاہریہ کے نزدیک
مکروہ ہے یہی ایک روایت امام احمد کی ہے (۳) جائز ہے الا الایام المنہیہ ابن المنذر نے اسی کو اختیار
کیا اور یہی حضرت عائشہ سے مروی ہے - در مختار کے اندر اسکی کراہت کی تصریح کی ہے - جمہور کے نزدیک
صوم دھر مستحب ہے - آگے آپ نے فرمایا ثلاث من کل شھر الخ اسکے مصداق کے متعلق ابن مسعود، حسن بصری ۹
حضرت عمر، ابو ذر اور اصحاب شافعی کہتے ہیں کہ اس سے ایام بیض مراد ہیں - حسن بصری کے نزدیک
2050 اول شھر اور ابراہیم نخعی کے نزدیک آخر شھر مراد ہے عن نبیشة الھذلی ایام تشریق ۱۲

2050 کے روزے کے متعلق مذاہب کا ایک قول حنابلہ کی ایک روایت اور حنفیہ کے نزدیک جائز ہیں۔ امام احمد 179/17
اور امام شافعی کی دوسری روایت یہ ہے کہ تمتع اور قارن پر جو روزہ عدم ہدی کی صورت میں لازم ہوتا ہے
2051 وہ ان ایام کے اندر رکھا جا سکتا ہے یہی امام مالک کا مذہب ہے عن ابی ہریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا ۱۸
کہ صرف یوم جمعہ کو روزہ نہ رکھنا چاہیے اس میں بھی مختلف اقوال ہیں (۱) حرام ہے یوم جمعہ کے دن روزہ
رکھنا قائل کا علم نہیں (۲) حرام ہے الا ان یصوم قبلہا او بعدہا ابن حزم کا مذہب ہے (۳) امام شافعی۔ مالک
احمد فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے الا ان یصوم قبلہا او بعدہا (۴) امام صاحب صاحبین اور مشہور ابن عباس کے اولیٰ ہے
کہ جائز ہے (۵) امام غزالی فرماتے ہیں کہ مندوب ہے اور حضور نے اس دن کے اندر صوم سے منع فرمایا اولی تو
اس وجہ سے کہ یہ عید کا دن ہے ثانی اس وجہ سے کہ یہ عبادت کا دن ہے اور روزہ کی نقاہت مانع ہوگی ثالث
اس وجہ سے کہ اس یوم کی زیادہ تعظیم ہوتی رہ گئی رابع اس وجہ سے کہ وجوب کا خوف تھا ان وجوہ سے منع فرمایا
2063 الفصل الثانی عن عبد اللہ بن بسر عن اختہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم السبت کا روزہ منع فیہ ہے صاحب 180/11
بدائع فرماتے ہیں کہ نہی کا محل یہ ہے کہ تنہا روزہ رکھے چونکہ اس کے اندر تشبہ بالیہود ہے امام ابو داؤد فرماتے
ہیں کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک منسوخ ہے حافظ فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے کہ وجہ نسخ کی یہ ہو کہ آپ موافقت اہل کتاب
کو پسند کرتے تھے اور بعد میں آپ نے منع فرما دیا۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ نہی تنزیہی اور بعض کے نزدیک
2067 یہ نہی تحریمی ہے الفصل الثالث عن ابن عباس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے یہود کی موافقت 14
کی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضور نے یہود کی موافقت نہیں کی بلکہ حضرت موسیٰ کی متابعت میں روزہ رکھا ہے 181/۳

## باب الفصل الاول

2076 عن عائشۃ :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ کو توڑ دینا جائز ہے چنانچہ حنفیہ اور حنابلہ کے ۳
نزدیک افطار کی اجازت ہے حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر روزہ دار کسی عذر سے افطار کرے تو قضا لازم آئیگی
لیکن اگر افطار کرے تو کچھ اس پر واجب نہیں ہے اور اگر بلا عذر کے افطار کرے تو قضاء واجب ہے۔ امام صاحب
فرماتے ہیں کہ اس پر قضاء واجب ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ قضاء سے یہ حدیث ساکت ہے اور
جس روایت کے اندر آتا ہے کہ الصائم المتطوع امیر نفسہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ابتداءً اسکو اختیار ہے کہ روزہ
رکھے یا نہ رکھے اور اگر ہم مان لیں کہ دونوں ثانیاً مراد ہے تو پھر جواب یہ ہے کہ وہ حدیث بھی قضاء سے
2078 ساکت ہے عن ابی ہریرۃ فلیقل انی صائم یہ اسلئے تعلیم دی تاکہ داعی کو شک نہ ہو کہ کھانا نہیں لیا ۷
ہو اور فلیصل جو ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اس داعی کیلئے دعا کرے (۲) نماز پڑھے معنی ثانی راجح فرماتے ہیں احناف کے

## باب لیلۃ القدر

چونکہ یہ رات اکثر کے قول کی بناء پر رمضان میں ہوتی ہے یا اکثر رمضان میں ہوتی ہے اسلئے بعد الصیام ۲۲
مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو منعقد کیا ہے اب اسکی وجہ تسمیہ کے اندر بھی مختلف قول ہیں لیلۃ القدر
کیوں کہتے ہیں (۱) قدر کے معنی تعظیم کے ہیں اور یہ رات بھی عظمت والی ہے اسی وجہ سے کہ قرآن عظیم اس
رات کے اندر نازل ہوا۔ ملائکہ مکرمین اس رات کے اندر نازل ہوتے ہیں اللہ کی طرف سے رأفت کا
خاص نزول ہوتا ہے (۲) قدر بمعنی الضیق ہے کیونکہ اس رات کی تعیین کو تنگ کر دیا گیا ہے

اسلام یہ ماخوذ ہے قدر بمعنی التقدیر سے کیونکہ اس کے اندر تقدیر وغیرہ لکھی جاتی ہے۔ اس کے اندر بھی اختلاف
ہے کہ لیلۃ القدر موجود ہے یا نہیں۔ روافض کے نزدیک مرفوع ہو چکی۔ جمہور کے نزدیک اب بھی باقی ہے پھر
بعض کے نزدیک زمن نبی کے ساتھ مختص تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اُن کے زمانہ تک مخصوص نہیں ہے پھر
اس کے اندر اختلاف ہے کہ حضور ہی تک مخصوص ہے یا پہلے انبیاء کرام کو بھی یہ رات عطا کی گئی تھی
حافظ ابن عبد البر۔ صاحب عدہ۔ علامہ نووی حضرات کی رائے ہے کہ حضور کے خصائص میں سے ہے۔ حافظ
عسقلانی وغیرہ کے نزدیک آپ کے خصوصیات میں سے نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام کے لئے عام ہے جیسا کہ
ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور جو لوگ اختصاص کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت
امام مالک فرماتے ہیں کہ اپنی امت کے اعمال کو حضور نے جب کم سمجھا اور ان کی عمریں قلیل دیکھیں تو
حضور نے دعا کی جس پر یہ رات عنایت کی گئی ہے ایک وجہ یہی لیلۃ القدر ملنے کی ہوئی دوسری وجہ
امت مرحومہ کو یہ رات ملنے کی یہ ہے کہ بعض روایات کے اندر آتا ہے کہ حضور نے اپنے مجلس میں ایک
ایک نبی کا جن کا نام شمعون ہے ذکر کیا کہ انہوں نے ایک ہزار مہینہ تک جہاد کیا اس پر صحابہ کرام کو رشک
ہوا کہ کاش اگر ہماری عمریں اتنی طویل ہوتیں تو ہم بھی اتنے اعمال کر کے ثواب حاصل کرتے حضور نے
دعا کی جس پر یہ رات عنایت ہوئی۔ بعض روایات کے اندر ہے کہ جب آپ نے اپنے مختصر عمر والی امت کو
دیکھا تو اس سے آپ کو غم ہوا اس کے بدلے میں یہ رات آپ کو ملی تو ان تمام روایات سے یہی معلوم ہوتا
ہے یہ پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی بلکہ حضور ہی کی امت کو عنایت ہوئی ہے۔ اس کے محل وقوع کے اندر
بھی علماء کا اختلاف ہے حنفیہ اور مالکیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ سارے سال کے اندر دائر رہتی ہے
یہی ابن مسعود۔ ابن عمر۔ عکرمہ وغیرہ سے مروی ہے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ کے اندر فرماتے
ہیں کہ سارے سال کے اندر دائر رہتی ہے میں نے شعبان کے اندر ۱۵ کو دیکھی ہے دوسرا قول
ہے کہ رمضان تک مخصوص ہے اسی وجہ سے رمضان کے اندر ہوتی ہے یہی قول امام صاحب کا ہے اور ابن حاجب
نے امام مالک سے نقل کیا ہے۔ بعض حنابلہ شافعیہ کا بھی قول ہے ابو بکر بیہقی۔ ابن المنذر۔ محاملی
علامہ سبکی حضرت ابن عمر۔ صاحبین وغیرہ کا بھی مسلک ہے اب ان لوگوں کے اندر اختلاف ہے کہ معین رات
کے اندر ہے یا غیر معین میں، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مبہم اور غیر معین رات کے اندر ہے بعض کے
نزدیک جس میں امام صاحب بھی ہیں مبہم غیر متعین کے اندر ہے لہذا ان دونوں فریق کے اختلاف کا ثمرہ
یہ نکلے گا کہ اگر رمضان کی ایک رات گذر جائے اور پھر ایک شخص اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ انت طالق فی
لیلۃ القدر تو امام صاحب وغیرہ کے نزدیک اگلے سال پورا رمضان گذرنے کی بعد واقع ہوگی اور امام ابو یوسف
کے نزدیک اسی رمضان کی اگلی رات کو واقع ہو جائیگی۔ تیسرا قول محل وقوع کے اندر یہ کہ عشرۂ
اخیرہ کے اندر ہوتی ہے یہ قول امام احمد امام شافعی سے مروی ہے پھر ان کے اندر اختلاف ہے کہ معین
رات کے اندر ہے یا غیر معین کے اندر جمہور شافعیہ کی رائے ہے کہ غیر معین رات کے اندر ہے اور بعض
شافعیہ کے نزدیک معین رات کے اندر ہے اور مشہور قول ہے کہ اکیسویں اور تیئسویں رات کو ہوتی ہے
امام احمد کا مشہور قول ستائیسویں رات ہے یہی امام صاحب اور جمہور علماء کا بھی قول ہے کہ ماہ اکثر

فقیر ہو سکتا ہے ایک اسی رات کے اندر طلاق واقع ہو جاتی ہے اس شخص کی جس نے کہا ہے انت طالق فی لیلۃ القدر ١٨١/٢٢
حجۃ اللہ علی العالمین مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک لیلۃ القدر
دو ہیں ایک وہ جو تمام سال کے اندر دائر رہتی ہے جسکے اندر قدر و قضا و امور خداوندی کے تمام معاملات کا اجراء
اور نفاذ ہوتا ہے اور دوسری وہ جو رمضان کے ساتھ متعلق ہے جسکے اندر بے حد عبادات و انوارات
ملائکہ وغیرہ کی آمد ہوتی ہے اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ دونوں رات ایک شب جمع ہو جاتی ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب
مالکی فرماتے ہیں کہ اخیر عشرہ کے اندر اکیس کی رات سے لیکر تیس تک تمام اقوال کے اندر محیط ہیں اس
رات کے اندر چالیس سے زیادہ اقوال علماء کے بیان کئے گئے ہیں۔ اس رات کے مبہم رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ
رمضان کی لیالی کے اندر خوب لوگ عبادت کریں۔ اس کے اندر بھی دونوں قول ہیں کہ جس شخص کو احساس
علم نہ ہو کہ یہ رات شب قدر ہے اسکو عبادت کے اندر وہی فضیلت ملے گی یا نہیں۔ **الفصل الاول**

**عن ابن عمرؓ** ۔ اس حدیث کے اندر سبع اواخر میں علماء کا اختلاف ہے (۱) بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا ٢٢
مصداق چوبیسویں رات سے لیکر آخر ماہ تک ہے یہ جب ہے جبکہ مہینہ تیس یوم کا ہو (۲) اگر مہینہ انتیس یوم کا
ہے تو تئیسویں سے لیکر آخر ماہ تک ہوگا (۳) ماہ کا آخری ہفتہ مراد ہے جسکا آغاز بائیس سے ہوگا اور اختتام
اٹھائیس تاریخ پر ہوگا (۴) سبع اواخر سے ستائیسویں رات مراد ہے کیونکہ مہینہ کے اندر تین ہفتہ مکمل ہو جاتے
آتا ہے ایک ہفتہ اکیس تک ایک ستائیس اور یہ آخری ہفتہ ہے **عن ابن عباسؓ** ۔ اس حدیث
کے اندر تین لفظ وارد ہوئے تاسعہ، سابعہ، خامسہ ان کے مصداق میں اقوال مختلف ہیں (۱) اول سے
مراد انتیسویں رات اور سابعہ سے ستائیسویں رات اور خامسہ سے پچیسویں کی رات مراد ہے اور تبقی
کا مطلب ہے کہ ترجی لتفاؤلا (۲) تاسعہ سے مراد بائیس کی رات اور سابعہ سے مراد چوبیس کی رات
اور خامسہ سے مراد چھبیس کی رات ہے یہ جب ہے جبکہ مہینہ انتیس کا ہو اور اگر مہینہ تیس دن کا
ہے تو تاسعہ سے مراد اکیس کی رات اور سابعہ سے مراد تئیس کی رات اور خامسہ سے مراد پچیس کی رات ہے

2090 **عنہا قالت** ۔ فرماتی ہیں حضرت عائشہؓ کہ حضور جب عشرہ آخر کے اندر داخل ہوتے تو شد مئزرہ فرماتے ١٢
اسکے مصداق و مطلب کے اندر اختلاف ہے بعض نے کہا کنایہ ہے اجتہاد فی العبادۃ سے اور بعض نے کہا کہ
2095 عدم جماع سے کنایہ ہے کہ آپ پاجامہ باندھ لیتے تھے **الفصل الثالث عن عبادۃ بن الصامتؓ** ٢١
وہ جھگڑنے کا مصداق عبد اللہ بن ابی حدرد اور کعب بن مالک ہیں فرفعت اسکی تعیین اٹھا لی سے استدلال کیا کہ
لیلۃ القدر اب باقی نہیں رہی مرفوع ہو چکی حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان جاہلوں سے کوئی پوچھے کہ
اسکے تعیین کا رفع کب معلوم ہوا اگر یہ لیل مرفوع ہو جاتی تو التمسوہ حکم حضور یہ کیوں فرماتے کہ
فالتمسوھا فی التاسعۃ والسابعۃ الخ بلکہ رفعت کا مطلب ہے کہ اسکی تعیین اٹھا لی گئی اور مبہم ہو گئی ہے ٢٣

## باب الاعتکاف

(الفصل الاول)

چونکہ یہ بھی عشرہ اواخر کے اندر مسنون ہے اسلئے اسکو بھی کتاب الصوم کے اندر مصنف نے ذکر فرمایا۔ عکوف ١٨٣/٢
کے معنی لغت کے اندر لزوم کے ہیں اصطلاح کے اندر اعتکاف کہتے ہیں کہ بنیت مخصوصہ کسی مسجد کے اندر
مکث کرنا پھر اسکی تین قسمیں ہیں واجب، مسنون، مستحب۔ واجب تو اعتکاف منذور ہے اور مسنون

۱۸۳/۲ 2097 عشرہ اواخر کا اعتکاف ہے چنانچہ یہ سنون ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اور اسکے ماسوا تمام اعتکاف
۲ مستحب ہیں عن عائشۃ رضی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اعتکاف جائز ہے یہی ائمہ اربعہ کا
مذہب ہے البتہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک مسجد کے اندر اعتکاف کرینگی اور امام ابو حنیفہ سفیان ثوری ابن علیہ
کے نزدیک مسجد بیت میں کرے اگر مسجد کے اندر کریگی تو ان حضرات کے نزدیک جائز ہے مع الکراہیۃ
ائمہ ثلثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ حضور نے بعد کو مسجد کے اندر افضل قرار دیا ہے
۸ 2100 لہذا اعتکاف بطریقہ اولی گھر میں ہونا چاہئے عن عائشۃ اس حدیث سے حسن ترتیب ثابت ہوتا
ہے اور آنحضرت کے اندر اس سے نفی معلوم ہوئی ہے لہذا دونوں کے اندر جمع کی صورت یہ ہے کہ
یہاں حسن بلا شہوت مراد ہے اور آنحضرت حسن بشہوت مراد ہے پھر اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر
حسن بشہوت ہو تو انزال ہو جائے تو ناقض اعتکاف ہے یا نہیں

لکن الحجۃ ... عن ابی حنیفۃ ان انزل نفسہ اعتکافہ وان لم ینزل فلا ... کذا ... الشیخ ...

۹ 2101 عن ابن عمر اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر شرک کی حالت میں کوئی شخص کسی عبادت کی نذر مانے
تو مسلمان ہونے کے بعد اس عبادت کو کرنا واجب ہے یا نہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ واجب ہے اور یہی
مذہب ہے امام شافعی ابو ثور ہے ابن بطال نے نقل کیا ہے مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک مستحب ہے کرنا
مستحب ہے امام احمد کے دوسرا قول وجوب کا ہے داؤد ظاہری کے نزدیک بھی واجب ہے

## الفصل الثانی

۱۱ 2102 عن النبی اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ معتکف کو اعتکاف کیلئے مسجد میں کس تاریخ کو داخل
ہونا چاہئے امام احمد سفیان ثوری اوزاعی لیث بن سعد کے نزدیک اکیسویں کی صبح کو صلوٰۃ صبح کے بعد
معتکف کے اندر داخل ہوگا ائمہ ثلثہ جمہور علماء کے نزدیک بیسویں کی شام کو غروب سے پہلے داخل ہوگا
یہی ایک روایت امام احمد کی ہے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں معتکف سے مراد خلوت خانہ ہے
قاضی ابو یعلی نے جواب دیا کہ یہاں بیسویں کی صبح مراد ہے یعنی ایک دن پہلے سے داخل ہو جاتے تھے
۱۵ 2106 شیخ علامہ سندھی نے اس جواب کو قوی قرار دیا عن عائشۃ قالت اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف
کو عیادت کرنا اور شہود جنازہ جائز نہیں ائمہ ثلثہ کا یہی مذہب ہے یہی ایک روایت امام احمد کی
ہے دوسری روایت امام احمد کی یہ ہے کہ جائز ہے تیسری روایت یہ ہے کہ اگر شرط لگالی اعتکاف کے
وقت تو نکلنا جائز ہے ورنہ نہیں اور یہ سب جو بیان ہوا اس صورت میں جبکہ قصداً گھر سے نکلا ہو
۱۶ کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے ولا یباشرھا جماع بالاتفاق ائمہ ثلثہ کے نزدیک مفسد ہے خواہ عمداً ہو
یا سہواً ہو امام شافعی کے نزدیک صرف عمداً مفسد ہے ولا یخرج لحاجۃ الخ ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے
صاحب ابن قدامہ نے صاحبین سے نقل کیا ہے کہ اگر تھوڑی دیر باہر رہے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا وانہ ہے بعض
۱۷ ولا اعتکاف الا بصوم امام مالک کے یہاں ہر اعتکاف کیلئے صوم شرط ہے امام ابو حنیفہ کے یہاں
اعتکاف واجب کیلئے شرط ہے روزہ اور یہی ہے امام شافعی کے دو روایتیں ہیں امام احمد کی اظہر روایتین
عدم وجوب ہے اعتکاف نفل کی مدت میں امام صاحب کے یہاں جائز ہونا یا نہ ہونا میں تین قول
ہیں (۱) ایک دن (۲) ایک دن ایک رات اس لئے کہ اعتکاف جائز نہیں (۳) مطلقاً ایام

2015 (م) عشرۃ ایام - اس لئے کہ میں جانتا نہیں - والاعتکاف الا فی مسجد جامع ہے ابن عمر ابن عباس مالکی ١٨٣/١٧
فرماتے ہیں کہ مسجد کی شرط نہیں جمہور کے نزدیک اعتکاف کے لئے مسجد شرط ہے پھر اس میں اختلاف ہے
کہ کونسی مسجد میں اعتکاف صحیح ہے حضرت سعید بن المسیب کے نزدیک مسجد نبوی ضروری ہے اور
عطا ابن رباح کے نزدیک مسجد نبوی یا مسجد حرام ضروری ہے حضرت حذیفہ مسجد اقصی کو بھی ان
دونوں کے ساتھ شریک کرتے ہیں زہری کے نزدیک مسجد جامع ضروری ہے امام احمد فرماتے
ہیں کہ ہر اس مسجد میں اعتکاف کرسکتا ہے جس میں نماز باجماعت ہوتی ہو امام مالک امام شافعی فرماتے ہیں
کہ مسجد ایسی ہونی چاہیے جس میں جماعت ہوتی ہو مگر شرط یہ ہے کہ درمیان کے اندر جمعہ نہ آتا ہو اور اگر
درمیان کے اندر جمعہ آتا ہو تو امام شافعی کے نزدیک مسجد جامع شرط ہے امام مالک کا بیان ختم ہوا ہے

## کتاب فضائل القرآن (الفصل الاول) ١٨٣/٢٠

2112 عن عائشۃ الماہر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ الخ ماہر سے مراد جید حافظ یا جید قاری مراد ہے ١٨٤/١
سفرۃ سافر کی جمع ہے سفیر سے ماخوذ ہے جس کے معنی قاصد کے ہیں یا سفارت سے ماخوذ ہے قاصد
کے معنی میں ہوگا سفرہ سے مراد ملائکہ ہیں کیونکہ وہ بھی اللہ کا قاصد ہیں اور اعمال کو لکھتے ہیں یا اس سے
مراد انبیاء کرام مراد ہیں کیونکہ وہ بھی اللہ تعالی کی طرف سے قاصد ہوتے ہیں اور بعض لوگوں نے کہا کہ سفرہ
سے ماخوذ ہے بمعنی الصبح کیونکہ وہ بھی اصلاح لیے آتے ہیں (البررۃ) [illegible] ٢
دونوں کا ترجمہ ہے عن ابن عمر لا حسد الا اشکال ہوگا حسد تو مطلقا ناجائز ہے اس کا کیا مطلب
جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے اندر کلام علی سبیل الفرض ہے یا حسد سے غبطہ مراد ہے [illegible] الباقی
2118 فرمایا عن ابی سعید بن المعلی استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم علماء کا اختلاف ہے کہ قرآن علاوہ ١٨
نماز کے اندر حضور کسی کو بلائیں تو جواب دینا واجب ہے اب یہ نماز فاسد ہوگی یا نہیں شافعیہ کے
نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی حنفیہ کا بیان دونوں قول ہیں امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائیگی
ھی السبع المثانی یہ حضور نے سورۃ فاتحہ کے متعلق فرمایا کیونکہ ہر نماز کے اندر دہرائی جاتی ہے یا ٢١
[illegible] کے اندر نازل ہوا ہے یا اس وجہ سے کہ [illegible] عن ابی ٢٣
2120 امامۃ حضور نے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کے متعلق فرمایا وہ دونوں قیامت کے دن [illegible] انہما ظلتان
علامہ نووی نے [illegible] کہ خود قرآن [illegible]
2121 آئیں گے [illegible] عن النواس بن سمعان [illegible] ٢٦
2122 ہے یا اسم اللہ کا [illegible] عن ابی بن کعب اس حدیث کے اندر حضور نے سوال کیا جواب میں
ابی بن کعب نے [illegible] ١٨٥/١
[illegible]
[illegible]
2123 [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] فرمایا [illegible] عن ابی ھریرۃ ٤
فاخذتہ [illegible] ٨

2123 عنہ ۹۱ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان کو میں نے پکڑ لینے کا ارادہ کیا لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت ۱۸۵/۱۸
سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی جس سے میں نے چھوڑ دیا۔ اور اگر میں پکڑ لیتا تو مدینہ کے بچے
اس سے کھیلتے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے حضرت سلیمان کی وجہ سے قیدی نہیں بنایا اور
یہاں پر ابوہریرہ نے کیسے پکڑ لیا تو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضور نے جس شیطان کے پکڑنے کا ارادہ
کیا وہ سب کا سردار ہو اور ابوہریرہ والا عام شیاطین میں سے ہو تو جواب ثانی ممکن ہے کہ وہ شیطان
حضور کے سامنے اپنی صورت اصلیہ کے اندر آیا ہو جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا کرتے
تھے اور ابوہریرہ کے سامنے انسان کی شکل میں آیا ہو۔ فصدقک وہو کذوب ابوہریرہ نے ۱۰
اس پر رحم کیا اور رحم ذریعہ ہے تصدیق کی تو گویا ابوہریرہ نے اسکی تصدیق کی اور حضور کی رسالت
کا منکر ہے اور اسکی تصدیق کرنا بھی حضور کی رسالت کا منکر ہو گا رہتا تو جواب یہ ہے کہ علامہ طیبی
فرماتے ہیں کہ جب اس نے کلمہ کو ظاہر کیا تو اسکی کلمہ کی وجہ سے اس شیطان کی تصدیق کی۔ جواب ثانی
جب ابوہریرہ نے اس سے دریافت کیا اور وہ بھی بھول کر عیالداری کا عذر کیا تو ابوہریرہ نے اس عذر
کے اندر تصدیق کی۔ جواب ثالث ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ممکن ہے ابوہریرہ نے یہ کہا کہ شاید وہ سچی
2127 توبہ کر لے۔ قولہ وعنہ ۱۸۵/۲۱ قال ۱۶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قل ہو اللہ ثلث قرآن کے برابر ہے اس وجہ سے ۲۱
کہ قرآن کے اندر تین چیزیں بیان ہیں احکام۔ توحید۔ اخبار۔ اور قل ہو اللہ میں توحید خالص
2130 بیان کی گئی بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تشبیہ ثواب کے اعتبار سے ہے ۱۸۵/۲۶ عن النبی ﷺ ... ان رجلا قال الخ ۲۶
اس رجل کے نام کے متعلق تین قول ہیں (۱) کلثوم ابن ہدم (۲) قرظہ ابن زید (۳) قتادہ ابن
2132 النعمان۔ ۱۸۶ عن عائشۃ ... ثم نفث لغۃً ... علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ ... بمعنی کہ جیسے ... ۱۸۶/۲
تبدیل ... اور ... ہے جیسے ... فاذا قرأت القرآن فاستعذ الخ کی قبیل سے ہے
2134 الفصل الثانی عن عبد اللہ بن عمرو ۱۸۶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحب قرآن یعنی حافظ قرآن جنت کے ۸
درجات حسب قراءت طے کرے گا بعض علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کی جتنی آیات ہیں ان کے مطابق اس کے
درجات ہوں گے اور بعض کہتے ہیں کہ جتنی آیات پر اس نے دنیا کے اندر عمل کیا ہے اسکی تعداد درجات
ملیں گے۔ ترتل فی الدنیا الخ ترتیل افضل ہے یا جلدی پڑھنا ابن عباس اور ابن مسعود کے نزدیک ترتیل
افضل ہے۔ شافعیہ کے نزدیک تعجیل افضل ہے ابن قیم فرماتے ہیں کہ قیمت کے اعتبار سے ترتیل کا
درجہ بڑھا ہوا ہے اور مقدار کے اعتبار سے تیز پڑھنا افضل ہے گویا اس کی مثال
دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس ایک نہایت بیش بہا اور قیمتی موتی ہو اور جو جلدی جلدی
تیز پڑھتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس ایک ڈھیر تنکوں وغیرہ کا ہو ۱۸۶
2140 مقدار کے اعتبار سے بہت زیادہ لیکن قیمت کے اندر اس قیمتی ایک موتی سے بہت کم درجہ ہے عن عقبہ ۲۶
بن عامر ... بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حضور کے زمانے میں تو خاص ہے اور آپ کا معجزہ تھا قرآن پاک
آگ کے اندر ڈالنے کے باوجود نہیں جلتا تھا اور بعض نکتہ بین حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قلب
مومن اور نار سے مراد نار جہنم ہے جس مومن کے قلب میں قرآن پاک ہے وہ بھی جہنم کے اندر نہیں جلے گا

2147 عن النبی ؐ: اس حدیث کے اندر قلب سے مراد خلاصہ اور زبدۂ شی کے ہیں چونکہ سورۂ یٰس شریف کے ۱۸۷/۱۵
اندر معاد کے متعلق بہت کچھ مذکور ہے اور یہی اصل اور مدار ہے اسکا ثواب دس قرآن کے ثواب کی
2148 طرح ہے عن ابی ہریرۃ: ان اللہ قرأ طٰہٰ الخ اس قراءۃ سے مراد یا تو الہام ہے یا اظہر فی اللوح المحفوظ ۱۷
2151 کے معنی ہیں ہے اور امر بقرائتہا کے معنی ہیں ہے عن العرباض بن ساریۃ: یقرأ المسبحات اس سے ۲۳
مراد وہ سورتیں ہیں جن کے شروع میں سبحان کا لفظ آیا ہے ان فیھن آیۃ اسکے مصداق میں بھی
علماء کا اختلاف ہے علامہ طیبی فرماتے ہیں اخفی ہے معلوم نہیں بعض لوگوں نے کہا اہ لو انزلنا ھذا
القرآن علی جبل الخ مراد ہے اور بعض حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں ھو الاول والآخر والظاھر الخ مراد ہے
2154 عن ابن عباس اس قبر کے اندر جو شخص قراءۃ کر رہا تھا اس قراءۃ کے متعلق حافظ ابن رجب حنبلی ۲۶
فرماتے ہیں اہ اسپر کوئی ثواب مرتب نہیں ہوگا کیونکہ ثواب وغیرہ کا تعلق دنیا ہی کے اندر ہے آگے آپ ؐ
نے فرمایا ہی المانعۃ ملا علی قاری فرماتے ہیں اہ وہ معاصی سے منع کرنے والا ہے دوسرا قول ہے یہ عذاب
قبر سے منع کرنے والا اور بعض کہتے ہیں اہ میدان حشر کے اندر جو پیش آنے والی مصیبت و تکلیف ہے اس سے
مانع ہے لیکن اس سے اسکی قراءۃ اصلیہ جو دنیا کے اندر ہے وہ مراد ہے قبر والی قراءۃ مراد نہیں کیونکہ وہ
2165 مانع نہیں ہے **الفصل الثالث** عن ابی ہریرۃ اعربوا اس سے مراد تفہیم کو بیان کرنا ہے اور فرائض ۱۸۸/۲۲
سے علم فرائض اور مطلق احکام دینیہ و دنیویہ بھی مراد ہو سکتے ہیں ایسے ہی حدود سے ان کے اگلے
2166 معنی اور احکام اور شرعی قوانین اور حدود بھی مراد ہو سکتی ہیں عن عائشۃ: اس حدیث کے اندر قراءۃ ۲۴
قرآن کو افضل قرار دیا گیا جو نماز کے اندر ہو کیونکہ اسکے اندر دو عبادتیں ہیں ایک قراءۃ دوسری نماز دوسری
چیز یہ معلوم ہوئی اہ قراءۃ قرآن افضل ہے تسبیح سے کیونکہ قراءۃ کے اندر خود تسبیح وغیرہ آگئی ہے علماء
نے بیان فرمایا اہ اگر نفس عبادت کے اعتبار سے دیکھیں تو سب سے افضل صلوۃ اور زکوۃ ہے اور مآل و انجام
2167 کے اعتبار سے سب سے افضل صوم ہے عن عثمان بن عبد اللہ اس حدیث سے معلوم ہوا اہ قراءۃ قرآن دیکھکر ۲۶
افضل ہے قراءۃ قرآن حفظاً سے علماء نے یہ تفصیل بیان کی اہ اگر دیکھکر پڑھنے میں مزہ آتا ہے تو اس کے لیے
دیکھکر پڑھنا افضل ہے اور اگر مزہ نہ آئے تو حفظاً افضل ہے لیکن عام طور سے دیکھکر زیادہ اطمینان
اور فکر سے پڑھا جاتا ہے اسلئے حدیث کے اندر حالت اکثری کا لحاظ کرکے اسکی فضیلت بیان فرمائی
2169 عن ایفع بن عبد الکلاعی اس حدیث سے معلوم ہوا اہ قل ہو اللہ احد افضل السور ہے اور اس سے ۱۸۹/۳
پہلی حدیث کے اندر گذرا کہ سورۂ فاتحہ افضل ہے دونوں کے اندر تطبیق ایسے ہے اہ قل ہو اللہ توحید کو
جامع ہے اس اعتبار سے وہ افضل السور ہے اور سورۂ فاتحہ مقاصد قرآن کو جامع ہے تو ہر ایک میں
2180 الگ الگ جہت سے افضلیت پائی جاتی ہے عن علی: عروس قرآن سورۂ رحمان کو قرار دیا گیا کیونکہ ۲۴
مزینات عروس کا ذکر اس سورۃ کے اندر ہے اور وہ مزینات قسم قسم کے میوہ جات اور حور و غلمان کی حسین ہیں
اور نیز عروس کی طرح اس سے زینت حاصل ہوا کرتی ہے تو چونکہ اسکے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات
2183 اور انعامات بار بار ان کو جتلایا ہے اس اعتبار سے یہ عروس القرآن ہے عن عبد اللہ بن عمرو ۱۹۰/۱
اتی رجل الخ اس سے مراد فرزدق کے چچا حضرت صعصعہ ہیں کیونکہ اذا زلزلت الخ کے اندر معاد اور محض مثقال الخ

2183 کے اندر عبادات کا ذکر آگیا ہے اسلئے یہ سورۃ جامعہ بن گئی ہے انعم الرجیل یہ رجل کی تصغیر ہے اور رجل ۱۹۰/۵
کی بھی تصغیر ہوسکتی ہے لیکن علامہ علی قاری نے اسکو رد کر دیا کہ رجل کی تصغیر تو رجیل آتی ہے لیکن قاموس کے اندر رجل
2184 بھی رجل کی تصغیر قرار دیا گیا ہے عن ابن عمرؓ اس حدیث کے اندر صحابہ نے جو کہا کہ من لم یستطع ان ۵
یہ فرودہ عادۃ کو دیکھتے ہوئے کہا ورنہ ایک عمر اور آیت کا پڑھنا مشکل نہیں ہے

## باب الفضل الاول ۱۲

2188 عن ابن مسعودؓ لبئس حافظ نے اسکو تفسیر کیساتھ بیان کیا ہے - امام نووی سے نقل کیا گیا [illegible] ۱۴
[illegible] کہ نسیان کی نسبت اپنی طرف کرنا کراہۃ تنزیہی ہے اور بھول جانا کبیرہ ہے اور بعض
کے نزدیک یہ بھولنا گناہ صغیرہ ہے بئس ما لاحدہم اسکا مخصوص بالذم اپنی طرف نسیان کی نسبت کرنا
بعض نے کہا کہ نسیت سے جو لاپرواہی سمجھ میں آرہی ہے وہ مخصوص بالذم ہے علی قاری نے بیان کیا کہ اگر
امور دنیا کی وجہ سے قرآن کا نسیان ہوا تو نسیت بالکل نہ کہنا چاہئے اور اگر امور دین کی وجہ سے نسیان
2190 واقع ہوا تو نسیت کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے عن جندب بن عبد اللہؓ اقرؤا القرآن ما ائتلفت علیہ قلوبکم
علی قاری نے اسکا یہ مطلب بیان کیا کہ جب تک طبیعت کے اندر اشتیاق ہو اور مزہ آتا رہے اسوقت ۱۸
تک پڑھتے رہو اور جب اکتاہٹ ہو تو چھوڑ دو - حافظ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اختلاف فی المعانی ہے
2192 کہ جب معانی اور مطالب کے اندر اختلاف ہونے لگے تو اسکو چھوڑ کر الگ ہو جاؤ عن ابی ہریرۃؓ - ۲۰
ما اذن اللہ الخ یہاں اذن سے رضا مراد ہے اور یتغنی بالقرآن امام شافعی فرماتے ہیں کہ تغنی سے مراد اچھی آواز
اور تحزین مراد ہے امام ابو عبید اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ اس سے استغناء بالقرآن مراد ہے سفیان
بن عیینہ وکیع کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ استغناء بالقرآن کا مطلب ہے کہ احادیث سے مستغنی ہو جائے اور ابو عبید
کہتے ہیں کہ تمام اشیاء سے استغناء ہو جائے بعض لوگوں نے کہا کہ تغنی سے ارادہ استلذاذ ہے عن عبد اللہ
2195 بن مسعودؓ انی احب ان اسمعہ من غیری الخ ابن بطال مالکی فرماتے ہیں کہ یہ آپ نے اسلئے فرمایا تاکہ ۲۳
دوسرے کا قرآن پاک کا سننا سنت ہو جائے نیز اس کے اندر تدبر و تفکر کا موقع زیادہ ملتا ہے اسکے بعد والی
روایت کے اندر وارد ہوا کہ حضور قرآن پاک پڑھیں اور ابی بن کعب سنیں اس حدیث کے اندر اور اس
میں فرق یہ ہے کہ وہاں مقصود اداء حروف اور طریقہ قرأۃ کو بیان کرنا ہے اور وہ حضور سے زیادہ
اچھی طرح ہوگا - فاذا عیناہ تذرفان حافظ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آپ نے یہ سمجھا کہ میں اپنی امت پر ۲۵
شہید اور گواہ ہونگا اور میری امت کے حالات زیادہ خراب ہیں تو شفقت اور رحم کی بنا پر آپ رو دئے
2197 اور ممکن ہے کہ خوشی کی وجہ سے آپ رو دئے ہوں عن ابن عمرؓ اس حدیث پاک کے اندر قرآن شریف ۱۹۱/۱
کو دشمن کے ملک میں لیجانے سے منع فرمایا ہے ایک حدیث کے اندر ہے مخافۃ ان ینالہ العدو الخ موطا کے
اندر واقع ہوا قال مالک الخ اس سے بعض شراح کو وہم ہوگیا کہ یہ لفظ موقوف ہے لیکن اصح یہ ہے کہ
مرفوع ہے اب قرآن شریف کے لیجانے کا حکم کیا ہے مالکیہ کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے حنفیہ شافعیہ کے
یہاں اگر لشکر چھوٹا ہے تو لیجانا ممنوع ہے اور اگر لشکر جرار ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے امام طحاوی فرماتے
ہیں کہ یہ اسوقت کا حکم ہے جبکہ مسلمانوں کے اندر کوئی اور نہیں تھا ہمارے فقہاء کی رائے ہے کہ اب بھی یہ

2197 حکم باقی ہے اب یہ اس حدیث کے اندر قرآن سے کیا مراد ہے بعض کے نزدیک تو کلام پاک مراد ہے اور بعض ۱۹۱/۱
2200 لوگ کہتے ہیں اس کے حفاظ مراد ہیں عن سعد بن عبادۃ :- یقرأ القرآن ثم ینساہ الخ بعض کہتے ہیں ۹
اس کا مطلب ہے اس پڑھ کر بھول جائے۔ بعض کی رائے ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ہو کہ اگر یاد ہی
نہ آئے بعض نے کہا اس سے مراد ترک قراءۃ ہے بعض کی رائے ہے کہ اس سے ترک عمل مراد ہے اور دونوں کا
مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے اجذم اس کے مختلف مصداق شارح نے بیان کئے ہیں (۱) مقطوع الید (۲) مقطوع ۱۰
السبب من الخیر (۳) خالی الید من الخیر حافظ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں معنی شقاوت کے ہیں اور ممکن ہے کہ
اس سے اس کے حقیقی معنی مراد ہوں (۴) مقطوع الاسنان مراد ہے (۵) مقطوع الحجۃ مراد ہو۔

2201 عن عبد اللہ بن عمرو :- لم یفقہ من قرأ القرآن الخ بعض علماء کے نزدیک تین دن سے کم کے اندر ختم قرآن ۱۰
حرام ہے امام احمد کی ایک روایت کراہت کی اور دوسری اباحت کی ہے ختم کرنے میں کوئی حد مقرر نہیں ہے چنانچہ حضرت
عثمان سے ثابت ہے ایک رات کے اندر قرآن ختم فرمایا جمہور کی بھی یہی رائے ہے انسان کی نشاط
پر موقوف ہے جتنا چاہے پڑھے ابن الکاتب سے منقول ہے ایک رات کے اندر چار قرآن پڑھے
عن عقبۃ بن عامر :- علماء نے بیان کیا اگر زور سے پڑھنے کے اندر ریاء اور دوسرے لوگوں کی ایذاء
کا اگر خوف ہو تو بہتر ہے آہستہ پڑھنا افضل ہے اور اگر ان چیزوں کا خوف نہ ہو اور زور سے پڑھنے کے اندر
2207 دلجمعی ہو تو جہراً پڑھنا اولیٰ ہے الفصل الثالث عن حذیفۃ :- قرأۃ کیلئے تحسین الصوت ۲۱
افضل ہے لیکن الحان کے اندر علماء کا اختلاف ہے امام مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ حرام ہے ایک جماعت کے نزدیک
مکروہ ہے حافظ ابن قیم نے امام مالک اور امام احمد سے کراہت نقل کی۔ امام شافعی سے کراہت و جواز دونوں
منقول ہیں امام صاحب نیز امام طحاوی نے نقل کیا الحان جائز ہے۔ امام شافعی کے دونوں قول کا محمل علماء
نے بیان فرمایا اگر وہ تمطیط - تمدید کرے تو حروف کو نکالتا ہے تو مکروہ ہے جیسے محمد کو پڑھے
مُوحَامَاد اور اگر حروف کے اندر قلت و کثرت نہ ہو بلکہ حروف کو ان کے مخارج سے ادا کرے تو جائز
2210 ہے بعض لوگوں نے بیان کیا بلا تکلف الحان جائز ہے اور مع التکلف کے ممنوع ہے عن عبیدۃ الملیکی ۱۹۲/۱
لا تتوسدوا القرآن الخ قرآن کو تکیہ (وسادۃ) نہ بناؤ علامہ طیبی فرماتے ہیں اس کے حقیقی معنی مراد ہیں
اور تشبیہ بھی ہو سکتی ہے یعنی قرآن سے تغافل مت کرو بلکہ واتلوہ حق تلاوتہ من آناء اللیل الخ

## باب الفصل الاول ۳

2213 عن ابی بن کعب :- فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاہلیۃ الخ یعنی میرے نفس کے ۱۱
اندر ایسی تکذیب واقع ہوئی کہ جو جاہلیت کے اندر بھی نہیں تھی یا اس سے بھی زیادہ واقع ہوئی
2219 الفصل الثالث عن علقمۃ :- وتکذب بالکتاب الخ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ابن مسعود ۱۹۳/۴
ما تعلم ... کے ذریعہ جب نفی کر دی تو گویا منع قرآن کی تکذیب کی جس کی وجہ سے وہ کافر ہو گیا
پس وہ قتل کرنا چاہئے تھا لیکن قتل نہیں کیا گیا کیا وجہ ہے جواب یہ
ہے ... تکذیب من باب القرأت کی ہو یعنی نفس قرآن کی تکذیب نہیں بلکہ جس
قرأت کے تھا انہوں نے تلاوت کی اس کی تکذیب کی نہیں اس تکذیب بالکتاب سے مراد

2219 اور وجد منہ ریح الخمر الخ. اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ریح خمر کیوجہ سے حد واجب ہوتی ہے یا نہیں امام ابو حنیفہ 193/4
اور امام شافعی کے نزدیک محض ریح کی وجہ سے واجب نہیں ہوتی اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک واجب
ہوتی ہے اب حنفیہ اور شافعیہ پر اعتراض وارد ہوگا کہ جب ان کے نزدیک حد واجب نہیں تو اس حدیث
کے اندر فوجد منہ ریح الخمر کا کیا جواب ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس شخص نے شراب پینے کا اقرار کر لیا 7
2220 ہو عن زید بن ثابت: اس حدیث کے اندر قرآن شریف کے یکجا جمع کرنے کا ذکر ہے کہ صحابہ 7
نے کیسے اسکو جمع فرمایا اور وہ کتنا مشکل ہوتا ہے اس پر چند اعتراض ہیں (۱) جب وحی کا قرآن کو صحابہ
نے حضور کے بعد جمع کیا تو کیسے بغیر حکم نبی کا احتمال ہے جواب یہ ہے کہ حضور کا ارشاد ہے صحابہ کے
متعلق کہ وہ سب کے سب عادل ہیں (۲) سوال پیدا ہوا کہ صحابہ اگرچہ عادل ہیں لیکن قرآن کا تواتر
پر اشکال ہے جواب یہ ہے کہ اسکا ثبوت خبر احاد سے نہیں بلکہ تمام صحابہ ہر آیت کو جانتے تھے البتہ
ٹکڑوں میں لکھا ہوا قرآن ہر صحابی کے پاس موجود نہ تھا اسکو اکٹھا صحابی نے تلاش کر کے لینا پڑا
اور ہر ایک لکھی ہوئی ٹکڑوں کو جمع کیا اب وہیں سے معلوم ہو گیا ہے جمع درحالیکہ جمع نہیں ہوا بلکہ قرآن
کا ٹکڑوں اور ہڈیوں کے ٹکڑوں پر لکھے اسکو جمع کیا گیا (۳) جب حضور نے اسکو جمع نہیں فرمایا تو بعد کے صحابہ نے
ایسا فعل کیوں کیا جسکو حضور نے نہیں کیا جواب یہ ہے کہ حارث ابن اسد محاسبی فرماتے ہیں کہ یہ جمع جدید
نہیں بلکہ حضور کے زمانہ میں بھی جمع ہوا تھا چنانچہ کل قرآن پاک کا تین مرتبہ جمع ہوا جیسا کہ علامہ ابن حجر
نے بیان فرمایا ہے پہلی مرتبہ حضور کے زمانہ میں ہوا جیسا کہ حدیث سے ہوتی ہے کہ جن میں صحابہ نے سینوں میں
یا کاغذ وغیرہ پر یا دوسری جگہ لکھوا لیا تھا ان سب کو حضور نے ٹکڑوں ٹکڑوں پر جمع کر لیا تھا اسکے بعد حضرت
ابوبکر الصدیق کے زمانہ میں جمع ہوا جو کہ قرآن سبع احرف پر نازل ہوا تھا تو حضرت ابوبکر نے ان تمام ٹکڑوں
کو جن پر قرآن جمع کیا گیا تھا حفاظت کی غرض سے ان ٹکڑوں کو جمع کرا لیا تھا اسکے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں
لوگوں کے اندر اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا کہ میرا لغت صحیح ہے کوئی کہتا کہ میرا لغت صحیح ہے تو حضرت عثمانؓ
ابن التین نے لسان قریش پر جمع فرمایا علامہ ابن التین فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور عثمان کے جمع میں فرق
یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے بخوف ضیاع بلا لحاظ کسی لغت خاص جمع فرمایا تھا اور حضرت عثمان نے خاص لغت قریش
پر جمع کیا اور باقی لغت کو جلوا دیا گیا۔ یہاں سے مسئلہ پیدا ہوا کہ قرآن کو جلد دینا کیا حکم ہے ایک جماعت
کے نزدیک بوسیدہ کو جلوا دینا چاہئے دوسری جماعت کہتی ہے کہ حروف کو دھو دینا چاہئے علماء نے
بیان کیا کہ ان حروف کا پانی مریض کی شفا ہے۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نے حضرت عثمانؓ کی
طرح قرآن کو کیوں نہیں جمع فرمایا علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں چونکہ وحی کا زمانہ تھا بعض
احکام باقی رہتے تھے اور احتمال رہتا تھا کہ بعض منسوخ ہو جائیں چنانچہ منسوخ بھی ہوتے رہتے تھے اس احتمال
کی بنا پر جمع نہیں کیا۔ وقد کنت تکتب الوحی الخ حضور کے کاتبین وحی بہت سے ہیں مشہور خلفاء اربعہ 11
حضرت ابی بن کعب و حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اس جگہ زید ابن ثابت نے جمع قرآن کو
ثقل جبل سے اثقل سمجھا کیونکہ اسکے اندر دین کی حفاظت کی ذمہ داری ہے مع ابی خزیمۃ الانصاری بخاری 15
کے اندر مع خزیمۃ الانصاری واقع ہوا حافظ نے اول کو اور ابن الاسیر نے ثانی کو راجح قرار دیا

2220 لیکن صحیح بات الہ ما حافظ ہے حافظ کہتے ہیں کہ سورہ توبہ کی طرح سورہ احزاب کا آخر بھی ان کے پاس نہیں پایا جاتا 193/15
تھا تو سورہ توبہ کا آخر ابو خزیمہ کے پاس اور آخر احزاب خزیمہ بن ثابت کے پاس پایا گیا جیسا کہ اس حدیث اور زید کی حدیث
والی روایت میں ہے فالحق [illegible] کی حدیث کا اضطراب موجود ہے اب اضطراب ہوگا کہ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ
آخر احزاب اور آخر توبہ دونوں انہی کے پاس تھا [illegible] دونوں آیتیں متواتر نہیں ہیں یہ جواب ہے کہ
ان کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] دونوں آیتیں صحابہ کے پاس موجود نہیں
ورق [illegible] شروع [illegible] سورہ انفال [illegible] ہے
[illegible] سورہ انفال [illegible] سورہ [illegible] عثمان [illegible] سورہ
[illegible] سورہ [illegible] ہے اور [illegible] اللہ اعلم [illegible]
ترتیب سور اور ترتیب آیات توقیفی ہیں یا اجتہادی دو قول ہیں لیکن اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ ترتیب
آیات توقیفی ہیں اور ترتیب سور اجتہادی ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا ۱۲ واللہ اعلم بالصواب

# کتاب الدعوات

194/8
دعوات جمع ہے دعوت کی جس کے معنی طلب عبادت [illegible] اور [illegible] عبادت میں اختلاف ہے کہ
دعا کرنا افضل ہے یا رضا بالقضاء افضل ہے جمہور کے نزدیک دعا اور صوفیاء کے نزدیک رضا بالقضاء
افضل ہے بعض کے نزدیک اپنے لئے رضا بالقضاء اور دوسرے کے لئے دعا کرنا افضل ہے جو لوگ کہتے
ہیں کہ رضا بالقضاء افضل ہے اور دعا سے کچھ نہیں ہوتا [illegible] جمہور کی طرف سے یہ جواب
[illegible] اور مقصود [illegible] اور [illegible] شکایت میں [illegible] اور [illegible] اور
[illegible] ہو کہ اگر دعا کر [illegible]
2223 ہوگی ورنہ نہیں اس اعتبار سے ہم دعا کرنے کو افضل کہتے ہیں **الفصل الاول عن ابی ہریرۃ** 8/9
لکل نبی دعوۃ مستجابۃ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کی صرف ایک ہی دعا مقبول ہوتی ہے باقی نہیں
حالانکہ [illegible] سے بہت دعا قبول [illegible] ہے جواب[1] [illegible] فرماتے ہیں کہ ایک دعاء
[illegible] الاجابۃ ہوتی ہے اور بقیہ دعائیں بین القبول والرد میں جواب[2] اس دعوت مستجابہ سے مراد
افضل دعاء ہے جواب[3] ایک دعوت ہر نبی کی ایسی عام ہوتی ہے جس میں تمام امت شامل ہوتی ہے
[illegible] کی دعا کرے یا پوری امت کی ہلاکت کی اس دعا سے مراد ہے جواب[4] دعاء
[illegible] مراد ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ہوتی ہے جواب[5] حجۃ اللہ علی العالمین مولانا شاہ
ولی اللہ [illegible] فرماتے ہیں کہ اس دعا سے مراد وہ دعوت ہے جس [illegible]
2225 [illegible] ہو پوری امت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے **وعنہ قال** اذا دعا احدکم [illegible] 13
ابن عبد البر نے فرمایا کہ اللھم اغفر لی ان شئت کہنا جائز نہیں حافظ فرماتے ہیں کہ ان کے کلام سے معلوم ہوتا
[illegible] اور یہی ظاہر حدیث ہے لیکن امام نووی نے [illegible] کیا ہے
[illegible] ہے فلیعزم مسئلتہ الخ [illegible] مراد ہے [illegible]
2230 یقین [illegible] دعا کرے **الفصل الثانی عن النعمان بن بشیر** الدعاء هو العبادۃ الخ 22

2230 جو لوگ کہتے ہیں کہ دعا سے کچھ نہیں ہوتا وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ بلکہ اعبدونی بقرینہ وقال ربکم ادعونی ١٩٤/٢٤
استجب لکم الخ میں دعوت سے مراد عبادت ہے دعا مراد نہیں لہذا اصل مقصود انسان کا عبادت کرنا اور راضی
بالقضاء ہے جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ دعا کی تفسیر جس طرح عبادت سے کیا گیا ہے ایسے ہی بعض
لوگوں نے سوال اور ترک ذنوب لیا گیا ہے بھی کی ہے جمہور یہ ہے دیکھ اس آیت میں دعا سے سوال کرنا مراد
ہے اور عبادت کے اندر چونکہ اعظم عبادت دعا ہے اس لئے حدیث کے اندر دعا کو عبادت کہا گیا تو تعبیر کیا ہے
جیسے الحج عرفہ چونکہ وہ حج کا رکن اعظم ہے علاوہ ازیں وہ ہے کہ عبادت کی غرض تذلل تعالیٰ منہ اور خشوع
2233 ہے اور دعا کے اندر بھی یہی ہوتا ہے عن سلمان الفارسیؓ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کے ذریعہ ١٩٥/١
تقدیر بدل جاتی ہے لیکن باب الایمان بالقدر کے اندر حدیث اور بعض الیسی گذری ہیں جن میں یہ عقیدہ آدمی
ہمیشہ عمل خیر کرتا ہے لیکن اس پر تقدیر غالب آجاتا ہے جیسے وہ ہے تقدیر میں اعمال سیئہ کرکے جہنم میں
داخل کر دیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ ان جیسی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر نہیں بدلتی دونوں حدیثوں
میں دفع تعارض اس طرح ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں تقدیر مبرم جسے اللہ کی ہی تبدیلی نہیں ہوتی اور تقدیر
معلق جیسا ہوتا یا نہ ہوتا کسی وصف وغیرہ پر معلق ہوتا ہے پس اس حدیث کے اندر تقدیر معلق اور پہلے باب کی
احادیث میں تقدیر سے تقدیر مبرم مراد ہے دوسری بات حدیث سے معلوم ہوئی کہ نیک کام کرنے سے زیادتی عمر
ہوتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عمر میں حقیقتاً اضافہ ہوجاتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ تھوڑی سی عمر میں
2248 بہت سے کام لے لیتے ہیں عن عمرؓ۔ کلمۃ ما لیسرنی اس کلمہ سے مراد جس نے سرور اور خوشی میں ڈالدیا ٢١
بعض کے نزدیک اس سے مراد استرکنا ہے اور ممکن ہے کوئی اور کلمہ ہو جسکو حضرت عمرؓ نے ذکر نہیں فرمایا اور
2230 بعض ضعیف کے نزدیک اس کلمہ سے مراد کلمہ یا اخی ہے جیسا کہ ایک روایت کے اندر تصریح ہے وعنہ؛ ٢٦
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین آدمی کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں جن میں سے ایک دعوۃ الوالد ہے اس پر اشکال
ہے کہ والد کا ذکر کیا گیا تو والدہ کی دعا کا ذکر نہیں ہے؟ جواب چونکہ ماں کی دعا بالاولیٰ قبول ہوتی ہے اس وجہ سے
اس کے ذکر کی ضرورت نہیں جواب ماں چونکہ ہمیشہ بددعا کرتی رہتی ہے اس وجہ سے اس کی دعا قبول بھی نہیں ہوتی
لیکن اول مطلب صحیح ہے جواب بعض ضعیف نسخوں میں والدین کذا ہے جیسے قمر قمرین اور والدین
ذوالدین اسی سے والد سے مراد ذوالولد ہے جو ماں باپ دونوں کو شامل ہے ١٩٦/١٢

## باب ذکر اللہ عزوجل الخ (الفصل الاول)

2267 عن ابی ھریرۃ؛ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو آپ کا گزر جبل جمدان میں ہوا پھر تو ١٢
آپ نے فرمایا سبق المفردون اب وہاں کے اندر اشکال ہے کہ اس پہاڑ سے اس جملہ کا کیا تعلق ہے اور
حضور نے اس موقع اور اس جگہ پر یہ کیوں فرمایا؟ جواب ابن عمرؓ اور ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے
سبحان ذی العرش سبحان یلعم لہ الخ وقیلنا سبح الجودی والجند الخ اس شعر کے اندر جبل جمدان
کا تذکرہ ہے کہ یہ بھی اللہ کی تسبیح کرتا ہے تو آپ کو شعر یاد آیا اس وجہ سے آپ نے یہ فرمایا جواب
حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وادی اذخر پر پہنچے تھے تو تلبیہ پڑھا تھا اور یہ وادی اس پہاڑ کے
2266 قریب ہے تو حضرت موسیٰ کا تلبیہ آپ کو یاد آیا اس وجہ سے آپ نے فرمایا عن ابی ھریرۃ؛ ١٩٧/١

2266 من عادی لی ولیا الخ لفظ ولی کی صفت سے حافظ فرماتے ہیں کہ ولی سے مراد عارف باللہ بعلم مخلص 197/2
فی العبادۃ مراد ہے وما تقرب الی عبدی الخ یعنی بندہ جب اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
زیادہ خوش ہوتے ہیں کیونکہ ماتحت جب اپنے آقا کے حکم کے مطابق ہو کے امر کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے
آقا کو زیادہ خوشی ہوتی ہے بنسبت اس کام کے جسکا اسکو کرنے نہ کہا گیا اختیار دیا گیا ہے کہ اس
میں خوشی نہیں ہوتی البتہ جب بندہ کی نوافل کرے تو بنسبت فرائض کے زیادہ محبوب خوشی ہوتی ہے
کیونکہ نوافل کا اسکو اختیار ہے فعلت سمعہ الذی یسمع بہ الخ اس کے علماء نے دو مطلب ۴
بیان کیے (۱) یعنی اس کے کان ہاتھ پاؤں وغیرہ سب میری اطاعت کے تابع ہیں (۲) السبب محبت کا
غلبہ رہتا ہے کہ بجز رضاء الہی کے کوئی کام ہی نہیں کرتا وما ترددت عن شیئ الخ تردد سے مراد ۵
تحیر ہے اور تحیر جب ہوتا ہے جب اس شئ کے انجام کا علم نہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے پھر یہاں
تردد اور تحیر کا کیا مطلب؟ جواب یہ جملہ بیان حقیقی تردد کیا تھا تردد صوری کو تشبیہ دی گئی ہے وہ
2268 تردد اور تحیر مراد نہیں عن حنظلۃ :- ولکن یا حنظلۃ ساعۃ وساعۃ ثلث مرات - ومن ثلث مرات ۲۲
کا تعلق یا تو اس پورے جملہ سے ہے یعنی اس پورے جملہ کو تین مرتبہ آپ نے فرمایا یا لفظ ساعۃ کو تین
مرتبہ فرمایا علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ ساعۃ وساعۃ کا مطلب یہ جملہ ساعۃ فی الحضور وساعۃ
فی الغیبۃ یعنی ایک وقت ایسا ہونا چاہیے جسے اللہ اپنے رب کیساتھ مشغول ہو اور اسکے حقوق
ادا کرے اور ایک وقت ایسا ہونا ہے کہ اپنی بیوی بال بچوں وغیرہ میں مشغول ہو

199/11

# کتاب اسماء اللہ تعالیٰ (الفصل الاول)

2287 عن ابی ہریرۃ :- ان للہ تعالیٰ تسعۃ وتسعین اسما مائۃ الا واحدۃ الخ اعتراض وارد ہوا کہ جب ۱۲
پہلے تسعۃ وتسعین کا ذکر کر دیا تو آگے جا کر مائۃ الا واحدۃ کہنے کی کیا ضرورت؟ جواب ۱ تاکید اور حقیقت
بیان کرنے کے لیے ذکر کیا جواب ۲ چونکہ سبعۃ وسبعین کیساتھ اشتباہ ہو سکتا تھا اسکو دور کیا :-
من احصاھا اس کے مطلب کے اندر اختلاف ہے (۱) جو شخص یاد کرے امام بخاری نے یہی تفسیر کی ۱۳
امام نووی نے محققین بلکہ اکثرین کی طرف اسکو منسوب کیا (۲) اسکا مطلب ہے من عرفہا وامن بہا
(۳) یعنی جو طاقت رکھو اور حفاظت ہیں ہر کام مقدور ہے (۴) ابو عبد اللہ زبیدی فرماتے ہیں کہ اسکا
مطلب یہ ہے کہ جو قرآن پاک کو پڑھ لے تاکہ اسکے کیونکہ قرآن کے اندر یہ تمام اسماء موجود ہیں لیکن
اس مطلب کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تسعۃ وتسعین کے اندر اسماء
کا حصر ہے یا اس سے بھی زیادہ ہیں - ابن حزم کہتے ہیں کہ حصر کیلئے ہے - جمہور کے نزدیک حصر کیلئے نہیں بلکہ
اس سے بھی زیادہ ہیں چنانچہ امام بیہقی - خطابی - قرطبی - ابو الطیب شافعی - ابن کثیر - ابن قیم - حافظ وغیرہ
کی یہی رائے ہے امام نووی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے ابن العربی مالکی نے بعض علماء کا قول نقل کیا ہے بعض صوفیاء نے
چار ہزار تک نام شمار کرائے ہیں اور ان لوگوں کا استدلال مشکوٰۃ ۲۱۶ پر ایک حدیث سے ہے اب یہاں دو سوال
حدیث کے اندر جو اسماء کی تفسیر ہے یہ حضور کی طرف سے ہے یا کسی راوی کی طرف سے اکثرین کی رائے ہے کہ
یہ تفسیر کسی راوی کی جانب سے ہے کیونکہ احادیث کے اندر اسماء میں اختلاف ہے کسی میں کچھ نام اور کسی میں

2289 ننانوے نام موجود ہیں **عن بریدۃ** :- اس حدیث پاک میں اسم اعظم کا ذکر ہے اس کے اندر اختلاف ہے اسم 199/24
اعظم موجود ہے یا نہیں ابن جریر طبری - ابن حبان - ابوبکر باقلانی - ابوالحسن اشعری کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے تمام
نام ہی اعظم اور اعلیٰ ہیں اور جس حدیث کے اندر کسی خاص نام کیلئے اعظم کا لفظ ہے اس سے مطلق عظمت مراد ہے
ابن حبان کہتے ہیں اللہ والی اس نام کو وسیلہ بنا کر جو دعا کرتا ہے اس پر اس کو ثواب ملتا ہے اسی کو اعظم سے تعبیر دیا
بعض لوگ کہتے ہیں اور وہ موجود ہے لیکن مخفی ہے اللہ تعالیٰ کو علم ہے اور بعض کی رائے ہے کہ موجود ہو نیکے ساتھ
ساتھ معلوم بھی ہے چنانچہ حافظ نے چودہ نام شمار کرائے اور علامہ سیوطی نے بیس نام نقل کئے ہیں اور
اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ ایک نام اسی حدیث کے اندر بیان کیا گیا ہے اور کچھ اس کے علاوہ بھی ہیں
2290 **عن انس** :- ورجل یصلی الخ اس دعا کرنے والے سے مراد ابو العیاش زید بن ثابت زرقی ہیں رضی اللہ عنہ 27

## باب ثواب التسبیح والتحمید والتہلیل والتکبیر (الفصل الاول) 200/12

2298 **وعنہ قال** :- حبیبتان الی الرحمٰن الخ یہ خلاف ہے ثقیلتان علی اللسان کی اب یہ المحبوب کیوں ہیں یہ 18
دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جواب یہ ہے کہ ان دونوں کلموں کے اندر دو چیزیں ہیں ایک تنزیہ یعنی جو چیزیں خلاف
شان باری ہیں ان سے پاکی بیان کرنا اور دوسری چیز تحمید ہے یعنی جن صفات کا وہ مستحق ہے اس کو
2303 ثابت کرنا **عن ابی موسیٰ الاشعری** :- اس حدیث سے جہر بالتکبیر کی نفی ہو رہی ہے لیکن جمہور فرماتے ہیں 201/4
2305 کہ اگر زور سے پڑھنے کی صورت میں وساوس ختم ہوں تو جہر اولیٰ ہے **الفصل الثانی عن الزبیر** :- 10
سبحوا الخ یہ امر ہے جو انتشار کیلئے آتا ہے تو اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی انتشار اس امر سے ہوگی
2308 حالانکہ پہلے سے وہ منزہ ہے اس کا جواب ہے کہ سبحوا سے مراد اعتقدوا ہے **عن عبد اللہ بن عمرو** :- 13
اس حدیث پاک کے اندر آپ نے شکر کی نفی سے حمد کی نفی کر دی حالانکہ شکر عام ہے مورد کے اعتبار سے اور خاص
ہے متعلق کے اعتبار سے اور حمد عام ہے متعلق کے اعتبار سے اور خاص ہے مورد کے اعتبار سے اور یہاں ایک کی
نفی سے دوسرے کی نفی نہیں ہو سکتی جواب یہ ہے کہ یہاں شکر سے شکر کامل مراد ہے جو صرف زبان سے ہوتا ہے لہذا اب شکر
2315 بھی مورد کے اعتبار سے خاص ہو گیا اور اب ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی نہیں ہوگی **عن ابن مسعود** :- 202/9
اس حدیث کے اندر حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کا مقولہ نقل کیا گیا ہے جنت کے متعلق **وانھا قیعان**
یعنی جنت ایک چٹیل میدان ہے انسان دنیا کے اندر جو اعمال کرکے اسکو آباد کرتا ہے اور قرآن پاک
کی بیشمار آیات کے اندر ذکر ہے کہ جنت تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا الخ اس جیسے مضمون والی اور
دیگر احادیث بھی اور آیات قرآنیہ بھی ہیں ان سب میں دفع تعارض کیسے ہوگا؟ جواب ۱ :- یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے اندر حضرت حق جل مجدہ نے یہ مقرر کر دیا تھا کہ فلاں شخص اتنی مرتبہ سبحان اللہ اور اتنی مرتبہ
الحمد للہ وغیرہ اپنی پوری عمر میں کہیگا اسکے بقدر اللہ نے اس جنت کے اندر درخت اور پودے لگا دیئے
تو یہاں اس تقدیر کا اظہار مقصود ہے جواب ۲ :- عام طور سے باغبان جب باغیچہ لگاتا ہے تو بہت
سے پودے پہلے ہی لاکر ایک جگہ جمع کر دیتا ہے اور کو مناسب طور پر مناسب مناسب مقام میں آہستہ
آہستہ لگاتا رہتا ہے تو دوسری آیات احادیث کے اندر ان پودوں کا ذکر ہے اور جب آدمی اچھے عمل کرتا ہے تو ان
کو مناسب مقام پر اللہ تعالیٰ لگا رہے ہیں یہی اس حدیث کے اندر مراد ہے جواب ۳ :- ہر شخص کیلئے جنت میں ایک باغات والی اور ایک قیعان

# باب الاستغفار والتوبة

استغفار باب استفعال کا مصدر ہے غفر سے ماخوذ ہے جسکے معنی ڈھانکنا ہے تو چونکہ معافی کا پردہ اپنے اوپر
ڈالتا ہے اسلیے استغفار کہتے ہیں اور توبہ کے معنی رجوع کے ہیں تو بندہ اس اعتقاد کیساتھ اللہ تعالی کی طرف
رجوع کرتا ہے کہ یقینا اس گناہ کو نہیں کرونگا علامہ نووی فرماتے ہیں کہ توبہ کے اندر تین چیزیں ہوتی
ہیں معصیت سے رکنا اور اس پر ندامت اور اسکے لیے عزم کرنا کہ اس گناہ کو نہیں کریگا آگے جا کر فرماتے
ہیں اور اسکو دوبارہ کرنا اگر ایسے ہی تو بہ نہیں کرنی ہے لیکن یہ تمام باتیں حقوق اللہ کے اندر
2333 ہیں حقوق العباد اسکے مستثنی ہیں الفصل الاول عن ابی ہریرۃ ! اس حدیث کے اندر ٢٠٣/٢
حضور نے فرمایا میں سبعین مرۃ اللہ تعالی سے استغفار کرتا ہوں اس میں اختلاف ہے آپ کا قول اما
اکثر من سبعین مرۃ تحدید کیلئے ہے یا مطلق کثرت کے بیان کرنے کیلئے دونوں قول ہیں اور کثرہ بیان کرنے کی صورت
میں اکثر تفصیل کی تفسیر حضرت اغر مزنی کی حدیث ہوگی جسکے اندر سو مرتبہ کا ذکر ہے اور ایسے اندر ابن عمر کی
2324 حدیث آرہی ہے عن الاغر المزنی انہ لیغان علی قلبی تحقیق کہ پردہ ڈالدیا جاتا ہے میرے قلب ٣
اسکے معنی ہیں اور حدیث کے مطلب میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابوالفرج ابن جوزی نے اپنی کتاب کے اندر
اس حدیث کے ثبوت سے انکار کر دیا۔ لیکن دوسرے علماء نے انکی تردید کی اور کہا یہ حدیث صحیح ہے
البتہ ان لوگوں کے درمیان اسکے مطلب میں مختلف مذاہب اور اقوال ہیں ایک جماعت کہتی ہے
یہ متشابہات میں سے ہے چنانچہ شعبہ نے اصمعی سے پوچھا اس حدیث کے اندر غین سے کیا مراد ہے
انہوں نے کہا اگر کسی دوسرے کے قلب کا غین ہوتا تو میں اسکا مطلب بیان کر دیتا حضور کے قلب مبارک
کے غین کی میں کیا تفسیر کر سکتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی نے بھی اسکی تفسیر سے انکار کر دیا اور
فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال قلبیہ اور علوم لدنیہ کی طرف کسی کی نظر نہیں پہنچ سکتی ہے
دوسری جماعت اسکے معنی بیان کرتی ہے البتہ مختلف اقوال ہیں (۱) بعض کہتے ہیں یہ
ایک حالت محمودہ ہے اللہ تعالی کے سامنے اظہار عبودیت کرتے تھے (۲) بعض نے کہا اس سے اظہار
تذلل و انکساری مراد ہے (۳) علامہ           فرماتے ہیں مجھے اس حدیث سے بہت تردد
واقع ہوا تو میں نے حضور کی زیارت کی آپ نے فرمایا یہ غین الاغیار نہیں بلکہ غین الانوار ہے (۴) بعض
لوگ کہتے ہیں یہ ایک ایسی حالت ہے اسکا غیر اولی ہے یعنی چونکہ حضور بشر تھے اور کوئی بشر
لغزش سے خالی نہیں تو اس لغزش وغیرہ سے معافی مانگا کرتے تھے (۵) بعض نے کہا آپ جب
اپنی امت کے نقائص کو دیکھتے تو اپنی امت کیلئے مغفرت طلب کرتے تھے اپنے لیے نہیں وہی یہاں مراد ہے
(۶) بعض مرتبہ کام کی مشغولی کی وجہ سے ذکر الہی سے رک جاتے تھے تو اس کوتاہی سے مغفرت طلب فرماتے
(۷) اپنے قلب اطہر سے حجاب کے ازالہ کے طالب تھے مگر وہ ازالہ نہ ہوتے تو اسکا استغفار کرتے تھے (۸) امام
غزالی فرماتے ہیں حضور چونکہ روزانہ ترقی کرتے تھے تو پچھلے مرتبہ کے نقائص کو دیکھکر مغفرت طلب کرتے
تھے یہ علماء کے مختلف اقوال ہیں اس حدیث کے بارے میں۔ اب ایک اشکال اس حدیث اور ان جیسی ان تمام
احادیث پر وارد ہوتا ہے جن کے اندر حضور کے استغفار کا ذکر ہے کہ جب حضور گناہوں سے پاک منزہ مبرا تھے تو پھر
مغفرت کیوں طلب فرماتے تھے جواب یہ ہے کہ آپ کا مغفرت طلب کرنا اسباب کو مقتضی نہیں کہ آپ گناہ بھی کریں

2324 جواب ۲: یہ بطور شکر کے آپ استغفار کرتے تھے جواب ۳: یہ امت کیلئے استغفار کرتے تھے جواب ۴: یہ اعلام ٢٠٣/٣
نزول الوحی کے وقت میں جو ہر روز کی ترقی کی وجہ سے پہلے مرتبہ کے اندر نقائص معلوم ہوتے تھے اسپر استغفار فرماتے تھے

2341 **الفصل الثانی عن انس** کل بنی آدم خطاء الخ یہ اپنے عموم کی وجہ سے انبیاء کو بھی شامل ہے حالانکہ ٢٠٤/١٩
وہ معصوم ہیں اب یہاں سے عصمۃ انبیاء کا مسئلہ علماء اس کے اندر اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک قبل
النبوۃ ہر قسم کے گناہ کر سکتے ہیں لیکن محدثین کے نزدیک کبائر سے وہ پاک ہیں قبل النبوۃ اور بعد النبوۃ
البتہ قبل النبوۃ صغائر ہو سکتے ہیں محققین کے نزدیک قبل النبوۃ اور بعدہا ہر قسم کے گناہ سے پاک
ہیں خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ البتہ سہو ہو سکتا ہے یہی اصح الاقوال ہیں جب یہ تفصیل معلوم ہو گئی تو
اب اس حدیث کا جواب محققین کے قول کی بناء پر جواب ۱: یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام اس سے مخصوص ہیں
اور دلائل عصمۃ دلیل خصوص ہے اور عصمۃ کے دلائل بہت سے ہیں جن میں سے سب سے بہترین دلیل یہ ہے کہ ہم
کو ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا تو اگر ان سے خطاء کا احتمال ہوتا تو ہم اقتداء کیسے کرتے جواب ۲: یہ اس
حدیث کے اندر خطاء کا محل خلاف اولیٰ کرنے والے ہیں مجازاً اسپر خطاء کا اطلاق کر دیا جواب ۳: یہ نیز
2343 اس حدیث کا خطاب صرف امت کو ہے عن ابن عمر ۲۳: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندہ کی توبہ غرغرہ ٢٣
(موت کی اور نزع کے) وقت مقبول نہیں لیکن علماء نے بیان کیا کہ اس کا فرد اول ہے کہ اصلی توبہ یعنی ایمان
وغیرہ مقبول نہیں کیونکہ وہ ایمان بالغیب نہیں جو کہ اصل ایمان ہے بلکہ اس وقت تو تمام غائب حاضر ہو جاتے ہیں
2346 اور دوسری کی توبہ اس وقت بھی مقبول ہے عن معاویۃ لا تنقطع الہجرۃ حتی تنقطع التوبۃ الخ اس ٢٠٥/٢
معلوم ہوا کہ ہجرۃ کا انقطاع اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ توبہ کا انقطاع نہ ہو اور توبہ کا دروازہ قیامت
تک کھلا رہیگا لہذا ہجرۃ بھی قیامت تک جاری رہیگی حالانکہ حضور نے فرمایا لا ہجرۃ بعد الفتح علماء نے
جواب دیا کہ یہاں ہجرۃ سے ترک ذنوب مراد ہے لیکن علامہ طیبی اس کو رد کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ انقطاع
ہجرۃ تو متعین توبہ ہے لہذا اب جواب یہ ہوگا کہ ہجرۃ بعد الفتح کے اندر ہجرۃ سے ہجرۃ الی المدینہ مراد ہے
جو پہلے فرض تھی اور اب فرض نہیں رہی البتہ اب بھی ایسے شخص کیلئے باقی ہے جو دار الکفر کے اندر رہتا ہو
جہاں فرائض وغیرہ اور دوسرے امور ادا نہیں کر سکتا اس کیلئے ہجرۃ فرض ہے

## باب الفصل الاول ٢٠٦/٢٦

2369 **عن ابی ہریرۃ** قال رجل لم یعمل الخ یہ رجل بنو اسرائیل سے تھا ظاہر اس کے اندر جیسا کہ کفن چور تھا اب اس حدیث ٢٠٧/٧
پر اشکال ہوگا کہ اس کی مغفرت کیسے کر دی جب ارشاد نبی و حیقہ کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ اسکو اللہ
تعالیٰ کی قدرۃ پر ایمان نہیں تھا کیونکہ اس نے کہا کہ فواللہ لئن قدر اللہ علیہ الخ جواب ۱: یہ ہے کہ یہاں قدر اللہ ٩
کے اندر قدر بمعنی الضیق ہے یعنی اگر مجھ پر اللہ تعالیٰ نے تنگی کی تو عذاب دینگے جواب ۲: قدر بمعنی التقدیر
ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیا تو عذاب دینگے لہذا ان صورتوں کے اندر انکار قدرۃ نہیں پایا گیا
جواب ۳: یہ اگرچہ وہ منکر قدرۃ تھا لیکن منکر صفت کے متعلق ابن قتیبہ کی رائے ہے کہ اسپر کوئی حرج نہیں
لیکن یہ جواب ضعیف ہے جواب ۴: یہ ان کے مذہب میں کافر کی مغفرت ہو جاتی تھی یہ ابعد الاجوبۃ ہے
جواب ۵: یہ شخص انتہائی گھبراہٹ کے اندر تھا جس کی وجہ سے یہ الفاظ اس کی زبان سے نکل پڑے

2371 عن ابی هریرة اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نجات اور دخول جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر موقوف ہے حالانکہ قرآن ٢٠٧/١٣
پاک کے اندر ہے تلک الجنة التی اورثتموها بما کنتم تعملون یعنی تم لوگ جنت کے وارث ہوگے اپنے اعمال کی
وجہ سے تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال حسنہ کے ذریعہ جنت ملیگی جواب یہ ہے کہ بما کنتم تعملون کے اندر
باء سببیہ ہے یعنی اعمال سبب کا درجہ رکھتے ہیں اور رحمت خداوندی علت کے درجہ میں ہے سبب کے بعد مسبب
کا وجود ضروری نہیں اور علت کے بعد معلول ضرور پایا جائیگا جواب ٢ یہ جنت تو اللہ کی رحمت سے اور اس کے
2378 درجات کی ترقی اعمال پر موقوف ہے **الفصل الثالث** عن عبد اللہ بن عمرو ان اللہ لا یعذب من عباده ٢٠٨/٦
الا المارد اس سے معلوم ہوا کہ تعذیب صرف کفر پر مرتب ہوگی حالانکہ دوسری حدیثوں سے بھی اللہ تعالیٰ عذاب
دیگا جواب یہ ہے کہ یہاں عذاب سے عذاب دائمی مراد ہے جواب ٢ شرائع اسلام کے نزول سے قبل کا واقعہ ہے

~~[illegible]~~

## باب ما یقول عند الصباح والمساء والمنام (الفصل الاول) ١٧

2388 عن ابی هریرة اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کی حضور سے ملاقات ہوئی اور حضرت علی کی فاضل والی حدیث ٢٠٩/١٣
سے معلوم ہوا کہ حضور ان کی ملاقات نہ ہوسکی بلکہ حضرت عائشہ سے واقعہ بیان کرگئی تھیں اسلئے حضور سے عرض کیا
دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث راوی کی جانب سے مختصر ہے واقعہ یہ تھا کہ وہ
پہلے حضور کے پاس تشریف لائیں اور ملاقات نہ ہوسکی وہ حضرت عائشہ سے واقعہ بیان کرگئیں اور ان کے
بعد دوبارہ تشریف لائیں حضور نے یہ تسبیح ان کو بتلائی جسکی وجہ سے اسکا نام تسبیح فاطمی پڑ گیا اور یہ
2400 ضعف جسم کیلئے مفید ہے **الفصل الثانی** عن حذیفة اس حدیث کے اندر ہے کہ حضور سوتے وقت اپنا ٢١٠/٢٧
دست مبارک خد کے نیچے رکھتے تھے اور المرقاة میں ایک حدیث سے معلوم ہوا کہ تحت راسہ دست مبارک
رکھتے تھے جواب علماء نے دیا کہ دراصل آپ کا معمول ایسے رکھنے کا تھا کہ ہتھیلی (الکف) خد کے نیچے اور
2408 انگلیاں سر کے نیچے ہوتی تھیں عن ابی هریرة فالق الحب والنوی یہ اشارہ ہے ارزاق جسمانیہ ٢١١/٢٢
کی طرف اور منزل التوراة والانجیل الخ یہ اشارہ ارزاق روحانیہ کی طرف اسلئے دعا کے اندر صرف
تین کتابوں کا ذکر ہے زبور بھی تو کتب مشہورہ میں سے ہے اسکا ذکر کیوں نہیں۔ شیخ عبد الحق محدث
دہلوی فرماتے ہیں کہ ان کتب کو بیان کرنا مقصود ہے جن کے اندر احکام الہیہ کا ذکر ہے اور زبور کے
2415 اندر پند ونصیحت کا ذکر ہے **الفصل الثالث** عن عبد الرحمن وعلی دین نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ علامہ ٢١٢/١٩
ابن قیم فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث کو مشکل سمجھا کہ حضور نے اپنی دعا کے اندر یہ جملہ کیسے استعمال
کیا لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ افراد انسانی کی حیثیت سے حضور نے یہ فرمایا اور اسکی اتباع سے آپ پر واجب ہے
کہ آپ اپنی نبوت پر اور رسالت پر ایمان لائیں جیسا کہ عام لوگ ہوتے ہیں۔

## باب الدعوات (الفصل الاول) ٢١

2416 عن ابن عباس لم یضره شیطان ابدا اس سے مراد ہے کہ دنیا کے اندر شیطان اسکو ضرر نہ پہنچائیگا ٢١٣/٢٢
(٢) بعض لوگوں نے کہا کہ بدن کو کوئی ضرر نہ پہنچائیگا (٣) دین کے اندر کوئی اسکو ضرر نہ دے سکیگا لیکن محقق
نے اس تیسرے مطلب کی نفی اسلئے کر دی کہ یہ عصمت کو مقتضی ہے حالانکہ معصوم صرف انبیاء کرام ہیں

2416 لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ انبیاء کی عصمت قبولی ہے اور یہ غلطی از قبیل جوازہ ہے کبھی پائی جاتی ہے ٢١٢/٢٢
اور ممکن ہے کہ اسکے خلاف بھی ہو جائے ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد دعا وسوسہ کی نفی ہے اور وہ چونکہ واقع
ہو جاتا ہے اس لئے نفی کر دی لیکن یہ مطلب بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے جسکے اندر کہ سوائے
حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے اور کوئی نہیں بچ سکتا ۔ بعض نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسکی عادت کے
2418 ساتھ وطی کرنے کے اندر وہ شریک نہیں ہوتا اس دعا کی برکت سے [٢١٣/٢٦] عن سلیمان بن صرد اني لعلمت کلمة ٢٦
یہ جملہ حضور کے قول کے اس شخص نے کیسے کہا جواب یہ ہے کہ یہ نو مسلم تھا اور ادب سے واقف نہیں تھا اسلئے کہہ دیا
جواب ۲ وہ دیہاتی تھا عقل سے غیر متعلق تھا جواب ۳ یہ منافق تھا شرارت کی وجہ سے کہہ دیا جواب ۴ غصہ کا غلبہ تھا
2421 [٢١٣/١٠] عن عبد الله بن سرجس والحور بعد الکور الخ اسکے تین مطلب ہیں (۱) طاعت سے معصیت کی طرف پھر جانا ١٠
(۲) ایمان سے کفر کی طرف لوٹ جانا (۳) زیادتی سے نقصان کی طرف لوٹنا

## باب الاستعاذة
(الفصل الاول)

2459 [٢١٦/٢١] عن عائشة ومن شر فتنة الغنی غنی کا فتنہ یہ ہے کہ معاصی کے اندر مال کو خرچ کرے ۔ مال کی وجہ سے تکبر کرے ٢١٦/١٧
2460 اسراف کرے ۔ غیر محل میں خرچ کرے [٢١٦/٢٥] عن زید بن ارقم انت خیر من زکاها الخ اسکے معنی ہیں آپ یا اللہ ٢٠
تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی تزکیہ کرنے والا ہے کیونکہ خیر اسم تفضیل ہے جو مفضل اور مفضل علیہ کے اندر نفس فضیلت ٢٥
کا مقتضی ہے لہذا نفس تزکیہ غیر اللہ کے اندر بھی پایا جاتا ہے حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے جواب ۱ یہ ہے کہ
تزکیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تخلیق وتکوین کے اعتبار سے ہے اور غیر اللہ کی طرف ارادہ کے اعتبار سے ہے
جواب ۲ مخاطب ہی کی نفس فضیلت بیان کرنے کیلئے کبھی کبھی یہ کلام مستعمل ہوتا ہے

### الفصل الثانی

2464 [٢١٧/٥] عن ابی هریرة من علم لا ینفع یہاں پر علم عام ہے ایسے ہی نفع دنیا اور دین دونوں کے اعتبار سے ہے لہذا اگر ٢١٧/٥
کوئی شخص انگریزی اس نیت سے پڑھتا ہے کہ دین کی اشاعت کروں گا حالانکہ انگریزی میں تو شاید
کچھ نفع ہو مگر عام طور سے اسکا ضرر ضرور ہوتا ہے لہذا اجتناب اولی ہے اسی وجہ سے ہمارے اکابر منع
2473 فرماتے ہیں من دعاء لا یسمع یعنی وہ دعا جو مقبول نہ ہو ۔ یا وہ دعا جس سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو [٢١٧/١٦] عن ابی الیسر
اس حدیث پاک کے اندر ھدم ۔ غرق ۔ حرق سے پناہ مانگی گئی ہے حالانکہ اس سے پہلے حدیث کے اندر ان لوگوں ١٦
کو شہید قرار دیا گیا تو گویا شہادت سے پناہ مانگی گئی اور ایسا ممتنع ہے لہذا یہ کہا جائیگا کہ ان
امور کا سبب شہادت ہونا ثواب کے اعتبار سے فرمایا اور چونکہ اچانک موت کی وجہ سے عام طور پر وہ لوگوں کے
حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہ جاتا ہے تو اس اعتبار سے پناہ چاہی تاکہ لوگوں کے حقوق باقی نہ رہیں

2481 الفصل الثالث [٢١٨/٨] عن ابی سعید اس حدیث کے پہلے حصے کے اندر کفر اور فقر دونوں اور دوسرے حصے کے اندر ٢١٨/٨
کفر وفقر سے پناہ مانگی گئی اور دونوں کو برابر فرمایا اسلئے کہ دونوں کذب بیانی ۔ خیانت وغیرہ کے اندر
اوصاف میں برابر ہے ایسے ہی فقیر اول سرقہ وغیرہ اور کافر کذب وغیرہ کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے
اور یہی اوصاف کافر ہیں کے اندر بھی پائے جاتے ہیں اسلئے دونوں کو برابر کہا گیا ۔ ١١

## باب جامع الدعاء
(الفصل الاول)

2484 [٢١٨/١٤] عن عبد الله بن مسعود اس حدیث کے اندر حضور نے غنی کا سوال کیا ہے حالانکہ دوسری حدیث کے اندر آتا ہے کہ ١٤

2484 دعا فرمائی ہے اللھم احشرنی فی زمرۃ المساکین اور اس قسم کی اور دعائیں منقول ہیں تو بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے ٢١٧ / ١٧
کہ فقر کی تعریف فرما رہے ہیں تو دونوں حدیثوں کے اندر تعارض ہو گیا جواب ۱: یہ ہے کہ یہاں غنی سے مراد غنی قلب
مراد ہے اور دوسری حدیث کے اندر مسکنت سے ظاہری فقر مراد ہے جواب ۲: پہلے جواب کا عکس ہے
2485 کہ غنی سے ظاہری غنی مراد ہے اور فقر و مسکنت سے مسکنت معنوی یعنی تواضع وغیرہ مراد ہے عن علی
اللھم اھدنی وسددنی الخ مقصود اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ حضور نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم یہ دعا مانگو اے اللہ ١٩
مجھکو ھدایت دے اور سیدھا کر دے اور آگے چلکر فرمایا کہ ھدایت سے مراد اپنے ذھن کے اندر ھدایت والی
کا تصور کیا کرو اور وسددنی کہتے وقت اپنے دل میں یہ تصور کیا کرو کہ تمہارا سداد تیر کے اندر ہو جائے جتنا
تیر کے اندر ہوتا ہے حضرت سہارنپوری اپنے شیخ حضرت گنگوہی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث
کے اندر دلیل ہے کہ مرید اپنے شیخ کا تصور جائز ہے لیکن عقائد کے فساد اور زمانہ کی خرابی کی وجہ سے
2488 اس کو منع کر دیا گیا **الفصل الثانی عن ابن عباس**: واسلل سخیمۃ صدری الخ سخیمۃ کے معنی کینہ کے
ہیں اس حدیث سے سمجھ میں آیا کہ حضور نے مطلقاً کینہ کے نکالنے کی دعا فرمائی حالانکہ کفار سے کینہ مطلوب ہے ٢٢
جواب یہ ہے کہ شان نبوۃ قرینہ ہے کہ یہاں مطلقاً کینہ مراد نہیں بلکہ مسلمانوں سے کینہ مراد ہے **الفصل**
2495 **الثالث عن عثمان بن حنیف**: اتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ احیاء کے ذریعہ اور ان کے ٢١٩ / ٢٠
وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہے بالاتفاق - اس میں اختلاف ہے کہ حضور سے توسل جائز ہے یا نہیں
غیر مقلدین انکار کرتے ہیں لیکن جائز ہے چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض
کیا کہ ~~حضور سے برابر ایک تکلیف ہے~~ حضرت عثمان غنی سے مجھے ایک ضرورت ہے آپ سفارش کر دیجئے تو انہوں
نے یہ دعا ان کو سکھا دی اور حضور کا انتقال ہو چکا تھا جس سے معلوم ہوا کہ توسل بالاموات بھی جائز ہے
امام طبرانی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے - توسل بالاموات کی تین صورتیں ہیں -
(۱) ان کی قبور سے سوال کیا جائے اور خود ان اموات سے سوال کیا جائے قبور پرستی اور قبر پرستی
حرام ہونے والوں کے نزدیک جائز ہے اور جمہور کے نزدیک اس قسم کا توسل جائز نہیں ہے (۲) ان اموات
کے توسل سے اللہ تعالی سے دعا کی جائے اس کے اندر کوئی اشکال نہیں بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ اس
حدیث سے ثابت ہوا - ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں قحط پڑا تو حضرت عمر نے
حضور کے وسیلہ سے دعا کرائی (۳) صورت یہ ہے کہ میت سے کہے کہ تم میرے لئے اللہ تعالی سے دعا کر دو یہ
توسل انبیاء کیلئے جائز ہے اور غیر انبیاء سے ان لوگوں کے نزدیک جائز ہے جو سماع موتی کے قائل ہیں
اور جو قائل نہیں ان کے نزدیک یہ محال شی ہے اس لئے عبث ہے دوسری حدیث کے اندر ہے کہ اللھم فشفعہ فی
امام بیہقی نے دعوات کبیر کے اندر نقل کیا ہے کہ جب وہ نماز سے اور دعا سے فارغ ہو کر اٹھا تو صحت یاب ہو چکا
2496 تھا اور مرض بالکل زائل ہو چکا تھا **عن ابی الدرداء**: اس حدیث کے اندر آپ نے فرمایا حضرت
داؤد علیہ السلام کے متعلق کہ کان اعبد البشر اس سے حضور پر بھی فضیلت معلوم ہوئی حالانکہ انبیاء کے ٢٦
جواب یہ ہے کہ اعبد البشر سے مراد فی عصرہ ہے یا بغیر زمانے کے اعتبار سے وہ اعبد البشر ہیں۔

# کتاب المناسک

مناسک منسک کی جمع ہے عبادت گاہ کے معنی میں ہے نسک سے ماخوذ ہے بمعنی العبادۃ اور یہاں عبادۃ ۲۲۰/۲۷
خاص یعنی حج مراد ہے مصنف نے کتاب الایمان، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم کے بعد اب حج کو ذکر کیا کیونکہ
یہ عبادات بدنیہ محضہ ہیں یا مالیات محضہ ہیں اور حج عبادت مرکبہ ہے اور مفرد کو تقدم طبعی حاصل ہے
لہٰذا وضعاً اور ذکراً بھی حج پر مقدم کیا دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز ہر دن کے اندر پانچ بار ہے، زکوٰۃ حولان حول
کے وقت اور صوم ہر سال میں ایک مرتبہ فرض ہے اور حج پوری عمر میں صرف ایک بار ہے تو چونکہ سبب
قلت ہے وقوع کے اعتبار سے اسلئے آخر میں ذکر فرمایا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ عبادات من باب العشق
ہیں اور عشق کا آخری نتیجہ اور منتہی یہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کے در پر جا پڑے اسکے مکانات کا چکر
لگانا اور حاضری کی نذر اپنی سنانا اسکا کام بن جاتا ہے اور یہی حال حج کی عبادت کے اندر ہے
رہی مشروعیت کے اندر اختلاف ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ قبل الہجرۃ اسکی فرضیت ہوئی ہے ان کا یہ قول
بھی صحیح نہیں ہے بلکہ راجح اور صحیح یہ ہے کہ بعد الہجرۃ فرض ہوئی البتہ سن مشروعیت میں چند قول ہیں سنہ ۵ھ
سنہ ۶ھ یہی جمہور کا قول ہے سنہ ۷ھ، سنہ ۸ھ، سنہ ۹ھ اور ایک قول ہے کہ سنہ ۹ھ یا سنہ ۱۰ھ اور بعض کے نزدیک سنہ ۱۰ھ
میں ہوا لیکن یہ قول ضعیف ہے اب اعتراض ہوا کہ جب جمہور کے نزدیک سنہ ۶ھ کے اندر فرض ہوا تو حضور نے
سنہ ۱۰ھ میں اتنی تاخیر سے حج کیوں فرمایا؟ جواب ۱: یہ بیان کرتے ہیں کہ حج علی الفور واجب نہیں ہے جواب ۲: آپ
تشریف لے گئے تھے لیکن چونکہ آپ کو حدیبیہ کے اندر روک دیا گیا اور فتح مکہ ہوا نہیں تھا جس کی وجہ سے آپ
نہ جا سکے جب آپ رمضان میں ہوا فتح مکہ تو ۸ھ میں ہو گیا تھا پھر دو سال کی تاخیر کیوں فرمائی؟
جواب ۳: یہ ہے کہ چونکہ اس سال نسیئی واقع ہوئی تھی اسلئے ۹ھ کے اندر نہیں گئے جاتا یا نسیئی کہتے
ہیں کہ قریش کے یہاں اشہر حرم کے اندر لڑائی حرام تھی اور جس میں وہ لڑائی نہیں کرتے تھے لیکن اگر
اتفاق سے لڑائی پہلے سے جاری ہوتی تو وہ مہینہ بدل دیتے مثلاً کہتے ہیں کہ ابھی محرم کا مہینہ نہیں
آیا بلکہ صفر کا مہینہ ہے اگلا محرم ہوگا ایسے ہی دوسرے ماہ کے اندر وہ تغیر کرتے تھے تو اس
سال انہوں نے ایسے ہی کیا تھا اور حج کا ماہ بجائے ذی الحجہ کے انہوں نے ذی قعدہ کو ذی الحجہ کہا کر اس سال
اس مہینے کے اندر حج کیا تھا تو اگر آپ اس سال حج کرتے تو غیر اوان کے اندر ہوتا اور اگر ذی الحجہ کے اندر
کرتے تو کفار کہتے کہ آپ نے غیر اوان کے اندر حج کیا اسلئے آپ نہیں گئے۔ علامہ ابن قیم اس جواب
پر راضی نہیں بلکہ وہ جواب ۴ دیتے ہیں کہ چونکہ فتح مکہ کے بعد بہت سے احکامات اور اعلانات
کا آپ کو اجراء کرنا تھا اسلئے آپ رکے رہے تاکہ تمام کام مکمل ہونے کے بعد حج کر سکیں۔

2505 **الفصل الاول عن ابی ھریرۃ** ؓ: اس حدیث پاک کے اندر آپ نے فرمایا ذرونی ما ترکتکم الخ یہ آپ نے ۲۷
کیوں فرمایا اسکے اندر علماء کی آراء مختلف ہیں (۱) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ چونکہ کثرت سوال دوسرے
لوگوں کیلئے مشقت اور تحریم اشیاء کا سبب بنتا ہے اسلئے آپ نے سوال سے روک دیا (۲) کبھی
سائل کی طبیعت کے خلاف ہوتا ہے سوال کا جواب۔ اسلئے فرمایا (۳) بکثرت سوال کے اندر
2506 ایذاء نبی تھی اسلئے منع فرما دیا **وعنہ قال**: اس حدیث کے اندر اول مرتبہ اسلام کا اور ۲۲۱/۳
ثانی مرتبہ جہاد کا اسلئے رکھا کہ آدمی خود ایمان کے ذریعہ اپنے کو پاک کرکے جہاد کے ذریعہ اعلاء کلمۃ اللہ

2506 اور بد ویسے لوگوں کا تذکرہ نفوس کرتا ہے تیسرا درجہ حج مبرور کا ہے اس کے مصداق میں علماء کے چند اقوال ہیں ۲۲۱/۳
(۱) ایسا حج جس کے بعد معصیت نہ ہو (۲) ما لا فسوق فیہ ولا جدال ولا رفث (۳) ما لا ریاء فیہ
(۴) الحج المتقبل (۵) ابن مسعود سے مروی ہے کہ حضور سے حج مبرور کی تفسیر معلوم کی گئی تو آپ نے فرمایا
2508 افشاء السلام و اطعام الطعام۔ **وعنہ قال:** العمرة الی العمرة کفارة الخ اس حدیث سے معلوم ہوا ۶
کہ کفارہ ذنوب کے لیے آدمی کو خوب عمرہ کرنا چاہیے چنانچہ یہ جمہور کے نزدیک مستحب ہے حسن بصری۔
2509 امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک سال کے اندر دو عمرے کرنا مکروہ ہے۔ **عن ابن عباسؓ:** تعدل حجۃ ۷
یعنی ثواب کے اندر دونوں برابر ہیں یہ مطلب نہیں کہ رمضان کے اندر عمرہ کر لینے سے حج ساقط ہو جاتا ہے
رمضان ہوا جب ایک حج کے برابر ثواب ملتا ہے تو حضور نے عمرہ رمضان کے اندر کیوں نہیں فرمایا
بلکہ آپ نے تمام عمرے غیر رمضان یعنی اشہر حرم کے اندر ہی ادا فرمائے یہ بیان جواز کے لیے آپ نے یہ فرمایا
اب کے لیے اشہر حرم کے اندر ہی افضل ہے کیونکہ وہاں آپ نے ابطال عقیدہ کے لیے اشہر حرم کے اندر عمرہ
2510 فرمایا کیونکہ قریش زمانہ جاہلیت کے اندر اشہر حرام میں عمرہ کو موجب ثواب نہیں سمجھتے تھے۔ **وعنہ**
الصغیر احج الخ کیا اس بچہ کے لیے بھی حج ہے یہ بچہ شیر خوار یا اس عمر کا تھا چنانچہ مسلم کے اندر ہے ۸
کہ فرفعت امرأۃ صبیا لہا الخ اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ بچہ ~~[illegible]~~ کا حج و احرام
صحیح ہے یا نہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ احرام نفل اور نفلی حج صحیح ہے بعض نے حنفیہ کی طرف منسوب کر دیا کہ بچہ کا
نفلی حج صحیح نہیں ہے لیکن یہ غلط ہے البتہ ایک اور مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ بچہ پر جنایات کی وجہ سے فدیہ اور
دم وغیرہ واجب ہوتا ہے یا نہیں حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بعض صورتوں میں
فدیہ نہیں اور بعض صورتوں کے اندر فدیہ ہے تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ بچہ کا حج نفل اس کے حجۃ الاسلام
کے لیے کافی ہے یا نہیں۔ ابن بزیزہ نے داؤد ظاہری سے نقل کیا ہے کہ کافی ہے اور جمہور سے نقل کیا ہے کہ کافی
نہیں ہے ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ابن بزیزہ کا مطلقاً کہنا صحیح نہیں بلکہ داؤد ظاہری کے نزدیک غلام کا
حج بلا اجازت مولی کے کافی ہے اور بچہ کا حج عدم خطاب کی وجہ سے کافی نہیں اور جمہور کے نزدیک دونوں
کے لیے کافی نہیں ہے۔ **وعنہ قال:** ان امرأۃ من خثعم الخ اس مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف ہے کہ اگر
2511 ایک شخص مالک نصاب ہو اور سفر حج کے بقدر مال ہے لیکن وہ معذور ہے راحلہ وغیرہ پر قادر نہیں تو ۱۰
اس پر حج فرض ہے یا نہیں۔ امام شافعی امام احمد ابو حسن نے امام صاحب سے نقل کیا ہے اور صاحبین کی
ظاہر روایت یہ ہے کہ اس پر حج فرض ہے امام صاحب کی دوسری روایت ہے کہ اس پر حج فرض نہیں ہے یہی
امام مالک کا مذہب ہے امام شافعی وغیرہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ
اس پر فرض نہیں وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس رجل کے فضائل میں سے ہے جواب نمبر ۲ یہ کہ
قبیلہ خثعمیہ کے فضائل میں سے ہے جواب نمبر ۳ یہ۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ حدیث سے یہ کہیں
معلوم ہوا کہ اس بوڑھے پر حج فرض تھا لیکن حافظ نے ان کا تعاقب کیا اور فرمایا کہ ایک
روایت کے اندر ہے کہ الحج علیہ اور یہ کلام موقع فرضیت کے اندر مستعمل ہوتا ہے
2512 **وعنہ قال:** اس مسئلہ کے اندر اتفاق ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو حج کرانا فرض ہے ۱۱

2512 اور اگر وصیت نہیں کی تو اسکے اندر اختلاف ہے امام شافعی حسن بصری امام احمد طاؤس کے نزدیک ولی ۲۲۱/۱۱
کیلئے ضروری ہے اسکی جانب سے حج کرائے۔ امام صاحب امام مالک فرماتے ہیں اگر [illegible] ضروری نہیں ہے
اور اس حدیث سے وجوب پر استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسکا مطلب ہے اسکے لائق ہے
کہ وہ کرا دے ضروری نہیں ہے دوسرا مسئلہ ہے کہ عورت مرد کی طرف سے نیابت کر سکتی ہے یا نہیں جمہور کے
نزدیک کر سکتی ہے حسن بن صالح کے نزدیک نہیں کر سکتی اسکے علاوہ جو صورتیں ہیں اور عورت کی
2513 طرف سے یا مرد مرد کی طرف سے یا عورت عورت کی طرف سے یہ سب صورتیں جائز ہیں وعنہ (۲۲۱/۱۳) ۱۳
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کا سر ڈھانپنا ضروری ہے چنانچہ حسن بصری ابراہیم نخعی اسحاق بن راہویہ ابن المنذر
امام صاحب امام احمد کی ایک روایت محمول ہے کہ ضروری ہے۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں یہ اچھا مذہب ہے
امام شافعی اور امام مالک کے یہاں ضروری نہیں ہے۔ ابن سیرین امام اوزاعی کے نزدیک جائز ہے
2515 یہ حدیث ان کا استدلال ہے عن ابی ھریرۃ (۲۲۱/۱۶) اس حدیث سے معلوم ہوا ایک دن ایک رات کا بغیر ۱۶
محرم کے جائز نہیں ہے اس حدیث کے اندر دو چیزیں ہیں (۱) ایک دن ایک رات کا سفر کرنا (۲) بغیر
محرم کے سفر کرنا دوسری چیز کے اندر تو مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں اور پہلی چیز کے اندر [illegible]
یہ ہے کہ تین دن تین رات کا سفر جائز نہیں اور اس سے کم کا سفر جائز ہے در اصل روایات کے اندر
اختلاف ہے ابن ہمام نے [illegible] امام صاحب کی ایک روایت عدم جواز کی
بھی ہے لیکن چونکہ مذہب جواز کا ہے لہذا اگر کوئی عورت اجازت مانگے تو شوہر کو منع نہ کرنا چاہئے
2516 عن ابن عباس (۲۲۱/۱۹) مکہ مکرمہ چونکہ موضع حرم ہے تو حضرت نے اسکے گرد میقات مقرر کی ہے یلملم کا اندر ۱۷
دوسرا الفاظ ہے [illegible] جائز ہے ومن اتی علیھن من غیر اھلھن
ان میقات کا [illegible] تو وجہ ان میقاتوں سے
کسی پر گزر [illegible] تو وہی اسکی میقات ہے مثلاً اہل شام کی میقات جحفہ ہے اور مدینہ والوں
کی میقات ذوالحلیفہ ہے تو اگر اب کوئی شامی مدینہ کے اندر آئے تو اب وہ کس میقات [illegible]
مسئلہ ہے اسکے اندر اختلاف ہے کیونکہ راستہ کے اندر اسکی اپنی میقات جحفہ بھی آئیگا اور
مدینہ والوں کی میقات بھی آئیگی امام شافعی امام احمد اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں احرام
جحفہ سے نہ باندھے بلکہ ذوالحلیفہ سے باندھے امام مالک امام صاحب کے نزدیک اولیٰ ذوالحلیفہ
سے باندھنا ہے جحفہ سے بھی جائز ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ایک اہل میقات
دوسری میقات سے بھی احرام باندھ سکتا ہے یا نہیں حنفیہ کے نزدیک اس کا احرام جائز ہے
2518 اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے عن انس (۲۲۱/۲۲) اعتمر اربع عمر [illegible] ۲۲
چار عمرے کیے دوسری حدیث حضرت جابر کی اسکے خلاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے [illegible]
دو عمرے فرمائے اور ایک روایت ہے تین عمروں کا ذکر ہے صحیح یہ ہے کہ جس نے دو کا ذکر کیا
[illegible] حج والے عمرہ کو شمار نہیں کیا وہ حج کے تابع تھا اور جو [illegible]

2518 نہیں ہوا تھا اور جن لوگوں نے تمتع کا ذکر کیا انہوں نے حج اور عمرہ کو شروع کر دیا کیونکہ وہ روایت کے اندر ٢٢١/٢٢
2521 ہوا تھا یا اس حدیث میں عمرہ کو ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ مکمل نہیں ہوا تھا الفصل الثانی عن علیؓ: اس ٢٢٢/٢
اس حدیث پاک کے اندر اس شخص کو جو زاد و راحلہ کا مالک ہو اور حج پہ بغیر جائے اسکو یہودی
اور نصرانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ حج کا اعتقاد رکھتا ہوگا یا نہیں اگر نہیں تو وہ
کافر ہے اور ان جیسا ہے اور اگر اعتقاد حج رکھتا ہے تو عملی طور پر ان کے مشابہ ہے سبیلاً
اسکی تفسیر کے اندر علماء کے مختلف قول ہیں (۱) علامہ زرکشی نے شرح الکبیر کے اندر لکھا ہے کہ
سبیل سے مراد امکان الوصول ہے لہذا اگر کسی اندھے کو کوئی قائد مل جائے اور پہنچنا
ممکن ہو تو اس اندھے پر بھی حج فرض ہے جمہور ائمہ کے نزدیک اسکی تفسیر زاد و راحلہ کیساتھ
ہے چنانچہ ایک روایت کے اندر ہے حضور ﷺ سے اسکی تفسیر معلوم کی گئی تو آپ ﷺ نے الزاد والراحلۃ
2522 عن ابن عباسؓ: صرورۃ اسکی تفسیر (۱) جس نے نکاح کو چھوڑ دیا (۲) جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا ہو ٥
2523 وعنہ: اس حدیث سے معلوم ہوا حج کے اندر تعجیل کرنی چاہئے اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ ٦
حج علی الفور واجب ہے یا نہیں امام مالکؒ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ علی الفور واجب ہے یہی اصح الروایتین ہے
امام صاحب کی دوسرا قول امام محمدؒ کا یہ ہے کہ تراخی کیساتھ واجب ہے اسی کو امام شافعیؒ اور امام محمدؒ نے
اختیار کیا امام صاحب کا مستدل اس حدیث سے ہے جو ہم نے کہا ہے یہ استحباب پر محمول ہے
2528 عن ابی رزینؓ: اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے عمرہ کا کیا حکم ہے امام شعبی سفیان ثوری اور ١٣
اسحاق بن راہویہ امام شافعی امام احمد کی اصح الروایتین یہ ہے کہ عمرہ فرض ہے امام صاحب حنفیہ
ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ واجب ہے وقیل انہا سنۃ معناہ ثبت بالسنۃ فاقتضاہ عدم وجوب کی طرف
کی ہے صاحب ہدایہ کا مختار یہ ہے کہ سنت ہے علامہ شوکانی نے اسکو اپنی تفسیر کے اندر اختیار کیا ×
امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے بعض حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک
تطوع ہے مالکیہ سے بھی ایک روایت تطوع کی نقل کی گئی ہے لیکن یہ غلط ہے بلکہ ان کے نزدیک سنت
ہے بلکہ بعض مالکیہ مثلاً ابن حبیب ابن الجہم وغیرہ کے نزدیک تو واجب ہے لیکن ان کے جمہور کے
نزدیک سنت ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ عمرہ فرض ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہمارا
ایک روایت کی بناء پر تو وجوب کی ثبوت نہیں ہوتا دوسری روایت کی بناء پر ہمارا استدلال ترمذی کی
2529 ایک روایت سے ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ عمرہ فرض ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں عن ابن عباسؓ
رجلاً یقول لبیک عن شبرمۃ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس رجل کا نام نبیشہ ہے اس مسئلے کے اندر ١٥
اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا حج نہیں کیا تو وہ دوسرے کا حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟ امام شافعی
امام احمد امام اوزاعی کے نزدیک دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا امام مالک امام صاحب اور
امام احمد کی ایک روایت سفیان ثوری کے نزدیک صحیح ہے ابو بکر بن عبد العزیز کہتے ہیں کہ اسکا
احرام باطل ہے جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں وہ ابن عباس کی حدیث الاحرام فی الکلام سے مستدل

2529 گزرتے ہیں یہ عمرہ والی تفسیر جیسا کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے حج کرے اور ایسا حج ابھی کیا نہ ہو اور دوسرا ۲۲۲/۱۵
رشتہ دار ان کو لے کر جائیں گے اس حدیث سے پہلے اول حدیث کا جواب ہے یہ وہ محتمل ہے عمرہ کا دوسرا معنی بھی
آتے ہیں اور اس حدیث کا جواب جیسا کہ پہلے روایات مطلق ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ حج
2531 مکروہ ہے بعض کے نزدیک کراہت تنزیہی اور بعض کے نزدیک کراہت تحریمی ہے۔ عن[۲۲۲/۱۸] عائشة: ۱۸
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے اہل عراق کے لئے میقات کو مقرر کیا اور اس سے پہلے حضرت جابر کی حدیث
سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضور نے توقیت میقات کی ہے لیکن بخاری شریف کے اندر ہے کہ حضرت عمر کے زمانے
میں جب بصرہ اور کوفہ فتح ہوا اور وہاں کے لوگوں نے حج کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر سے دریافت کیا تو
انہوں نے ذات عرق کو ان کی میقات مقرر کر دیا۔ اب ان دونوں روایت کے اندر اختلاف کی وجہ
سے علماء کے اندر دو فریق ہو گئے ایک ترجیح دینے والے ان میں علامہ طیبی ہیں وہ فرماتے ہیں یہ
جمہور کے نزدیک یہ توقیت حضور کی طرف سے ہے اسی کو امام رافعی نے نووی نے۔ امام شافعی نے کتاب الام
کے اندر ایسے ہی جمہور مالکیہ حنابلہ شافعیہ علامہ نووی نے شرح مہذب کے اندر تحریر فرمایا حضور نے
یہ توقیت کی ہے حافظ ذہبی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ صحیح غریب ہے لہذا حضور ہی کی طرف
سے اور عمر کی توقیت کا مطلب یہ ہے کہ مشہور حضرت عمر کے زمانے میں ہوئی۔ بعض نے کہا کہ حضرت
عمر کی توقیت ہے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور سے ان کو علم نہ ہوا ہو اب یہ کہ اس حدیث سے پہلے
کی حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کے لئے عقیق ہے دونوں حدیثوں کے اندر تعارض ہے بعض نے کہا کہ دونوں
ایک جگہ ہیں پہلے پہل عقیق اور پھر ذات عرق واقع ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ وہ لوگ جو عقیق کے
2532 اندر تھے بعد میں ذات عرق کی طرف منتقل ہو گئے۔ عن[۲۲۳/۹] ام سلمة: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مواقیت ۱۹
سے پہلے احرام باندھ سکتا ہے اس کے اندر اختلاف ہے داؤد ظاہری ابن حزم کے نزدیک جائز نہیں ہے
جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ مالکیہ حنابلہ کے یہاں اولیٰ یہی ہے کہ مواقیت سے باندھے اور حنفیہ شافعیہ
کے یہاں مواقیت سے پہلے افضل ہے یہ حدیث ان کا استدلال ہے۔

## ص ۲۲۳ باب الاحرام والتلبية (الفصل الاول) ۲۲۳/۶

احرام کے بارے میں مالکیہ کے نزدیک رکن ہے یا شرط ہے یا واجب ہے ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک رکن ہے اور احناف
حنفیہ کے نزدیک شرط ہے دوسری چیز تلبیہ ہے یہ تفعلہ کے وزن پر باب تفعیل کا مصدر ہے
اس کے حکم میں اختلاف ہے امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سنت ہے۔ ابن ابی ہریرہ اور بعض علماء
مالکیہ نے شافعیہ سے نقل کیا ہے کہ واجب ہے اور دم واجب ہوگا اگر ترک کر دیا اسی کو ابن قدامہ نے
مالکیہ سے بھی یہ قول نقل کیا ہے امام مالک سے بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے ابن ابی ہریرہ کہتے ہیں امام
شافعی سے اس بارے کے اندر نص پایا گیا ہے تیسرا قول حنفیہ کے بارے میں ہے کہ واجب ہے لیکن
ایک چیز اور ہے کہ جو قائم مقام ہو جائے تو جو اس کے قائم مقام ہو سکتی ہے ابن شاہ
نے اپنا کلام اس کے بارے میں ... احناف کے نزدیک بھی ابن عبدالبر امام مالک نے نقل کیا ہے کہ تلبیہ فرض

2540 عن عائشۃ: اس مسئلہ کے اندر اتفاق ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے البتہ اس خوشبو کے اندر ٢٢٣/٦
اختلاف ہے جس کا جرم احرام کے بعد باقی رہے امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً نہیں لگا سکتا ورنہ دم واجب ہے امام احمدؒ
2541 سے کراہت نقل کی گئی ہے جمہور کے نزدیک جائز ہے اور یہ حدیث دلیل ہے۔ عن ابن عمرؓ: یہل ملبداً القول ٨
تلبید کے مشتق ابن الملکؒ فرماتے ہیں کہ گوند وغیرہ کے ذریعہ بالوں کو جمانا تاکہ منتشر نہ ہو یہ تلبید ہے کے نزدیک جائز ہے
حنفیہ کے نزدیک تلبیہ مسنون و واجب ہوگا اور یہاں تلبیہ چونکہ تمام سر کو ڈھانپ لیتی ہے اس لیے جائز ہے جو معروف کلمات
ہیں ہے لبیک ... یہ تلبیہ دائمی کی اجابت ہے لیکن اس کے اندر اختلاف ہے کہ داعی کون ہے بعض کے نزدیک
رب تعالیٰ ہے بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض نے کہا کہ داعی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ان کی
حدیث ہے اور کسی نے اختیار کیا ان الحمد والنعمۃ والملک الخ ان کو امام محمدؒ کے ہاں بالکسر
اور امام شافعیؒ کے یہاں بالفتح پڑھا جائیگا صاحب ہدایہ فرماتے ہیں چونکہ یہ استقلال کلام کیلئے ہوتا ہے
علامہ نوویؒ نے بھی بالکسر کو راجح قرار دیا حافظ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کے قول سے معلوم ہوتا ہے
زمخشری نے جو امام شافعیؒ بالفتح کا قول نقل کیا ہے وہ محل کلام ہے لیکن یہ مجرد تعبیر کے طور پر نکلتی ہے
کہ علامہ نوویؒ نے اپنی رائے بیان فرمائی ہو لہذا یہ محل ہو الا الکلمات اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ
ان کلمات پر زیادتی جائز ہے یا نہیں امام صاحبؒ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ زیادتی جائز ہے امام شافعیؒ کے نزدیک
اولیٰ ہے عدم زیادت ہے اور زیادتی کرتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے
2542 وعنہ قال: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ذوالحلیفہ کی مسجد کے پاس احرام باندھا مگر روایات کے ١٠
اندر اختلاف کی وجہ سے اس مسئلہ کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جب سواری
تیار ہو جائے تو اس وقت احرام باندھے امام شافعیؒ بھی یہی فرماتے ہیں البتہ وہ فرماتے ہیں کہ جب آگے
چلنے کے وقت باندھے امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ذوالحلیفہ کی مسجد کے اندر احرام باندھے امام احمدؒ
فرماتے ہیں کہ مقام بیداء سے احرام باندھے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جس جگہ چاہے باندھے
دوسری روایت امام احمدؒ کی امام صاحبؒ کے موافق ہے چونکہ روایات مختلف ہیں جو حضرات والوں نے
جس جگہ کچھ سنا وہیں نقل کر دیا جب مسجد سے آپؐ احرام باندھا تو جن لوگوں نے وہاں دیکھا اسی جگہ
سے نقل کر دیا اور جب مسجد سے باہر نکلا اور چلے اور جب آپؐ نے تلبیہ پڑھا تو لوگوں نے سمجھا کہ اسی
جگہ سے احرام باندھا جب مقام بیداء پر پہنچے تو اس وقت بھی آپؐ نے تلبیہ پڑھا تو وہاں والوں نے
سمجھا کہ اس مقام سے احرام باندھا ہے چنانچہ اس میں کی ایک روایت جو اس کی وجہ ہے محقق ابن
2545 قدامہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن مستقل ہے اور اگر مستقل ہوتا تو پھر بھی جمع ہوتا عن عائشۃ: ١٣
حج کی تین قسمیں ہیں افراد، تمتع، قران ان کے اندر اتفاق ہے کہ تمام جائز ہیں۔ امام صاحبؒ کے نزدیک
افضل قران ثم التمتع ثم الافراد امام شافعیؒ کے نزدیک اسکا عکس ہے سب سے پہلے افراد ثم التمتع ثم القران
حنابلہ کے نزدیک تمتع۔ افراد پھر قران افضل ہے مالکیہ کے نزدیک افراد ثم القران ثم التمتع افضل ہے
اور یہ اختلاف اسوجہ سے ہے کہ صحابہ کا اختلاف ہے کہ حضورؐ نے کونسا حج کیا جو ایک اپنی کہتا ہے

چنانچہ علماء نے مختلف قول بیان کیے ہیں۔ (۱) امام شافعی فرماتے ہیں کہ آپؐ نے افراد کیا (۲) ابویعلیٰ حنبلی فرماتے ہیں
کہ آپؐ نے اولاً عمرہ کا احرام باندھا اور پھر حج کا احرام باندھا (۳) ابن حزم کی رائے ہے کہ آپؐ نے اولاً عمرہ
کا احرام باندھا اور حلال ہو نہیں سکے پھر حج کا احرام باندھا کیونکہ آپ سائق الہدی تھے (۴) احناف کی
رائے ہے کہ آپؐ نے حج کا احرام باندھا اور اس میں عمرے کے احرام کو داخل فرمایا (۵) علامہ ابن قیم نے اس
کو راجح قرار دیا کہ آپؐ نے شروع ہی سے حج و عمرے کا احرام باندھا اور طواف دونوں کیلئے ایک ہی کیا
اور سعی بھی ایک ہی فرمائی۔ دوسرا مسئلہ مختلف فیہ یہ ہے کہ آپؐ نے تلبیہ کس کا کیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں
کہ حج کا تلبیہ آپؐ نے کیا تھا بعض کے نزدیک عمرے کا اور اس کی فراغت کے بعد حج کا تلبیہ کیا۔ بعض کے نزدیک
پہلے حج کا اور پھر بعد عمرے کا تلبیہ کیا اس کو قاضی عیاض اور حافظ و دیگر علماء نے راجح قرار دیا ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ آپؐ نے یکبارگی احرام باندھا اور بعد میں تعیین کی۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ دونوں کا تلبیہ کیا
بہرحال اصل مذہب ان تینوں اقوال میں حنفیہ کہتے ہیں کہ آپ قارن تھے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ آپ مفرد
تھے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ آپ متمتع تھے اور مالکیہ امام شافعی کے ساتھ ہیں۔ اب ہر فریق کی وجہ ترجیح
روایات سے سنیئے۔ شافعیہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے افراد کیا جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ۔
حضرت عائشہؓ۔ حضرت جابرؓ کی روایات سے معلوم ہوا۔ اور حضرت ابن عمرؓ آپؐ کے بہت قریب تھے
کہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے نیچے تھا اور اس کی رال مجھ پر بہہ رہی تھی
حضرت ابن عباسؓ حضور کے چچازاد بھائی ہیں قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت عائشہؓ آپ کی محبوب زوجہ
اور نہایت ہی زیادہ معلوم اور پاس رہنے والی تھیں ایسے ہی حضرت جابرؓ کی حدیث کا سیاق
حج کا سیاق ہے لہذا یہ کافی وجوہ ترجیح ہیں کہ یہ افراد اصح ہے۔ اب دوسرا فریق حنابلہ
کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ خود فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے تمتع کیا ایسے ہی حضرت عائشہؓ سے بھی اسی قسم کی روایت
مروی ہے لہذا جب دونوں روایات میں تعارض ہے تو اب ہم نے دیکھا کہ بعض روایات ایسی
ہیں جن کے اندر صرف تمتع کا ذکر ہے اور سب راوی ایک ہیں تعارض روایت مروی ہیں جیسے حضرت
عمران بن حصینؓ سے صرف تمتع کی حدیث مروی ہے تو ان کے پاس زیادتی علم ہے اس کی روایات مقدم
ہیں۔ جمہور حنفیہ کہتے ہیں بلکہ در اصل ان کے پیشرو ابن ہمام حنفیہ کے طرز سے بیان دیتے ہیں کہ
جن روایات کے اندر تمتع کا ذکر ہے اس کے بارے تمتع بمعنی الاصطلاحی مراد ہے یا المعنی اللغوی
مراد ہے ہم نے آثار کی طرف رجوع کیا تو بخاری کی روایت سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ و عثمانؓ
کی گفتگو ہوئی اور ان میں ایک نے کہا کہ تم اس کام سے منع کرتے ہو جس کو حضور نے کیا تھا یعنی
حج و عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا۔ حضرت عائشہؓ اور عمران بن حصینؓ سے بھی اندر قران کا
ہے حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ آپؐ نے کیسے احرام باندھا تو فرمایا کہ جیسا حضور نے باندھا تھا اور
آپؐ نے قران کا احرام باندھا تھا علامہ سبکی نے کافی بحث کے بعد امام نووی سے یہ ثابت کر دیا کہ آپؐ نے
قران فرمایا تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس میں مجھ کو شک نہیں۔ قاضی عیاض مالکی، حافظ ابن قیم، علامہ نووی

2547 نے اقرار کر لیا ہے اور آپ قارن تھے الفصل الثانی عن زید بن ثابت تجرد لاہلالہ واغتسل یعنی مالکیہ اور ۲۲۳/۱۷
شافعیہ کے یہاں مستحب ہے حسن بصری، عطاء، اہل ظاہر کے نزدیک واجب ہے عن خلاد بن السائب
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ کے وقت رفع صوت کرنا چاہیے چنانچہ اہل ظواہر، علماء کے نزدیک
واجب ہے بلا فرض ہے اور جمہور کے نزدیک مستحب ہے رفع صوت۔ اور یہ سب (رجال) کے لئے ہے

## باب قصة حجة الوداع ص ۲۲۴ ۲۲۴/۳

یہ حج سنہ ۱۰ھ کے اندر ہوا اور حجۃ الوداع اس کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وداع کے معنی رخصت کے ہیں
حضور نے اس حج کے اندر مسلمانوں کو رخصت فرمایا تھا۔ حج کا حکم بعثت کے اندر تین ہیں۔
(۱) قصد (۲) قصد الی معظم الشئی (۳) قصد مرة بعد اخری۔ اس حج کا نام حجة الوداع ہے اور
حجة الاسلام اور حجة البلاغ بھی ہے کیونکہ اس کے بعد اسلام کا خوب انتشار ہوا اور آپ نے اس پر
2555 اسلام کا شعار اور حج تھا اور آپ نے اس کی اندر خوب تبلیغ کر دی تھی الفصل الاول عن جابر ۴
فقدم المدینة بشر کثیر الخ ان کی تعداد میں متعدد قول ہیں (۱) چالیس ہزار (۲) علامہ سہیلی
فرماتے ہیں کہ نوے ہزار تھے (۳) ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ایک لاکھ چودہ ہزار (۴) ایک لاکھ
چوبیس ہزار (۵) ایک لاکھ تیس ہزار اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ لاکھ سے زیادہ تھے۔ ثم رکب القصواء
اسحاق بن راہویہ داود ظاہری کے نزدیک پیدل چلنا اولیٰ ہے جمہور کے نزدیک سواری اولیٰ ہے ۷
حافظ فرماتے ہیں کہ اس کا مسئلہ احوال پر موقوف ہے قال جابر لسنا نعرف العمرة الخ اس سے ۸
معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے صرف حج ہی کا احرام باندھا تھا لیکن احناف کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے
کہ چونکہ کفار اور رسوم جاہلیت کے اندر یہ بات تھی اور وہ لوگ اشہر حرم کے اندر عمرہ کو جائز نہیں سمجھتے
تھے اور کہتے تھے کہ صرف ان دنوں کے اندر حج ہو سکتا ہے تو اس کے متعلق حضرت جابر نے فرمایا کہ ہم لوگ
اپنے زعم کے مطابق یہ سمجھتے تھے کہ صرف حج کریں گے عمرہ وغیرہ کرنے کا علم ہم لوگوں کو نہیں تھا جب
حضور نے بتلایا تب ہم کو معلوم ہوا۔ فقرأ فی الرکعتین قل ہو اللہ احد وقل یا ایہا الکافرون الخ اس کا ۱۱
مطلب یہ نہیں کہ پہلی رکعت کے اندر قل ہو اللہ احد اور ثانی کے اندر سورۃ کافرون پڑھی بلکہ بیان واو
مطلق جمع کے لئے ہے ابداء بما بدأ اللہ الخ سعی کے اندر حنفیہ کے تین قول ہیں (۱) واجب ہے (۲) شرط ۱۲
ہے (۳) سنت ہے۔ ملا علی قاری نے واجب ہی کو راجح قرار دیا۔ علامہ عینی نے حنفیہ کا مذہب اشتراط
نقل کیا ہے اسی کو راجح قرار دیا ہے حتی اذا کان آخر طواف علی المروة الخ ائمہ اربعہ کے نزدیک سعی کے ۱۵
کل شوط سات ہیں ابتداء صفا سے اور انتہاء مروہ پر ہوگی۔ عبد الرحمن ابن بنت الشافعی کے
نزدیک چودہ شوط ہیں لیکن ابتداء کی طرح انتہاء سعی کی بھی صفا پر ہوگی علامہ نووی نے
اس مذہب کی تردید کی ہے اگرچہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سوق الہدی حلال نہیں ہونے دیتی
اور حنابلہ کا مذہب ہے۔ شافعیہ، مالکیہ کے نزدیک حلال ہو جائیگا یہ حدیث ہماری دلیل ہے حضور نے
فرمایا لو انی استقبلت من امری ما استدبرت لم اسق الہدی وجعلتها عمرة الخ اس عبارت کا ۱۶

2555 مطلب یہ ہے کہ حضور نے ان سب کو حکم دیا تھا کہ وہ احرام سے حلال ہو جائیں اور اس کو عمرہ بنا دیں اس کے ۲۲۴/۱۶
بعد پھر حج کا احرام باندھیں لیکن صحابہ کو تردد ہوا (۱) اس وجہ سے کہ حج کا زمانہ قریب ہی آگیا
تھا (۲) حضور نے بھی احرام نہیں کھولا تھا (۳) افسوس ہوا کہ اگر ہم احرام کھولیں گے تو بیویوں
سے جماع کریں گے اور ہمارے ذکر منی سے تر ہوں گے ان تمام وجوہ کی وجہ سے ان کو تردد ہوا حضور
نے فرمایا کہ میرے ساتھ چونکہ سائق الہدی ہے اس لئے میں کھول نہیں سکتا ہوں تم لوگ کھول دو
تم احرام کھول دو اور اگر میں سائق الہدی نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول کر اس کو عمرہ بنا دیتا امام ابو ۱۸
حنیفہ کے نزدیک افراد افضل ہے ظاہر ہے اور شافعی کے نزدیک ان کے نزدیک فسخ الحج الی العمرہ
جائز ہے اور جمہور کے نزدیک فسخ الحج الی العمرہ جائز نہیں ان کے نزدیک اور یہ افراد ہی ہے اور
تمتع افضل ہے جیسا کہ فسخ الحج الی العمرہ جائز ہے یا نہیں امام احمد اور ظاہریہ کے نزدیک جائز ہے اور
جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے قال دخلت العمرۃ فی الحج الی یوم القیامۃ اس کا مطلب بیان کرتے ۱۹
(۱) جمہور فرماتے ہیں ان ایام کے اندر عمرہ کرنا جائز ہے پہلے زمانہ جاہلیت سے ان کے دلوں میں یہ بات تھی
مشہور ہے جمہور نے اس جملہ کی یہ تفسیر کی ہے (۲) ابن قدامہ حنبلی کے اندر فرماتے
ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ افعال عمرہ کا ادا ہو جانا حج کے اندر ان کا حج کے اندر ...
مقصد یہ ہے کہ ان کے حج کا ... اشارہ ہے (۳) بعض نے کہا مقصود یہ ہے کہ حج کے دوران جائز
ہے (۴) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ عمرہ واجب ہے (۵) بعض
نے کہا مقصود یہ ہے کہ ... اس میں قران کا ذکر ہے (۶) بعض نے کہا مقصود یہ
ہے کہ ... حج کی طرف ... ۲۲۵/۴
افضل ہے (۱) تمتع ... (۲) ایک باب ... قران افضل ہے
(۳) کہ تمتع افضل ہے (۴) ... افضل ہے ... ۱
... حضرت ... ابن ... حضرت کی حدیث ... ۱۴
ابو داؤد ... روایت ہے کہ حضرت علی ... نے ... ذبح کئے اور باقی حضرت
ذبح کئے ہیں ... روایت ... فرماتے ہیں کہ اس کی روایت
کیونکہ ابو داؤد کی روایت کی اسناد میں ... ضعیف ہے ... ہیں کہ حضرت
تیس ... حضرت علی اور ... نے ... ذبح کئے اور ... کے بعد حضرت علی نے
2556 ذبح فرمائے عن عائشۃ ... ۲۲۵/۱۴ ... ہے کہ اگر عورت نے تمتع کیا اور عمرہ کا ۱۷
احرام باندھا اور طواف سے پہلے حیض آگیا تو اب کیا کرے جمہور کے نزدیک عمرہ کو چھوڑ دے یہی
حنفیہ کا مسلک ہے ائمہ ثلثہ کے نزدیک عمرہ کے احرام پر ہی حج کا احرام باندھ لے حنفیہ کا استدلال
اس حدیث سے ہے ... ائمہ ثلثہ نے اس حدیث سے ... کہ ... طواف ادا کیا
کرے۔ حنفیہ کے نزدیک قارن دو طواف اور دو سعی کرے گا اور اس حدیث کا جواب ہے ...

2556 ہے حلال ہونے کیلئے آپ نے ایک طواف وسعی کی اور حلال ہونے کیلئے ایک طواف کافی ہے جو ایک کیلئے الگ الگ ٢٢٥/١٧
ہونا ضروری نہیں ہے جواب حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ حضور نے متعلق اور متعدد طواف فرمایا کرتے تھے تو
دیکھنے والوں نے جس کو دیکھا اسکے متعلق کہہ دیا ہے ہمارا مستدل حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے
2557 عن عبد اللہ بن عمر رض صدم کے متعلق آپ نے فرمایا اذا رجع الی اہلہ الخ حنفیہ کے نزدیک اس کا ٢٦
مراد فراغ من الحج ہے شافعیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ گھر پہنچ جائے

## باب دخول مكة والطواف (الفصل الاول) ٢٠

طواف کی تین قسمیں ہیں طواف زیارۃ طواف قدوم طواف وداع اول کے بارے میں اجماع ہے کہ
وہ رکن ہے اور طواف قدوم حنفیہ، حنابلہ، سفیان ثوری کے نزدیک سنت ہے۔ مالکیہ، شافعیہ کے نزدیک
واجب ہے اور ترک سے دم واجب ہوگا اور طواف وداع حنفیہ، حنابلہ، سفیان ثوری امام شافعی
کے اصحاب واجب ہے اور ترک کی صورت میں دم واجب ہوگا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ سنت ہے
2563 عن عروۃ بن الزبیر انہ توضأ ثم طاف الخ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک طہارۃ طواف کیلئے شرط ہے امام ٢٣
صاحب کے نزدیک واجب ہے۔ حکم، منصور، حماد بن ابی سلیمان نے امام صاحب کی موافقت کی ہے امام نووی
فرماتے ہیں کہ امام صاحب قول وجوب کے اندر متفرد ہیں لیکن حافظ نے نووی کا تعاقب کیا اور کہا کہ
جب مذکورہ لوگ موافق ہیں تو تفرد کا قول غلط ہے مگر چونکہ حافظ اور نووی دونوں شافعی ہیں
2564 لہذا حافظ ان کی طرف سے تاویل کرتے ہیں کہ تفرد کا مطلب یہ ہے کہ تفرد عن الائمۃ عن ابن عمر ٢٦
اس حدیث پاک کے اندر ہے وسجد سجدتین الخ اس سے تحیۃ الطواف مراد ہے ان کے حکم میں اختلاف ہے ٢٧
حنابلہ کے یہاں سنت ہے شافعیہ سے تین قول ہیں (۱) واجب ہے (۲) سنت ہے (۳) طواف واجب کے
بعد واجب ہے اور دوسرے طوافوں کے بعد سنت ہے یہی مالکیہ کی ایک روایت ہے دوسرا قول مالکیہ کا یہ ہے کہ
طواف واجب کے بعد واجب ہیں اور دوسرے کے بارے میں تردد ہے۔ حنفیہ کے نزدیک واجب ہے
اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فرض نماز بھی اس تحیۃ الطواف کے قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں حنفیہ کے نزدیک
2565 ہو سکتی ہے۔ مالکیہ کے نزدیک نہیں ہوگی۔ حنابلہ، شافعیہ کے یہاں تحیۃ الطواف کافی ہوگا وعنہ قال ٢٢٧/١٠
رمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ رمل کہتے ہیں کہ طواف کے اندر پہلے تین شوط کے اندر اکڑ کر چلے اس کے اندر
اختلاف ہے کہ اس کا کیا حکم ہے جمہور کے نزدیک سنت ہے اگرچہ اس کی علت مرتفع ہو گئی ابن عباس کا خروج ہے
کہ رمل کے اندر اسکو اختیار ہے۔ ابن ماجشون، حسن بصری، ثوری کے نزدیک واجب ہے امام مالک سے بھی
2566 وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن پھر جمہور کے قول کی طرف رجوع کر لیا عن جابر رض فاستلم الخ ٢
قاضی ابو الولید باجی نے لکھا کہ استلام الحجر فقہاء کے نزدیک سنت ہے ثم مشی علی یمینہ الخ لطیفہ دو
علماء نے بیان کیا کہ ملا علی قاری طواف فرما رہے تھے استلام کے بعد یمین کی طرف چلنے کے بجائے
یسار کی طرف چل پڑے ایک بچہ وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ او شیخ بڈھے ملا علی قاری کی
کتاب المناسک ہی کم از کم پڑھ لیتا تاکہ یہ غلطی واقع نہ ہوتی کہنے لگے کہ ملا علی قاری تو میں ہی ہوں

2568 عن ابن عمرؓ :- الا الرکنین الیمانیین الخ بیت اللہ کے چار رکن ہیں۔ رکن یمانی۔ رکن عراقی۔ رکن شامی ٢٢٧/٤
رکن حجر اسود۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کس رکن کے اندر استلام ہوگا۔ حضرت معاویہ اور حضرت عبد اللہ
ابن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ وہ ارکان اربعہ کا استلام فرماتے تھے اور کہتے تھے لیس شیء من البیت
مہجورا۔ جمہور صحابہ اور تابعین کے نزدیک رکنین یمانیین کا یعنی رکن یمانی اور رکن حجر کے اندر جو
رکن یعنی حجر اسود ہے ان دونوں کا استلام ہے اور وجہ ان دونوں کی تخصیص کی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم
علی نبینا وعلیہ السلام کی بناء اب ان دو ہی رکن کی بناء باقی ہے باقی دو جانب رکن کی بناء باقی
نہیں رہی پہلی فضیلت دونوں کے اندر ہے لیکن چونکہ حجر اسود کے اندر ایک فضیلت بناء ابراہیمی
2569 پر ہونا اور دوسری فضیلت حجر الجنہ ہونا ہے تو رکن کی تقبیل بھی ہوگی اور استلام بھی ہوگا اور رکن ٥
یمانی کا صرف استلام ہوگا اور ان دو کے استلام ہی کے اندر اتباع سنت ہے ص ٢٢٧/٥ عن ابن عباسؓ
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے اندر بعیر پر طواف کیا۔ سوار ہو کر طواف اب بھی
جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے کیونکہ مسجد کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے اسکے بول و براز کی وجہ
اور حضور کی سواری اسکی بالکل پاک تھی۔ علماء احناف کے نزدیک بلا اتباع سنت کے اندر سواری
پر طواف کیا تھا لیکن مسجد تمام کی تمام ناپاک ہو گئی تھی۔ وجہ یہ کہ حضورؐ نے طواف علی بعیر کیوں فرمایا
اس کے مختلف جواب ہیں (۱) حضور کی طبیعت ناساز تھی (۲) سواری پر اس لئے کیا تاکہ دور سے
لوگ زیارت کر سکیں (۳) لوگ چونکہ مسائل پوچھ رہے تھے اس لئے اوپر بیٹھے تاکہ آواز پہنچے
وعنہ :- ص ٢٢٧/٦ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور جب حجر اسود پر پہنچتے تو کسی شیء سے اشارہ کیا کرتے
اور تکبیر فرماتے تھے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص ہجوم کی وجہ سے استلام اور
تقبیل حجر پر قادر نہ ہو تو کیا کرے اس میں مختلف روایتیں ہیں کہ کسی شیء مثلاً لاٹھی وغیرہ سے حجر کی طرف
~~اشارہ کرے اور اسکو چوم لے۔ ائمہ مختلف فرماتے ہیں کہ ... التقبیل کرے~~
امام مالک فرماتے ہیں کہ تکبیر کہے امام احمد فرماتے ہیں کہ تکبیر اور اشارہ دونوں کرے امام شافعی
امام صاحب کے نزدیک تقبیل۔ تکبیر۔ اشارہ وغیرہ سب کرے اور اگر تقبیل وغیرہ پر
قادر نہ ہو تو امام مالک فرماتے ہیں کہ ہاتھ حجر پر رکھے اور ہاتھ چومے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تقبیل
2572 کرے ص ٢٢٧/٨ عن عائشہؓ :- اس حدیث کے اندر حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ لا نذکر الا الحج الخ کہ ہم لوگ ٨
حضور کے ساتھ صرف حج کا ارادہ رکھتے تھے اور اس سے پہلے معلوم ہوا کہ بعض لوگ اس حج کے اندر
متمتع اور بعض قارن اور بعض مفرد تھے دونوں کے اندر تعارض ہے جواب یہ ہے کہ لا نذکر الا الحج
کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے صرف حج ہی کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ یہ سمجھے کہ حضور صرف حج کریں گے
مگر حضور نے جب حج و عمرہ کا احرام باندھا تب ہم کو معلوم ہوا اور جواب یہ ہے کہ ہم نے حج کا بالاجماع
احرام کا ارادہ کیا یہ مطلب لا نذکر الا الحج اور انواع ثلاثہ سے مراد تمتع، قران، افراد تینوں ہے
[illegible] اس حدیث سے ہوا کہ طواف کیلئے طہارت شرط ہے بلا طہارت طواف جائز نہیں

ص۲۲۷/۱۱

2573 چونکہ سعی کے اندر طواف ہوتا ہے اسلئے بغیر طہارۃ کے منع فرمایا ہے عن ابی ھریرۃ ۹ھ کے اندر حضرت ۲۲۷/۱۰
حضرت ابوبکر کو امیر بنا کر بھیجا تھا و لا یطوفن بالبیت عریان الخ اس مسئلہ کے اندر کہ ستر طواف
کی شرائط میں ہے یا نہیں امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک شرائط میں سے ہے امام صاحب کے نزدیک شرائط

ص۲۲۷/۱۳

2575 میں نہیں بلکہ واجب ہے یہی ایک روایت امام احمد سے ہے الفصل الثانی عن ابی ھریرۃ حتی ینظر الی البیت ۱۳
رفع یدین الخ اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ رویت بیت کے وقت رفع یدین ہوگا یا نہیں حضرت
عبداللہ بن مبارک امام احمد امام شافعی امام احمد سفیان ثوری کے نزدیک رویت کے وقت رفع یدین ہے
اور امام مالک کے نزدیک رفع یدین نہیں ہے اور روایات دونوں قسم کی ہیں جابر کی طرف سے نفی والی روایت
کا جواب یہ ہے کہ اس میں دوام کی نفی مقصود ہے یا اس وقت رفع منفی ہے جبکہ دعا نہ مانگے جواب یہ ہے کہ

ص۲۲۷/۱۵

2576 یہ روایت منفی ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے منفی پر عن ابن عباس الطواف مثل الصلوٰۃ الخ اس
سے ان لوگوں نے استدلال کیا جو کہتے ہیں کہ طہارۃ شرط ہے ہم کہتے ہیں کہ اس کے اندر تمام اجزاء ۱۵
کے اعتبار سے نہیں ہے فقط قوجہ الی البیت یعنی حرکت رکوع و سجدہ وغیرہ سے دونوں کے اندر فرق ہے

ص۲۲۷/۱۶

2577 ہے بہذا یہ تشبیہ مطلق ثواب کے اعتبار سے ہے وعنہ قال نزل الحجر الاسود الخ یا تو وہ ۱۷
حقیقۃً جنت کا پتھر ہے یا برکت والا ہونے کے اعتبار سے احجار جنت کی طرف تشبیہ دی ہے دوسری
احادیث میں آگے آیت فرمایا فسودتہ خطایا بنی آدم الخ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب گناہ گاروں کی
گناہوں نے اسکو سیاہ کر دیا تو نیکو کار لوگوں نے کیوں اسکو سفید نہ کیا ہوگا بہذا ان کی نیکو کاری ۱۸
سفید کر دیتی اسلئے کہ نیکو کار اکثر ہیں اور ان کے اندر تمام انبیاء کرام حضرت ابوبکر وغیرہ
صحابہ کرام ہیں جواب یہ کہ نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے اور اس سواد کے اندر بھی دو
احتمال ہیں کہ حقیقۃً سواد مراد ہے یا مطلق خطایا کی تقبیح اور مبالغہ اثر کا بیان کرنا مقصود ہے

ص۲۲۹/۲۵

2581 عن عبد اللہ بن السائب سعی میں مسنون ہوا کہ طواف کے اندر قرأت قرآن جائز ہے جیسا کہ جمہور کے نزدیک ۲۵
مستحب ہے اور امام صاحب کے یہاں سے بھی اسی طرح ہے امام مالک نے مکروہ فرمایا ہے حسن بصری اور
عطاء بن ابی رباح کے نزدیک مکروہ ہے امام احمد سے ایک روایت کراہت کی اور ایک استحباب کی

ص۲۲۷

2582 کی ہے عن صفیۃ بنت شیبۃ ان اللہ کتب علیکم السعی الخ سعی امام احمد امام شافعی حضرت امام مالک ۲۷
حضرت عروۃ بن الزبیر کے نزدیک رکن حج ہے امام صاحب حسن بصری سفیان ثوری کے نزدیک واجب ہے
یہی امام احمد کی ایک روایت ہے تیسری روایت امام احمد کی سنت ہے امام احمد سے مغنی
ابن قدامہ نے وجوب کا قول نقل کیا ہے ایسے ہی عتبیہ کے اندر امام مالک سے وجوب نقل کیا گیا ہے

ص۲۲۸

2584 عن یعلی بن امیۃ اس حدیث سے اضطباع کا ثبوت ہوا حضرت امام صاحب امام شافعی امام احمد کے نزدیک ۲۲۸/۲
مسنون ہے امام مالک کے نزدیک مشروع نہیں ہے حضور کے زمانہ میں اظہار قوت کفار کیلئے تھا
ہم کہتے ہیں کہ بعض دفعہ علت ختم ہو جاتی ہے مگر حکم باقی رہتا ہے جیسا کہ رمل کے ساتھ

ص۲۳۰/۹

2588 حکم کا مدار علت پر نہیں ہے عن ام سلمۃ قالت طوفی من وراء الناس وانت راکبۃ الخ ۹

الفصل الثالث

قلت مہما امکن لفظ الفوز ... المنتقیٰ شرح النقایہ ... ۹۴

2588 اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ آیا طواف بلا وضو کے جائز ہے یا نہیں۔ جمہور کے نزدیک وضو کی ۲۲۸/۹
وجہ سے بالاتفاق جائز ہے اور بلا وضو کی صورت میں مختلف اقوال ہیں (۱) امام احمد کی ایک
روایت میں ناکافی ہے (۲) دوسری روایت امام احمد کی جائز ہے اسی کے قائل ہیں امام مالک کا قول
(۳) کافی ہے دم واجب ہوگا اور جب تک مکہ کے اندر مقیم ہے اعادہ واجب ہے (۴) کافی ہے دم واجب
2589 نہیں ہے یہ امام احمد کی ایک روایت امام شافعی کا مذہب ہے اور اسی مسئلہ میں ہے ۲۲۹ عن عابس بن ربیعة
اس حدیث پر اشکال ہے کہ ایک روایت کے اندر ہے کہ حضرت علی حضرت عمر کے پیچھے کھڑے تھے جب حضرت ۱۱
عمر نے فرمایا تو اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ اے عمر یہ تو نافع ہے وجہ یہ کہ حق تعالیٰ نے عہد و استقرار کرتے وقت اس کو
عہد کے اندر داخل کر لیا تھا اس پر حضرت عمر خاموش ہو گئے لہٰذا اب اس حدیث کا جواب
یہ ہے کہ ابتداءً حضرت عمر نے اپنے علم کے اعتبار سے فرما دیا جواب ۲ یہ حدیث ثابت نہیں ہے

## باب الوقوف بعرفة ۲۲۸ (الفصل الاول) ۱۲

عرفہ: ایک مقام کا نام ہے وجہ تسمیہ کے اندر مختلف قول ہیں (۱) یہ مقام حضرت ابراہیم پر
پیش کیا گیا فعرفہ (۲) حضرت آدم و حوا نے ایک دوسرے کو اسی میدان کے اندر پہچانا (۳) عرف
اونچی جگہ ہے چونکہ یہ بلند جگہ ہے اور پہاڑی کا اعتراف کرنا ہے (۴) بندے
اس میدان کے اندر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں (۵) لوگ ایک دوسرے کو اس دن
پہچانتے ہیں اس پر تمام حنفیہ کا اتفاق ہے کہ رکن ہے البتہ امام فخر الدین رازی نے حسن بصری سے نقل
کیا کہ ان کے نزدیک واجب ہے لہٰذا اگر وقوف عرفہ چھوٹ جائے تو تمام حرم ان کو دم دینا کافی ہے
2593 ۲۲۸ ۲۱ عن جابر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ تمام کا تمام موقف ہے لیکن بطن عرنہ کے اندر ہے کہ بطن ۲۰
عرنہ موقف نہیں ہے اور بطن عرنہ کے وقوف سے حج نہیں ہوگا اگر وہاں کسی نے وقوف کیا تو اس کے
متعلق ابن عبد البر نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ دم واجب ہوگا اور حج صحیح ہو جائیگا لیکن جمہور
مالکیہ نے فرمایا کہ صحیح مذہب ان کا وہی ہے جو جمہور کا ہے کہ حج نہیں ہوگا ایسے ہی مزدلفہ کے اندر
وادی محسر موقف سے خارج ہے اس وادی میں وقوف صحیح نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے کہ
ہاں اگر کوئی وہاں ٹھہرے تو حج صحیح ہو جائیگا ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ غیر مشہور ہے
2597 الفصل الثانی عن خالد بن هوذة ۲۳۰ يخطب الناس يوم عرفة الخ خطبہ کے اندر اختلاف ہے جمہور کے نزدیک ۲۲۹/۲
خطبہ یوم عرفہ کے اندر دیا جائیگا یہی روایت مالکیہ میں ہے ایک حدیث اور مختار یہی کی ہے۔ اور مالکیہ
2603 میں سے عراقیین کی رائے ہے کہ خطبہ نہیں دیا جائیگا ۲۲۹ الفصل الثالث عن عباس ۱۵ بن مرداس دعا لامته ۱۵
عشية عرفة الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ اس امت کا مصداق کون ہے (۱) بعض نے کہا کہ
اس سے مراد اہل حج و اہل عرفہ ہیں (۲) وہ تمام لوگ اس کے اندر داخل ہیں جو قیامت تک
وقوف کریں گے دوسرا مسئلہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حج کرنے سے مظالم تک بھی معاف ہو جاتے
ہیں لیکن اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے بعض کے نزدیک معاف نہیں ہوتے۔ شمس الدین

2603 کی وجہ سے صغیرہ گناہ اور مظالم معاف ہو جاتے ہیں۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کی مثل حدیث کے ۲۲۹/۱۵
اندر ایک جگہ یہ گذرا اگرچہ کہ نیک حاجی ایسا ہو جاتا ہے جیسے یوم ولدتہ امہ۔ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے
بھی تائید ہوتی ہے کہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ مظالم وغیرہ معاف نہیں ہوتے
وہ اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے ابن الجوزی وغیرہ نے بھی ضعیف کا دعویٰ کیا ہے
لیکن ان لوگوں پر عدد ہوئی ہوں۔ اور حافظ نے رد کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور
یہ کہ مظالم تو حقوق العباد میں سے ہیں وہ کیسے معاف ہوں گے اس کا جواب یہ ہے کہ ... نے
بیان فرمایا کہ ارشاد ... قادر ہیں کہ وہ راضی ہو جائیں تو خصم کو خوش کر دیں لیکن ... اگر
کہا کہ مظالم کی دو قسمیں بیان کیا ہے۔ ... اس کے متعلق معاف ہوتے ہیں ... اس طرح فرماتے ہیں
کہ اس سے وہ حقوق مراد ہیں جن کو ادا نہیں کر سکتا اس کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

## باب الدفع من عرفة والمزدلفة (الفصل الاول) ۲۱

2606 وعنہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی جمرۂ عقبہ تک تلبیہ ۲۵
قطع کر دیا اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ کس مقام پر پہنچ کر محرم اپنے تلبیہ کو قطع کرے ائمہ ثلاثہ کے
نزدیک جمرۂ عقبہ کے آخر تک تلبیہ کہیگا اور رمی کے وقت قطع کر دیگا۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ
حرم میں داخل ہونے کے بعد قطع کر دے لیکن جب مکہ سے عرفہ کی طرف چلے تو پھر تلبیہ کہیگا۔ امام مالک
حضرت حسن البصری اور حضرت علی سے مروی ہے کہ جب موقف پر پہنچے تو تلبیہ قطع کر دے ابن ابی
مالک نے بعد الزوال کی قید لگائی ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس جگہ پر بھی قطع تلبیہ ہو اس کا
مطلب یہ نہیں کہ اس کے بعد پھر وہ شروع نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد دوسرے کام مثلاً تکبیر تہلیل
تسبیح وغیرہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ دوسرا اختلاف ائمہ ثلاثہ کے اندر اس بات میں ہے کہ کونسی رمی
کے وقت قطع تلبیہ کرلیگا جمہور کے نزدیک اول کنکری پر قطع کر دے امام احمد سے نقل کیا گیا ہے
کہ رمی کی آخری کنکری پر تلبیہ قطع کرے بعض حضرات شیخ فرماتے ہیں کہ امام احمد کا رجوع جمہور کے موافق ہے
2607 عن ابن عمر: اس حدیث سے مزدلفہ کے اندر جمع بین المغرب والعشاء ثابت ہوا اب ۲۷
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ان دونوں نمازوں کیلئے اذان واقامت کی کیا صورت ہوگی وہ
(۱) محب طبری نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں کیلئے اذان واقامت کچھ نہیں ہوگا۔
(۲) امام مالک فرماتے ہیں کہ دونوں کیلئے اذان واقامت ہوگی (۳) امام محمد امام ابو یوسف فرماتے
ہیں کہ صرف اول کیلئے اذان واقامت ہوگی (۴) اسحاق بن راہویہ امام احمد امام شافعی کے نزدیک
ہر ایک کیلئے صرف اقامت ہوگی (۵) سفیان ثوری۔ ابو بکر بن ابی داؤد امام احمد کے نزدیک
اقامت صرف پہلی نماز کیلئے ہوگی (۶) امام اعظم کا مذہب اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ پہلی نماز کیلئے
2608 اذان اور دونوں کیلئے اذان واقامت دونوں ہوں گی عن عبد اللہ بن مسعود: اس حدیث ۲۳۰/۱
سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ کے اندر جمع ہوگا لیکن اگر کسی شخص نے راستہ کے اندر مغرب پڑھ لی تو اس کا

2608 گیا حکم ہے امام صاحب و امام محمد کے نزدیک اعادہ ضروری ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ وا پس کے اندر ۲۳ ۱
اگر عذر ہے یا کسی اور عذر کی وجہ سے نماز مغرب راستہ کے اندر پڑھ لی تو جائز ہے۔ مدونہ کے اندر
امام مالک سے روایت عدم جواز کی ہے اور اعادہ ضروری ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اعادہ نہیں ہے
2610 امام احمد و امام شافعی کا یہی مذہب ہے وعنہ ص۲۳: ۔ وادی محسر کے متعلق اس حدیث کے اندر فرمایا کہ ۴
وھو من منی لیکن اس کے اندر اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ منی کے اندر ہے اور بعض کے
2611 نزدیک وہ منی میں نہیں شیخ عبد الحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ ہو کالبرزخ بینھما عن جابر:
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور وادی محسر کے اندر بہت جلدی سے گزرے اور مسلم میں ابن عباس کی ۷
حدیث کے اندر گزرا وادی محسر کے متعلق کہ وھو کاف ناقتہ اھ ظاہر یہ ہے کہ جلدی سے
گزر نہیں کیا دونوں حدیثوں کے اندر تعارض ہے بنا بر توجیہ کہ یعنی حدیث کے اندر عرفہ سے
2612 مو ... وقت کا ذکر ہے اور اس حدیث کے اندر جاتے وقت کا ذکر ہے **الفصل الثانی عن**
**محمد بن قیس**: ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ سے غروب شمس کے بعد واپس ہو۔ اس مسئلہ کے اندر ۹
اختلاف ہے کہ اگر غروب سے پہلے لوٹے تو آیا حج صحیح ہو گا یا نہیں جمہور کے نزدیک حج صحیح ہے امام مالک
فرماتے ہیں کہ حج صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ امام مالک کے قول پر کسی
2617 نے عمل کیا ہو **الفصل الثالث عن ابن شہاب**: ۔ الحکم کانوا یجمعون بین الصلوتین والظہر والعصر ۲۰
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اس دن کون کون شخص جمع کر سکتا ہے امام مالک امام شافعی امام احمد
صاحبین۔ امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص ہی جمع کرے گا۔ امام صاحب سفیان ثوری
ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر امام ہے تو سب جمع کریں گے اور اگر منفرد ہے تو جمع نہ کرے کیونکہ
قرآن پاک کے اندر ہے ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا لہذا یہ جمع خلاف قیاس ہونے کی
وجہ سے اپنے مورد پر محمول ہو گی۔ دوسرا اختلاف اس بات کے اندر ہے کہ یہ جمع کرنا کس علت کی بنا
پر ہے۔ جمہور کے نزدیک سفر کی وجہ سے ہے امام مالک امام اوزاعی اور ایک جماعت شافعیہ کی یہ ہے
کہ یہ جمع نسک حج میں سے ہے یہی حنفیہ کے مسلک کا مقتضی ہے اور اختلاف کا ثمرہ یہ ظاہر ہو گا
کہ جمہور کے نزدیک مکی کے لئے جمع جائز نہیں ہے اور امام مالک وغیرہ کے نزدیک جائز ہے

## ۲۳۰: باب رمی الجمار ۲۴
(الفصل الاول)

جمار جمرۃ کی جمع ہے وہ ستون اور گڑھے مراد ہیں جن پر کنکری مارا جاتا ہے بعض کے نزدیک یہ سنت ابراہیمی
اور بعض کے نزدیک سنت آدم ہے جمہور کے نزدیک یہ واجب ہے اور ترک سے دم واجب ہو گا۔ مالکیہ کے نزدیک
سنت ہے دوسرا قول ہے کہ رکن ہے اور اس کے ترک کرنے سے حج صحیح نہیں ہو گا۔ علامہ طبری نے حضرت عائشہ
2620 سے نقل کیا ہے کہ اس کے عوض تکبیر وغیرہ کہہ لیا تو کافی ہے **وعنہ قال** ص۲۴: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم نحر ۲۷
کے اندر آپ نے وقت الضحی رمی کی اور یوم نحر کے بعد زوال الشمس کے بعد رمی کی۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ
کس دن کس وقت رمی ہو گی یوم نحر کے اندر تو قبل الزوال رمی ہو گی اور یوم نحر کے علاوہ میں بعد الزوال

2620 رمی ہوگی یہ جمہور کے نزدیک ہے۔ اسحاق بن راھویہ کہتے ہیں کہ تیسرے دن تاریخ کو قبل الزوال رمی جائز ہے۔ عطاء ۲۳۰/۲۷
بن ابی رباح کے نزدیک مطلقاً رمی قبل الزوال جائز ہے۔ ہمارے نزدیک یوم ثانی کے اندر تعجیل نفر کرنا جائز ہے
2621 کہ قبل الزوال رمی کرے عن عبد الله بن مسعود اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمی کے اندر تسبیع حصیات ہونی چاہئے ۲۳۱/۱
اسکے اندر اختلاف ہے کہ اگر اس کی کمی کر دے تو کیا حکم ہے۔ امام مالک، امام اوزاعی کے نزدیک دم واجب ہوگا
امام شافعی کے نزدیک اگر ایک کنکری کم کر دی تو ایک مد اور اگر دو کم کی تو دو مد اور اگر اس سے زیادہ
کم کر دی تو دم واجب ہوگا۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر اقل کو ترک کیا تو نصف صاع صدقہ اور اگر اکثر کو ترک کیا
2626 میں دم واجب ہوگا۔ الفصل الثالث عن نافع جمرہ اولی و جمرہ وسطی کے بعد الرمی وقوف کرے ۱۰
و دعا کرے امام مالک کے نزدیک یہ دعا بغیر رفع یدین کے ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رفع یدین ہوگا

## باب الهدی (الفصل الاول) ۱۱

2627 عن ابن عباس فاشعرها فی صفحة سنامها الخ اس حدیث سے اشعار ثابت ہوا چنانچہ جمہور کے نزدیک مسنون ۱۲
ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اشعار حسن ہے امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے۔ جمہور کا مستدل یہی
حدیث ہے۔ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تو ثبوت ہے اور ایک حدیث سے مثلہ
کی ممانعت ہے لہذا مستحب سے نیچے کا درجہ حسن ہے۔ اب امام صاحب کی دلیل کا مسئلہ مشکل ہے
بعض لوگوں نے امام صاحب کی یہ دلیل پیش کی کہ اشعار مثلہ کے عموم کے اندر داخل ہو کر منسوخ ہو گیا ہے
لیکن حضور سے حجة الوداع کے اندر اشعار ثابت ہے اور یہ واقعہ سنہ ۱۰ھ کا ہے اور مثلہ کی ممانعت
پہلے ہو چکی تھی لہذا النسخ کا قول غلط ہے۔ نیز مثلہ کے اندر تشویہ الخلق ہے اور اشعار
کے اندر یہ بات نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اشعار کے معنی اعلام کے ہیں اور وہ تقلید کے ذریعہ
بھی ہو جاتا ہے لہذا اس حدیث کے اندر اشعار سے تقلید مراد ہے لیکن یہ قول باطل ہے کیونکہ حدیث
کے اندر آگے آرہا ہے وسلت الدم عنها۔ امام طحاوی امام صاحب کی طرف سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ
امام صاحب اپنے زمانہ کے اشعار مکروہ سمجھا ہے کیونکہ وہ لوگ مبالغہ کرتے تھے جس کی وجہ سے زخم کا ڈر ہوتا
تھا اسی وجہ سے امام صاحب مکروہ سمجھا یہ دلیل تمام دلائل کے اندر سب سے بہتر ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ
چونکہ اشعار اس لئے کیا جاتا تھا تاکہ کفار تعرض نہ کرتے تھے اور اب چونکہ یہ علت نہیں رہی لہذا اشعار مکروہ ہے
لیکن یہ بھی غلط ہے کیونکہ رمل کی بنا اراءة المشرکین تھی اور آج تک یہ رمل باقی ہے۔ سنامها الایمن
امام شافعی و ابو یوسف کے نزدیک سنام ایمن کے اندر اشعار ہوگا امام مالک اور امام ابو یوسف کے نزدیک سنام ایسر
کے اندر ہوگا۔ امام محمد سے دونوں قول ہیں۔ صاحب ہدایہ حنفیہ کا مسلک سنام ایمن نقل کیا ہے
دیگر حنفیہ فرماتے ہیں کہ والاشبه الی الصواب سنام الایسر یعنی علماء نے بیان کیا کہ سنام ایسر کے اندر
اشعار اولی ہے کیونکہ آپ نے سنام ایمن کے اندر اتفاقاً اور سنام ایسر کے اندر قصداً اشعار فرمایا ہے
2628 عن عائشة ثم قلدها الخ تقلید کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے امام شافعی و امام احمد کے نزدیک غنم کو قلادہ ۱۴
ڈالا جائیگا۔ امام مالک اور امام صاحب کے نزدیک قلادہ نہیں ڈالا جائیگا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ

2628 فرماتے ہیں کہ قلادہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو مشکیزہ وغیرہ کا ہوتا ہے یہ مکروہ ہے کیونکہ اس کے اندر اسکو مشقت ۲۲۱/۱۴

2629 ہوتی ہے اور ثانی قسم جوتے وغیرہ کا قلادہ ہے یہ جائز ہے عن جابر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۱۵

حضور نے بقرہ کا ذبح فرمایا اور اس کے بعد والی حدیث سے معلوم ہوا کہ نحر فرمایا۔ علماء نے بیان کیا کہ جائز دونوں

2631 ہیں لیکن اولیٰ ذبح بقرہ ہے عن عائشة اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محض ہدی بھیجنے سے یا تقلید سے ۱۷

محرم نہیں ہوتا ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تقلید ہدی کی وجہ سے محرم ہوگا یا نہیں۔ امام احمد سفیان

ثوری اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک محرم ہو جائیگا۔ حنفیہ کے نزدیک اگر وہ حج کا ارادہ کرے اور ہدی کی

تقلید وغیرہ کرے تو محرم ہوگا ورنہ نہیں اور دوسرے علماء کے نزدیک تقلید وغیرہ سے محرم نہیں ہوگا۔۔۔

2633 عن ابی ہریرة قال ارکبہا الخ اس حدیث سے رکوب بدنہ کا ثبوت ہوا۔ ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے ۱۶

عروة بن الزبیر امام احمد اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام احمد امام شافعی امام مالک

کی ایک روایت میں بوقت حاجت جائز ہے۔ امام صاحب شعبی حسن کے نزدیک اضطرار کے

وقت جائز ہے۔ امام صاحب سے ایک قول مطلق جواز کا نقل کیا گیا ہے اب یہ کہ اس شخص نے بار بار

انکار پر تنبیہ کیوں کیا جواب یہ ہے کہ اس کا زعم یہ تھا کہ ہدی پر رکوب جائز نہیں ہے عن ابن

2635 عباس اس حدیث سے سولہ ہدی بھیجنا ثابت ہوا اور ایک روایت کے اندر اٹھارہ ہیں امام نووی ۲۳

نے دونوں حدیثوں کو تعدد پر محمول کیا ہے لیکن ایک واقعہ ہونے میں بھی اشکال نہیں کیونکہ مفہوم مخالف

2640 ہمارے یہاں ضعیف ہے الفصل الثانی عن ابن عباس اس حدیث کے اندر جو جمل کا ذکر ہے اس کی تحقیق ۲۲۲/۵

ترمذی کے اندر وارد ہوا ہے ~~[illegible]~~ اور اس روایت کو وہ حجۃ الوداع

کے اندر ذبح کیا گیا تھا اور اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ بھاگ گیا تھا جواب یہ ہے کہ یہ اونٹ بدر کے

اندر بھاگ گیا تھا اور پھر حجۃ الوداع کے اندر مل گیا تھا اسکو ذبح کیا گیا جواب ۲ دو۔ ترمذی کی روایت

ضعیف ہے۔ ایسے ہی ایک روایت کے اندر برۃ من فضۃ اور ایک کے اندر من ذھب وارد ہوا ہے

## باب الحلق (الفصل الاول) ۱۷

دسویں تاریخ کو چار فعل کئے جاتے ہیں رمی۔ ذبح۔ حلق۔ طواف۔ جیسے حلق جائز ہے ایسے ہی

تقصیر بھی جائز ہے لیکن مصنف نے صرف حلق کا باب باندھا تقصیر کا اس لئے نہیں باندھا کہ حلق اولیٰ

ہے اور افضل ہے اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ حلق نسک ہے یا نہیں جمہور کے نزدیک

نسک ہے امام شافعی کے نزدیک النساک میں سے نہیں ہے بلکہ استباحۃ محظور ہے لیکن یہ ان

کی روایت ضعیف ہے دوسری روایت امام شافعی کی یہ ہے کہ رکن ہے تیسری روایت وجوب کی اور

46 چوتھی روایت استحباب کی ہے عن ابن عمر بعض مواقع کے اندر آپ سے حلق ثابت ہے اور بعض کے ۱۸

اندر ثابت نہیں ہے اسلئے علماء کے اندر اختلاف ہوگیا کہ حلق سنت ہے یا بال رکھنا بعض کے نزدیک

حلق سنت ہے اور بعض کے نزدیک بال رکھنا سنت ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اصل سنت بال رکھنا ہے ۱۹

47 عن ابن عباس یہ حدیث علماء اور محدثین کی نظروں میں نہایت معرکۃ الآراء ہے کیونکہ حضور نے

2647 عمرۃ کے بعد ایک حج اور چار عمرے فرمائے ہیں لہذا یہ حدیث دو حال سے خالی نہیں یا تو عمرہ پر محمول ہے ۲۳۲/۱۹
یا حج پر لیکن حج اسکا محل اس وجہ سے نہیں بن سکتا کہ مسلم کے اندر اس حدیث میں اتنی زیادتی وارد
ہوئی ہے کہ غیر العمرۃ۔ اور حلق و تقصیر حج کے اندر منیٰ میں ہوتی ہے نیز آپؐ نے حجۃ الوداع کے اندر
حلق ہی کیا تھا حلق فرمایا اور آپؐ کے حالق معمر بن عبد اللہ العدوی ہیں اب رہ گئے آپؐ کے چار عمرے
ان میں سے ایک عمرہ تو اسی حجۃ الوداع کے اندر آگیا ہے لہذا یہ محل نہیں ہو سکتا جیسا کہ تفصیل ابھی گذری
اب باقی رہ گئے تین عمرے ان میں سے کوئی ایک محل حدیث ہوگا ان میں سے ایک عمرہ حدیبیہ ہے یہ اسکا محل
نہیں ہو سکتا کیونکہ اس وقت تک حضرت معاویہ مسلمان نہیں ہوئے تھے نیز وہاں آپؐ نے حلق کرایا تھا جیسا کہ
روایات سے معلوم ہوا اب عمرہ جعرانہ ہے اور تیسرا عمرۃ القضاء ہے ان دونوں میں سے ایک ہے
علماء کے نزدیک عمرۃ القضاء اسکا محل نہیں بلکہ جعرانہ ہے کیونکہ معاویہ فتح مکہ کے اندر مسلمان
ہوئے عمرۃ القضاء کے اندر مسلمان نہیں تھے لیکن حافظ ابن قیم۔ ابن کثیر محب طبری نے اسکا جواب
دیا ہے کہ عمرۃ جعرانہ کے اندر آپؐ نے قصر فرمایا - حافظ کی رائے ہے کہ جعرانہ کے اندر آپؐ نے حلق کیا ہے
اور اس حدیث کا محل عمرۃ القضاء ہے اب رہا یہ کہ وہ مسلمان فتح مکہ کے اندر ہوئے اسکا جواب ہے یہ
ممکن ہے کہ چپکے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے ہوں اور ماں کی وجہ سے اسلام کو چھپا رکھا ہو اور فتح
مکہ کے اندر ظاہر کیا ہو اور چونکہ یہ خیال ہوگا کہ عمرۃ القضاء کے اندر سفید بال خرچ ہوئے ... کا
قصر ... کر دیا ہوگا
50 عن انس ... دعا بالحلاق ... حلاق کا نام خراش بن امیہ ہے ۲۴
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے داہنی جانب کا حلق کراکر ابو طلحہ کو دیا اور جانب ایسر کا حلق کراکر ان
کو تقسیم کر دیا اور ایک روایت کے اندر اسکا عکس وارد ہوا ہے اب دونوں حدیثوں کے اندر تطبیق
کیا ہے ... محمد بن عبد الواحد مقدسی کی رائے ہے کہ یہ روایت راجح ہے - حافظ ابن قیم نے
51 دوسری روایت کو راجح قرار دیا کیونکہ آپ ابتداء بالیمین پسند فرماتے تھے عن عائشۃؓ اس حدیث کے ۲۶
اندر وارد ہوا کہ آپ قبل الطواف خوشبو استعمال کرتے تھے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ حلق وغیرہ
کے بعد طواف سے پہلے محرم کے لئے خوشبو حلال ہے یا نہیں جمہور ائمہ کے نزدیک بعد الحلق سب چیزیں
حلال ہیں الا النساء امام مالک کے نزدیک عورتوں کی طرح طیب (خوشبو) کی بھی ممانعت ہے
52 عن ابن عمرؓ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے یوم النحر کے اندر منیٰ میں نماز ظہر پڑھی اور اسکے خلاف حضرت ۲۳۳/۱
جابر کی طویل حدیث کے اندر وارد ہوا کہ آپؐ نے مکہ کے اندر ظہر کی نماز پڑھی اب دونوں روایات کے
اندر اختلاف ہے اب علماء کے اندر بھی اختلاف ہو گیا - ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ حضرت جابر کی
روایت راجح ہے کیونکہ اس میں حضرت جابر کے ساتھ ساتھ حضرت عائشہ سے بھی وہی حدیث وارد ہے
اور حضرت عائشہ اہل بیت میں سے ہیں جو زیادہ واقف ہیں اور حضرت جابر کی حدیث کا سیاق بھی حج
کا سیاق ہے لہذا جب دونوں میں اس وجہ سے ترجیح ہی موجود ہے تو یہی راجح ہوگی - اسکے برخلاف
ابوبکر بیہقی نے اس حدیث ابن عمر کو راجح قرار دیا ہے ابن قیم ... ہے اور

ثلث اعمال عمرہ ... فی محل ... عمرہ ... جعرانہ ...

2652 ابن عمر کی حدیث راجح اور معمول ہے کیونکہ حضور کی عادت طیبہ سے یہ محال ہے کہ آپ خود مکہ کے اندر نماز ٢٣٣ / ١
پڑھیں اور باقی تمام لوگ دیکھتے رہیں نیز منی کے اندر پڑھ لیں نیز صحیحین کی روایت بھی ہے کہ آنحضرت
نے منی کے اندر نماز پڑھی ہے لہذا وہ راجح ہوگی نیز صحیحین کی روایت ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ
دونوں حدیثوں کے اندر تطبیق اس طرح ہے کہ ظہر مکہ میں آپ نے طواف کے بعد پڑھی ہوگی لوگوں نے اسکو
ظہر سمجھا۔ علامہ نووی نے ایک عمدہ اور بہترین طریقہ سے تطبیق دی ہے کہ آپ نے نماز ظہر مکہ کے اندر
پڑھی اور پھر لوگوں کو منی کے اندر پڑھائی کیونکہ اقتداء المفترض بالمتنفل جائز ہے۔ [illegible]
ابن سید الناس [illegible] نے فرمایا کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک صحیح ہے لیکن ہم تعیین نہیں کر سکتے ٢

## باب الفصل الاول

٢٣٣ صفحہ

55 عن عبد اللہ بن عمرؓ۔ معلوم ہو چکا کہ دسویں تاریخ کو چار اعمال کئے جاتے ہیں اول
رمی۔ ذبح۔ حلق۔ طواف۔ ان کے اندر اختلاف ہے کہ ان چاروں میں کوئی ترتیب ہے یا نہیں ٤
اور اگر ترتیب ہے تو اسکے تارک پر کچھ دم وغیرہ واجب ہے یا نہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو قارن و
تمتع ہیں ان کیلئے [illegible] فرماتے ہیں کہ طواف اور باقی تینوں کے اندر ترتیب نہیں ہے
اسکے بعد ان تینوں کے اندر قارن اور متمتع کیلئے ترتیب ہے اور مفرد کیلئے رمی اور حلق کے اندر
ترتیب ہے کیونکہ ذبح تو اسپر واجب ہی نہیں ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی میں ترتیب نہیں ہے۔ اب
یہ کہ اس حدیث سے تو معلوم ہوا کہ کسی شئی کی تقدیم و تاخیر کے اندر کوئی حرج نہیں ہے ہماری طرف سے جواب
یہ ہے کہ لا حرج سے نفی اثم مراد ہے جسکے ہم بھی قائل ہیں کہ ثانیا اسپر کچھ واجب نہیں الفصل الثالث

٢٣٣ صفحہ

58 عن اسامۃؓ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سعی قبل الطواف جائز ہے یہی مذہب امام عطاء کا
جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس نے طواف قدوم کر کے سعی کی ہوگی اور پھر ١٢
طواف زیارۃ کیا ہوگا اور دونوں کو ملا کر سوال کر لیا ہوگا۔ بعض نے کہا کہ اس حدیث کے اندر
ایک راوی متفرد ہے جو کہ امام جریر ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے [illegible]

## باب خطبۃ یوم النحر ورمی ایام التشریق (الفصل الاول) ١٤

٢٣٣ صفحہ

59 عن ابی بکرۃؓ۔ اس حدیث سے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے استدلال کیا کہ یوم نحر کے دن خطبہ
دینا مسنون ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ اسکی سنیت کے منکر ہیں اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ١٥
آپ نے یہ خطبہ تو دیا تھا کہ سیکڑوں قافلوں کو مسائل بتانا فرمایا تھا امام طحاوی
فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کے اندر مناسک حج میں سے ایک کا بھی ذکر نہیں تھا اگر آپ فرماتے

ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السموات الخ اسکا مطلب ہے کہ کفار کے یہاں مہینوں کا حیلہ کرتے تھے جسکی وجہ ١٥
مہینوں کے اندر فرق پڑ جاتا تھا کہ محرم ربیع الاول ہے اسکو صفر کی جگہ کر دیا اور صفر کو محرم
کی جگہ [illegible] کر دیا تھا کہ اشہر حرم سے بھی بچے رہیں اور اشہر حرم کے اندر بھی لڑ
سکیں تو چونکہ اسکے چوبیس سال کے مہینوں پر فرق پڑتا تھا تو اسکے متعلق فرمایا کہ

2662 حال وہ موقوف ختم ہو کر اب ٹھ ماہ اپنے معمول پر آ گئے ہیں عن ابن عمرؓ اس حدیث سے معلوم ہوا ۲۳۴/۲۵
کہ حضورؐ نے لیالی منیٰ کو مکہ مکرمہ گزارنے کی اجازت مرحمت فرما دی اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ
منیٰ کی راتیں کس جگہ گزارے امام شافعیؒ کا قول امام مالکؒ کا مذہب امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ۱۶۱
منیٰ کے اندر رات کا گزارنا واجب ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک سنت ہے یہی حسن بصری کا مذہب
اور امام احمدؒ کی ایک روایت ہے اور آپ نے یہاں سقایہ کی وجہ سے اجازت دی ہے اب
اس کے اندر اختلاف ہے کہ اس کے علاوہ کسی کو اجازت ہے یا نہیں۔ مالکیہ و حنابلہ کے نزدیک [illegible]
کو بھی اجازت ہے جیسا کہ تیسرے باب میں ابی البداح کی روایت آ رہی ہے امام شافعیؒ کے نزدیک اہل اللہ
والے بھی اس کے ساتھ ملحق ہیں امام احمدؒ کی ایک روایت ہے کہ اولاد عباس کے لئے جو ساقی ہیں ان
کو اجازت ہے اوروں کے لئے شعب یا شکی کریں **الفصل الثانی عن عمرو بن الاحوص** ۲۳۴

70 قال یوم الحج الاکبر حج اکبر کے مصداق میں اقوال مختلف ہیں (۱) یوم النحر (۲) یوم عرفہ (۳) تمام ایام حج
(۳) یوم حج الاکبر کہتے ہیں کیا بلا ایام جمع [illegible] جاتا ہے تھا جواب دیا کہ یوم حج [illegible] ۲۲
(۴) اس کے حج اکبر ہے اور حج اصغر سے عمرہ مراد ہوتا ہے (۵) اس کے خاص جو حج اکبر ہے جس میں آپ نے
حج فرمایا (۶) حج اکبر سے [illegible] یا جمعہ کے دن واقع ہے الا لا یجنی جان الا علی نفسہ الخ اپنے
نفس پر جنایت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو قتل کر دے یا کوئی اور ظلم کرے تو خود ہی اس کا ۲۴
بدلہ پائے گا وہ بیٹے اور باپ جنایت کی ذریعہ [illegible] بدلہ اور جنایت اسی کو پہنچے گی مگر ابن ماجہ وغیرہ نے
کے اندر ہے الا لا یجنی جان الا علی نفسہ [illegible] کے اندر ہی جو دلیل ہے لہذا یہ صحیح ہے
یعنی آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے ایک ذات سے [illegible] ظلم پر اما وہ [illegible] کی عادت [illegible]
سے پیش آئی کہ ان لوگوں کے ہاں ایک شخص کی جنایت کی وجہ سے [illegible]
تھا تو آپ نے اس کے منع فرما دیا کہ بس جرم جس کا ہو گا تو اسی کی جنایت کا تاوان [illegible]

72 **عن عائشۃ** ۲۳۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے طواف زیارت رات کے اندر فرمایا اور اس کے بعد ۲۳۵/۱
حدیث جابر کے اندر گزرا کہ آپ نے دن کے اندر طواف زیارت فرمایا دونوں کے اندر جمع کرنے کے
لیے علماء نے مختلف جواب دیئے ہیں (۱) یہ بخاری کی روایت ہے اور حدیث جابر کی روایت صحیح
کی ہے لہذا وہ راجح ہوگی (۲) اس حدیث کے اندر ابو الزبیر ایک راوی مدلس ہے جو عنعنہ
سے نقل کر رہے ہیں (۳) یہ حدیث ضعیف ہے (۴) الی اللیل کا اندر [illegible] (اذا ما بعد الزوال سے)
(۵) آخر طواف الزیارۃ الخ سے مراد [illegible] وقت مستحب کو آپ نے رات تک موخر کیا ہے (۶) آپ [illegible]
ستر طواف کر [illegible] اسکو زیارت سمجھ لیا (۷) [illegible] راوی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی
77 ازواج کے طواف کو موخر کر دیا تھا [illegible] اس حدیث کے اندر ہے **عن ابی البداح** ۲۳۵ فیرموہ فی احدھما
احدھما سے مراد اگر بارہویں ہے تو تقدیم اور اگر تیرہویں مراد ہے تو تاخیر [illegible] امام مالک فرماتے ۹
ہیں کہ اس سے بارہویں تاریخ مراد ہے کیونکہ عبادات کے اندر تاخیر تو جائز ہے تقدیم ناجائز ہے

# باب ما يجتنبه المحرم

## الفصل الاول

٢٣٥

2678? عن عبد الله بن عمر رض — حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رجل نے ملبوسات کا سوال کیا تھا لیکن آپ نے جواب ١١
غیر ملبوسات کا دیا (۱) وجہ یہ ہے کہ غیر ملبوس محصور ہے اور ملبوسات غیر محصور ہیں اور محصور کا بیان کرنا آسان ہے
(۲) آپ نے غیر ملبوسات کا جواب دیکر اشارہ کیا کہ سائل کو غیر ملبوس کا سوال کرنا چاہیے تھا (۳) جو مباح
ہو عام طور سے لوگ جانتے ہیں اسلئے غیر مباح کو بیان فرمایا — دوسری بات حدیث پاک سے معلوم
ہوئی کہ خفین کو پہننا جائز نہیں مگر ایسے شخص کیلئے جائز ہے جس کے پاس جوتے نہیں اور اسکو چاہیے
کہ خفین کو نیچے وغیرہ کعبین سے اوپر کے حصہ کو کاٹ دے کعبین سے مراد ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
[illegible] ثانیاں اور امام صاحب کے نزدیک العظم الناتی بانہ معقد الشراک مراد ہے — اب اس مسئلہ
کے اندر اختلاف ہے کہ جوتے کی موجودگی میں خفین کو پہننا جائز ہے یا نہیں — جمہور علماء فرماتے ہیں کہ
[illegible] نے جواز کی تصریح کی ہے ایسے ہی محقق [illegible] نے جواز کی تصریح کی ہے [illegible] حدیث سے
جواز معلوم ہو رہا ہے چنانچہ [illegible] اور صاحب بحر کی روایت ہے کہ جائز نہیں اور مخالفت کی
وجہ یہ ہے کہ اس سے ٹخنے ڈھک جاتے ہیں اگر نعلین نہ ہو تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قطع خفین شرط ہے
اور امام احمد کے نزدیک قطع خف شرط نہیں ہے ولا تلبس القفازین امام صاحب کے نزدیک عورت کیلئے پہننا
جائز ہے اور حدیث احرام المرأة فی وجہها سے استدلال ہے حضرت علی و عائشہ سے بھی یہی روایت ہے اور اس
79 حدیث کی نہی کا محمل کراہت ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں ہے عن ابن عباس رض — لبس ١٥
سراویل ائمہ جمہور کے نزدیک فتق ضروری ہے اور شوافع [illegible] حنابلہ کے یہاں فتق ضروری نہیں ہے
80 عن یعلی بن امیة رض — اذ جاءہ رجل الخ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کا نام عطاء بن منیہ ہے [illegible] ١٦
کہ حضور نے اس رجل کو جبہ کے اتارنے کا حکم دیا اب اس کے اندر اختلاف ہے کہ کیا اسکو پھاڑ
سے [illegible] یا نہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ اسپر دم وغیرہ پہننے سے کچھ واجب نہیں اور اسکو فوراً
اتار دینا چاہئے امام صاحب سفیان ثوری لیث بن سعد کے نزدیک فدیہ واجب ہے پہننے کی
وجہ سے امام مالک کے نزدیک اگر تاخیر ہو جائے تو فدیہ واجب ہے ورنہ نہیں — اسکو [illegible]
کے اتارنے [illegible] جمہور کے نزدیک تو سر کے اوپر سے اتار دے جیسا کہ اس حدیث [illegible]
کا حکم دیا اور شعبی نخعی ابو قلابہ سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ [illegible] اوپر سے [illegible]
83 اسکو پھاڑ دے اور ہو نکالا رہے عن یزید بن الاصم رض — اس مسئلہ کے اندر اختلاف ٢٠
ہے کہ محرم کیلئے نکاح جائز ہے یا نہیں — امام صاحب حماد بن سلیمان [illegible] کے نزدیک
جائز ہے — ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں اور استدلال کرتے ہیں حضرت عثمان کی حدیث لا ینکح
المحرم ولا ینکح الخ ایسے ہی اس حدیث سے کہ حضور کا متعلق تزوج [illegible] حلال — ہمارے احناف کا ٢١
استدلال حضرت ابن عباس کی حدیث سے ہے امام بخاری نے دو جگہ باب منعقد کیا ہے اور اس حدیث کو
[illegible] دونوں جگہ ذکر کیا ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری بھی محرم کے نکاح کے جواز کے
قائل ہیں — ہمارے احناف کہتے ہیں کہ روایتی حیثیت سے ہم کلام کرتے ہیں کہ بخاری کی حدیث [illegible]

2683 اور آپ کی روایت مسلم شریف کی روایت ہے اور آپ کے قاعدہ کے مطابق متفق علیہ حدیث راجح ہوتی ہے ۲۳۵/۲۱
نیز آپ کی روایت محتمل ہے کیونکہ لاینکح کے معنی لایطأ کے بھی ہیں لہذا آپ کا کہنا کہ ہماری روایات
قولی ہیں اور وہ فعلی پر راجح ہوتی ہیں صحیح نہیں ہے۔ شافعیہ نے اعتراض کیا کہ آپ کی حدیث کے اندر
وہو محرم ہے تو محتمل ہے کیونکہ اس کے معنی دخول فی الحرم کے بھی آتے ہیں جیسے شاعر کہتا ہے ع
قتلوا ابن عفان الخلیفۃ محرما ہے حالانکہ حضرت عثمان مدینہ کے اندر قتل ہوئے [illegible] محرم
نہیں تھے لہذا اس کے معنی دخول فی الحرم کے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس
شعر کے اندر ھارون رشید نے محرم کے معنی اصمعی سے پوچھا کہ اس کے معنی کیا ہیں انہوں نے کہا کہ جو اس
شعر کے قتلوا کسری بلیل محرما کے اندر محرم کے معنی ہیں وہی معنی مراد ہیں اور اس میں [illegible] محرم
سے مراد ذو حرمت ہے لہذا دوسرے شعر کے اندر محرم سے مراد ذو حرمت ہے لہذا آپ کا استشہاد باطل ہے
دوسرا یہ کہا کہ حضور کا محرم ہونے کی حالت کے اندر نکاح کرنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے ہم کہتے ہیں کہ خصوصیت
کی دلیل کی ضرورت ہے کیونکہ آپ اقتداء کئے جانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ محی السنۃ فرماتے ہیں کہ دونوں قسم
کی جب احادیث وارد ہیں تو دونوں کے اندر توفیق یہ ہے کہ احرام کی حالت کے اندر آپ نے نکاح کا
ارادہ فرمایا ہوگا اور حل کی حالت میں نکاح کیا ہوگا ہم کہتے ہیں کہ اس کے عکس بھی تو یوں
جمع کیا جا سکتا ہے لہذا یہ توجیہ بھی صحیح نہیں ہے لہذا تعارض کے وقت قیاس کی طرف رجوع
کیا جاتا ہے اور قیاس مقتضی ہے کہ نکاح احرام کی حالت میں بھی جائز ہو۔ نیز ہماری تائید اس سے
بھی ہوتی ہے کہ یہ مشہور ہے کہ حج سرف کے اندر نکاح [illegible] اور انتقال میمونہ ہوا
اب اگر آپ نے جاتے وقت نکاح کیا تو ہمارا مذہب اور اگر واپس آتے ہوئے نکاح کیا تو تمہارا مذہب
ثابت ہوگا۔ [illegible] ابن قیم لکھتے ہیں کہ حضور نے جب مکہ کے اندر قیام فرمایا تو مشرکین مکہ کی طرف سے
ایک آدمی آیا اور حضرت علی سے کہا کہ تم لوگوں کو صرف تین دن کی اجازت رہنے کی دی گئی ہے اور اب
تین دن پورے ہو گئے ہیں لہذا تم لوگ چلے جاؤ۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے تمہارے یہاں کی ایک لڑکی سے
نکاح کیا ہے اس کا ولیمہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ تم لوگ بھی اس کھانے کے اندر شرکت کرو اس پر ان لوگوں نے
اس کھانے سے انکار کر دیا تو دیکھو کہ صاف معلوم ہو گیا کہ آپ نے جاتے وقت نکاح فرمایا لہذا ہمارا
مذہب ثابت ہو گیا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں نے ایک یہ اعتراض کیا کہ آپ اس نکاح کے وقت محرم کیسے
ہو سکتے [illegible] کہتے ہیں کہ آپ میقات سے بغیر احرام کے گزرے تو جائز نہیں ہے
انہوں نے کہا کہ ہماری روایت ابن اخت میمونہ کی ہے لہذا وہ زیادہ جاننے والے ہوں گے ہم کہتے ہیں کہ
87 حضرت ابن عباس بھی ابن اخت میمونہ ہیں لہذا وجہ ترجیح کچھ نہیں ہے عن ام الحصین ۲۵
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استظلال جائز ہے یہی ہمارا اور شافعیہ کا مذہب ہے امام مالک اور احمد کے
89 نزدیک جائز نہیں ہے الفصل الثانی عن ابن عمر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو [illegible] ۲۳۶/۳
کا کپڑا پہننا جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک پہننا جائز ہے

2689 امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ معصفر مُفدّم (گہرا) ہے تو جائز ہے اور ٢٣٦/٣
اگر اسکا رنگ ہلکا ہے اور خوشبو آتا رہتا ہے تو مکروہ ہے محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے
90 ولتلبس بعد ذلک الخ مدرج ہے ٢٣٦ عن عائشة: سدلت احدانا جلبابها الخ اس سے معلوم ٥
ہوا کہ عورت اپنے چہرہ پر کوئی چیز ڈال سکتی ہے اور اس کی پہلی حدیث کے اندر گزرا کہ لا تتنقب الخ
اس سے معلوم ہوا کہ ڈال نہیں سکتی جواب جیسے ایک جگہ سدل آرہا ہے اور ایک جگہ نفی آرہی ہے کہ اور
91 چہرہ کا سدل بالاجماع ائمہ اربعہ کے نزدیک واجب ہے ٢٣٦ عن ابن عمر: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیتون ٧
کا تیل محرم کو لگانا جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر اس کے اندر خوشبو
ہے تو ناجائز ہے اور اگر خوشبو نہیں تو جائز ہے حنابلہ کے یہاں دونوں قول ہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
جو بغیر خوشبو والا جائز ہے وہ غیر راس کے اندر ہے اور راس کے اندر ان کے یہاں بھی جائز نہیں ہے لیکن
حنفیہ کے یہاں تداوی کے طور پر جائز ہے اور اگر تداوی کیلئے نہ ہو تو عضو کامل کے اندر اگر لگایا
93 تو دم واجب ہوگا اور کم کے اندر کچھ واجب نہیں ہوگا ٢٣٦ عن عبد اللہ بن مالک: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے ١٠ (الفصل الثالث)
احرام کی حالت میں حجامت کرائی ائمہ ثلاثہ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک حجامت محرم کیلئے جائز ہے
امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر الجاء اور اضطرار کی صورت ہو تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے

## باب المحرم یجتنب الصید (الفصل الاول) ١٢

97 عن ابی قتادة: فکلوا ما بقی من لحمها الخ محرم کیلئے صید بحر بالاتفاق جائز ہے۔ صید بر
کے اندر علماء کا اختلاف ہے جس کی چند صورتیں ہیں (١) حلال شخص اپنے واسطے شکار کرے
اور اس میں سے محرم کو کھلادے یہ بالاتفاق جائز ہے۔ حضرت عمر، ابن عمر، علی، عثمان، لیث بن سعد
کے نزدیک مطلقاً محرم کیلئے شکار کا گوشت جائز نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر محرم کیلئے اشارۃً
یا دلالۃً شکار کیا گیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس نے شکار اپنے لئے کیا تو جائز ہے حنفیہ کے
نزدیک حلال نے اگر اپنے لئے یا محرم کی نیت سے شکار کیا تو جائز ہے فریق اول صعب بن جثامہ
کی حدیث سے استدلال کرتا ہے کہ آپ نے حمار کو واپس کر دیا تھا اور جو کہ دوسرا فریق ہے جواب
دیا کہ چونکہ وہ پورا حمار تھا اور حضور اسکو رکھ نہیں سکتے تھے کیونکہ آپ محرم تھے اسلئے واپس کر دیا۔ فریق ثانی
کا مستدل فصل ثانی کے اندر حضرت جابر کی حدیث ہے جس کے اندر ہے کہ گوشت حلال ہے جب
تک کہ محرم نے شکار نہ کیا ہو اور نہ اسکے لئے شکار کیا جائے لہذا اگر حلال نے اسکی نیت یا اشارہ
یا دلالت کی وجہ شکار کیا تو جائز نہیں ہے ہماری طرف سے اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ
یہ حدیث منقطع وضعیف ہے کیونکہ جابر سے مطلب کا لقاء ثابت نہیں ہے جواب ٢ جیسے ہمارا
او یصاد لکم ہے ایک دوسری روایت کے اندر بجائے اسکے أو یُصَد لکم واقع ہوا جس سے معلوم
ہوا کہ یصد لکم تو نہی کے تحت ہے لیکن او یصاد لکم تحت النہی داخل نہیں ہے بلکہ او بمعنی
الی ان کے معنی میں ہے یعنی الی ان یصاد لکم فیجوز لکم جواب ٣ یصاد لکم کا مطلب ہے بامرکم اور بدلالتکم

2698 کی حدیث ہے عن ابن عمرؓ: اس حدیث سے پانچ جانوروں کے قتل کی اجازت ثابت ہوئی اب ان کے ۲۲۶/۲۱
اندر اختلاف ہے کہ ان ہی پانچ کے اندر حصر ہے یا دوسرے بھی زیادہ ہیں۔ اصحاب ظواہر کے نزدیک پانچ
کے اندر حصر ہے صاحب ہدایہ اس کی مخالفت میں اور ان کے نزدیک جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے جو شریر
ہوں موذی ہوں بالابتداء ہوں امام شافعی امام احمد کے نزدیک غیر ماکول کو قتل کرنا جائز ہے **الفصل الثانی**
2701 **عن ابی ہریرۃؓ**: اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ جراد کے اندر جزاء ہے یا نہیں جمہور کے نزدیک جزاء ہے
اور حضرت عروہ اور ابو سعید سے روایت ہے کہ جزاء نہیں ہے۔ بعض اصحاب سے روایات مختلف ہیں۔ ۲۶
حضرت شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں کہ ان کا مذہب یہی ہے کہ جزاء ہے اور اس کا کھانا اکثر ائمہ
2704 کے نزدیک جائز ہے **عن جابرؓ**: ضبع کے حلال و حرام ہونے کے اندر اختلاف ہے امام ابو حنیفہ امام ۲۳۷/۴
مالک کے نزدیک ناجائز ہے اور امام احمد امام شافعی کے نزدیک جائز ہے اور اس کے اندر جزاء ہے
اب یہ کہ کیا جزاء واجب ہے اس کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کبش اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک قیمت
اور ائمہ ثلاثہ کا استدلال اس حدیث سے ہے اور ہماری طرف سے جواب ہے کہ وہ کبش اس کی قیمت کے برابر تھا

## باب الاحصار وفوت الحج ۹

اب یہ کہ احصار کس چیز سے ہوتا ہے امام مالک کے نزدیک عدو سے احصار ہوتا ہے جمہور کے نزدیک حج
وعمرہ دونوں میں ہوتا ہے اب یہ کہ احصار کا سبب کیا ہو سکتا ہے امام شافعی امام مالک کے نزدیک صرف
عدو کے ذریعہ ہوتا ہے یہی امام احمد کا مذہب ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک مرض اور عدو دونوں کے ذریعہ ہوتا ہے
ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ حضور کے ساتھ مخصوص تھا بعد میں ختم ہو گیا **الفصل الاول عن**
07 **ابن عباسؓ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ پر عمرہ واجب تھا اس کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ ۱۰
11 کے نزدیک واجب ہے امام ابو حنیفہ حضرت مالک فرماتے ہیں کہ واجب تھا **عن عائشۃؓ**: اس حدیث
کے اندر آپ نے فرمایا حجی واشترطی اس اشتراط کے حکم میں اختلاف ہے ظواہر کے نزدیک واجب ہے ۱۵
شرط لگانا۔ امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے امام احمد کے نزدیک جائز ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز
13 نہیں ہے امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے **الفصل الثانی عن الحجاج**: اس حدیث کے اندر وارد
ہوا فقد حل اس کے اندر اختلاف ہے کہ اس حلال ہونے کا مطلب کیا ہے داؤد ظاہری کے نزدیک اس کا ۱۸
مطلب ہے کہ محض لنگڑے ہونے اور کسر کی وجہ سے وہ حلال ہو گیا ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ طواف
کے ذریعہ حلال ہو گا امام ابو حنیفہ کے نزدیک ذبح ہدی۔ احادیث وغیرہ کے ساتھ حلال ہو گا **عن عبد**
14 **الرحمن بن یعمرؓ**: من تعجل فی یومین الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ جو رخصت کی اجازت ہے یا سب کے لئے ۲۱
کے نزدیک عام ہے امام مالک کے نزدیک غیر مکی کے لئے ہے اور مکی کے لئے عذر کی صورت میں اجازت ہے

## باب حرم مکۃ حرسہا اللہ تعالیٰ (الفصل الاول) ۲۴

15 **عن ابن عباسؓ**: فہو حرام بحرمۃ اللہ الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے کی ۲۵
وجہ سے حرام ہوا ہے اور ایک حدیث کے اندر گذرا ہے کہ ان ابراہیم حرم مکۃ اس سے معلوم ہوا کہ

2715 ابراہیم علیہ السلام نے تحریم کی ہے دونوں کے اندر تعارض ہے جواب ۱ — ابراہیم علیہ السلام کی تحریم کا مطلب ہے ۲۳۷ / ۲۵
کہ اللہ نے تحریم کیا یعنی تحریم تو پہلے ہو چکی تھی لیکن انہوں نے اس تحریم کا اظہار کیا ہے جواب ۲ — حرم اللہ تعالی
علی لسان ابراہیم علیہ السلام لا یعضد شوکہا الخ حرم کا درخت کاٹنا بلا ضرورت ناجائز ہے اور ضرورت کی
صورت میں کاٹنا جائز ہے اور کاٹنا ہی ہے اس کے اندر اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک حرم کے ایسے درخت
کا کاٹنا ناجائز ہے جو منبت بنفسہ ہو اور اس کو لوگوں نے اگایا نہ ہو اور نہ وہ اس قبیلے سے ہو
جس کو اگایا جاتا ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ حرم کے ایسے درخت جس کو کسی نے اگایا نہ ہو وہ کاٹنا ناجائز ہے
خواہ وہ جنس قبیل ما ینبتہ الناس ہو یا نہ ہو امام مالک فرماتے ہیں کہ حرم کے ایسے درخت کو کاٹنا جائز ہے
جس کی جنس کو اگایا یا نہ اگایا ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حرم کے درخت کا کاٹنا ناجائز ہے۔

17 ۲۳۸ عن جابر — اس حدیث سے حمل کی نفی فرمائی گئی ہے چنانچہ ائمہ کا اتفاق ہے کہ بلا ضرورت ہتھیار اٹھا ۲۳۸ / ۳
حرم جائز نہیں ہے لیکن اگر کسی شخص نے دوسرے کو تکلیف پہنچائی ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس کے
اطراف کے اندر تکلیف ہے یا نفس کو تکلیف دی ہے اول صورت کے اندر بدلہ جائز ہے حرم کے اندر
اور اگر نفس کو قتل کیا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو حرم کے اندر کیا ہے یا باہر اگر اندر قتل
کیا ہے تو پکڑ لیا جائیگا اور اگر باہر قتل کر کے اندر چلا گیا تو امام شافعی امام مالک کے نزدیک حرم
کے اندر قتل کیا جائیگا اور امام صاحب امام احمد کے نزدیک باہر نکالا نہیں مجبور کیا جائیگا اور قتل کیا جائیگا

19 ۲۳۹ عن جابر — اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر احرام کے دخول جائز ہے اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے ۵
اگر نسک کا ارادہ ہو تو امام شافعی امام احمد کے نزدیک جائز ہے امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے
ہم اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ مکہ آپ کیلئے حلال ہو گیا تھا ایک گھنٹے کیلئے

## باب حرم المدینۃ حرسہا اللہ تعالی

28 الفصل الاول عن علی — اس حدیث کا مقصد اور ماحصل یہ ہے کہ اہل بعض لوگوں کا گمان یہ ۲٤
تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو کچھ خاص خاص باتیں بتلائی ہیں تو حضرت علی نے
اس زعم کو باطل کر دیا کہ ہم نے حضور سے صرف قرآن لکھا لکھایا ہے یہی ہمارا اصل اصول ہے اور حضور
کی بعثت محض رسالت تبلیغ احکام کیلئے تھی آپ سب کو سکھا گئے ہیں کسی کی خصوصیت نہیں ہے
ہذہ الصحیفۃ اسکا مصداق وہ کتاب ہے جس کے اندر دیات وغیرہ اور چند ضروری امور تحریر تھے۔
عیر اور ثور دونوں پہاڑوں کے نام ہیں البتہ اس کے اندر اختلاف ہے کہ کہاں واقع ہیں (۱) عیر علاقہ
مکہ کے اندر اور ثور مکہ کے اندر ہے (۲) دونوں مکہ کے اندر ہیں (۳) دونوں مدینہ کے اندر ہیں
ثور جیسا کہ مکہ کے اندر ہے ایسے ہی چھوٹا سا پہاڑ مدینہ کے اندر ہے۔ دوسری بات اس حدیث
سے معلوم ہوئی کہ جیسے مکہ کیلئے حرم ہے ایسے ہی مدینہ کے اندر بھی حرم ہے عیر اور ثور کے مابین
یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے اور اسی حدیث سے استدلال ہے امام صاحب۔ امام ابو یوسف
امام محمد جمہور کوفیین کے نزدیک مدینہ کے اندر حرم نہیں ہے اور جن احادیث کے اندر تحریم وحرم کا

2728 ذکر ہے اس کی تعیین حرم اور بیان حرم مقصود نہیں ہے بلکہ مطلق تعظیم مقصود ہے اور اس کی دلائل ۲۳۸/۲۶
بہت سے ہیں (۱) باب الحرم کے اندر ایک حدیث حضرت انس کی آرہی ہے جس کے اندر ہے کہ آپ نے بچے
سے مخاطب فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر تو انہوں نے بلبل پکڑ رکھی تھی تو اگر وہ حرم ہوتا تو کیسے جائز
ہوتا اسکا پکڑنا ان حضرات نے اسکا جواب دیا کہ وہ کسی دوسری جگہ سے پکڑ کر لائے ہوں گے
ہم کہتے ہیں کہ یہ احتمال بعید ہے (۲) آپ نے مدینہ کے پتوں اور گھاس کھانے کو اونٹ وغیرہ کی اجازت
دی ہے لہذا ان تمام سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے لئے حرم نہیں ہے۔ اب اس کے اندر اختلاف ہے کہ مدینہ
کے اندر اگر کوئی جانور وغیرہ مار دے تو کوئی شخص تو اس کی کیا جزاء ہے ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ اسکے
کپڑے قرار دیئے جائیں گے ابن المنذر، ابن ابی ذئب امام شافعی سے بھی یہ مروی ہے۔ علامہ نووی فرماتے
ہیں کہ کوئی صحابی بھی اس فیصلہ کا قائل نہیں ہے سوائے حضرت سعد کے انہوں نے اسکا قول کیا ہے
صرف ولا عدل الخ اس کے مصداق میں بھی اختلاف ہے (۱) صرف سے فرائض اور عدل سے نافلہ مراد ہے
(۲) اس کا عکس یعنی صرف سے نافلہ اور عدل سے فرائض مراد ہے (۳) صرف سے فدیہ اور عدل سے شفاعت
مراد ہے (۴) اس کا عکس یعنی صرف سے شفاعت اور عدل سے فدیہ مراد ہے ذمۃ المسلمین واحدۃ یعنی
مسلمانوں میں سے اگر ایک شخص کسی کو امن دیدے تو وہ معتبر ہے آگے فرماتے ہیں ومن والی قوما بغیر اذن موالیہ
اس موالاۃ سے کیا مراد ہے شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے ولی الموالاۃ مراد ہو
یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو پہلے مر جائے تو میں تیرا وارث اور اگر میں پہلے مر جاؤں تو تو میرا وارث
اور جو کچھ بھی ہرجان وغیرہ آئے اسکا میں ذمہ دار ہوں اور مجھ پر جو کچھ ہو اسکا تو ذمہ دار ہے تو اگر
ایک دوسرے کی ذمہ داری لے لی اس کے بعد اس نے اپنے اس ساتھی کے علاوہ کسی اور شخص سے بھی موالاۃ کر لی تو آپ نے اس کو
منع فرمایا ہے دوسرا مطلب اسکا یہ ہے کہ اپنے مسلمان کے ہاتھوں کو چھوڑ کر کفار سے موالاۃ کرے
29 تیسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ مولی العتاقہ سے اپنا تعلق توڑ کر کسی دوسرے سے جوڑ لے **عن سعد:** ۲۳۹/۳
اس حدیث کے آخر میں وارد ہوا شفیعا او شہیدا اس او کے اندر دو احتمال ہیں (۱) راوی کی طرف سے
شک کیلئے ہے (۲) بعض نے کہا کہ تنویع کیلئے ہے یعنی اگر اس کے اعمال خیر کیئے تو شہید ہوں گا اور اگر اعمال
41 خیر نہیں کیئے تو شفیع ہوں گا **وعنہ قال:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے اندر طاعون داخل ۲۴۰/۲
نہیں ہوگا۔ قتیبہ اور نووی نے جزم کے ساتھ نقل کیا ہے کہ مکہ، مدینہ کے اندر نہ طاعون داخل ہوا اور
نہ داخل ہوگا حافظ کہتے ہیں کہ مکہ کے اندر تو داخل ہوا ہے مدینہ کے اندر نہیں ہوا **الفصل الثانی:**
47 **عن سلیمان:** اس حدیث سے علامہ طیبی نے استدلال کیا کہ مکہ مدینہ حرم ہونے کے حکم میں مساوی ۱۰
ہیں کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ نے سلب لی ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سلب لینے سے دونوں کا مساوی
فی الحکم ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ مکہ کے اندر سلب لینا جائز نہیں ہے اور تحریم سے مطلق تعظیم مراد ہے
وعن الزبیر: اس حدیث کے متعلق علماء نے بیان فرمایا کہ ضعیف ہے عبد اللہ بن انسان اسکا ایک راوی ضعیف ہے
امام بخاری نے بھی اسکو ضعیف قرار دیا اسی وجہ سے دیا۔ حنفیہ حرم کی تحریم کا اثبات جس کے علاوہ کوئی اور جائز

مصنف علیہ الرحمۃ نے عبادات ختم کرنے کے بعد اب معاملات کو بیان فرمایا بیع و سلام شروع کی اور
کسب میں مراد حلال بالحلال بالتراضی بعض لوگوں نے بالتجارۃ کی بھی قید لگائی تاکہ حبہ بشرط العوض
نکل جائے لیکن دوسرے لوگوں نے اس قید کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ ہماری اس بیع سے مراد بیع ابتداً
ہے اور حبہ بشرط العوض ابتداً بیع نہیں ہے بیع کی چند قسمیں ہیں کبھی عین کی عین کے ساتھ ہوتی ہے
اسکو مقایضہ کہتے ہیں کبھی بیع عین کی دین کے ساتھ ہوتی ہے اسکو مطلق بیع کہتے ہیں اور کبھی بیع
دین کی عین کے ساتھ ہوتی ہے اسکو بیع سلم کہتے ہیں اور کبھی بیع دین کی دین کے ساتھ ہوتی ہے ثمن کی
ثمن کے ساتھ تو اسکو بیع صرف کہتے ہیں اسکے علاوہ اور بیوع الوان قسمیں ہیں جسکی وجہ سے مصنف
2762 نے البیوع جمع کا صیغہ لائے **الفصل الاول عن النعمان بن بشیر** الحرام بین یعنی حرمت منصوص ہے ١٥
یا یہ کہ کسی قاعدہ کے تحت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی تین قسمیں ہیں حرام، حلال، مشتبہات
حالانکہ ایک حدیث کے اندر ان تینوں کے علاوہ چوتھی قسم کا بھی ذکر ہے کہ ما سکت عنہ فہو عفو ہذا
اسکا جواب یہ ہوگا کہ مشتبہات کی حیثیت بھی عفو کی ہے لہذا فی الحقیقت ثالث کے اندر داخل ہے
63 **عن رافع بن خدیج** اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ثمن الکلب خبیث اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے ١٩
کہ بیع کلب کا کیا حکم ہے امام احمد امام شافعی کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے یہی ایک روایت امام مالک کی ہے
امام صاحب ابراہیم نخعی امام ابو یوسف امام محمد فرماتے ہیں کہ جس کتے سے نفع حاصل کیا جاتا ہو اسکی
بیع جائز ہے ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ مطلق ہے ہم کہتے ہیں کہ ایک روایت
کے اندر الا کلب صید او ماشیۃ کی قید ہے امام طحاوی نے اس حدیث کا جواب دیا کہ یہ جب تھا جبکہ آپ نے قتل کلاب
65 کا حکم دیا تھا بعد میں منسوخ ہوگیا **عن ابی جحیفۃ** اس حدیث کے اندر والوشم پر لعنت الواشمۃ ٢١
ہے کہ اس نے فعل حرام کیا کیونکہ وشم حرام ہے اور مصور سے مراد ذی روح کا مصور ہے کیونکہ یہ فعل بھی حرام ہے
68 **عن جابر** نہی عن ثمن السنور اس بلی کی بیع کے اندر بھی اختلاف ہے ابو ہریرہ، جابر بن زید ٢٧
مجاہد کے نزدیک جائز نہیں ہے ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ حدیث جس کے اندر نہی عن بیع السنور
69 کا ذکر ہے ثابت نہیں ہے علامہ جاحظ نے اس حدیث پر بہت کلام کیا ہے **عن انس** اس حدیث کے اندر ہے
کہ حضور نے حجامت کرائی اور حجام کو ایک صاع اجرت کے اندر دینے کا حکم فرمایا معلوم ہوا کہ یہی حدیث کے ٢٧
اندر رافع بن خدیج سے جو روایت آئی ہے کہ کسب الحجام خبیث ان دونوں کے اندر تعارض ہے
بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث رافع بن خدیج منسوخ ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ حجامت کی اجرت لینا
جائز ہے اور اجرت دینا جائز نہیں ہے بعض نے کہا کہ لینا جائز نہیں لیکن دینا جائز ہے حضرت ابو جحیفہ
کی حدیث کے اندر گذر چکا نہی عن ثمن الدم اگر دم سے حجامت مراد ہے تو جواب گذر گیا اور اگر اس سے خون مراد
ہو تو چونکہ وہ نجس ہے اسلئے منع فرمایا اب اس حدیث کے اندر بعض لوگوں نے کسب الحجام خبیث کا مطلب
یہ بیان کیا کہ اس حجام سے مراد ہے جو حجامت کے بعد اس خون کو فروخت کر دیتا ہو **الفصل الثالث**
89 **عن ابن عمر** امام احمد کے نزدیک تو سب حرام اور نماز جائز نہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا جمہور کے نزدیک جائز ہے ٢٢٣/١٠
اور حدیث کے متعلق علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے نیز اثابۃ کی نفی ہے

# ص۲۲۳ باب المساهلة في المعاملة (الفصل الاول)

2795 عن ابي ذر: منان اس کے تین معنی ہیں (۱) احسان جتلانے والا (۲) کیل وزن کے اندر کمی کرنے والا (۳) قاطع رحم ۲۲۳/۱۲
96 الفصل الثاني عن ابي سعيد: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تاجر صدوق کا حشر انبیاء کرام کیساتھ
ہوگا اس کے دو مطلب ہیں (۱) یعنی جب مخدوم کیساتھ خادم رہتا ہے ایسے ہی وہ شخص انبیاء کیساتھ ۲۲
98 رہیگا (۲) گاہے گاہے وہ انبیاء سے ملاقات کر لیگا عن قيس بن ابي غرزة: پہلا اسم ہوا کرتا تھا
یعنی ہم لوگوں کو تجار کا نام "سماسرة" دیا جاتا لیکن حضور نے ہمارا اس سے بہتر نام "تجار" رکھ دیا اب یہ کہ تجار ۲۵
سماسرہ سے احسن کس وجہ سے ہے اسکے اندر چند قول ہیں (۱) سماسرة دلال کو کہتے ہیں اور دلال
سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں (۲) تجار کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور سماسرة کا لفظ قرآن میں نہیں ہے (۳) تجارة

# ص۲۲۴ باب الخيار (الفصل الاول) ۲۲۴/۳

خیار کی تین قسمیں ہیں خیار رویت، خیار عیب، خیار شرط یہ مالکیہ اور حنفیہ کے یہاں ہے اور
شافعیہ حنابلہ کے یہاں ایک قسم خیار کی اور ہے وہ خیار مجلس ہے اور اس باب کی پہلی حدیث ابن عمر سے
استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا المتبايعان كل واحد منهما بالخيار على صاحبه ما لم يتفرقا الخ اي ما لم يتفرقا بالابدان
یعنی جب تک کہ وہ ایک مجلس کے اندر ہیں ان کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دیں یا باقی رکھیں
جو لوگ خیار مجلس کے منکر ہیں وہ اس حدیث کا جواب دیتے ہیں۔ مالکیہ میں سے قاضی ابو الولید باجی
نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ اسکا مطلب ہے کہ المتساومان بالخيار ما لم يتفرقا بالاقوال حنفیہ میں سے
امام محمد نے بھی یہی تاویل کی ہے کہ تفرق سے تفرق بالابدان مراد نہیں ہے بلکہ بالاقوال مراد ہے یعنی ایجاب وقبول
سے پہلے پہلے اختیار ہے جب ایجاب وقبول ہوگیا تو اب اختیار باقی نہیں رہا ہے اس پر شافعیہ نے اعتراض
کیا کہ اقوال کے اندر تفرق کا لفظ استعمال نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک کہتا ہے وان يتفرقا
يغن الله كلا من سعته الخ یہاں تفرق کا استعمال قول کے اندر ہے۔ اس حدیث کی دوسری تاویل
حنفیہ میں سے امام ابو یوسف عیسی ابن ابان نے کی ہے کہ اگرچہ تفرق سے تفرق بالابدان مراد ہے لیکن
مطلب یہ نہیں ہے کہ ایجاب وقبول کے بعد اگر فسخ وغیرہ کرنا چاہیں تو اختیار ہے بلکہ مطلب ہے کہ
اس مجلس کے اندر بیٹھے بیٹھے ایجاب وقبول سے پہلے اختیار ہے اور اگر ایجاب وقبول کے بعد مشتری چلا گیا
2801 اور پھر کہتا ہے کہ میں اسکو تسلیم کرتا ہوں تو پھر اختیار نہیں ہے عن ابن عمر: اس حدیث کے ۳
اندر وارد ہوا ما لم يتفرقا الا بيع الخيار الخ اس کے مطلب میں اختلاف ہے (۱) یعنی جدا ہونے سے پہلے پہلے
بائع ومشتری کو اختیار ہے اور اگر تفرق ہو جاتا تو دونوں کا اختیار ختم ہے مگر خیار شرط کے اندر تفرق کے
بعد بھی اختیار ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ خیار شرط کی مدت کیا ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ
کوئی مقدار متعین نہیں ہے امام صاحب اور امام شافعی کے نزدیک تین دن ہے امام احمد اور امام محمد کے نزدیک جتنے
دن چاہیں مقرر کر لیں (۲) الا بيع الخيار کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بائع ومشتری نے بیع سے پہلے ہی کہہ دیا
کہ اختیار نہ ہوگا اب اگر بیع کر لیں گے تو جدا ہونے کو اختیار نہیں ہوگا (۳) مطلب ہے کہ ایجاب وقبول کے
بعد بائع کہے کہ اختیار کر لے اور مشتری کہے کہ اختیار کر لیا تو لوگوں کے نزدیک بعد التفرق بھی اختیار ہے

# باب الربوا ص۲۲۴ ۱۵ (الفصل الاول)

ربوا لغت کے اندر مطلق زیادتی کو کہتے ہیں اور شریعت کے اندر وہ زیادتی ہے جو بغیر عوض کے ہو اس کی ۲۲۴/۱۵
حرمت کتاب و سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہے۔ احادیث کے اندر جن اشیاء میں ربوا
کا ذکر ہے وہ چھ ہیں تمام مسلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان چھ کے اندر ربوا حرام ہے اب اس کے
اندر اختلاف ہے کہ ربوا الفضل ان چھ اشیاء کے ساتھ مخصوص ہے یا ان کے غیر کے اندر بھی ربوا ہو سکتا ہے
ظاہریہ، مسروق، شعبی کے نزدیک ان ہی کے ساتھ مخصوص ہے جمہور کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ کے
اندر بھی ربوا ہو سکتا ہے جبکہ ان چھ کے اندر جو علت ہے وہ غیر کے اندر پائی جائے اب اس میں
اختلاف ہے کہ وہ علت کیا ہے حنفیہ کے نزدیک جنس و قدر (کیل و وزن) امام مالک کے
نزدیک ثمنین کے اندر ثمنیت اور ماکولات کے اندر ادخار اور اقتیات ہے۔ امام شافعی
فرماتے ہیں کہ اثمان کے اندر ثمنیت اور غیر کے اندر طعم ہے امام احمد کی ایک روایت حنفیہ کے موافق
اور دوسری امام شافعی کے موافق ہے تیسری روایت ان سے ہے کہ ثمنین کے اندر ثمنیت اور ان کے غیر کے
اندر طعم مع الکیل والوزن۔ سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ ان اشیاء ستہ کے اندر اختلاف اگر ہو جائے
2809 تب بھی تفاضل جائز نہیں ہے **عن ابی سعید** ص۲۲۵ ؛۔ استعمل رجلا دار قطنی کے اندر ان کا نام سواد بن غزیہ ۱۹
یا مالک بن صعصعہ مروی ہے اس حدیث سے حیلہ کا جواز معلوم ہوا چنانچہ حنفیہ کا یہی مذہب ہے وقال
15 فی المیزان مثل ذلک الخ یعنی مکیلات موزونات دونوں کا ایک ہی حکم ہے **عن جابر** ص۲۲۵ ؛۔ اس حدیث کے ۲۲۵/۶
اندر حضور نے ایک عبد کو عبدین کے بدلے میں خریدا اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ حیوان کی بیع
حیوان کے بدلے جائز ہے یا نہیں اگر دونوں برابر ہیں تو بالاتفاق جائز ہے ایسے ہی تفاضلاً یداً بید
جائز ہے تفاضلاً نسیئۃ امام صاحب، عطاء بن ابی رباح، امام احمد کے نزدیک ممنوع ہے
امام شافعی، امام مالک، بعض صحابہ و تابعین کے نزدیک تفاضلاً و نسیئۃ بھی جائز ہے اور اس
حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اس کے اندر آپ نے خریدا اور یہ حدیث مطلق ہے نقد یا نسیئۃ کا ذکر
نہیں ہے اور آپ نے تفاضلاً بھی خریدا ہے۔ ہماری طرف سے جواب ہے کہ یہ حدیث نقد پر محمول ہے
17 کیونکہ آگے سمرۃ بن جندب کی حدیث کے اندر واضح نسیئۃ بیع سے نہی وارد ہوئی ہے **عن فضالۃ** ص۲۲۵ ۱۰
**بن ابی عبید** جن چیزوں پر … کے اندر سونا وغیرہ کا کام ہو ان کی بیع سونے چاندی کے ساتھ جائز
ہے یا نہیں اس کے اندر اختلاف ہے امام شافعی امام احمد ابن المبارک کے نزدیک جائز نہیں امام صاحب،
حسن بن حسن بصری، سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر وہ سونا زیادہ ہو اس سونے سے جو اس شی پر چڑھا
ہوا ہے تو جائز ہے اور اگر برابر ہے تو جائز نہیں کیونکہ جب دونوں سونے برابر ہوں گے تو وہ شی جس پر لگا
ہوا ہے وہ زائد رہ جائے گی اور یہ ربوا ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر سونا یا چاندی جو اس پر لگا ہوا ہے
اگر وہ اس کا تابع ہے یعنی ثلث یا اس سے کم ہے تو اس صورت کے اندر بیع جائز ہے **الفصل الثانی**
20 **عن سعد بن ابی وقاص** ص۲۲۵ ؛۔ ائمہ ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر کے ساتھ مطلقاً جائز نہیں ہے حضرت ۱۸
امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر مساوی ہے تو جائز ہے کیونکہ ہم پوچھتے ہیں کہ رطب اور تمر دونوں کی جنس ایک ہے

عبادة بن الصامت

2820 یا دونوں مختلف الجنس ہیں اگر جنس ایک ہے تو التمر بالتمر الخ حدیث عبادہ سے یدا بید استدلال ہے ۲۲۵/۱۸
جیسے اندر یداً بید مثلاً بمثل وارد ہوا ہے اور اگر مختلف الجنس ہیں تو ایک حدیث کے اندر وارد ہے
التمر بالتمر یدا بید واذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف شئتم یدا بید اس تعمیم کی وجہ سے جائز ہے اور
اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کے اندر یزید بن عیاش راوی ضعیف ہے علامہ عبد الحق، امام طحاوی
ابن حزم، ابو قطان وغیرہ نے مجہول قرار دیا ہے اور اگر ہم مان لیں کہ یہ روایت صحیح ہے تو آپ کے قیاس
اجماع جو ہمارا ہے [illegible] کی حدیث ہے لہذا وہ راجح ہوگی بعض لوگوں نے اس حدیث
21 کا ایک جواب یہ دیا کہ اس کا محمل نسیئہ ہے **عن سعید بن المسیب** ۲۲۵/۲۰ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لحم کی
بیع حیوان کے بدلے جائز نہیں ہے یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے امام صاحب کے نزدیک جائز ہے البتہ نسیئہ ۲۰
23 جائز نہیں ہے **عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص** ۲۲۵/۲۳ اس حدیث سے امام شافعی امام محمد نے استدلال کیا کہ
حیوان کی بیع حیوان کے بدلے نسیئہ جائز ہے علماء احناف اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ یہ ۲۳
تحریم ربوا سے پہلے کا واقعہ ہے جواب ۲ یہ ہو سکتا ہے کہ [illegible] اس میں قیمت کے
برابر ہو [illegible] کے بدلے بیع نہیں ہوا ہے **الفصل الثالث عن اسامة**
24 **بن زید** ۲۲۵/۲۶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ربوا صرف نسیئہ کی صورت کے اندر ہے یہی ابن عباس کا اور
ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب تھا [illegible] ابن عمر نے رجوع کر لیا اور ابن عباس کا رجوع کے اندر [illegible] ۲۶
باقی تمام جمہور کا اتفاق ہے کہ [illegible] اور اس حدیث کا جواب ہے کہ [illegible]

## باب المنهي عنها من البيوع ۲۲۶/۱۵ (الفصل الاول)

36 **وعنه قال نهى** ۲۲۶/۲۲ اس حدیث جابر کے اندر چند چیزیں مذکور ہیں محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ، معاومہ ۲۲
ثنیا [illegible] ان کی تفصیل سنیے تو محاقلہ حقل سے ماخوذ ہے جس کے
معنی زمین کے ہیں اس کی تفسیر حدیث کے اندر آ گئی ہے کہ ایک شخص اپنی کھیتی کو
فروخت کرے [illegible] مزابنہ زبن سے ماخوذ ہے دفع کرنا
معنی ہیں اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص اپنے باغ کی کھجوروں کو [illegible] فروخت کرے
کہ جس میں [illegible] مخابرہ خبیر سے
ماخوذ ہے یہ معاملہ آپ نے یہود خیبر سے کیا تھا بعض لوگوں نے کہا کہ خبار سے ماخوذ ہے نرم زمین کے
معنی میں ہے اور اس کی تفسیر حدیث کے اندر وارد ہوئی ہے کہ اپنی زمین کو [illegible]
یہ امام [illegible] کے نزدیک [illegible] جائز ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے
[illegible] معاومہ عام سے ماخوذ ہے [illegible] چند سال کے لیے فروخت کر دے
[illegible] ناجائز ہے [illegible] بیع کے وقت
[illegible] چند صورتیں ہیں (۱) [illegible] (۲) [illegible]
[illegible] (۳) [illegible]

صورتیں ہیں۔ ابن قدامہ نے تشریح کی ہے کہ پہلی صورت بالاتفاق جائز ہے۔ دوسری صورت بھی تمام ائمہ کے
نزدیک جائز ہے سوائے ابوبکر بن ابی موسیٰ کے وہ اسکو حرام کہتے ہیں اور تیسری صورت امام مالک
ابن مسیب، سالم کے نزدیک جائز ہے امام صاحب، امام شافعی امام احمد کے نزدیک جائز نہیں ہے
شراح حدیث نے حنفیہ کا مسلک یہی نقل کیا ہے لیکن صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی ظاہر روایت
یہ ہے کہ اگر ارطال معلومہ کا استثناء کردیا تو جائز ہے چھٹی چیز عرایا ہے یہ عریۃ کی جمع ہے
یہ ماخوذ ہے عری یعرو عروا بمعنی القصد سے یا عری یعری عری سے لیے ہے بمعنی ننگا ہونا اس کے
ماخوذ ہے اہل عرب کے یہاں دستور تھا کہ جن لوگوں کے یہاں باغات وغیرہ ہوتے تھے وہ اپنے فقیر بھائیوں
کو ایک دو درخت اسطور پر دیتے تھے کہ یہ لوگ اس کے پھل وغیرہ سے نفع حاصل کرلیں تو وہ درخت
ہوتے تھے اصل مالک کے خود اس فقیر کی مملوک نہیں ہوتے تھے اب اگر یہ فقیر اس درخت کے پھل
کو فروخت کرنا چاہے تو اس کے حکم کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع جائز ہے
امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے پھر جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کے اندر اختلاف ہے کہ
ہر شخص کیلئے اسکو فروخت کردینا جائز ہے یا صرف اس صاحب کو کہ جو عرایا لینے والا ہی ہو تو فروخت
کرے جسکو عرایا کہتے ہیں۔ امام مالک کے نزدیک عریہ کیساتھ خاص ہے اور امام شافعی امام احمد
فرماتے ہیں کہ اس عریہ کیساتھ خاص نہیں بلکہ ہر شخص کیلئے تو بیچ سکتا ہے نیز اختلاف
پھر ائمہ ثلاثہ کے اندر اس مسئلہ میں ہے کہ کتنی مقدار کے اندر بیع ہوسکتی ہے امام مالک فرماتے
ہیں کہ پانچ وسق اور اس کے کم دونوں کے اندر جائز ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک پانچ وسق
کم میں جائز ہے کیونکہ اور دونوں فریق کا استدلال ابوہریرہ کی حدیث سے ہے امام شافعی
امام احمد فرماتے ہیں کہ پانچ وسق سے کم یقیناً داخل ہے اور اس سے زائد یقیناً خارج ہے اور پانچ
کے اندر شک ہے کہ داخل ہے یا نہیں لہذا جو یقینی طور پر داخل ہے یعنی پانچ سے کم وہی جائز ہوگا
امام مالک فرماتے ہیں کہ رخص فی العرایا اپنے عموم کی وجہ سے پانچ سے زیادہ کو بھی شامل ہے
لیکن اسکے مروایت کے اندر زیادتی کی نفی ہوگی لہذا زائد تو خارج لیکن پانچ کو شک کی وجہ سے
خارج نہیں کیا جائیگا وہ داخل رہیگا بہرحال یہ تو جواز والوں کی کہانی تھی اب حنفیہ کی بات
سنیئے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور رخص فی العرایا سے جو بیع کی رخصت کا ثبوت
ہوا وہ حقیقۃً بیع نہیں تھی بلکہ بات یہ تھی کہ چونکہ وہ باغ والا پھل کی موسم میں اپنے بیوی بچوں کو
بھی جنگل کے اندر رکھتا تھا تو جسکو اس نے درخت وغیرہ انتفاع کیلئے دیئے تھے وہ بھی پھل توڑنے
کیلئے باغ میں آتا جس سے اس مالک کے بال بچوں کو دقت و پریشانی ہوتی تو اس کو ضعیف کیلئے وہ اس سے
کہتا کہ بھائی ان درختوں پر جو پھل لگا ہوا ہے اس کے بدلے مجھ سے ٹوٹا ہوا پھل لے لے تاکہ مجھے بھی
نقصان نہ ہو اور تجھے بھی دقت نہ ہو تو گویا یہ مبادلۃ الموہوب بالموہوب کے قبیل سے ہے
اور بیع اسلئے نہیں کہ مبیع کا بائع کے قبضہ میں ہونا ضروری ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

۲۲۹

ص ۲۲۶

2839 **عن عبد اللہ بن عمرو** — اس حدیث پاک کے اندر بیع الثمار کو بدو صلاح پر موقوف کر دیا ہے اب بدو صلاح ۲۲۶/۲۷
کی تفسیر کے اندر علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ پک جائے اور قابل انتفاع ہو جائے اس کے علاوہ کہ آفت وغیرہ سے
محفوظ ہو جائے۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جو پھل کا بدو صلاح ان کے اعتبار سے ہے مثلاً جو
پھل موسم میں ان کا بدو صلاح سرخ ہونے پر ہے اور جو پھل زرد ہوا کرتے ہیں ان کا بدو صلاح
ان کے زرد رنگ آجانے پر موقوف ہے اور جو پھل بدو صلاح سے قبل فروخت کیے جائیں
ان کی چند صورتیں ہیں (۱) ایک بیع بشرط القطع ہے یعنی شرط لگا دے پھل کی بیع کے وقت کہ
میں پھل توڑ لوں گا (۲) ایک بیع بشرط التبقیہ ہوتی ہے یعنی پھل خریدے اور شرط لگا دے کہ پھل درخت
ہی پر رہیں گے (۳) مطلقاً خریدے کسی قسم کی شرط نہ لگائے ان تینوں صورتوں میں سے اول بالاتفاق جائز ہے
اور دوسری صورت بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے اور تیسری صورت کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام صاحب کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ کاٹ لیگا

ص ۲۲۷

41 **عن جابرؓ** — اس حدیث کے اندر وضع جوائح کا حکم ہے یعنی اگر مشتری کے پاس سامان ہلاک ہو جائے تو بائع ۲۲۷/۳
کو چاہیے کہ اس کے ثمن کو معاف کر دے جوائح جائحۃ کی جمع ہے آفت سماویہ کو کہتے ہیں بعض لوگوں نے چوری
کو بھی اس کے اندر داخل کیا ہے اور بعض نے خارج مانا ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اس ہلاکت کی
صورت میں بیع ضمان مشتری سے جائیگی یا ضمان بائع سے جائیگی امام شافعی کا قول قدیم امام مالک اور امام احمد
کے نزدیک بائع کے ضمان سے جائیگی جمہور کے نزدیک دو حال سے خالی نہیں اگر وہ مشتری کے قبضہ میں آنے کے بعد
اس کے اندر نقصان ہوا تو ضمان مشتری سے اور اگر بائع کے قبضہ کے اندر نقصان پہنچا تو بائع کے ضمان سے
ہلاک ہوگی۔ امام مالک جمہور نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث بدو صلاح
43 سے قبل پر محمول ہے ص ۲۲۷ **عن ابن عمرؓ** اس حدیث کے اندر حضور نے اس سے منع فرمایا کہ اگر تجار لوگ ۶
شہر سے باہر جا کر تجارت کا سامان خریدیں اور پھر اسی جگہ فروخت کر دیں تو یہ نہ کرنا چاہیے اور
اسکی وجہ یہ ہے کہ جب اس جگہ پر فروخت کر دینگے نفع کم آئے تو فروخت کرنے والوں کو … لے آئینگا
44 جس سے جھگڑا پیدا ہوگا ص ۲۲۷ **وعنہ قال** اس حدیث سے منع فرمایا گیا کہ شیٔ کو قبل القبض فروخت کرنا ۷
جائز نہیں ہے اس مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف ہے کہ بیع کو قبل القبض فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں
عثمان البتی کے نزدیک مطلقاً قبل القبض بیع جائز ہے جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے ائمہ ثلاثہ
امام محمد امام زفر کے نزدیک کسی شیٔ کی بیع بھی قبل القبض جائز نہیں ہے امام صاحب امام ابو یوسف کے نزدیک
قبل القبض عقار کی بیع جائز ہے اور منقولات کی بیع جائز نہیں ہے امام احمد کے نزدیک مکیل اور
معدود کی بیع قبل القبض جائز نہیں اس کے علاوہ جائز ہیں اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ کی حدیث
روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شیٔ کی بھی بیع قبل القبض جائز نہیں ہے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک
غیر منقولات کی بیع جائز ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث کے اندر "ولا احسب
47 کل شیٔ الا مثلہ" یہ ان کا اجتہاد ہے ص ۲۲۷ **عن ابی ہریرۃؓ** اس حدیث کا پہلا ٹکڑا ہے لا تلقوا ۱۰

[illegible]

الرکبان لبیع الخ یہ مطلب یہ ہے کہ کوئی قافلہ جب باہر سے بیع و تجارت کیلئے کسی شہر کے اندر آتا اور وہاں
والوں کو علم ہو جاتا تو وہاں کے تجار شہر سے باہر جا کر ان سے ملاقات کرتے اور یہ کہ شہر کے اندر
تو یہ بھاؤ ہے اور تم ہم کو اتنی قیمت پر دیدو تو آپ نے اس سے منع فرمایا کیونکہ اس میں ان لوگوں کو
ضرر اور نقصان ہو سکتا ہے کہ ان کا سامان بازار کے اندر آ کر زیادہ قیمت پر فروخت ہوتا اور
یہی وجہ ہے اور عوام کو بھی اس کا ضرر ہو گا کیونکہ یہ تجار اسکو زیادہ قیمت پر فروخت کریں گے ہاں
اگر اس طرح کی صورت میں کوئی بات نہ پائی جائے تو یہ بیع اور تلقی جائز ہے دوسرا جملہ ولا یبیع
بعضکم علی بیع بعض الخ اس کے دو مطلب ہیں (۱) ایک شخص سے دوسرا آدمی کوئی چیز خرید رہا ہے
تو دوسرا شخص کہنے لگے کہ میرے پاس اس سے کم کے اندر خرید لے (۲) ایک آدمی کوئی شئی خرید
رہا دوسرا شخص آ کر کہے کہ مجھے اس کو زیادہ قیمت پر دیدے یہ دونوں نا جائز ہیں اس کے اندر
اختلاف ہے کہ علی بیع بعض کے اندر بعض کا مصداق کون ہے امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس سے
صرف مسلمان مراد ہے جمہور کے نزدیک عام ہے مسلمان اور کافر ذمی دونوں کو شامل ہے تیسرا جملہ
حدیث پاک کا ہے ولا تناجشوا نجش کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی دکاندار سے کوئی چیز خرید رہا ہے دوسرا
جا کر کہے کہ مجھے فروخت کر دے اس کو زیادہ قیمت پر اور خود کو لینا نہ ہو تو خود سے بھی روکا اور دوسرے
بھی روکا گیا۔ چوتھا جملہ حدیث شریف کا ہے ولا تصروا الابل الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ تصروا
صری سے ماخوذ ہے بعض نے کہا کہ یہ صری یصری سے ماخوذ ہے جس کا معنی جمع کرنا ہیں اور
بعض نے کہا کہ صری یصرو لغۃ صرّ سے ماخوذ ہے جس کا معنی باندھنے کے ہیں تو چونکہ تھن کے اندر جمع
کیا جاتا ہے اور تھن کو گویا باندھ دیا جاتا ہے اسلئے اس کا نام تصریہ ہے مصراۃ کہتے ہیں
تو آپ نے منع کیا کہ جب جانور وغیرہ فروخت کیا کرو تو اسکے تھن کو باندھا مت کرو اور دودھ کو
جمع نہ کیا کرو اسکے تھن میں تاکہ دیکھنے والا دھوکہ زیادہ دیکھ کر لے لے اب اسکے اندر اختلاف
ہے کہ اگر کسی شخص نے مصراۃ خرید لیا تو اسکو رد کر سکتا ہے یا نہیں امام احمد امام مالک امام شافعی
اسحاق بن راہویہ لیث بن سعد داود ظاہری ابو ثور ابو عبید وغیرہ کے نزدیک جائز ہے
امام زفر۔ امام ابو یوسف کی بھی یہی روایت ہے اور اس مصراۃ کو کہ کیا تھا اور واپس کرے
اسکے اندر بھی اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک غالب قوت بلد کو اسکے ساتھ واپس کرے امام شافعی
کے نزدیک ایک صاع تمر کی قیمت دیگا اور قیمت کا اعتبار مدینہ کی قیمت سے ہوگا یا اقرب البلاد کے اندر
جو ایک صاع کی قیمت ہے۔ ابن ابی لیلی۔ ابو یوسف کے نزدیک ایک صاع گیہوں کی قیمت دیگا امام زفر
کے نزدیک ایک صاع گیہوں دیگا پھر اسکے اندر روایات مختلف ہیں کہ ان کو کب تک رد کرنے کا اختیار
رہتا ہے امام احمد کے دو قول ہیں (۱) تین دن (۲) تین دن سے زیادہ۔ بہر حال یہ جواز والوں کی
تفصیل بتائی تھی اور ان لوگوں کا جواز پر استدلال اس حدیث سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وھو
بخیر النظرین یعنی دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے کہ اسکو چاہے رکھ لے اور چاہے واپس کر دے اور

۱۱

2847 اس کے ساتھ ایک صاع تمر بھی دے — حضرت امام صاحب امام محمدؒ نے دیکھ سوا اس کو رد کرنا جائز نہیں ہے ۲۲۷/۱۱
یہی ایک روایت امام ابو یوسف اور روایت ابن ابی لیلیٰ کی ہے اشھب مالکی کا بھی یہی مذہب ہے — اب یہ کہ وہ
دینے نقصان کو بھی واپس لے سکتا ہے یا نہیں امام طحاوی کی کتاب الآثار کہا رہا ہے کہ کچھ نہیں واپس لے سکتا
اور شرح طحاوی کہتے ہیں ہے کہ نقصان کو واپس لیگا مع رنگ جو ان کے قائل بھی ہیں اور اس حدیث سے استدلال
کرتے ہیں ان کو حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضور کا ارشاد گرامی صحیح ہے لیکن یہ عام مع علیہ کے
خلاف ہے — قرآن پاک کہتا ہے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم اور اس کے مخالف کہا ہے بہت
سی روایات میں لہٰذا اب اگر کسی شخص نے مثلاً ایک بکری خریدی اور پانچ سیر دودھ ہو اس کا نکالا
لیکن جب وہ واپس کر رہا ہے تو واپس کرتا ہے ایک صاع تمر ساتھ تو یہ ایک صاع کی قیمت تو دس پانچ
سیر دودھ سے بہت کم ہے تو چونکہ یہ حدیث قرآن پاک اور دوسری احادیث کے خلاف ہے لہٰذا
یہ قبول نہیں ہے نیز اس کی سند بھی معلول ہے — محمد بن الشجاع بلخی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے
کیونکہ رد کرنے کا اختیار تو بیع خیار کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہاں خیار شرط وغیرہ نہیں ہے لہٰذا
رد نہیں ہوگا لیکن اس جواب کو امام طحاوی نے رد کر دیا کہ اگر خیار شرط کی وجہ سے رد نہیں کر سکتا
لیکن خیار عیب تو موجود ہے اس کی وجہ سے رد کرنے کا اختیار ہے بعض لوگوں نے جواب دیا کہ ایک صاع
تمر دینے کی صورت میں دودھ کی قیمت چونکہ زیادہ ہے تو ربوا لازم آئیگا اسلئے دودھ وغیرہ جائز نہیں ہے
53 **عن ابی سعیدؓ** — حضور نے اس حدیث پاک کے اندر دو قسم کی بیع اور دو قسم کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے ۱۸
وہ دونوں بیع جیسے اول ملامسہ ہے جس کی صورت یہ ہوا کرتی تھی کہ مشتری کا مبیع کو چھو لے اور بیع [illegible] خرید لینا
اور دوسری قسم منابذہ ہے کہ مشتری یا بائع پھینک دے جس کو پھینکے ہو بھی مثلاً کپڑا یا کنکری [illegible]
اس کی بیع ہو جائیگی تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اس لئے کہ اندر بائع کی رضامندی [illegible] ہوا ہے اور جن
دو کپڑوں کے پہننے سے منع فرمایا ہے اس میں ایک صماء ہے اس کی علامات و تفسیر یہ کئی ہیں
(۱) ایک کپڑا بدن پر لپیٹے اور اس کی ایک جانب کو سر پر ڈال لے تو وہ جانب نیچے سے کھل جائیگی
(۲) کپڑے کو ایسے لپیٹے جس سے ہاتھ وغیرہ باہر نہ نکال سکے اور دوسرا کپڑا احتباء ہے کہ اپنے
زانو پیٹ (سرین) کو زمین پر ملا کر اوپر سے کپڑا ڈال لے اور نیچے سے کھلا رہے تو ستر کھل جاتا
54 ہے اس لئے کہ زمانہ جاہلیت میں ایسا ہی [illegible] منع فرمایا **عن ابی ہریرہؓ** — بیع الحصاۃ اس کی صورت
یہ ہوتی ہے کہ [illegible] جس چیز پر کنکری جائے اس کی بیع ہو جاتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الغرر [illegible] ۲۲
سے منع فرمایا بیع غرر یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہے اور اس [illegible] تعمیم [illegible] ہے عن
55 **ابن عمرؓ** — نہی عن بیع حبل الحبلۃ حبل کے معنی حمل کے ہیں اور حبلۃ حابل کی جمع ہے ای نھی عن بیع ۲۵
حمل الحابل حضور نے حاملہ کے حمل سے منع فرمایا ہے کہ اسکو فروخت کیا جائے اب اس کی چار صورتیں ہیں
یا تو حمل سے جنین مراد ہے یا جنین الجنین پھر اس کی دو صورتیں یا تو اس کی بیع فی الحال کیا جائیگا
یا اجل بیع بنایا جائیگا — اول صورت مثلاً یہ ہے کہ کہے کہ میں اس حاملہ کا حمل کو فروخت

2855 کرتا ہوں تو یہاں جنین ہے اور وہ مبیع ہے دوسری صورت یہ ہے کہ کہتا ہوں میں اس حمل کا بچہ جو اونٹنی ٢٢٧/٢٥
جنکر جو حمل ہوگا اسکو فروخت کرتا ہوں تو اسکی ابتدا مبیع ہے اور وہ جنین الجنین ہے تیسری صورت
کی مثال یہ ہے کہ بائع یہ کہے کہ میں یہ کتاب فروخت کرتا ہوں اسوقت جبکہ اس ناقہ کا حمل کا بچہ پیدا ہو
تو یہاں جنین ہے اور مبیع مثمن یا کہ اجل ہے اور ایسی صورۃ کی مثال یہ ہے کہ کوئی کتاب وغیرہ کو
فروخت کرے اور کہے کہ اسوقت فروخت کرونگا جبکہ اس ناقہ کا حمل پیدا ہو جائے کہ اس حمل کا بچہ
ہو جائے تو چونکہ اسکی ابتدا بیع الی اجل مجہول اور مبیع معدوم لازم آتی ہے اسلئے یہ [illegible]
56 **وعنه قال:** عسب الفحل نر کا مادہ سے جفتی کرانا تو اس حدیث کی ابتدا اسکا جفتی کی بیع منع ٢٧
فرمایا [illegible] کہ یہ عسب الفحل جو نر کا مادہ سے جفتی کرانا اسکے [illegible] آپ نے منع فرمایا
کیونکہ نہ تو منی کی مقدار معلوم ہے نہ [illegible] ہے کہ حمل ٹھہرے گا یا نہیں نیز نہ معلوم اسکو [illegible]
یا نہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ بیع ناجائز اور حرام ہے امام احمد [illegible] میں فرماتے ہیں کہ
جائز ہے [illegible] نزدیک [illegible] معلوم ہوں [illegible] اگر اس [illegible] تو [illegible]
یہی امام مالک کا ایک روایت ہے دوسرا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
2857 [illegible] **وعن جابر قال:** ٢٢٨/١
اس حدیث کی ابتدا [illegible] منع فرمایا عن بیع ضراب الجمل وعن بیع الماء والارض لتحرث [illegible]
[illegible]
2858 منع فرمایا [illegible] **وعنه قال:** بیع فضل الماء [illegible] ٢
(١) [illegible]
[illegible] (٢) [illegible]
[illegible]
(٣) [illegible]
[illegible]
59 **عن ابی هریرة:** اس حدیث میں [illegible] منع فرمایا [illegible] ٣
[illegible]
[illegible]
[illegible]
63 [illegible] **الفصل الثانی عن ابن عمر:** بیع الکالی بالکالی [illegible] ١١

2863 بیع الدین بالدین کی تشریح کی ہے اسکی دو صورتیں اور دو تفسیریں ہیں (۱) مثلاً مشتری نے بائع سے مبیع اپنے لئے ۲۲۸/۱۱
ایک مدة مقرر کی کہ ایک ماہ ہو مثلاً دونگا جب پوری ہو گی مدت بائع نے مطالبہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ اس ثمن کو
میرے ہاتھ فروخت کر دے تو اسکی آپ نے منع فرمایا یہ بیع النسیئة بالنسیئة ہے (۲) ایک شخص کے ذمہ
دیگر رجل کا مثلاً کوئی کپڑا واجب ہے اور دوسرے رجل کا کچھ روپیہ ہے تو اب روپے والا اس کپڑے والے سے
کہے کہ میں تمہارا کپڑا جو فلاں کے ذمے ہے اس روپیہ کے بدلے خریدتا ہوں تو یہ بھی بیع الکالی بالکالی ہے اسکی بھی
منع فرمایا یہ بھی بیع معدوم ہے البتہ دونوں کی مخالفت ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اگرچہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث
64 ضعیف ہے لیکن اس پر علماء کا اجماع ہے کہ بیع الکالی بالکالی جائز نہیں ہے **عن عمرو بن شعیب** ص ۲۲۸/۱۲ ۱۲
بیع العربان - عربان کے معنی اظہار کے ہیں اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص مثلاً کسی کو ایک سو روپیہ
دے کہ میں فلاں چیز اس سے خریدوں گا اور دس روپے بیعانہ کے دے کہ اگر میں نے خرید لی تو یہ دس روپے
65 نہ رکھ لینا **عن علی** ہے - بیع المضطر اسکے دو مطلب ہیں (۱) ایک شخص دوسرے سے کہے کہ اس چیز کو ص ۲۲۸/۱۳ ۱۳
فروخت کرو ورنہ جان سے مار دوں گا (۲) ایک شخص ضرورت کی حالت میں ہے اور سو روپیہ
کی چیز دس روپے میں مجبوری کی وجہ سے فروخت کرتا ہے تو آپ نے مشتری کو حکم دیا اسکو نہ خریدنا
67 چاہئے **عن حکیم بن حزام** ہے - لاتبع ما لیس عندک امام ابو بکر ابن المنذر فرماتے ہیں کہ اسکی ص ۲۲۸/۱۶ ۱۶
چند صورتیں ہیں (۱) ایک یہ کہ مبیع دوسرے کے پاس ہو اور وہ اسکو فروخت کرے تو ممکن ہے کہ مشتری کو نہ دے
(۲) ایک غلام دوسرے کا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اسکو خرید کر تجھے فروخت کرتا ہوں ممکن ہے کہ وہ غلام
کا مالک اسے فروخت نہ کرے حافظ کہتے ہیں کہ یہ تفسیر ثانی حدیث کے مضمون کے مناسب ہے اب اسکی
ائمہ میں اختلاف ہے کہ اگر اسکی وہ دوسرے کا غلام فروخت کر دیا تو بیع ہو جائیگی یا نہیں اگر اسکی اجازت
لیلے - ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر اصل مالک نے اجازت دیدی تو بیع ہو جائیگی امام شافعی کے نزدیک
68 نہیں ہوگی کیونکہ یہ بیع الفضول ہے **عن ابی ہریرۃ** ہے - عن بیعتین فی بیعۃ امام مالک ابن حزم ص ۲۲۸/۱۹ ۱۹
اور ابو عبید کہتے ہیں کہ اسکی دو صورتیں ہیں (۱) یہ چیز دس روپے کی فروخت کرتا ہوں اگر نقد لو اور
اگر ادھار تو بیس روپے کی فروخت کرتا ہوں (۲) اپنا گھوڑا ایک ہزار کے بدلے فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ
تم اپنا غلام پانچ سو کا مجھے فروخت کرو - صاحب ہدایہ نے اسکی شرط کی صورت یہ بیان کی کہ میں اپنا
70 گھوڑا فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ ایک ماہ اسکے اندر میں قیام کروں گا **وعنہ قال** ہے - لایحل سلف ص ۲۲۹/۲۲ ۲۲
ولا بیع اسکی صورت ہے کہ ایک شئی فروخت کرے دس روپے کی بشرطیکہ پانچ روپے مشتری بطور قرض کے دے
ولا شرطان فی بیع اسکا ایک مطلب تو وہ ہے جو حدیث ابو ہریرہ کے اندر بیعتین فی بیعۃ کے تحت بیان کیا
گیا دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میں یہ کپڑا تجھ سے خریدتا ہوں بشرطیکہ تو اسکو دھو دے
اور سی دے اسکی منع فرمایا اب یہ کہ دو شرطوں کی مخالفت ہے کیا ایک شرط بھی جائز ہے یا نہیں امام احمد
اس حدیث کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہوئے جواز کے قائل ہیں جمہور کے نزدیک ایک شرط بھی لگانا
جائز نہیں ہے اور استدلال کرتے ہیں لایحل سلف ولا بیع سے کہ وہ سلف سے شرط ہی مراد ہے اب سوال

2870 بیدا ہوا کہ دو شرطوں کی توجیہ کی کیا صورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس وضع اور نوع کو وضع کرنے کی گئی کہ ۲۲۸/۲۲

کر شاید اگر ایک شرط مشتری کی لگائے اور ایک شرط بائع لگائے تو یہ جائز ہوگا ایک جزو حدیث پاک کا ہے

ربح ما لم یضمن اور ایک شخص نے دس روپے میں ایک چیز خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے بیس روپے کی اس کو

71 فروخت کر دی اس کو منع فرمایا **عن ابن عمرؓ** ۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ میں دراہم کو دینار کے عوض بیچا

اور اس کا عکس کرکے لیتا ہوں مثلاً اگر اس پر پانچ دینار واجب ہوں تو میں اس کے بدلے پچاس درہم لے ۲۴

لیتا ہوں اور اگر پانچ سو درہم کسی پر واجب ہوں تو اس کے عوض میں پانچ سو دینار لے لیتا ہوں تو یہ

جائز ہے یا نہیں حضور کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ سعر الیوم ہو

دوسرا یہ ہے کہ تقابض ہو ۔ جمہور کے نزدیک سعر الیوم کی شرط اتفاقی ہے ابن ابی لیلی اور امام احمد کے

72 نزدیک ضروری ہے اور تقابض کی شرط سب کے نزدیک ضروری ہے **عن العداء بن خالدؓ** ۔

اس حدیث پاک کے اندر حضور کو بائع اور مشتری عداء بن خالد کو قرار دیا گیا ہے ایسے ہی سنن ۔ طبقات ۲۷

ابن سعد ۔ ابن شاہین ۔ معرفۃ الصحابہ لابن مندہ ۔ معانی الآثار وغیرہ کے اندر ہے لیکن بخاری شریف

کے اندر اس کا عکس ہے اور وہ یہ کہ بائع تو عداء بن خالد ہیں اور مشتری سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

ایسی حالت کے اندر اختلاف ہو گیا کہ کون سی حدیث صحیح و راجح ہے بعض نے کہا کہ سنن کے اندر صحیح ہے

ابن حجر نے اسی کو راجح قرار دیا ہے ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بخاری کا اور سنن کی حدیث کے اندر کوئی تعارض

نہیں ہے کیونکہ یہاں اشتراء یا بیع کے معنی میں ہے ۔ مولانا گنگوہی نے فرماتے ہیں کہ دراصل یہ بیع تقابض

73 تھی اور [illegible] کے اندر ایک مشتری اور بائع ہوتا ہے **عن انسؓ** ۔ اس حدیث سے بیع من یزید (نیلام) ۲۲۹/۲

کا ثبوت ہوا ۔ علامہ عینی نے نقل کیا ہے کہ یہ بیع ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے ۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ

یہ بیع مکروہ ہے ۔ اسحاق بن راہویہ ۔ امام اوزاعی کے نزدیک یہ بیع غنائم اور مواریث کے ساتھ خاص ہے

## باب الفصل الاول ۷

75 **عن ابن عمرؓ** ۔ کھجور میں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک نر کہلاتی ہیں اور ایک مادہ کہلاتی ہیں تو اہل عرب نر کے ۷

پھول کو دو شاخ کو لگا دیتے جس سے کہ پھل عمدہ آتا اسکو تابیر کہتے ہیں ۔ اگر تابیر کے بعد

کھجور کا درخت فروخت کر دیا تو پھل بائع کا ہوگا اور درخت مشتری کا ہوگا ہاں اگر پھل کی بھی شرط لگا لی تو وہ

پھل بھی مشتری کا ہو جائیگا اس مسئلہ کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اگر قبل التابیر درخت فروخت کیا تو

امام صاحب کے نزدیک مسئلہ کی شکل وہی رہیگی جو پہلے مسئلہ کی ہے کہ پھل بائع کا ہوگا ۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک

پھل مشتری کا ہوگا کیونکہ حضور نے اس حدیث پاک کے اندر بعد التابیر کی قید لگائی ہے ہم کہتے ہیں کہ مفہوم

مخالف ضعیف ہے ۔ اور چونکہ عادۃً بیع بعد التابیر ہوتی ہے تو بیان واقع کیلئے یہ قید لگائی ہے

قید احترازی نہیں ہے ۔ بعض سلف کے نزدیک دونوں صورتوں میں پھل مشتری کا ہوگا ۔ [illegible] پاک

کے اندر عبد (غلام) کے متعلق فرمایا کہ فمالہ للبائع الخ اس سے معلوم ہوا کہ عبد مال کا مالک ہو سکتا ہے لیکن

اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ امام مالک کے نزدیک مالک ہو جائیگا یہی امام شافعی کا قول قدیم ہے اب بحث کا ۹

2875 اتفاق ہے کہ وہ مالک نہیں ہوگا اور خیار ہے کہ اس اضافت تخصیص کیلئے ہے اب یہ کہ اس کا پڑاؤ جو اس کا کیا حکم ہے ۲۲۹/۹

76 جمہور فرماتے ہیں کہ یہاں بائع کیلئے ہوگا اور ظواہر کے یہاں اس کا مالک مشتری ہوگا۔ عن جابرؓ اس حدیث سے ۱۰
معلوم ہوا کہ سواری کی بیع مشروط الرکوب جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک اگر
مسافت قریب ہے تو جائز ہے امام شافعی اور امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ

77 یہاں شرط حقیقتہً نہیں تھی بلکہ یہ تبرعاً عاریۃً کے طور پر تھا۔ عن عائشہؓ اس حدیث کے اندر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ۱۳
خریدنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع مکاتب جائز ہے چنانچہ امام مالک امام احمد کا یہی مذہب ہے۔ ابن شہاب اور
حضرت امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حضرت بریرہ کی رضا ہی بیع کی بنیاد تھی
اس کے بعد آپ نے فرمایا "واشترطی" اس پر اعتراض ہوا کہ یہ تو شرط باطل تھی آپ نے اس کے لگانے کا کیسے حکم دیا
جواب ۱ قاضی یحییٰ بن اکثم نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اس واشترطی کی وجہ سے جواب ۲ وہ یہ شرط کا موقع
نہیں تھا بلکہ یہ امر تہدیدی تھا جواب ۳ اشترطی کے اندر لام علیٰ کے معنی میں ہے یہ امام طحاوی نے توجیہ فرمائی ہے
لیکن امام نووی نے اس توجیہ کو ضعیف قرار دیا ہے الولاء لمن اعتق اس میں ولاء کے اندر ائمہ اربعہ کا
اتفاق ہے کہ جائز نہیں ہے ایسے ہی ہبہ کی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ عروۃ بن الزبیر اور حضرت میمونہ سے جواز منقول ہے
کہ بیع ہبہ جائز ہے جمہور کا استدلال اس مسئلہ کے اندر اسکے بعد والی ابن عمر کی حدیث سے

**الفصل الثانی**

80 عن عبداللہ بن مسعودؓ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ~~بائع کو اختیار ہے~~ اگر بائع اور مشتری کے اندر اختلاف ۲۴
ہو جائے تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ اس وقت ہے جبکہ بائع قسم کھا لے اور مبیع موجود ہو اور پھر مشتری
سے بھی کہا جائیگا کہ تو بھی قسم کھا اگر اس نے انکار کر دیا تو بائع کا قول معتبر ہے اور اگر اس نے بھی قسم کھا لی تو
دونوں کے درمیان تفریق ہو جائیگی اور اگر مبیع معدوم ہے تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ قول مشتری کا ہوگا
امام شافعی فرماتے ہیں کہ اول والا مسئلہ والی صورت اس کی بھی ہوگی امام مالک امام احمد کے دو قول ہیں۔ امام
شافعی کا استدلال یہ حدیث ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل وہ صورت ہے جبکہ مبیع موجود ہو۔

## باب السلم والرهن (الفصل الاول) ۲۵۰/۸

83 عن ابن عباسؓ بیع سلم کو بیع سلف بھی کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی پہلے روپیہ دیدے اور کہہ دے ۹
کہ فلاں ماہ کے اندر فلاں غلہ مجھ کو اتنی قیمت پر دیدینا۔ باوجودیکہ مبیع معدوم ہے لیکن آپ نے اس کو جائز
قرار دیا ہے اس حدیث کے اندر وارد ہوا الی اجل معلوم اس سے معلوم ہوا کہ بیع مؤجلاً ہو سکتی ہے تعجیل
اس بیع کے اندر جائز نہیں ہے یہی امام صاحب امام احمد امام مالک کا مذہب ہے اور اسی حدیث سے استدلال ہے

86 امام شافعی کے نزدیک تعجیل بھی ہو سکتی ہے۔ عن ابی ہریرۃؓ اس حدیث سے امام احمد نے استدلال کیا کہ ۱۲
مرتہن کو رھن سے انتفاع جائز ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے اندر ربوا لازم آئیگا
اور یہ منسوخ ہے اور یہ ایک حدیث ہے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرتہن یہ نفع اس کا حاصل کرتا ہے تو
راہن کو چاہیے کہ وہ منع کرے

# باب الاحتکار ٢٥٠/٥٠

احتکار کے معنی لغت کے اندر حبس الشئ کے ہیں۔ اصطلاح کے اندر کہتے ہیں حبس الطعام حین احتیاج الناس الیہ
اس کے اندر اختلاف ہے کہ احتکار ہر شئ کے اندر ہوتا ہے یا کسی شئی کے ساتھ خاص ہے امام مالک امام
ابو یوسف، سفیان ثوری کے نزدیک ہر شئ کے اندر احتکار ہوتا ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقوات کے
ساتھ خاص ہے اور ان کے علاوہ میں نہیں ہوتا۔ اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بازار میں بھاؤ مندہ
ہو رہا ہے تو سامان کو روک لے تاکہ جب مہنگا ہو جائے تو فروخت کریں یہ جائز نہیں ہے۔ **الفصل الثانی**

2894 **عن انس** ١٥١/١ اس حدیث پاک کے اندر آپ نے نرخ مقرر کرنے سے انکار کر دیا علماء حنفیہ کی، مالکیہ اور حنفیہ کا ١
مذہب نقل کیا ہے کہ اگر کارخانہ والے اور تاجر لوگ گڑبڑ کرتے ہوں تو حاکم کیلئے جائز ہے کہ وہ نرخ مقرر کر دے۔ حنابلہ
اور شوافع کے نزدیک جائز نہیں ہے ۔۔۔

# باب الافلاس والانظار (الفصل الاول) ١٠

افلاس مفلس ہونا مفلس کو مفلس اسلئے کہتے ہیں کہ پہلے وہ دراہم و دنانیر والا تھا اور اب وہ صرف فلوس والا
ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ افلاس باب افعال سے ہے سلب ماخذ کیلئے ہے یعنی اخیر فلوس والا جو ہو وہ مفلس ہے

99 **عن ابی ہریرۃ**: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے کوئی چیز خریدی اور پھر وہ مفلس ہو گیا اور ١١
قاضی نے اس کے افلاس کا حکم لگا دیا تو اگر وہ مبیع اس کے پاس بعینہ موجود ہے تو بائع کیلئے ہوگا
اس کے دوسرے قرضخواہ کا اس کے اندر حصہ نہیں ہوگا لیکن اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے امام صاحب
فرماتے ہیں کہ افلاس کا حکم اگر قبل القبض ہے تو جسکا مال ہوگا وہی اسکا مستحق ہے اور اگر افلاس
کا حکم بعد القبض ہے تو اس کے اندر سب غرماء شریک ہوں گے یہی مذہب ابراہیم نخعی حسن بصری
شعبی وغیرہ کا ہے اس کے برخلاف امام مالک امام شافعی امام احمد طاؤس، اوزاعی، اسحاق بن راہویہ
داؤد ظاہری کے نزدیک صرف بائع کا ہوگی۔ احناف حدیث سے استدلال کرتے ہیں حنفیہ کی طرف سے اس کے
جواب ١ یہ ہے کہ یہ حدیث محمول ہے اس صورت پر جبکہ قبل القبض افلاس کا حکم ہو اس پر اعتراض ہوا کہ
حدیث کے اندر عندہ کی قید آئی ہے لہذا قبل القبض سے جواب دینا صحیح نہیں ہے۔ اب جواب ٢ ہوگا وہ یہ کہ
امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ مغصوب و ودائع، عواری وغیرہ اس حدیث کا محمل ہیں اب اس پر
اعتراض وارد ہوا مسلم شریف کے اندر ہے کہ بائع اسکا مستحق ہوگا لہذا جب بیع کی تصریح ہے
تو عاریۃ مغصوب ودیعت پر محمول کرنا صحیح ہے لہذا اب جواب ٣ یہ دیا جائے گا کہ علامہ کشمیری فرماتے
ہیں کہ یہ حکم قضائی نہیں ہے بلکہ دیانۃ یہ حکم ہے پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ اگر اس مشتری مبیع کے اندر
تغیر ہو جائے تو کیا مالک اسکا مستحق ہوگا یا نہیں امام شافعی کے نزدیک وہی مستحق ہوگا اور باقی ائمہ کے
نزدیک اس وقت حکم بدل جائے گا۔ **عن ابی رافع** ٢٥١/٢٢ اس حدیث سے امام مالک امام شافعی امام احمد ٢٢
2905 امام اوزاعی لیث بن سعد نے استدلال کیا کہ حیوان کا قرض جائز ہے امام صاحب سفیان ثوری اور
فقہاء کوفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اس حدیث کا جواب ١ یہ ہے کہ ... ربوا
لازم آتا ہے لہذا منسوخ ہے جواب ٢ علامہ انور شاہ کشمیری فیض الباری شرح بخاری کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت

2906 پر قرض دیا گیا تھا اور پھر اس قیمت کے برابر ایک اونٹ دیدیا گیا **عن ابی ہریرۃؓ** ص ۲۵۱/۲۴ اس کے اندر رجلاً نکرہ ۲۵۱/۲۵
مصداق میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ کافر تھا اور بعض نے کہا کہ اعرابی تھا واقعہ ایک اعرابی تھا دوسری
چیز اس حدیث کے اندر یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے خرید کر دیا اور اس کے بعد حدیث کے اندر گذرا کہ
آپؐ نے اہل صدقہ کے اندر سے دیا جواب ۱ مستحقین صدقہ سے خرید کر اہل صدقہ میں سے اونٹ دیا تھا۔
جواب ۲ اس وقت خرید کر دیا اور پھر اہل صدقہ میں سے اس کا بدلہ دیا **وعنہ** ص ۲۵۱/۲۴ : مطل الغنی اضافت اگر فاعل ۲۷
کی طرف ہے تو مطلب یہ ہے کہ مالدار کو چاہیے کہ وہ کسی سے ٹال مٹول نہ کرے اور اگر اضافت مفعول کی طرف ہے
تو مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مالدار کا کوئی قرض وغیرہ کسی کے ذمہ ہے تو مالدار سمجھ کر اس کو ٹال مٹول نہ کرنی چاہیے
اگے آپؐ نے فرمایا فاذا اتبع احدکم علی ملیٍ فلیتبع اس سے حوالہ کا جواز اور ثبوت ہوا اب اس کے اندر اختلاف ہے
کہ فلیتبع کے امر استحباب ہے یا وجوب۔ ابو ثور۔ ابن جریر اور اہل ظواہر کے نزدیک وجوب کیلئے ہے
اور جمہور کے نزدیک استحباب کیلئے ہے اب دوسرا مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ محتال اور محتال علیہ میں کس کی
رضا اس میں شرط ہے یا نہیں امام صاحب کے نزدیک دونوں کی رضا شرط ہے امام احمد کے نزدیک کسی کی رضا
شرط نہیں ہے امام شافعیؒ کے یہاں محتال علیہ کی رضا شرط ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر محتال اور محتال علیہ
کے بیچ دشمنی ہے تو محتال علیہ کی رضا شرط ہے اور اگر دشمنی نہیں ہے تو رضا شرط نہیں ہے
09 **عن سلمۃ بن الاکوعؓ** ص ۲۵۲/۵ : اس حدیث کے اندر میں جو حضرت ابو قتادہؓ کا قول علیّ دینہ نقل کیا گیا ۲۵۲/۵
اس سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا کہ کفالت عن المیت ثابت اور جائز ہے امام صاحب کے نزدیک جائز
نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ کفالت نہیں ہے بلکہ فی الحقیقت تبرع اور وعدہ تھا۔
15 **الفصل الثانی عن ابی ہریرۃؓ** ص ۲۵۲/۲۰ : نفس المؤمن سے مراد روح مراد ہے اور معلقۃ کے معنی بہت سے مطلب ۲۰
بیان فرمائے (۱) اس کی روح جنت کے اندر نہیں پہنچتی (۲) معذب رہتا ہے (۳) علیین کے زمرہ کے اندر
16 نہیں پہنچتا ہے **عن البراء بن عازبؓ** ص ۲۵۲/۲۲ : یشکو الیٰ ربہ وحدہ الخ وحدہ کا مطلب یہ ہے کہ دوسرا میں
دین کی وجہ سے جنت کے اندر نہ جاسکیگا اور جنت کی نعمتوں اور اپنے عمدہ گھروں سے محروم رہا تو اس نے تنہا اپنے ۲۲
تو رب کی شکایت کر لیگا۔ آگے چلکر مصنفؒ نے ایک روایت نقل کی جس کے اندر حضرت معاذؓ کے مال کے متعلق
حضورؐ کے عمل کا بھی تذکرہ ہے کہ آپؐ نے ان کے مال کو فروخت کر دیا اس کے متعلق علامہ توربشتیؒ فرماتے ہیں کہ
یہ حدیث غیر مستقیم المعنیٰ ہے کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے حضرت معاذؓ سے کچھ کہے سنے بغیر ان کی مال کی
بیع فرمادی حالانکہ بہتر اگر یہ چاہیے تھا کہ حضرت معاذؓ سے کہتے کہ [illegible] حق تمہارے ذمہ جن لوگوں کا قرض
ہے تم ادا کرو اگر ادا نہ کرتے تو پھر قید کرنا چاہیے تھا جیسا کہ قانون شرعی ہے۔ ملا علی قاریؒ
علامہ توربشتی پر اعتراض کیا کہ اس حدیث کو اس وجہ سے غیر مستقیم المعنیٰ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کو یہ
کیسے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ان کی رضا کے بغیر ان کے مال کو فروخت کر دیا۔ بلکہ ضعیف کہنا صحیح ہوتا اصل
ملا علی قاری علامہ مذکور کی بات نہیں سمجھے چونکہ علامہ توربشتی بڑے پکے حنفی ہیں تو ظاہر ہے تو وہ بھی
اس بات کے اندر حنفیہ کا کام بنا رہے ہیں اور اصل الامر اگر اپنے کلام سے حنفیہ کے ایک مسلک کی

ص ۲۵۲

2916 طرف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص زیادہ قرضدار ہو جائے اور ادائیگی نا ممکن ہو گیا امام اور ۲۵۲/۲۲
حاکم کو حق ہے کہ اس پر حجر قائم کرے اور اس کو خرچ کے تصرفات سے روک دے یا حق نہیں ائمہ ثلاثہ کے
نزدیک اس پر حجر کر دیا جائیگا اور اس کی مال وغیرہ کو فروخت کر کے قرض ادا کر دیا جائیگا اور حضرت
امام صاحب کے نزدیک اس پر حجر وارد نہ ہوگا اور نہ اس کی مال وغیرہ کی بیع کرسکتا ہے تو اس مسلک کی بنا
19 پر اس حدیث کو ضعیف اور غیر مستقیم المعنی قرار دیدیا گیا ہے واللہ اعلم وتدبر عن الشرید :۔ (ص ۲۵۳/۲) ۲۵۳/۲
اس حدیث کے اندر فرمایا کہ مالدار آدمی اگر ٹال مٹول کرے تو وہ اپنی آبرو کو گراتا ہے اب اس مسئلہ
کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کوئی مالدار ہے اور ہو بھی قرض ادا نہیں کرتا تو اس کا کیا حکم ہے امام صاحب کے
21 نزدیک حبس کیا جائیگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حاکم اس کی مال کو فروخت کر دیگا عن ثوبان ۔ (ص ۲۵۳/۸) ۸
اس حدیث پاک کے اندر بری عن الکبر کے دخول جنت کو تین چیزوں پر مرتب کیا گیا ہے کبر غلول ۔ دین ۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ کبر کے معنی تکبر کے ہیں تو جس نے عن الکبر وغیرہ کو چھوڑا تو اس نے اپنے مالک کے سامنے
تکبر کیا ایسے ہی عن الکبر کا ترک اپنے آقا و مولی سے غلول اور خیانت ہے ایسے ہی دین کا ادا نہ
کرنا بھی خیانت ہے تو جو ان امور کے اندر مبتلا ہوگا تو وہ ترک عن الکبر کریگا اس وجہ سے ان اشیاء کے
کا تعلق بھی ترک عن الکبر سے ہے یا یہ کہا جائے کہ عن الکبر وغیرہ جو حقوق اللہ میں سے ہے ان پر جب
ترتب ہوا دخول جنت کا ایسے ہی بعض حقوق العباد ایسے بھی ہیں جن پر جنت کا ترتب ہوتا ہے تو اس کے
اندر اگرچہ حقوق اللہ کا ذکر نہیں ہے لیکن ان کے اندر آپؐ نے حقوق العباد پر تنبیہ کی ہے الفصل

24 الثالث عن سوید بن قیس :۔ (ص ۲۵۳/۱۴) جلبت انا ومخرفۃ العبدی بزاً من ہجر کے اندر مخرفہ ۱۴
کے بجائے مخرمہ واقع ہوا اور بعض روایات کے اندر بز آتی کے بجائے وافی ہوا دونوں قریب قریب ہیں
ذا تقیا سے مکہ آپ اس مقام سے بنی اور ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت کے اندر تصریح ہے ۔ اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے سراویل خریدا ہے لیکن اس کے اندر اختلاف ہے کہ آپؐ نے پہنا ہے کہ نہیں ؟
بعض علماء مثلاً علامہ ابن قیم وغیرہ کی رائے ہے کہ خریدنا ثابت ہے پہننا ثابت نہیں ہے ۔ حافظ
ابن قیم اور علامہ سیوطی کی رائے ہے کہ آپؐ نے پہنا بھی ہے اس طرف حافظ کا رجحان ہے اور دلیل ایک
ایک روایت ہے جو مسند ابو یعلی اور معجم طبرانی کے اندر حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ صحابہؓ نے
آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ سراویل کیا آپ بھی سراویل پہنتے ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا کہ نعم فی سفر وحضر
اس روایت کو اگرچہ لوگوں نے ضعیف حتی کہ موضوع تک قرار دیا ہے اور اس کے اندر ایک راوی یوسف
25 نامی متہم بالوضع ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ آپؐ نے پہننا بھی ثابت ہے عن جابر :۔ (ص ۲۵۳/۱۷) مقتضائی ورادنی ۱۷
یہاں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مطالبہ تھا اس میں کچھ مقدار جو عقد تھی وہ زیادہ دیا ہوا
28 دراہم ترکہ کا عن سعید بن الاطول (ص ۲۵۳/۲۱) مات اخی ان کے بھائی کا نام ایاس بن الاطول ہے ان کے ۲۱
حکم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اداء کے متعلق فرمایا کہ ما کان صادقۃ یہ آپؐ نے اس وجہ سے
فرمایا کہ آپ کو پہلے سے علم تھا کہ اس کا قرض ہے یا اس کو وحی اور الہام کے ذریعہ معلوم ہو گیا ہوگا

## باب الشركة والوكالة ص۲۵۲

حافظ فرماتے ہیں کہ شرکت وہ اختلاط ہے جو بین الرجلین مال کے اندر نفع حاصل کرنے کیلئے ہوتا ہے ۲۵۲/۴
کبھی صرف بغیر کسی عقد کے ہوتا ہے اور وکالت اسم ہے توکیل کا باب تفعیل سے کسی کو ذمہ دار بنا دینا
2934 **الفصل الثانی عنہ** ص۲۵۲: اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر مقروض کسی کا قرض ادا نہ کرے اور ۱۵
اسکے قرضخواہ کو اسکا کوئی مال کسی جگہ سے مل جائے تو کیا اس کے اندر سے اپنا قرضہ وصول کر سکتا ہے
یا نہیں امام احمد کے نزدیک ممنوع ہے یہی امام شافعی کی ایک روایت ہے دوسری روایت امام شافعی کا
یہ ہے کہ اگر وہ مال اسکے قرض کی جنس سے ہو تو لے سکتا ہے یہی امام صاحب کی ایک روایت ہے تیسری روایت
امام شافعی کا یہ ہے کہ ذہب فضہ میں ایک کو دوسرے کی جگہ لے سکتا ہے یعنی اگر اسکے ذمہ سونا قرض تھا
اور اسکو اسکے مال میں سے چاندی ملی تو لے سکتا ہے ایسے ہی اسکا عکس بھی جائز ہے چوتھی روایت
امام شافعی کا یہ ہے کہ مطلقاً لینا جائز ہے امام مالک سے بھی امام شافعی کی مثل روایت مروی ہیں
جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ولا تخن من خانک
جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر حدیث بالا کو ظاہر پر عمل کیا جائے تو حدیث ہند
کے خلاف پڑتی ہے کیونکہ آپ نے خیانت سے منع فرمایا ہے اور اپنا حق اسکے اندر سے لینا خیانت نہیں ہے

## باب الغصب والعاریۃ ص۲۵۲/۲۴ (الفصل الاول) ۲۳

محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ غصب اصطلاح شرع کے اندر کسی کے مال پر ظلماً قبضہ حاصل کرنا بغیر حق
38 **عن سعید بن زید** ص۲۵۳ اس حدیث سے جو سات زمین کا طوق گلے میں ڈالا جانا معلوم ہوا ہے یا تو حقیقت پر ۲۴
39 محمول ہے یا پھر کنایہ ہے خسف زمین کے اندر دھنس جانے سے **عن ابن عمر** ص۲۵۳/۲۶ ایک مسئلہ مختلف فیہ ہے
ایک شخص جا رہا ہے وہ زاد راہ ختم ہوگیا اب کھانے کی ضرورت پیش آئی تو راستے کے اندر جو جانور دودھ والا ۲۵۴/۲۶
ملے یا کوئی پھل والا باغ ملا تو کیا اسکے اندر سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ امام احمد کی ایک روایت
اسحاق بن راہویہ کے نزدیک مطلقاً اسکو لینا جائز ہے خواہ اسکو حاجت ہو یا نہ ہو - اکثر علماء کے نزدیک
بلا اجازت کے نہیں استعمال کر سکتا اور حالت اضطرار کے اندر اس شرط پر لے سکتا ہے کہ پھر ادا کر دے
اور ان لوگوں کا اس حدیث سے استدلال ہے کہ آپ نے بغیر اذن کے لینے سے منع فرمایا حدیث امام احمد کا استدلال
ص۲۵۶ پر شروع صفحہ کے اندر حضرت حسن سے مروی ہے اور اسکے بعد والی حدیث ابن عمر سے مروی ہے ان
دونوں سے استدلال ہے کہ آپ نے مطلقاً کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی اب ان دونوں حدیثوں اور
اس متن والی حدیث کے اندر تعارض ہوگیا اب دفع کرنے کیلئے چند جوابات دیئے گئے ہیں (۱) ممانعت والی
روایت راجح ہے متفق علیہ ہونے کی وجہ سے (۲) یہ حدیث محکم ہے بخلاف دوسری کے یہ راجح ہوگی
(۳) ترجیح کی ضرورت نہیں بلکہ دونوں کے اندر جمع کیا جائیگا کہ بغیر اجازت کے کھانے والی حدیث مالک کی
رضا پر محمول ہے اور اجازت والی عدم رضا پر محمول ہے (۴) عدم اجازت کی حدیث غیر ضرورت
پر محمول ہے اور اجازت کا جس حدیث کے اندر ہے وہ زمانہ پر محمول کیا ہے جہاں بغیر اجازت کے کھانا جائز
40 **عن النبی** ص۲۵۵ بعض نسائہ اسکے ام المومنین حبیبۃ الرسول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور [illegible] ۲۵۵/۱

2940 کے مصداق میں متعدد قول ہیں ۱) حضرت زینب رضی اللہ عنہا ۲) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا 255/1
راجح یہ ہے کہ یہ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور جو طعام انہوں نے حضور کے پاس بھیجا
تھا وہ حلوہ تھا جیسا کہ ابن حزم ظاہری کی روایت کے اندر تصریح ہے لیکن جب وہ حلوہ حضرت عائشہ کے
گھر پہنچا تو ان کو غیرت اور حیاء آگئی کہ حضور میرے گھر کے اندر ہیں تو میرے دوسرے کے گھر کا کھانا تناول فرمائیں گے
یہی مطلب ہے غارت امکم کا اس میں خطاب یا تو موجودین کو ہے یا تمام امت کو ہے اسلئے کہ یہ تمام امت
کی مائیں ہیں۔ دیگر چونکہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور نے اس ٹوٹے ہوئے پیالہ کے بدلہ میں ایک دوسرا پیالہ
بھیجا یا اس سے علماء کی ایک جماعت نے اور داؤد ظاہری نے استدلال کیا کہ اگر کسی شخص سے کسی کی کوئی شئی ہلاک
ہو جائے تو اس کی مثل دینا واجب ہے خواہ وہ کسی قسم کی ہو ذوات القیم ہو یا ذوات الامثال ہوں۔ ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک ذوات الامثال کے اندر مثل اور ذوات القیم کے اندر قیمت دی جائیگی یہی امام مالک کی ایک روایت
ہے دوسری روایت امام مالک کی یہ ہے کہ ہر شئی کے اندر قیمت واجب ہوگی ذوات الامثال سے ہو یا ذوات القیم سے
اور تیسری روایت ہے کہ عروض اس کے بارے میں دیا جائیگا اب یہ حدیث ائمہ اربعہ کے مذہب کے خلاف ہے
لہذا جواب کی ضرورت ہے امام بیہقی نے جواب دیا کہ وہ پیالہ حضور ہی کا تھا آپ نے دوسرا اسلئے بھیج دیا تاکہ
دل شکنی نہ ہو جواب ۲ ممکن ہے کہ وہ اس پیالہ کے لینے پر راضی ہوگئی ہوں جواب ۳ ممکن ہے کہ وہ کام پیالہ بازار کا
ذریعہ ہو کے عوض ہوں اور اس صورت کے اندر وہ عمومی شفارت کے اندر داخل ہوگی

## الفصل الثانی

44 عن سعید بن زید (255/15) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے کوئی موات زمین یعنی وہ زمین جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو 15
اور اس کے اندر کسی کا حق نہ ہو اگر کسی نے اسکے اندر زراعت کی تو وہی اس کا مالک ہے یہی امام احمد و امام شافعی کا
مذہب ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ بغیر اجازت امام کے وہ اس زمین کا مالک نہ ہوگا امام مالک فرماتے ہیں کہ
اگر اس زمین کا تعلق شہر کے قریب سے ہے یا نہیں اگر ہے تو بغیر اجازت امام کے مالک نہ ہوگا اور اگر قریب سے
خارج ہے تو مالک ہو جائیگا۔ امام صاحب کا استدلال طبرانی کی روایت ہے معاذ بن جبل سے کہ لیس للمرء الا ما طابت
به نفس امامه الخ اسی طرح صعب بن جثامہ سے مروی ہے کہ لا حمی الا للہ و رسولہ سے استدلال ہے امام صاحب
47 کے ساتھ مکحول ابن مسیب ابن سیرین ابراہیم نخعی وغیرہ ہیں۔ عن عمران بن حصین (255/19) اس حدیث کے اندر 19
جلب و جنب کی تفسیر زکوٰۃ کے باب میں گذر چکی ہے آپ نے فرمایا لا شغار فی الاسلام شغار کہتے ہیں کہ ایک
شخص کہے کہ میں تیری لڑکی سے نکاح کرتا ہوں اس شرط پر کہ میری لڑکی کا نکاح تجھ سے مہر کے بدلہ میں ہو جائے
یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نا جائز اور امام صاحب کے نزدیک جائز ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ نفس نکاح کو اگر مہر
قرار دیں تو امام صاحب کے نزدیک نکاح ہی جائز نہیں ہے اور اگر الگ سے کوئی مہر کا ذکر کیا یا اسی کی کا ذکر کیا
مہر مثل بغیر مناسب ہے تو اب یہ نکاح جائز ہے اور یہ ماخوذ ہے شغر الکلب سے کہ وہ ٹانگ
اٹھا کر پیشاب کرتا ہے ایسے ہی وہ شخص دوسرے کی لڑکی کی ٹانگ اٹھا گیا اسلئے شغار کہتے ہیں
51 عن حرام بن سعد بن محیصة (255/25) اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر جانور کسی کا نقصان کر دے تو کیا حکم 25
ہوگا؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر مالک اس سواری پر موجود نہیں ہے تو اس کا نقصان لیا جائیگا

2951 ورنہ ضمان واجب نہیں ہے ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اگر مالک کے ساتھ ہے تو ضمان واجب ہے اور اگر اس جانور کے ساتھ 255/25
اس کا مالک نہیں تھا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو دن میں یا رات میں نقصان کیا۔ پہلی صورت کے اندر ضمان
واجب ہوگا کیونکہ رات کے اندر مالک کی کوتاہی ہے کہ رات کو عام طور سے جانور باندھ دیئے جاتے ہیں اس نے کیوں
نہیں باندھا اور اگر دن کے اندر نقصان پہنچایا تو ضمان واجب نہیں ہے کیونکہ اس صورت کے اندر خود اس کی
کوتاہی ہے صاحب باغ کی کوتاہی نہیں ہے اور ان لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حنفیہ کا
52 استدلال صاحب مشکوۃ کی الایت سے ہے کہ العجماء جبار۔ عن ابی ھریرۃ ۲۵۶ اس حدیث کے اندر فرمایا کہ 256 1
الرجل جبار اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ کسی دابہ نے کسی کو لات (ٹانگ) مار دی تو ضمان نہیں ہے ابن حزم
کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے یہ مطلب بیان کیا کہ اطلاق کے اندر اگر کوئی شخص دوسرے کے قدموں کے اندر گر کر مر جائے تو
ضمان واجب نہیں ہوگا۔ النار جبار اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی اور اتفاق سے ہوا
خوب تیز چلی جس سے وہ آگ دوسرے کا گھر گرا اور وہاں کے تمام چیزوں کا نقصان ہوگیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگا
55 مسئلہ: اس حدیث کی تصحیح [illegible] ہے لیکن بالفاظ صحیح نہیں ہے عن امیۃ بن صفوان ۲۵۷ حضور اقدس صلی اللہ 6
علیہ وسلم نے یوم حنین کے اندر صفوان سے تیس زرہ (زرہ) عاریۃ لی تھیں اور حضرت صفوان اس
وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ عاریۃ پر لینے کے بعد اگر شئ مستعار ضائع
ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک اس کا ضمان دینا پڑے گا امام صاحب کے نزدیک ضمان
واجب نہیں ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ شئ عاریۃ کے وقت یا تو ظاہر الہلاک تھی یا نہیں اگر ظاہر الہلاک
تھی تو ضمان واجب ہے اور اگر ظاہر الہلاک نہیں تھی تو ضمان واجب ہے۔ امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر
واپسی کی شرط لگائی تو ضمان ہے ورنہ ضمان نہیں ہے امام احمد شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا
ہے حنفیہ کا استدلال ابوداود کی حدیث سے ہے علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ضمان دو طرح کا ہوتا ہے ایک
ضمان اداء ایک ضمان فوت۔ اول کا مطلب یہ ہے کہ جیسے وقت ہے ویسے ہی ادا کرنے کا ضامن ہوں اور ثانی کا
مطلب یہ ہے کہ اگر فوت ہوگئی تو میں ضمان دوں گا لہذا اس حدیث کے اندر عاریۃ مضمونہ سے ضمان ادا
ہے کیونکہ ایک دوسری روایت کے اندر مؤداۃ کا لفظ ہے اب دونوں طرح کی احادیث کے اندر جمع پیدا ہو
اور روایات مضمونہ سے معلوم ہوا کہ کچھ زرہ ضائع ہوگئیں تھیں تو حضور نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں ان
کا ضمان دیدوں اس سے معلوم ہوا کہ وہ ضمان واجب نہیں تھا ورنہ آپ کی مشیت پر ادا واجب کیوں معلق فرماتے

# باب الشفعة

شفعہ یہ شفع لشفع سے ماخوذ ہے ضم کے معنی میں ہے اصطلاح فقہاء کے اندر کسی بیع کا مالک ہونا 17
اس قیمت کے بدلے جس کے ساتھ مشتری کا مالک ہوا تھا بغیر رضاء بائع کے۔ شفعہ کی تین قسمیں ہیں ایک
شفیع فی حق المبیع ایک شفیع فی نفس المبیع اور ایک شفیع فی جار۔ اول اور ثانی قسم کے اندر کوئی اختلاف
نہیں ہے البتہ شفعہ جار کے اندر اختلاف ہے کہ دوسرے پڑوسی کو بھی شفعہ کا حق ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
نہیں ہے۔ امام صاحب۔ حماد بن سلیمان۔ فرماتے ہیں کہ دوسرے پڑوسی کو بھی حق ہے جو کہ شفعہ

2961 جار کا انکار کرتے ہیں وہ اس باب کی پہلی حدیث حضرت جابر سے استدلال کرتے ہیں کہ اذا وقعت الحدود ۲۵۶/۱۷
وصرفت الطرق فلا شفعۃ ۔ اس کے اندر شفعہ کی نفی فرمائی ہے حنفیہ کا استدلال طحاوی کی روایت انس بن مالک
سے مروی ہے کہ جار الدار احق بالدار ۔ سمرۃ بن جندب سے سنن ۔ مسند احمد ۔ معانی الآثار کے اندر ایک
روایت مروی ہے کہ جار الدار احق بالدار اور اسی قسم کی حدیث حضرت علی ۔ ابن مسعود ۔ وغیرہ سے مختلف
کتب کے اندر مروی ہے جس سے ہمارا مذہب ثابت ہوتا ہے ۔ اب یہ کہ اس باب کی پہلی حدیث جو
حضرت جابر سے مروی ہے جو ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہذا اس کا کیا جواب ہوگا اس کا جواب ۱
یہ ہے کہ شفعہ کی تین قسمیں ہیں اس حدیث کے اندر شفعہ فی نفس المبیع اور شفعہ فی حق المبیع
کی نفی ہے اور ثالث قسم کا ثبوت دوسری احادیث سے ہے جواب ۲ اس حدیث کے اندر اذا وقعت
الحدود الخ مرفوع نہیں ہے بلکہ مدرج ہے حضرت جابر کا قول ہے جو الجوہر النقی نے اپنے زعم سے فرمایا شافعیہ نے
اعتراض کیا کہ آپ کے مسئلہ کے اندر الجار احق بالدار میں جار سے شریک مراد ہے لہذا آپ کا استدلال
بھی ختم ہوگیا جواب ہم یہ دیں گے کہ جب حقیقی معنی مراد لینا صحیح ہے تو مجاز کی طرف رجوع کیوں کیا جائے
جواب ۳ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ جب شریکین اپنا مال تقسیم کرتے ہیں تو چونکہ ہر جزء کے اندر دونوں
شریک ہوتا ہے تو اب جب تقسیم ہوگی تو عبارۃ مبادلۃ البعض الاجزاء ببعض پایا گیا اور بیع کے
اندر بھی مبادلہ ہوتا ہے تو کوئی اس تقسیم کو بیع سمجھ کر اس کے اندر شفعہ کا دعویٰ نہ کرے اس لئے
اس حدیث کے اندر اس شفعہ کی نفی فرمائی ہے ۔ اب یہ کہ جار سے کیا مراد ہے حنفیہ کے نزدیک وہ
جار مراد ہے جس کا گھر ملاصق ہو اور دوسری جانب اسی گھر کے دروازے ہوں اب یہ کہ کہاں تک جار
کے لئے حق ہوگا یعنی کون کون جار شمار کیا جائیگا اس کے اندر حنفیہ سے روایات مختلف ہیں (۱) پورے
اس گھر تک تمام لوگ جار ہیں (۲) چالیس گھر تک جار مانا گیا ہے (۳) پچاس گھر تک ہے

ص ۲۵۶/۱۸

62 **الفصل الاول وعنہ قال** :- ایک مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ایک آدمی نے اپنے شریک سے ۱۸
کہا کہ میں اپنا گھر فروخت کر رہا ہوں تو اگر شفعہ کا دعویٰ کرنا چاہے تو کر دے اس نے انکار کر دیا اور دوسرے
کو بیع کی اجازت دیدی تو اب اجازت کے بعد اس کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں حسن بصری ۔ ابو عبید
سفیان ثوری کہتے ہیں کہ حق شفعہ نہیں ہے امام احمد سے دونوں روایتیں ہیں جمہور کے نزدیک حق شفعہ
باقی ہے کیونکہ یہ حق بیع کے وقت ثابت ہوتا ہے لہذا قبل البیع اجازت اور عدم اجازت سے فرق

ص ۲۵۶/۲۳

64 نہیں پڑتا بلکہ اصل شفعہ کا دعویٰ بیع کے وقت ہے **عن ابی ہریرۃ** :- اس حدیث کے اندر ۲۳
ارشاد فرمایا کہ اپنے پڑوسی کو شہتیر اور لکڑی وغیرہ دیوار کے اندر لگانے سے منع نہ کرو اب یہ کہ یہ حکم کیسا ہے
امام صاحب کے نزدیک استحباب ہے اس حدیث اور امام احمد کے نزدیک وجوب ہے امام شافعی امام مالک سے

ص ۲۵۷/۳

69 دونوں روایات ہیں **الفصل الثانی عن ابن عباس** :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شفعہ ۲۵۷/۳
ہر شئی کے اندر ہوتا ہے یہی مذہب ہے عطاء ابن ابی رباح کا ۔ جمہور کے نزدیک غیر منقولات کے اندر شفعہ ہے
اور منقولات کے اندر نہیں ہوتا البتہ امام صاحب کے نزدیک تابع ہو کر شفعہ منقولات کے اندر بھی ہوتا ہے

2970 عن عبد اللہ بن حبشی: ابن حُبْشِیْ ہے اللہ بعض کو وہم ہوا یہ الحبشی ہے۔ من قطع سدرۃ الخ ۲۵۷/۴
کہ جھاڑی اور درخت کے کاٹنے سے بھی آدمی جہنم میں جائیگا اب اسکی معنی و مطلب کے اندر اختلاف ہے۔
(۱) بعض نے کہا کہ اس سے مکہ کی سدرۃ مراد ہے (۲) مدینہ کی مراد ہے (۳) حلوک سدرۃ مراد ہے (۴) ایسے
جنگل کے اندر ہو جس کے نیچے کوئی شخص سایہ حاصل کرتا ہوں (۵) امام نووی فرماتے ہیں کہ وقف کی سدرۃ مراد ہے

71 **الفصل الثالث عن عثمان:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین کے اندر شفعہ ہے نبی اہا مع ۷
اندر بتا شفعہ کا مذہب ہے امام مالک اور امام احمد بن حنبل سے دونوں قول منقول ہیں۔

# باب المساقاۃ والمزارعۃ ۸

مساقاۃ مفاعلۃ کا مصدر ہے سقی یسقی سے ماخوذ ہے سیراب کرنے کا معنی ہیں مساقاۃ کہتے ہیں کہ کسی کو درخت
وغیرہ دیدینا تاکہ وہ اسکی پرورش کرے اور سیراب کرے اور جو پھل کے اندر دونوں شریک ہونگے
مزارعۃ کی صورت یہ ہے کہ کھیتی کسی کو دینا تاکہ وہ اسکے اندر زراعت کرے اسکی چند صورتیں ہیں
(۱) زراعت کیلئے زمین دی گئی روپیہ کے عوض میں مثلاً ایکڑ اور دام مقرر کر دینا (۲) غلہ کے بدلے
زمین دینا مثلاً یہ کہ اپنی زمین کے اندر زراعت کرلو اور جو اسکی عوض کے اندر دو من غلہ دیدینا
(۳) زمین دے مثلاً نصف یا ربع یا ثلث حصہ میرا ہوگا (۴) زمین دے لیکن کہہ دے کہ اسکی فلاں ۷
جانب کا غلہ خاص طور سے میرے لئے ہوگا۔ اب علماء کے اندر اختلاف ہے کہ مزارعت اور مساقاۃ جائز ہے
یا نہیں اور ان کی صورتوں میں سے کونسی صورت جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے حضرت عبدالرزاق نے طاؤس سے نقل
کیا کہ مزارعت مطلقاً ناجائز ہے رہیعہ کہتے ہیں کہ اگر روپیہ وغیرہ کے بدلے کے اندر مزارعت ہو تو جائز ہے
ورنہ نہیں یعنی مذکورہ چار اول صورتوں میں سے اول صورت جائز ہے باقی ناجائز ہیں۔ چوتھی صورت بالاتفاق
تمام کے نزدیک ناجائز ہے اور باقی تین صورتوں کے اندر اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک اجرۃ
پر زمین کو دینا جائز ہے خواہ وہ اجرۃ غلہ ہو یا زر نقد ہو یعنی پہلی صورت اور دوسری صورت کا جائز ہے
تیسری ناجائز ہے اگر ثلث کے نزدیک تیسری بھی جائز ہے یہ مسئلہ تو مزارعت کے متعلق تھا
اب مساقاۃ کا مسئلہ شروع ہوا اسکے اندر بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں (۱) ناجائز ہے یہ امام صاحب
کا مذہب ہے (۲) امام احمد صاحبین اسحاق بن راہویہ، اکثر صحابہ و تابعین کے نزدیک مطلقاً جائز ہے
(۳) اگر تبعاً ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں یعنی جو زمین باغ کے اندر خالی پڑی ہوئی ہے لیکن اسکے
پاس کے درخت ایسے ہیں کہ ان کو لئے بغیر مساقاۃ مشکل ہے تو جائز ہے یہ بعض سلف سے منقول ہے
امام صاحب جو [illegible] عدم جواز کا فتوی لگایا اسکی دلیل یہ ہے کہ یہ صورۃ مخابرہ کے اندر داخل
اور آپ نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے لیکن اس وقت صاحبین کے مسلک پر فتوی ہے کہ مساقاۃ

72 جائز ہے جمہور فرماتے ہیں کہ نبی کا عمل صورت ثالثہ پر ہے **الفصل الاول عن عبد اللہ بن عمر:** ۲۵۷ ۹
یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے اور جو لوگ صورت ثالثہ کے جواز کے قائل ہیں ان کا استدلال ہے حنفیہ کی طرف
سے جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ یہ تقسیم خراج المقاسمہ تھی یعنی آپ نے ان پر خراج مقرر فرمایا تھا کیونکہ خیبر

2974 مزروعہ فتح ہوا تھا تو یہ خراج ہے اور جزیہ کے طور پر تھا کرایہ کے طور پر نہیں تھا عن حنظلۃ بن قیس: ٢٥٧/١٣
اس حدیث سے بھی ائمہ ثلاثہ نے صورۃ ثالثہ کے جواز پر استدلال کیا ہے لیکن مصنف نے فرمایا کہ جو کان
الذی نہی عن ذالک الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ کس کا مقولہ ہے بعض نے کہا کہ امام بخاری کا مقولہ ہے اور
76 بعض نے رافع بن خدیج اور بعض نے لیث بن سعد کا مقولہ قرار دیا ہے عن عمرو: اس حدیث سے ١٨
معلوم ہوتا ہے کہ طاؤس کے نزدیک مزارعت جائز ہے فاسئلہ الخ ترجمۃ الباب کے اندر طاؤس کا قول نقل
کیا گیا ہے کہ طاؤس کے نزدیک مزارعت مطلقاً جائز نہیں ہے اب دونوں کے اندر تعارض ہو گیا لیکن اسکا
جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے جواز مزارعت جو کہ مخابرہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ طاؤس کا فرمانا ان اعلمہم
78 کا مطلب یہ ہے کہ احسان کرتے ہوئے دیتا ہوں مخابرہ کے طور پر نہیں دیتا عن ابی امامۃ: ٢٢
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھیتی کرنا ذلت ہے۔ علامہ جوہری فرماتے ہیں کہ اصول المکاسب تین ہیں
زراعت، تجارت، صناعت اور پھر ان کے اندر اولویت کے اعتبار سے اختلاف ہے بعض نے زراعت
کو اور بعض نے تجارت کو اولیٰ و افضل قرار دیا ہے اب چونکہ اکثر کے نزدیک زراعت اول ہے اس لئے یہ
حدیث خلاف ہے اب اس کی طرف جواب یہ ہے کہ یہاں ذلت نفس زراعت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ
79 قرض، تاوان وغیرہ کے اعتبار سے ذلت کہا ہے الفصل الثانی عن رافع بن خدیج: اگر کسی نے ٢٤
بغیر اجازت کے زمین کے اندر زراعت کی تو امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ زمین کا مالک نہیں ہو گا بلکہ وہ اصل مالک کی
رہے گی اور صاحب بذر کو اجرت ملے گی جمہور کے نزدیک صاحب بذر کی ملک ہو جائیگی اور زمین والے کو زمین کی اجرت ملیگی

## باب الاجارۃ ٢٥٨/٣

(الفصل الاول)

83 عن ابی ہریرۃ: ما بعث اللہ نبیاً الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرام نے بکریاں چرائی ہیں ٤٦
اور وجہ اسکی یہ ہے کہ بکریاں چرانے سے آدمی کے اندر سیاست کا اندازہ ہوتا ہے تو امت کی سیاست
اور طریقہ کا علم حاصل کرنے کیلئے یہ تمام انبیاء کرام کیساتھ خاص ہوا۔ نیز بکریوں کے اندر انکساری ہوتی ہے اور
اونٹ وغیرہ کے اندر تکبر ہوتا ہے تو اسیلئے اس چیز کی خصوصیت کی نیز بکریوں کے اندر تواضع ہوتی ہے
کنت ارعی علی قراریط الخ ابراہیم حربی ابن ناصر نے اجیاد کہا ہے کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے ابن الجوزی نے
اس حدیث کی تصویب کی ہے لیکن جمہور کے نزدیک یہ قراریط کی جمع ہے کیونکہ اہل عرب قیمت میں جانتے تھے کہ
85 قراریط کونسی جگہ ہے یا نہیں عن ابن عباس: ان نفرا یہ حضرات صحابہ کرام تیس نفر تھے ٩
لدیغ بچھو کے کاٹے ہوئے کو کہتے ہیں اور سانپ گزیدہ پر بھی استعمال ہوتا ہے اور بعض روایات کے اندر سلیم
وارد ہوا ہے بجائے لدیغ کے اور سلیم سانپ گزیدہ کو کہتے ہیں اور یہ نام تفاؤل کے طور پر ہے
اور شخص جو لدیغ تھا یہ ان اہل ماء کا سردار تھا فانطلق رجل منہم یہ حضرت ابو سعید خدری ہیں
فقرأ بفاتحۃ الکتاب یہ سورۃ الفاتحہ سات مرتبہ پڑھی تھی اس حدیث کے اندر ایک مسئلہ تو یہ معلوم ہوا
کہ رقیہ پر اجرت جائز ہے یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے دوسرا مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ قرآن پر بھی اجرت
جائز ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام احمد، اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جائز نہیں ہے

2985 رکھ نیت یہ کہتے ہیں کہ قبیلہ اور قرأۃ قرآن کے اندر کوئی فرق نہیں ہے جب اول جائز رہے تو ثانی کے اندر بھی کوئی ٢٥٨/٩

اشکال نہیں ہے۔ اب بعض متاخرین حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ قرأۃ قرآن پر اجرت جائز ہے۔

للسائل حق الخ یعنی وہ جب تمہارے سامنے اگرچہ دینی عزت کو ختم کر کے بھیک مانگتا ہے اور نہایت ذلت برداشت کرتا ہے تو کسی آبرو کا خیال کر کے کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے۔

## باب احیاء الموات والشرب (الفصل الاول) ٢٥٩/١

93 عن عروۃ [illegible] قال خاصم الزبیر رجلا الخ اس رجل کے مصداق میں مختلف قول ٢

ہیں (۱) حمید (۲) حاطب ابن ابی بلتعہ (۳) ثعلبہ بن حاطب اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں ثم ارسل الماء بعض کے نزدیک فاضل ماء کو اور بعض کے نزدیک دونوں پانی کو چھوڑ دیا جائے گا سیراب کرنے کے اندر حق سبقت پہلے اعلیٰ اور پھر اسفل ثم الاسفل ثم الاسفل الخ چلتا ہے یہی حدیث کے اندر وارد ہوا ہے اب یہ کہ اعلیٰ اور اسفل کا مطلب کیا ہے بعض نے کہا کہ یہ مطلب ہے اعلیٰ کا کہ جس نے سب سے پہلے احیاء موات کیا اور پھر اس کے بعد جس نے کیا وہ اسفل ہے لیکن یہ مطلب صحیح نہیں ہے بلکہ الاقرب ثم الاقرب ثم الاقرب مراد ہے آگے وارد ہوا الی الجدر بعض روایات کے اندر الی الکعبین وارد ہوا ہے اول سے مراد دیوار کی جڑیں ہیں تو جب پانی دیوار کی جڑوں میں پہنچتا ہے تو عام طور سے کعبین تک پہنچ جاتا ہے۔ اب یہ کہ یہ رجل کون تھا اس کی روایت کسی کی بعض نے کہا کہ یہ منافق تھا بعض کے نزدیک یہودی تھا لیکن علماء توریشتی وغیرہ کہتے ہیں کہ اپنی صلاح کی وجہ سے تقاضائے بشریت لاحق کیا ہے یا وہ نیز وہ مسلمان تھا بعض نے کہا کہ حاطب بن ابی بلتعہ ہے تو تقصیر صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ انصاری نہیں تھا [illegible] ممکن ہے

94 کہ محل الانصاری کے اندر [illegible] عن ابی ہریرۃ اس کے اندر آپ نے

فضل ماء کے [illegible] سے منع فرمایا [illegible] بعض کے نزدیک فضل ماء کو [illegible] واجب ہے اور اکثر کے ٧

96 کے نزدیک واجب نہیں ہے **الفصل الثانی عن الحسن** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین پر دیوار

گھیر دے تو وہی مالک ہو جاتا ہے یہی مذہب امام احمد کا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دیوار بلند اور مضبوط ہو۔ ١٢

جمہور کے نزدیک اس زمین کے اندر زراعت اور احیاء کے ذریعہ وہ مالک ہوگا محض دیوار کھینچنے سے مالک نہ ہوگا

3000 **عن ابیض بن حمال** اس حدیث کے اندر وارد ہوا فاقطعہ یا ارادہ اقطاع ایسی زمین کے اندر ہوا ہے

جس کی کوئی مالک نہ ہو اقطاع کہتے ہیں تعیین قطعۃ من الارض وغیرہ۔ نیز اقطاع تیار شدہ چیز کا نہ ١٧

نہیں ہے بلکہ ایسی شی کا ہوتا ہے جس کے اندر مشقت وغیرہ ہو۔ جب انہوں نے [illegible] لگانے گئے تو

کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مالم تنلہ اخفاف الابل الخ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آبادی ایسی

سے اتنی دور ہو جہاں لوگوں کی آمد و رفت وغیرہ نہ ہو مطلب یہ کہ گھر سے باہر ہو دوسرا مطلب یہ ہے کہ

3002 اونٹ چرنے جہاں جاتا ہے [illegible] کی جگہ پر [illegible] **عن اسمر بن مضرس**

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی جس شخص کو پہلے مل گیا [illegible] لیکن [illegible] وہ مالک ہو ٢٢

کرنے [illegible] وغیرہ کے اندر حاصل کیا ہو [illegible] کا پانی تو [illegible] عام ہے

## باب العطایا (الفصل الاول) 

عطیہ وہ ہوتا ہے جو کسی کو بخشش میں دیا جائے یہ مفہوم کے اعتبار سے صدقہ اور ہدیہ دونوں کو عام اور مشتمل ہے
3008 عن ابن عمرؓ — اصاب ارضاً اس زمین کا نام ثمغ ہے اس حدیث سے صاحبین نے استدلال کیا کہ 11
وقف جائز ہے یہی جمہور کا مذہب ہے مشہور یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف کرنا جائز نہیں ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف
ہے کہ جو ملک سے واقف کی نکلتا ہے یا نہیں جمہور کے نزدیک ملک سے نکل جاتا ہے اور وہ وقف لازم ہو جاتا ہے
امام صاحب، عطاء بن سائب، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے نزدیک ملک سے نہیں نکلتا اور نہ لازم ہوتا ہے
ہاں اگر حاکم نے وقف کا فیصلہ کر دیا تو لازم ہو جائیگا اسی طرح اگر آدمی کہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ وقف
تو یہ لازمی حکم ہے اس کے اندر حنفیہ میں اختلاف ہے صاحب قدوری کی رائے یہ ہے کہ امام صاحب کے یہاں لازم
ہو جائیگا اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے یہاں لازم نہیں ہوگا محقق ابن ہمام نے لکھا ہے
کہ اب فتوی اس بات پر ہے کہ وقف کے اندر لزوم ہے حافظ عینیؒ نقل فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ
3009 یہ وقف بیع وقف کے قائل تھے بعد میں رجوع فرما لیا تھا عن ابی ھریرة اس حدیث کے اندر فرمایا
کہ العمری جائزة عمری کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال تمہارے لئے تمہاری عمر تک کیلئے دیتا ہوں اس کی تین صورتیں ہیں 15
(۱) تمہاری عمر بھر کیلئے اور تمہارے بعد تمہاری اولاد کیلئے یہ زمین دیتا ہوں تمام ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ صورت صحیح ہے
اور معمر لہ اس زمین کا مالک ہو جائیگا اور پھر اس کے اندر وراثت چلے گی (۲) یہ کہے کہ تم کو پوری عمر کیلئے دیتا ہوں
بس صرف اتنا کہے اولاد وغیرہ کا ذکر نہ کرے تو شوافع کا اصح قول حنفیہ حنابلہ اور جمہور علماء کے نزدیک
معمر لہ اس کا مالک ہوگا اور پھر اس کے بعد ورثہ اس کے وارث ہو جائیں گے شوافع کے اس کے اندر تین قول اور ہیں ایک
یہ کہ عمری صحیح نہیں اور یہ کہنا باطل ہے ۲۔ عاریت کے اندر شمار ہوگا وہ مالک ہوگا ۳۔ عمر تک قبضہ رکھے گا اور
پھر واپس مالک حقیقی کے پاس چلا جائیگا (۳) یہ ہے کہ میں اپنا گھر تم کو دیتا ہوں اور تمہارے مرنے
کے بعد یہ گھر میرا ہو جائیگا شوافع حنفیہ کے نزدیک وہ مالک ہو جائیگا لیکن شرط باطل ہو گئی یہی ایک
قول حنابلہ کا ہے دوسرا قول حنابلہ کا ہے شرط کی وجہ سے مرنے کے بعد پھر اصلی مالک کی طرف لوٹ آئیگا
دوسرا مسئلہ مختلف فیہ یہ ہے کہ عمری کی ذات کا مالک ہوتا ہے جمہور کے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک منافع کا
14 مالک ہوتا ہے **الفصل الثانی** عنہ اس حدیث کا دوسرا جزء ہے الرقبی جائزة عمری کی تفسیر تو 21
گذر چکی اور رقبی کی مشہور تفسیر یہ ہے کہ یہ گھر تمہارا اگر تم پہلے مر گئے تو میں مالک ہو جاؤں گا
اور اگر میں مر گیا تو تم مالک ہو جاؤ گے یہ امام شافعی امام احمد اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جائز ہے
امام صاحب امام مالک امام محمد کے نزدیک ناجائز ہے — اور یہ لوگ حدیث جابر سے استدلال
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا لا ترقبوا۔ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ رقبی کی ایک تفسیر ماقبل کے علاوہ اور
وہ یہ کہ ایک شخص کہے کہ میں یہ گھر تم کو ہدیہ دیتا ہوں اور تمہارے مرنے کے بعد میرا ہو جائیگا اس کے
اندر ہدیہ اور ہبہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے لہذا جن روایات سے رقبی کا جواز معلوم ہوتا ہے
ان کا محمل یہ صورت ہے اور جن سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے ان کا محمل ماقبل والی تفسیر ہے
لہذا اب روایات کے اندر تعارض ختم ہو گیا۔

# باب الفصل الاول

3018 عن ابن عباس اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ہبہ کو واپس لینا ... جائز ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ ۲۶۰/۲۶
کے نزدیک ہبہ کو واپس لینا حرام ہے الا الوالد یعنی اپنے بچوں سے واپس لینا جائز ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ غیر
ذی رحم محرم سے رجوع کرنے کے اندر کوئی استحالہ نہیں ہے ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ امام صاحب
فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے آپ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے اندر ہبہ سے رجوع کو کتے کے
فعل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور کتے کا یہ فعل حرام نہیں ہے لہذا مشبہ بھی حرام نہیں ہوگا اور تشبیہ صرف قبیح ہونے
19 کے اندر ہے عن النعمان بن بشیر اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کسی نے ایک بچے کو زیادہ دیا اور
دوسرے بچے کو کم حصہ دیا تو یہ جائز ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ بلکہ جمہور علماء کے نزدیک یہ ہبہ صحیح ہے ۲۷
اگرچہ فعل مکروہ ہے امام احمد، داؤد ظاہری، عروہ، طاؤس ... کے نزدیک یہ فعل ناجائز ہے
20 اور ہبہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ آپ نے فرمایا کہ لا اشہد علی جور **الفصل الثانی** عن عبد اللہ بن عمرو اس حدیث سے ۲۶۱/۶
معلوم ہوا کہ اگر والد اپنے ولد کو ہبہ کرے تو پھر رجوع جائز ہے یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے امام صاحب کے
رجوع کرنا جائز نہیں ہے پس اس حدیث کا مطلب ہے کہ اگر والد اور ولد ایک دوسرے کی چیز استعمال کرے
25 تو کوئی حرج نہیں ہے عن ابی ہریرۃ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص
کسی پر احسان کرتا ہے تو محسن تو اس کی امید رکھتا ہے کہ ... اور ایک قسم کا یہ احسان کا ... ۱۷
... عام طور پر شکر ادا کیا جاتا ہے لیکن جس شخص نے ایسے دنیاوی ... محسن
کا شکر نہ کرے تو گویا ایسا ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا نہ کرے ... جو شخص محسن کا شکر ادا نہ کرے
... تمام محامد اللہ تعالی کی طرف لوٹتے ہیں تو جب اس نے بندہ کی
حمد و شکر ادا نہ کیا تو گویا اللہ تعالی کا بھی حمد و شکر نہ ہوا اس اعتبار سے من لم یشکر الناس فرما دیا

# باب اللقطة

(الفصل الاول) ۲۶۲/۷

اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ التقاط اولی ہے یا ترک اولی ہے امام احمد کے نزدیک ترک اولی ہے
یہی امام شافعی کی ایک روایت ہے۔ امام صاحب کے نزدیک دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس کو
ضائع ہونے کا خوف ہوگا یا نہیں اگر ہے تو التقاط اولی ہے ورنہ ترک اولی ہے اور راجح مذہب یہی ہے کہ ترک
33 اولی ہے عن زید بن خالد ۔ جاء رجل اس کے مصداق میں تین قول ہیں (۱) حضرت بلال (۲) حضرت
عمیر بن مالک (۳) حضرت سوید جہنی ... عرفہا سنة الخ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تعریف کی مقدار ۷
کتنی ہے؟ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام محمد کے نزدیک ایک سال تعریف ہوگی امام صاحب سے روایات مختلف
ہیں (۱) ایک سال تک (۲) اگر وہ لقطہ دس درہم سے زیادہ ... کی مقدار کا ہے تو ایک سال اور اگر دس درہم
کی مقدار کے قریب ہے تو ایک مہینہ اور اگر تین درہم سے زیادہ قیمت کا ہے تو تین دن تک تعریف ہوگی۔
صاحب محیط ... نے نقل کیا ہے کہ اگر ... کی مقدار کا ہے تو تین سال تک تعریف ہوگی بعض لوگوں نے
کہا کہ اگر کوئی بڑی شئ ہے تو تعریف کی جائے گی اور کوئی مقدار معین نہیں ہے اور اگر قابل اعتناء
نہ ہو ... شئ نہیں ہے تو پھر اس کی تعریف کی ضرورت نہیں ہے ... آپ نے فرمایا فان جاء صاحبہا

3033 اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر مالک آجائے تو اسکو وہ مال دینا واجب ہے یا نہیں امام مالک امام احمد ٢٦٢/٨
کے نزدیک واجب ہے امام شافعی امام صاحب کے نزدیک دینا واجب نہیں ہے بغیر بینہ کے اگر بینہ لائے تو واجب ہے
اب یہ کہ اگر نہ آئے مالک تو پھر اس مال کا کیا کرے امام محمد شافعی امام احمد کے نزدیک خود وہ ملتقط
مالک ہو جائیگا۔ امام صاحب امام مالک کے نزدیک وہ مالک نہ ہوگا پھر حنفیہ فرماتے ہیں کہ وہ ملتقط دو حال سے
خالی نہیں یا تو امیر ہے یا غریب ہے اگر امیر ہے تو صدقہ کر دے اور اگر فقیر ہے تو اپنے اوپر خرچ کر دے جو
لوگ کہتے ہیں کہ وہ خود مالک ہو جائیگا وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اولا حنفیہ اسکا غیر ملتقط ہونا
مراد ہے احناف کے نزدیک اسکی مالک نہ ہو دوسرا استدلال یہ ہے کہ ضالۃ الابل کا کیا حکم ہے یعنی اگر اونٹ
گمشدہ کسی کو ملے تو کیا کرے اس لقطہ کے نزدیک التقاط نہ ہوگا امام صاحب فرماتے ہیں کہ اسکو بھی اٹھا لینا اولیٰ ہے
35 قاضی خان نے عبارت حنفیہ سے فرمایا کہ شرکیہ ادا ہے ص ٢٦٣/١٢ عن عبد الرحمن ؓ حضور نے اس حدیث کے ١٢
اندر صحیح حدیث سے لقطۃ الحاج سے منع فرمایا کیونکہ حاجی کیلئے تعریف ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ باہر والے چلے
جاتے ہیں تو تعریف سے پہلے اندر عائدہ ہوگا ہاں اگر انشاد و تعریف کیلئے اٹھائے تو جائز ہے
37 الفصل الثانی ص ٢٦٣/٣٠ عن ابی شعیل ؓ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا جو کہتے ہیں کہ ملتقط مالک ہو جاتا ہے ٢٠
حضرت ... جواب دیتے ہیں کہ ... تعریف سے قبل کا ہے جواب ٢ یہ ہے کہ وہ مضطر تھے اسلئے کھا لیا۔

# باب الفرائض

(الفصل الاول) ٢٦٣/١

فرائض فریضۃ کی جمع ہے تقدیر کے معنی میں ہے چونکہ یہ حصے کتاب سے مقرر ہیں وہ مقرر ہیں
علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ قطع سے ماخوذ ہے کیونکہ اس کے اندر ہر ایک کے حق کو قطع کر کے دیا جاتا ہے
42 ص ٢٦٣ عن ابن عباس ؓ اس حدیث کے اندر فرمایا گیا لاولی رجل ذکر اس پر اعتراض وارد ہوا کہ لفظ ذکر کیوں کہا ٣
حالانکہ رجل کہنے سے معلوم ہو جاتا ہے ... (١) خنثیٰ سے احتراز ہے (٢) رجل سے کبھی کامل فی الرجولیۃ یعنی بالغ
مراد ہوتا ہے تو یہاں بتلا دیا کہ یہاں بالغ مراد نہیں ہے بلکہ مطلقاً رجل مراد ہے (٣) کبھی رجل سے
شخص مراد لیا جاتا ہے جو معنی عام کی وجہ سے مرد و عورت سب کو شامل ہے تو یہاں ذکر بڑھا کر بتلا دیا کہ عورت
اس کے عموم میں داخل نہیں ہے (٤) اشارہ کر دیا اسباب کی طرف کہ تعصیب کے اندر رجل مذکر کا اعتبار ہے
(٥) علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ ذکر کا تعلق رجل سے نہیں بلکہ اولیٰ سے ہے کہ انسان کے اندر اولیٰ
43 رجل ہے عن اسامۃ بن زید ؓ اس مسئلہ کے اندر تو بالاتفاق ہے کہ مسلمان کا وارث کافر نہیں ہو سکتا ٥
البتہ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ کافر کا وارث مسلمان ہوگا یا نہیں جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ
کا مذہب ہے کہ وارث نہیں ہوگا۔ معاویہ۔ مسروق۔ سعید بن المسیب۔ اسحاق بن راہویہ۔ نخعی
کے نزدیک مسلمان کافر کا وارث ہوگا کیونکہ جیسے ہم ان کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور وہ ہم سے نکاح نہیں کر سکتے
ایسے ہم ان کے وارث ہونگے اور وہ ہمارے وارث نہیں ہونگے ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ حدیث کا
حکم ... سے ثابت ہے اور یہاں عدم توریث نص سے ثابت ہے پہلا ہر ایک پر عمل ہوگا دوسرا اعتبار
ان کا مذہب صحیح ... روایت ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی ... اتفاق ہے کہ مسلمان

۲۶۳

3043 تو وارث بنے اور کافر وارث نہ بنے مخالف کی طرف سے اس حدیث کا جواب[۱] یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ۵
ہے کہ یہ جب بین المسلم والکافر ہو تو جو مسلمان شمار کیا جائیگا جواب[۲] دوسرا، جو کہ مسلم کو ملنا تھا
جواب[۳] یہ ہے کہ ... وقت اور ... اعتبار سے فرمایا ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرتد کے مال کی کوئی وارث
ہوگا یا نہیں امام شافعی امام احمد کے نزدیک اسکا مال فئی ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں
مرتد کے مال کے اندر وراثت چلے گی اور اقارب وارث ہونگے امام صاحب فرماتے ہیں کہ مرتد جو مال کمایا
اگر مسلم کی حالت کے اندر کمایا تو اسکے اندر وراثت ہوگی اور اگر کفر کی حالت کے اندر کمایا تو اسکا
مال بیت المال کے اندر داخل کر دیا جائیگا امام مالک فرماتے ہیں کہ جو اہل مرتد دوسرے ملک میں چلے
جائیں اور وہ ورثہ کو محروم کرنے کیلئے مرتد ہوا تو اسکے مال کے اندر وراثت چلے گی اور اگر ایسی نیت سے مرتد نہیں ہوا
44 تو پھر بقول الشافعی **عن أنس** [۲۶۳] اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ذوی الارحام وارث ہونگے
یا نہیں امام صاحب امام احمد کے نزدیک وارث ہونگے اور امام شافعی امام مالک کے نزدیک وارث نہیں ہونگے بلکہ ۷
46 اسکا مال بیت المال کے اندر جمع کیا جائیگا **الفصل الثانی عن عبد اللہ بن عمرو** [۲۶۳] لا یتوارث اہل ملتین شتی
اسکے معنی کے اندر اختلاف ہے امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ۹
نہیں ہے اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہے۔ امام احمد امام مالک فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی ایک دوسرے کے
وارث نہیں ہونگے اور اصل اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ کفر تمام کا تمام ایک ملت ہے یا اسکے جتنے فرقے ہیں وہ سب
الگ ملت ہیں حافظ نے شافعی سے نقل کیا ہے کہ الکفر ملۃ واحدۃ لہذا یہودی نصرانی مجوسی وثنی وغیرہ
سب داخل ہیں حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ النصاری ملۃ والیہود ملۃ
48 والکفر ملۃ۔ حنابلہ کے یہاں ہر ایک الگ الگ ملت ہے **عن ابی ہریرۃ** [۲۶۳] القاتل لا یرث یہاں
51 قاتل سے قتل مراد ہے جو قصاص کو واجب کرے **عن کثیر بن عبد اللہ** [۲۶۳] اس حدیث کے اندر حلیف ۱۱
سے مولی الموالاۃ مراد ہے یعنی وہ مجہول النسب ہو یا معروف النسب کہ اگر میں جنایت کروں تو تم ۱۳
دیت ادا کرنا اور اگر میں مر جاؤں تو تم میرے وارث ہوگے یہی جانب سے ہو یا دونوں جانب سے اور یہی جانبین
سے ہوتا ہے الخ لہذا اس موالاۃ کے مسئلہ میں اور حضرت امام صاحب کے نزدیک یہ موالاۃ صحیح ہے
52 **عن المقدام** [۲۶۳] حضور نے فرمایا کہ انا مولی من لا مولی لہ جب میت کا کوئی وارث نہ ہو تو اسکا وارث
وہ مولی ہوتا ہے جس نے اسکو آزاد کیا ہے جسکو مولی العتاقہ کہتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ۱۵
... امت کو دوزخ سے آزاد کرایا لہذا آپ بطریق اولی مولی العتاقہ کے طور پر وارث ہونگے
دوسرا مطلب اس حدیث کے اندر ہے الخال وارث اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ذوی الارحام وارث ہونگے
یا نہیں جو لوگ ان کی وراثت کے قائل ہیں ان میں حنفیہ بھی ہیں ان کی ایک دلیل یہ حدیث ہے کہ الخال وارث
کیونکہ خال اولی الارحام میں سے ہے اور بخاری ... دلیل قرآن کا ارشاد گرامی ہے کہ واولو الارحام
بعضہم اولی ببعض ... الخال وارث من لا وارث لہ جب خال وارث
ہے تو لا وارث کہنا کیسے صحیح ہے اسکا جواب ہے کہ نفی ذوی الفروض کی وراثت کی ہے اور ثبوت

305.2 ذوی الارحام کی وراثت کا ہے۔ اس مسئلہ کے اندر سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء کرام کا کوئی وارث نہیں ٢٦٣/١٥
ہوتا صرف ایک شیعہ کا فرقہ وہ کہتا ہے کہ انبیاء کرام کے بھی اللہ کے ورثہ وارث ہوں گے اور پیش کرتے
ہیں قرآن پاک کی آیت وورث سلیمان داؤد الخ ہے مگر جن لوگوں کی عقلیں ان کے اعمال بد اور عقائد
فاسدہ کی وجہ سے مسخ ہو چکی ہیں ان کا کوئی علاج نہیں ان بیچاروں کو یہ تو سمجھ نہیں سکا کہ اور بھی
قرآن پاک کے اندر علم و نبوت حکومت و رسالت کا ذکر ہے اور اسی کی میراث مراد ہے اور انہوں نے
بد مذہب اختیار کر کے محض رفض اور بغض کی بنا پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر
اعتراض کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے باغ فدک جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حصہ نہیں دیا اور نعوذ باللہ
حضرت خلیفہ اول نے ان پر ظلم کیا لیکن حضرت صدیق اکبر نے حضور کا ارشاد گرامی نحن معاشر الانبیاء لا نورث
ما ترکنا صدقۃ سے استدلال اور ارشاد گرامی کے تحت حضرت صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ کو دینے سے انکار
فرمایا اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سکوت فرمایا یہ خود دلیل ہے اس بات کی کہ یہ حضور کا قول صحیح ہے
اب دوسرا مسئلہ باقی ہے کہ انبیاء کسی غیر کے وارث ہوتے ہیں یا نہیں ۔ مالکیہ میں سے بعض کا قول ہے
کہ وارث ہوتے ہیں شوافع کا بھی یہی قول ہے حضرت گنگوہی نے کہا کہ یہی رائج ہے بعض حنفیہ نے انکار کیا ہے
53 **عن واثلۃ بن الاسقع** : عورت وارث ہوتی ہے تین چیزوں کی جن میں ایک عتیق ہے کہ جو کہ ١٧
قاعدہ ہے کہ الولاء لمن اعتق ۔ دوسری چیز لقیط ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لقیط اگر مر جائے
تو یہ عورت وارث ہوگی یہی اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک جس کا اندر اسلام ہی میں
اس کا مال بیت المال کے اندر داخل کیا جائیگا خواہ یہ حدیث جمہور کے خلاف ہے لیکن اسکا مطلب یہ ہے
کہ لقیط کا مال جو بیت المال کے اندر ہے اگر اس کو مستحقین پر خرچ کیا جائیگا تو ان مستحقین کے
55 اندر سب سے احق وہ عورت ہوگی **عن عائشۃ** : اس حدیث کے اندر حضور نے ایک لا وارث شخص کی ٢١
میراث کو اہل قریہ میں سے کسی ایک کو دینے کا حکم دیا ۔ معلوم ہوا قاعدہ ہے کہ ایسے شخص کی میراث بیت المال کے
اندر جائیگی ۔ ہر ایک جواب ہے یہ کہ آپ نے بطور تصدق کے فرمایا جواب ہے آپ کو حق بھی تھا آپ نے اس کو
57 سمجھا دینے اسکو عطا فرمایا **عن علی** : اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تجہیز و تکفین کے بعد وصیت کا اجراء ٢٥
سے پہلے دین کا اجراء ہوتا ہے اور قرآن پاک کے اندر وصیت کو دین پر مقدم کر دیا اسکی کیا وجہ ہے؟
تو حضرت علی نے بتلایا کہ لوگ چونکہ وصیت کو دینے کے اندر کوتاہی کرتے تھے اور چونکہ اسکا کوئی مطالبہ
بھی موجود نہیں ہوتا اس لیے بہت کم اسکا اہتمام کرتے تھے بخلاف دین کے وہ تو خود بخود ہی اہتمام ہوتا
توجہ ہے لہذا اسکو مقدم کر دیا ورنہ فی الحقیقت دین مقدم ہے وصیت پر ۔ اور یہی بات حدیث کے اندر
59 بیان کی گئی ہے کہ قریب تر رشتہ دار مقدم ہوں گے بعید قرابت والوں پر ۔ **عن ھزیل بن شرحبیل** : حضرت ٢٦٢/٧
ابوموسیٰ اشعری سے سوال کرنے والے خود حضرت ھزیل ہیں جو کہ ثقہ ہیں تکملۃ للثلثین یعنی اگر کسی کی دو لڑکیاں ہوں تو ان کو
دو ثلث ملتا ہے اور اگر ایک لڑکی ہو تو نصف ملتا ہے اور یہاں ایک لڑکی کو نصف اسکو دیا گیا اور
پوتی لڑکی کے قائم مقام ہوگی لہذا سدس دے دیا جائیگا تاکہ نصف اور سدس ملکر دو ثلث کا نصاب مکمل ہو جائیگا

3059 اور اس حدیث کے اندر مسئلہ تھا جیسے بیٹیاں اور بہن کی تعصیب جابر کی حدیث گزری ہے جس کے اندر مسئلہ تھا جو بیٹیوں کا ٢٦٢/٧

60 عن عمران بن حصین: اس حدیث کے اندر صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص مرا اس نے ایک باپ اور دو

لڑکی چھوڑیں تو آپ نے فرمایا کہ لڑکی دونوں کو تو ثلثین ملیگا اور سدس تجھے ملیگا اور آپ نے وہ سدس اسکو ١١

دیدیا لیکن ایک سدس مال کا اور باقی تھا تو آپ نے بعد میں بلاکر پھر اسکو دیا اور یہ بھی سمجھا دیا کہ

یہ دیا اور وہ یہ حکم نہ کرے کہ تھا یہ حصہ باپ کو جو ملتا ہے اسی لئے بعد میں آپ نے دیا اور پھر سمجھا دیا

61 کہ یہ فرمایا کہ ان السدس الآخر طعمۃ — عن قبیصۃ بن ذؤیب: جاءت الجدۃ کے اندر معلوم نہیں

کہ اس کا حصہ مراد ہے یا جدہ صحیحہ مراد ہے اب یہاں سوال ہے کہ حدیث کے اندر یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر نے ١٢

حضرت مغیرہ سے دوسرا آدمی گواہ طلب کیا جب الشہادۃ واقعہ بیان فرمایا بعض لوگوں نے جواب دیا کہ حدیث

کی روایت کرنے میں دو شاہدوں کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ مسئلہ ضعیف ہے بلکہ جواب یہ ہے کہ حضرت

ابوبکر صدیق باب حدیث کے اندر نہایت سخت تھے تو احتیاطاً دوسرا شخص طلب فرمایا عن ابن مسعود

جدات کی دو قسمیں ہیں ایک ابویات ایک امیات اگر میت کی والدہ موجود ہے تو یہ دونوں قسم کی

جدات ساقط ہو جاتی ہیں اور اسکے اندر اختلاف ہے کہ ابویات باپ کے موجود ہونے کے وقت میں ساقط

ہوتی ہیں یا نہیں احناف کے نزدیک ساقط نہیں ہوتی اور حضرت علی، حضرت عثمان اور اکثر صحابہ سے ثابت

ہے روایت ہے کہ امیات کی طرح جدات بھی ساقط ہو جاتی ہیں الخ

64 عن تمیم الداری: اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لائے تو یہ شخص اسکی میراث کا وارث ٢٤

ہوگا اور یہ مولی الموالاۃ کی قسم ہے اور حنفیہ کا یہی مذہب ہے ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے کیونکہ آپ نے

فرمایا الولاء لمن اعتق یعنی اتفاق ہے کہ معتق کو ملے اور اس حدیث کا اتفاق ہے کہ اس میں کہا گیا کہ جو اس

کو ملے اب اگر ایک شخص غلام ہے وہ ایک کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور دوسرا شخص جسکا وہ غلام ہے اس نے اسکو آزاد

کر دیا تو اب اس حدیث کا اتفاق ہے کہ وہ مسلمان کرنے والا وارث ہو اور دوسری حدیث کا اتفاق ہے

کہ وہ معتِق وارث ہو دونوں حدیث کے اندر تعارض ہے لہذا الولاء لمن اعتق والی حدیث متفق علیہ

ہونے کی وجہ سے راجح ہوگی ہم کہتے ہیں کہ دونوں کے اندر تعارض دینے کا تکلف بے فائدہ کی وجہ سے پیدا ہوا جب حقوق

ترتیب بیان کردی تو پھر تعارض کا کیا مطلب یعنی مولی العتاقہ مقدم ہے اور پھر مسلمان کرنے والا ہے

65 اگر مولی العتاقہ نہیں تب مولی الموالاۃ وارث ہوگا ورنہ نہیں — عن ابن عباس: اس مسئلہ کے اندر

اختلاف ہے کہ اگر معتِق مرجائے تو اسکا معتَق (آزاد کردہ) غلام وارث ہوگا یا نہیں بعض تابعین کا مذہب ٢٧

یہ رہا ہے کہ وارث ہوگا لیکن جمہور کے نزدیک وارث نہیں ہوگا اور اس حدیث کے اندر جو حضرت نے دیا

68 ثابت ہے بطور تفضل کے تھا الفصل الثالث عن محمد بن ابی بکر: مسئلہ خمسہ اور مالکیہ کے نزدیک ذوی الارحام وارث ٢٦٥/٦

نہیں ہوتے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ذوی الارحام کو آپ نے فرمایا لا ترث۔ حنفیہ حنابلہ کے نزدیک وارث ہوتے

# باب الوصایا



وصایا وصیۃ کی جمع ہے یہ کبھی مفعول کے معنی میں آتا ہے اور کبھی اسم کے معنی میں آتا ہے اول صورت کے اندر ایصاء کے ۲۶۵/۶
معنی میں اور ثانی صورت کے اندر کسی مال کو کہیں گے جس کی وصیت کی گئی ہے۔ وصیت بھی فریضۃ کے وزن پر آتا ہے
علامہ کرمانی شرح کے اندر کہتے ہیں ہو عہد خاص مضاف الی ما بعد الموت یا کہا جائے کہ ہو تصرف متعلق فیما
بعد الموت۔ وصیت کے اندر کبھی تبرع ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ وصیت کے حکم کے اندر علماء کا اختلاف ہے
داؤد ظاہری، ابن حزم، ابو عوانہ۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ وصیت کرنا واجب ہے جمہور علماء
کے نزدیک وصیت کرنا مستحب ہے لیکن اگر کسی کا حق واجب ہے تو وصیت کرنا واجب ہے۔ اول فریق والے اس
باب کی پہلی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ما حق امرئ الخ اور حق کا استعمال واجب کے اندر
ہوتا ہے ہم کہتے ہیں کہ واجب اور مستحب دونوں کے اندر استعمال ہوتا ہے **الفصل الاول عن سعد**

307:1 **بن ابی وقاص** :- حضرت علامہ عینی فرماتے ہیں صحیح بخاری کے اندر آٹھ جگہ پر یہ حدیث آئی ہے ایسے ہی مسلم شریف
کے اندر بھی یہ حدیث آئی ہے اس کے اندر ہے کہ عام الفتح کے عام حجۃ الوداع واقعہ ہوا۔ حافظ 11
دونوں حدیثوں کے اندر جمع کیا کہ تعدد واقعہ پر محمول ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ حدیث وہم ہے زہری کی روایت
میں سفیان ابن عیینہ سے ہے یہ تو مشہور ہیں آپ نے فرمایا کہ ولیس یرثنی الا ابنتی الخ اس لڑکی کا
نام ام الحکم ہے بعض نے عائشہ بتلایا لیکن یہ صحیح ہے کہ ثلث الثلث سے زیادہ کا جائز نہیں فرمایا قال الثلث
والثلث کثیر الخ امام نووی نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے کہ بغیر اجازت ورثہ کے ثلث مال سے زیادہ وصیت
کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر وارث نہیں ہوں تو ثلث سے زیادہ میں وصیت جائز ہے
یا نہیں امام صاحب امام احمد اسحاق بن راہویہ شریک بن عبد اللہ کے نزدیک جائز ہے امام شافعی امام مالک کے



73 نزدیک ثلث سے زیادہ کے اندر وصیت جائز نہیں ہے **الفصل الثانی عن ابی امامۃ** :- اگر وارث کسی وارث
کیلئے میت کو وصیت کی اجازت دیں تو جائز ہے یا نہیں عبد الرحمن بن کیسان الاصم کے نزدیک ۲۰
جائز نہیں ہے۔ جمہور کے نزدیک جائز ہے پھر یہ مسئلہ کہ اس اجازت کے بعد ورثاء اپنی اجازت سے رجوع کر
سکتے ہیں یا نہیں جمہور کے نزدیک رجوع کا حق ہے حسن، ربیعۃ الرائے، اوزاعی، زہری کے نزدیک رجوع کا
حق نہیں ہے امام مالک تفصیل فرماتے ہیں کہ اگر ورثاء نے اجازت صحت کی حالت کے اندر دی ہے تو رجوع
کا حق ہے اور مرض کے اندر اگر اجازت دی ہے تو رجوع کا حق نہیں ہے **الفصل الثالث**



77 **عن عمرو بن شعیب عن ابیہ الخ** :- کافر کو اعمال خیر کا ثواب اکثر علماء کے نزدیک دنیا کے ۲۶۶/۳
78 اندر پہنچتا ہے آخرت کے اندر نہیں پہنچتا ہے والراوی **عن النبی** ص ۲۶۶/۹ :- حضرت کو وراثت الخ ۹
اختیار سے گزرنا ہے بحمدہ تعالیٰ آج بروز ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ کو جلد اول مشکوۃ شریف
مجرد تمام ہوگئی اللہ تعالیٰ اس شان کے اندر فائدہ اٹھانے کا سبیل نصیب کرے اور اس علم پر عمل کرنے کی
کی توفیق نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین فقط

العبد محمد سلطان الہاشمی المظاہری
۱۳ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ

# دليل الطالب الى عنوان المطلوب


| نمبر شمار | باب | نمبر صفحہ |
|---|---|---|
| ۱ | باب الستر | ۱۷ |
| ۲ | باب السترة | ۲۱ |
| ۳ | باب صفة الصلوة | ۲۷ |
| ۴ | باب ما يقرأ بعد التكبير | ۴۹ |
| ۵ | باب القرأة في الصلوة | ۵۱ |
| ۶ | باب الركوع | ۶۲ |
| ۷ | باب السجود وفضله | ۷۴ |
| ۸ | باب التشهد | ۷۶ |
| ۹ | باب الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم | ۷۸ |
| ۱۰ | باب الدعاء في التشهد | ۸۱ |
| ۱۱ | باب الذكر بعد الصلوة | ۸۳ |
| ۱۲ | باب ما لا يجوز من العمل في الصلوة | ۸۵ |
| ۱۳ | باب السهو | ۸۹ |
| ۱۴ | باب سجود القران | ۹۰ |
| ۱۵ | باب اوقات النهي | ۹۱ |
| ۱۶ | باب الجماعة وفضلها | ۹۲ |
| ۱۷ | باب تسوية الصفوف | ۹۵ |
| ۱۸ | باب الموقف | ۹۷ |
| ۱۹ | باب الامامة | ۹۸ |
| ۲۰ | باب ما على الامام | ۹۹ |
| ۲۱ | باب ما على الماموم من المتابعة | ۱۰۰ |
| ۲۲ | باب من صلى صلوة مرتين | ۱۰۲ |
| ۲۳ | باب السنن وفضائلها | ۱۰۲ |
| ۲۴ | باب صلوة الليل | ۱۰۴ |
| ۲۵ | باب ما يقول اذا قام من الليل | ۱۰۵ |
| ۲۶ | باب التحريض على قيام الليل | 〃 |
| ۲۷ | باب القصد في العمل | ۱۰۷ |
| ۲۸ | باب الوتر | ۱۰۸ |
| ۲۹ | باب القنوت | ۱۱۳ |
| ۳۰ | باب قيام شهر رمضان | ۱۱۴ |
| ۳۱ | باب صلوة الضحى | ۱۱۵ |
| ۳۲ | باب التطوع | ۱۱۶ |
| ۳۳ | باب صلوة التسبيح | ۱۱۷ |
| ۳۴ | باب صلوة السفر | ۱۱۸ |
| ۳۵ | باب الجمعة | ۱۲۲ |
| ۳۶ | باب وجوبها | ۱۲۳ |
| ۳۷ | باب التنظيف والتبكير | ۱۲۵ |
| ۳۸ | باب الخطبة والصلوة | ۱۲۶ |
| ۳۹ | باب صلوة الخوف | ۱۲۷ |
| ۴۰ | باب صلوة العيدين | ۱۳۱ |
| ۴۱ | باب في الاضحية | ۱۳۳ |
| ۴۲ | باب العتيرة | ۱۳۵ |
| ۴۳ | باب صلوة الخسوف | ۱۳۶ |
| ۴۴ | باب في سجود الشكر | ۱۳۷ |
| ۴۵ | باب الاستسقاء | ۱۳۸ |
| ۴۶ | كتاب الجنائز | 〃 |
| ۴۷ | باب عيادة المريض وثواب المرض | 〃 |
| ۴۸ | باب تمني الموت وذكره | ۱۴۱ |
| ۴۹ | باب ما يقول عند من حضره الموت | ۱۴۳ |
| ۵۰ | باب غسل الميت | ۱۴۴ |
| ۵۱ | باب المشي بالجنازة والصلوة عليها | ۱۴۶ |
| ۵۲ | باب دفن الميت | ۱۵۱ |
| ۵۳ | باب البكاء على الميت | ۱۵۲ |
| ۵۴ | باب زيارة القبور | ۱۵۶ |
| ۵۵ | كتاب الزكوة | ۱۵۸ |
| ۵۶ | باب ما يجب فيه الزكوة | ۱۶۳ |
| ۵۷ | باب صدقة الفطر | ۱۶۸ |
| ۵۸ | باب من لا تحل له الصدقة | ۱۶۹ |
| ۵۹ | باب من لا تحل له المسئلة | ۱۷۱ |
| ۶۰ | باب فضل الصدقة | ۱۷۲ |

# دليل الطالب الى عنوان المطلوب


| نمبر شمار | | نمبر صفحه | نمبر شمار | | نمبر صفحه |
|---|---|---|---|---|---|
| ٦١ | باب افضل الصدقة | ١٧٤ | ٩١ | باب الدفع من عرفة والمزدلفة | ٢٢٠ |
| ٦٢ | باب صدقة المرأة الخ | ١٧٥ | ٩٢ | باب رمي الجمار | ٢٢١ |
| ٦٣ | باب من لا يعود في الصدقة | ١٧٦ | ٩٣ | باب الهدي | ٢٢٢ |
| ٦٤ | كتاب الصوم | // | ٩٤ | باب الحلق | ٢٢٣ |
| ٦٥ | باب رؤية الهلال | ١٧٩ | ٩٥ | باب الفصل الاول | ٢٣٥ |
| ٦٦ | باب تنزيه الصوم | ١٨٢ | ٩٦ | باب خطبة يوم النحر الخ | ٢٣٥ |
| ٦٧ | باب صوم المسافر | ١٨٤ | ٩٧ | باب ما يجتنبه المحرم | ٢٣٧ |
| ٦٨ | باب القضاء | ١٨٥ | ٩٨ | باب المحرم يجتنب الصيد | ٢٣٩ |
| ٦٩ | باب صيام التطوع | ١٨٧ | ٩٩ | باب الاحصار وفوت الحج | ٢٤٠ |
| ٧٠ | باب الفصل الاول | ١٨٨ | ١٠٠ | باب حرم مكة حرسها الله تعالى | // |
| ٧١ | باب ليلة القدر | // | ١٠١ | باب حرم المدينة حرسها الله تعالى | ٢٤١ |
| ٧٢ | باب الاعتكاف | ١٩٠ | ١٠٢ | كتاب البيوع | ٢٤٣ |
| ٧٣ | كتاب فضائل القرآن | ١٩٣ | ١٠٣ | باب الكسب وطلب الحلال | // |
| ٧٤ | باب الفصل الاول | ١٩٥ | ١٠٤ | باب المساهلة في المعاملة | ٢٤٤ |
| ٧٥ | باب الفصل الاول | ١٩٦ | ١٠٥ | باب الخيار | // |
| ٧٦ | كتاب الدعوات | ١٩٨ | ١٠٦ | باب الربوا | ٢٤٥ |
| ٧٧ | باب ذكر الله عز وجل | ١٩٩ | ١٠٧ | باب المنهي عنها من البيوع | ٢٤٦ |
| ٧٨ | كتاب اسماء الله تعالى | ٢٠٠ | ١٠٨ | باب الفصل الاول | ٢٥٣ |
| ٧٩ | باب ثواب التسبيح | ٢٠١ | ١٠٩ | باب السلم والرهن | ٢٥٤ |
| ٨٠ | باب الاستغفار والتوبة | ٢٠٢ | ١١٠ | باب الاحتكار | ٢٥٥ |
| ٨١ | باب الفصل الاول | ٢٠٣ | ١١١ | باب الافلاس والانظار | // |
| ٨٢ | باب ما يقول عند الصباح | ٢٠٤ | ١١٢ | باب الشركة والوكالة | ٢٥٨ |
| ٨٣ | باب الدعوات | ٢٠٤ | ١١٣ | باب الغصب والعارية | // |
| ٨٤ | باب الاستعاذة | ٢٠٥ | ١١٤ | باب الشفعة | ٢٦٠ |
| ٨٥ | باب جامع الدعاء | // | ١١٥ | باب المساقاة والمزارعة | ٢٦٢ |
| ٨٦ | كتاب المناسك | ٢٠٧ | ١١٦ | باب الاجارة | ٢٦٣ |
| ٨٧ | باب الاحرام والتلبية | ٢١١ | ١١٧ | باب احياء الموات والشرب | ٢٦٤ |
| ٨٨ | باب قصة حجة الوداع | ٢١٢ | ١١٨ | باب العطايا | ٢٦٥ |
| ٨٩ | باب دخول مكة والطواف | ٢١٦ | ١١٩ | باب الفصل الاول | ٢٦٦ |
| ٩٠ | باب الوقوف بعرفة | ٢١٩ | ١٢٠ | باب اللقطة | // |

# دليل الطالب الى عنوان المطلوب


| نمبر شمار | | نمبر صفحہ | نمبر شمار | | نمبر صفحہ |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱۲۱ | باب الفرائض | ۲۶۷ | ۱۵۱ | كتاب الحدود | ۳۱۹ |
| ۱۲۲ | باب الوصايا | ۲۷۱ | ۱۵۲ | باب قطع السرقة | ۳۲۲ |
| ۱۲۳ | كتاب النكاح | ۲۷۲ | ۱۵۳ | باب الشفاعة فى الحدود | ۳۲۳ |
| ۱۲۴ | باب النظر الى المخطوبة | ۲۷۳ | ۱۵۴ | باب حد الخمر | ۳۲۴ |
| ۱۲۵ | باب الوطى فى النكاح | ۲۷۵ | ۱۵۵ | باب ما لا يدعى على الحدود | // |
| ۱۲۶ | باب اعلان النكاح والخطبة | ۲۷۷ | ۱۵۶ | باب التعزير | ۳۲۵ |
| ۱۲۷ | باب المحرمات | ۲۷۸ | ۱۵۷ | باب بيان الخمر ووعيد شاربها | // |
| ۱۲۸ | باب المباشرة | ۲۸۳ | ۱۵۸ | كتاب الامارة والقضاء | ۳۲۷ |
| ۱۲۹ | باب الفصل الاول | // | ۱۵۹ | باب العمل فى القضاء | ۳۲۸ |
| ۱۳۰ | باب الصداق | ۲۸۴ | ۱۶۰ | باب رزق الولاة وهداياهم | ۳۳۰ |
| ۱۳۱ | باب الوليمة | ۲۸۶ | ۱۶۱ | باب الاقضية والشهادات | // |
| ۱۳۲ | باب القسم | ۲۸۷ | ۱۶۲ | كتاب الجهاد | ۳۳۴ |
| ۱۳۳ | باب عشرة النساء وما لكل | ۲۸۹ | ۱۶۳ | باب اعداد آلة الجهاد | ۳۳۸ |
| ۱۳۴ | باب الخلع والطلاق | ۲۹۱ | ۱۶۴ | باب آداب السفر | ۳۴۱ |
| ۱۳۵ | باب المطلقة ثلثا | ۲۹۵ | ۱۶۵ | باب الكتاب الى الكفار الخ | ۳۴۲ |
| ۱۳۶ | باب الفصل الاول | ۲۹۷ | ۱۶۶ | باب القتال فى الجهاد | // |
| ۱۳۷ | باب اللعان | ۲۹۸ | ۱۶۷ | باب حكم الاسراء | ۳۴۳ |
| ۱۳۸ | باب العدة | ۳۰۱ | ۱۶۸ | باب الامان | ۳۴۵ |
| ۱۳۹ | باب الاستبراء | ۳۰۳ | ۱۶۹ | باب قسمة الغنائم الخ | // |
| ۱۴۰ | باب النفقات وحق المملوك | ۳۰۴ | ۱۷۰ | باب الجزية | ۳۵۰ |
| ۱۴۱ | باب بلوغ الصغير الخ | ۳۰۵ | ۱۷۱ | باب الصلح | ۳۵۱ |
| ۱۴۲ | كتاب العتق | ۳۰۷ | ۱۷۲ | باب اخراج اليهود | ۳۵۲ |
| ۱۴۳ | باب اعتاق العبد المشترك | // | ۱۷۳ | باب الفىء | // |
| ۱۴۴ | باب الايمان والنذور | ۳۰۸ | ۱۷۴ | كتاب الصيد والذبائح | ۳۵۳ |
| ۱۴۵ | باب فى النذور | ۳۱۰ | ۱۷۵ | باب ذكر الكلب | ۳۵۵ |
| ۱۴۶ | كتاب القصاص | ۳۱۲ | ۱۷۶ | باب ما يحل اكله وما يحرم | ۳۵۶ |
| ۱۴۷ | باب الديات | ۳۱۵ | ۱۷۷ | باب العقيقة | ۳۵۸ |
| ۱۴۸ | باب ما لا يضمن من الجنايات | ۳۱۶ | ۱۷۸ | كتاب الاطعمة | ۳۶۰ |
| ۱۴۹ | باب القسامة | ۳۱۷ | ۱۷۹ | باب الضيافة | ۳۶۳ |
| ۱۵۰ | باب قتل اهل الردة | ۳۱۸ | ۱۸۰ | باب الفصل الثانى | ۳۶۴ |